حیات

سید احمد شہید

مصنفہ:-

محمد جعفر تھانیسری

نفیس اکیڈمی - کراچی

حیاتِ سیّد احمد شہیدؒ

حضرت مولانا سیّد احمد صاحبؒ بریلوی کے

حالات

از

محمد جعفر تھانیسری

نفیس اکیڈمی

بلاسس اسٹریٹ ——————— کراچی ۱

قیمت :- بارہ روپے

یہ کتاب "سوانح احمدی" کے نام سے پہلے شائع ہوئی تھی

پہلا ایڈیشن ــــــ نفیس اکیڈیمی کراچی ــــــ دسمبر ۱۹۶۸ء

باہتمام ــــــــــــــــ خالد اقبال گاہندری

ٹیلیفون ــــــــــــــــ ۲۳۲۹۵۶

(باہتمام مستقیض احمد صدیقی انٹرنیشنل پریس کراچی میں چھپا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحریک مجاہدین کے بانی

از:۔ محمد اقبال سلیم گاھندری

پچھلی دو صدیوں میں جو تحریکیں مسلمانوں میں پیدا ہوئیں، ان میں حضرت سید احمد شہیدؒ بریلوی کی تحریک جہاد کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اور جس بے سر و سامانی میں یہ تحریک اٹھی اور پھیلی جس اخلاص و انہماک کے ساتھ حضرت شہید بریلوی اور ان کے رفقا نے اسے چلایا وہ اپنی آپ مثال ہے۔ حضرت شہید بریلوی نہ کوئی شہزادے تھے اور نہ امیر زادے نہ ان کے پاس کوئی فوج تھی اور نہ دولت و جائیداد، حتیٰ کہ کوئی روایت خاندانی ایسی موجود نہ تھی جو کسی نوجوان میں باپ دادا کے گم شدہ جاہ و جلال و منصب و جاہ کو حاصل کرنے کی تمنا بیدار کر سکے۔ لیکن اس کے باوجود انھوں نے تحریک جہاد چلائی اور اپنے گرد ایسے مخلص و ایماندار مجاہدین اکٹھا کر لئے کہ ویسی کوئی دوسری جماعت ان کے بعد سے اب تک پیدا نہ ہو سکی۔

سید احمد شہید بریلوی اور ان کے رفقاء مجاہدین نہ تنخواہوں کے لئے لڑتے تھے اور نہ ناموری کے لئے۔ تنخواہ دینے کے لئے وہاں ذریعہ آمدنی ہی مفقود تھا۔ چندوں سے کہیں فوج کی تنخواہیں دی جاتی ہیں بے چارے مجاہدین فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرتے تھے اور صرف رضائے الٰہی کے لئے اپنی جانوں کی بازی لگائے ہوئے تھے۔ ایسی بے لوث جماعت قرون اولیٰ اور عہد صحابہ کے بعد بہت کم دکھائی دیتی ہے۔

یہ صحیح ہے کہ حضرت سید احمد شہید بریلوی کی تحریک جہاد کامیاب نہ ہو سکی۔ حضرت سید احمد بریلوی اور مولانا اسمٰعیل شہید اپنے سیکڑوں رفقا مجاہدین کے ساتھ شہید ہو گئے لیکن کامیابی کا پیمانہ صرف یہی تو نہیں ہو سکتا کہ حضرت شہید ایک ملک پر قبضہ کر لیتے اور ایک نئی حکومت کے بانی بن جاتے شہادت خود اپنی جگہ پر ایک کامیابی ہے۔ اور اس تحریک کے جو اثرات لاکھوں اشخاص نے قبول کئے اس کی قیمت کیا ایک نئی مملکت قائم کرنے سے کم ہے۔

حضرت سید احمد شہید بریلوی دوشنبہ ۶ر صفر ۱۲۰۱ھ (مطابق ۲۹ر نومبر ۱۷۸۶ء) کو بمقام رائے بریلی (اودھ) میں پیدا ہوئے۔ مروجہ زمانہ تعلیمات دین دار اور قابل اساتذہ سے حاصل کیں۔ مولانا شاہ عبدالعزیز بن مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے علم و تربیت کی تکمیل کی۔ کچھ دنوں تک نواب

امیر خان کے ملازم رہے - حج کیا - مجاہدین کی جماعت قائم کی - سکھوں کے خلاف ایک مدت تک جہاد کرتے رہے - اور ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ (مطابق ۶ مئی ۱۸۳۱ء) جمعہ کے دن نماز صبح کے وقت بمقام بالاکوٹ شہید ہوئے - یعنی کل چوالیس یا پینتالیس سال کی عمر پائی اور اتنی سی عمر میں وہ کارنامے انجام دیئے کہ ان پر کتابوں پر کتابیں لکھی جا رہی ہیں -

یہ کتاب حیات سید احمد شہید مصنفہ مولانا محمد جعفر تھانیسری ، جو اس وقت نفیس اکیڈمی کی طرف سے شائع کی جا رہی ہے حضرت سید احمد شہید کے مخلص متبع کی تصنیف ہے - مولانا محمد جعفر تھانیسری کو انگریزوں نے پھانسی کی سزا تجویز کی اور پھر اسے قید عمر بہ عبور دریائے شور میں تبدیل کر دیا - انھیں جزیرہ انڈمان یعنی کالا پانی بھیج دیا گیا - یہ کہنا غیر ضروری ہے کہ اس کتاب کی کیا اہمیت ہے ہر ہر لفظ سے مجاہد کے دل کی دھڑکن سنائی دیتی ہے - اس کو بعینہ شائع کیا جا رہا ہے بجز دو تین جگہ کہ جہاں قدامت تحریر سے مفہوم سمجھنے میں دقت ہوتی ہے - اس کتاب کے آخر میں فارسی کے بعض اہم خطوط بھی درج ہیں جن کو اردو ترجمہ کے ساتھ ایک مستقل کتاب کی شکل میں نفیس اکیڈمی کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے - اکیڈمی کے پیش نظر یہ پروگرام بھی ہے کہ تحریک مجاہدین سے متعلق جو کتابیں مل سکیں انھیں شائع کیا جائے - کسی دوسری زبان میں ہوں تو اردو ترجمہ کے ساتھ اور اگر اردو میں ہوں تو تصحیح و تکمیل کے ساتھ - ہمیں امید ہے اہل علم اس سلسلے میں ہماری اعانت فرمائیں گے -

وما توفیقی الا باللہ

فہرس حیات سیّد احمد شہیدؒ

باب ۲

باب ٣

باب ۴

باب ۶

تذکرۂ رجال

مقدمہ

از :- محمد ایوب قادری ایم اے

دور اول سید احمد شہیدؒ کی تحریک، تجدید و احیائے دین اور جہاد کی تحریک تھی، توحید خالص کی تبلیغ، شرک و بدعت اور قبر پرستی کا استیصال، مراسم محرم کی بیخ کنی، شادی و غمی، نیز دیگر تقریبات کے غیر اسلامی مراسم کے بجائے اسلامی سادہ زندگی کا احیاء اور نکاح بیوگان کی ترویج و اشاعت اس تحریک کے خاص عنصر تھے۔ اس مقصد کے لئے شاہ اسماعیل شہیدؒ نے تقویۃ الایمان جیسی انقلاب آفریں کتاب لکھی[1]۔ پھر تو اس سلسلہ کو اس قدر وسعت ہوئی کہ اس خانوادے کے دوسرے تربیت یافتہ علماء نے احیاء سنت اور اصلاح معاشرہ کے لئے متعدد اور رسالے لکھے اور اچھا خاصا ادب مہیا کر دیا[2]

---

[1] مولانا فضل حق خیرآبادی (ف ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء) نے سب سے پہلے تقویۃ الایمان کی ایک عبارت "اس شہنشاہ کی تو یہ شان . . . . . کی برابر کے پیدا کر ڈالے" پر امتناع نظیر اور امکان نظیر کی بحث چھیڑی اور ایک مختصر سا رسالہ اس عبارت کی رد میں لکھا۔ پھر تو اس سلسلے میں بہت سے رسالے قلم بند ہوئے۔ اور تقویۃ الایمان کے مستقل رد لکھے گئے غرض اس تحریک کی مخالفت کے آغاز کا سہرا مولانا فضل حق خیرآبادی کے سر ہے۔ (تقریر اعتراضات تقویۃ الایمان از مولانا فضل حق خیرآبادی (قلمی مملوکہ حکیم نصیر الدین ندوی کراچی) ۱۴۔

[2] مسائل اربعین و مایۃ مسائل (شاہ محمد اسحاق ف ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۵-۶ء) نصیحۃ المسلمین و رسالہ جہادیہ (مولوی خرم علی بلہوری ف ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء) ہدایت المومنین۔ رسالہ راہ سنت و رسالہ رد عقائد مشرکین (مولوی اولاد حسن قنوجی ف ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷-۸ء) رسالہ رسالہ تقوی، رسالہ کلمات کفر و عقائد نامہ (مولوی سخاوت علی (ف ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۸ء) دعوت در رسالہ رد شرک (مولوی ولایت علی ف ۱۲۶۹ھ/۱۸۵۲ء) رسالہ بت شکن (مولوی عنایت علی ف ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۸ء) رسالہ تجہیز و تکفین مسلمان کی (مولوی محمد عمران ف ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۵ء) رفاہ المسلمین (شرح مسائل اربعین) و سوالات دارین (مولوی سعد الدین بدایونی ف ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء) تحفۃ المسلمین (ترجمہ مسائل اربعین) و رسالہ عقیقہ (ملا انعام سنہ ۱۸۹۰ء) تذکیر الاخوان مولوی سلطان خاں شاہجہانپوری) تنبیہ الغافلین (ترجمہ و شرح) و ترجمہ مسائل اربعین و تفسیر مقبول (مولوی عبداللہ بن بہادر علی حسینی وغیرہ کتب و رسائل خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

سید احمد شہیدؒ کی تحریک کا اہم ترین عنصر جہاد اور اصل مقصد حکومت الٰہیہ کا قیام تھا سید صاحبؒ کا کوئی مکتوب یا وعظ ترغیب جہاد سے خالی نہیں۔ جس زمانے میں پنجاب میں سکھا شاہی کا زور تھا مساجد اور اسلامی شعائر کی اعلانیہ بے حرمتی ہوتی تھی اس علاقہ کے مسلمان سخت مصائب و آلام میں مبتلا تھے ان کی زندگیاں اجیرن ہو چکی تھیں۔ سید احمدؒ نے اس طاغوتی اور برائے نام سکھا شاہی حکومت کے خلاف علم جہاد بلند کیا گھر بار چھوڑا بہت سے شہر اور قصبات کا دورہ کیا ہجرت و جہاد کے وعظ کہے اللہ کے دین کی سربلندی اور اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر سرحد کے پہاڑوں کو کمین گاہ بنایا اور اسلام کے ان خادموں نے ایمان و اخلاص کے بھروسے پر دین کے دشمنوں سے مقابلہ کیا اور ان کے چھکے چھڑا دیئے۔ مگر ملت کا نصیبہ سویا ہوا تھا گردش کے دن ابھی باقی تھے۔ غلامی کا دور ابھی ختم نہ ہونا تھا کہ حالات نے ناسازگاری دکھائی اپنوں نے غیروں کا ساتھ دیا۔ نتیجہ ظاہر تھا کہ ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ (۶ مئی ۱۸۳۱ء) کو سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے بالاکوٹ میں جام شہادت نوش کیا۔[1]

ع خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

---

[1] جس وقت اللہ کے یہ فرماں بردار بندے دین و ملت کی خاطر میدانِ جہاد میں اپنی جانیں نچھاور کر رہے تھے۔ اس زمانے میں اس تحریک کے سب سے زیادہ مخالف مولانا فضل حق خیرآبادی (ف ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء) ایجنٹ دہلی کے محکمہ میں سررشتہ دار اور مولوی فضل رسول بدایونی (ف ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) کلکٹری بدایوں (سہسوان) میں سررشتہ دار تھے حکومت برطانیہ کی دور اندیشی اور پالیسی ملاحظہ ہو کہ اس نے مسلمانوں کے ذہین اور صاحب علم و فضل طبقے کو سرکاری خدمات کے لئے حاصل کر لیا۔ دہلی میں دبیر الدولہ نواب فرید الدین (ف ۱۲۴۴ھ/۱۸۲۸ء) منشی زین العابدین (ف ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء) مفتی صدر الدین آزردہ (ف ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء) مولوی فضل امام خیرآبادی (ف ۱۲۴۴ھ/۱۸۲۹ء) مولوی محمد صالح خیرآبادی (برادر فضل امام خیرآبادی) منشی فضل عظیم خیرآبادی (فرزند اکبر فضل امام خیرآبادی) مولوی فضل حق خیرآبادی (ف ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء) بدایوں میں مولوی فضل رسول (ف ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) مولوی علی بخش صدر الصدور (ف ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء) مراد آباد میں مولوی عبدالقادر چیف رام پوری (ف ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء) الہ آباد میں مفتی اسد اللہ (ف ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲-۳ء) و قاضی عطار رسول چریاکوٹی۔ کلکتہ میں قاضی نجم الدین خاں کاکوروی (ف ۱۲۲۹ھ/۱۸۱۳ء) اور ان کے صاحبزادگان قاضی سعید الدین (ف ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۶ء) مولوی حکیم الدین (ف ۱۲۶۹ھ/۱۸۵۳ء) اور قاضی علیم الدین (ف ۱۲۵۶ھ/۱۸۴۱ء) وغیرہ۔ مدراس میں قاضی ارتضا علی گوپاموی (ف ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء) اور ناسک میں خان بہادر مولوی عبدالفتاح مفتی وغیرہ برصغیر پاک و ہند کے وہ اعاظم و فاضل ہیں جنھوں نے منصب افتاء، قضاء اور صدر الصدوری کے ذریعہ سرکار کمپنی کے اقتدار حکومت کو بحال (بقیہ اگلے صفحہ پر)

دور دوم و سوم

حادثہ بالاکوٹ (۱۸۳۱ء) کے بعد جماعتی تنظیم کی غرض سے اہل الرائے حضرات کے مشورے اور اصرار پر شیخ ولی محمد پھلتی امیر جماعت قرار پائے مجاہدین کی سالاری عامہ کے فرائض مولوی نصیرالدین منگلوری نے انجام دیئے اور جب شیخ ولی محمد پھلتی سید احمد شہیدؒ کی زوجہ بی بی صاحبہ کو لے کر سندھ چلے گئے تو مجاہدین کی سالاری کا سارا بارِ گراں مولوی نصیرالدین منگلوری کے دوش ہمت پر رہا[۱]۔ مولوی نصیرالدین منگلوری[۲] کی شہادت (۱۸۳۸ء) کے بعد جب مولوی سید نصیرالدین دہلوی[۳] مجاہدین کے مرکز ستھانہ پہنچے تو وہ امیر بنا دیئے گئے۔ لیکن ابھی وہ وہاں کوئی کارنامہ انجام نہ دینے پائے تھے کہ ان کا انتقال ہوا۔ مولانا غلام رسول مہر صاحب کا خیال ہے کہ ۱۸۴۰ء میں ان کا انتقال ہوا[۴]۔ اور ان کے انتقال پر تحریک مجاہدین کا دوسرا دور ختم ہوا۔

مولانا ولایت علی

مولوی سید نصیرالدین دہلوی کی وفات کے بعد مجاہدین نے میر اولاد علی کو اپنا امیر بنا لیا جو ایک مرتبہ مولوی نصیرالدین کی شہادت کے بعد کچھ مدت کے لئے منصب امارت پر مقرر ہوئے تھے لیکن جب مولانا ولایت علی عظیم آبادی اس علاقے میں پہنچے (۱۷ شوال ۱۲۶۲ھ مطابق ۹ اکتوبر ۱۸۴۶ء) تو قیادت ان کے سپرد ہوئی اور اب تحریک مجاہدین کا تیسرا دور شروع ہوا۔ مولانا ولایت علی نے مجاہدین کی کمان اپنے ہاتھ میں لی اس وقت کشمیر کے راجہ گلاب سنگھ اور مجاہدین کے درمیان جنگ چھڑی ہوئی تھی راجہ کو شکست ہوئی اس نے انگریزوں کے سایہ میں جا کر پناہ لی جو اس وقت تک پنجاب کے ایک حصہ پر قابض اور ملکی معاملات میں پوری طرح دخیل ہو چکے تھے۔ مارچ ۱۸۴۹ء میں تمام پنجاب پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) اور مضبوط تر گیا (ملاحظہ ہو سیرت فریدیہ از سر سید احمد خاں ص ۱۸۲، ۱۸۰ باغی ہندوستان از عبدالشاہد خاں شروانی ص ۲۰۴ علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد اول ص ۲۰۵، ۲۵۰ و جلد دوم ص ۱۱۳، ۱۹۸، ۱۹۹ بیاض مولانا فضل حق خیرآبادی ص ۴۳ مملوکہ حکیم نصیرالدین نظامی دواخانہ کراچی۔ اکمل التاریخ از محمد یعقوب ضیاء جلد دوم ص ۵۱۳ تذکرہ علمائے ہند ص ۱۰۲، ۱۰۹، ۳۴۲، ۳۴۴، ۵۰۹، ۵۱۲، ۵۱۳ تذکرہ مشاہیر کاکوروی ص ۱۲۲، ۱۹۰، ۱۹۱، ۲۸۷، ۴۳۳۔

[۱] ملاحظہ ہو سرگذشت مجاہدین از مولانا غلام رسول مہر (کتاب منزل لاہور ۱۹۵۶ء) ص ۱۲۳ - ۱۲۴

[۲] مولوی نصیرالدین منگلوری کے حالات کے لئے دیکھئے سرگذشت مجاہدین ص ۱۲۳، ۱۲۸

[۳] مولوی سید نصیرالدین دہلوی کے لئے ملاحظہ ہو سرگذشت مجاہدین ص ۱۳۵، ۲۱۳

[۴] سرگذشت مجاہدین ص ۲۰۷

۱۸۴۹ء سے تحریک جہاد کا ایک نیا موڑ شروع ہوتا ہے۔ چونکہ اب تک مقابلہ سکھوں سے تھا اس لئے سرکار کمپنی خاموش تھی۔ جب پنجاب پورے طور سے انگریزوں کے قبضہ میں آگیا تو مجاہدین کی سرگرمیاں انگریزی حکومت کو ایک آنکھ نہ بھائیں۔ حکومت کے پیدا کردہ حالات سے مجبور ہو کر مولانا ولایت علی اور ان کے بھائی مولانا عنایت علی اپنے وطن پٹنہ پہنچے اور وہاں مجسٹریٹ کے سامنے حاضر ہو کر دو سال کے لئے مچلکے دیئے۔ مولانا ولایت علی نے تبلیغ و تذکیر کا سلسلہ برابر جاری رکھا مولانا عنایت علی کو بنگال بھیجا اور دو سال کی مدت گزرنے کے بعد سرحد روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچنے کے ڈیڑھ سال بعد ۲۲ محرم ۱۲۶۹ھ (۵ نومبر ۱۸۵۲ء) کو انتقال ہو گیا۔

مولانا عنایت علی

مولانا ولایت علی کے انتقال کے بعد ان کے منجھلے بھائی مولانا عنایت علی امیر مقرر ہوئے جو نہایت پر جوش مجاہد تھے۔ بہت سے معرکوں میں حصہ لے چکے تھے۔ مولانا عنایت علی نے ۱۸۵۲ء سے ۱۸۵۸ء تک برابر اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں اور براہ راست انگریزی حکومت سے جھڑپیں رہیں۔ انگریزوں کے حلیف جہاں داد خاں والی امب پر حملہ ہوا اسی زمانے میں مولانا عنایت علی نے انگریزی حکومت کی فوجوں سے بھی براہ راست تعلقات قائم کرنے کی کوشش کی[۱]۔ ۱۸۵۸ء میں پشاور سے جنرل کاٹن کی سرکردگی میں مجاہدین پر حملہ ہوا۔ مجاہدین نے خوب داد شجاعت دی مگر بڑی تعداد میں شہید ہوئے اور کچھ پہاڑوں میں چھپ گئے مولانا عنایت علی نے ستھانہ کا رخ کیا مگر راستہ ہی میں بمقام چمبئ داعئ اجل کو لبیک کہا (۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء)

مولانا عنایت علی کے بعد ۱۸۶۲ء میں ان کے بھتیجے مولانا عبداللہ ابن مولانا ولایت علی امیر قرار پائے[۲]۔ مولانا عبداللہ (ف ۱۹۰۲ء) زمام کار ہاتھ میں لیتے ہی تندہی اور مستعدی کے ساتھ جماعت کی فوجی تربیت میں لگ گئے۔ مولانا عبداللہ کے دور امارت کا سب سے اہم واقعہ معرکہ امبیلا، (۱۸۶۳ء) ہے معرکہ امبیلا میں مجاہدین نے دین کی عظمت اور سربلندی کے لئے جس عزم و استقلال اور بہادری اور جانبازی کا مظاہرہ کیا اس سے انگریزی حکومت کے حوصلے پست ہو گئے۔ گو

---

[۱] سرگذشت مجاہدین ص ۲۰۹۔

[۲] ۱۸۵۸ء میں مولانا عنایت علی کے انتقال کے بعد تین چار سال تک مجاہدین کی قیادت میر نصر اللہ اور میر مقصود علی نے کی۔ ملاحظہ ہو ہسٹری آف فریڈم موومنٹ جلد دوم حصہ اول ص ۲۶۴، کراچی ۱۹۵۷ء

میدان انگریزی حکومت ہی کے ہاتھ رہا مگر اس کو بخوبی اندازہ ہو گیا کہ سرحد کے مجاہدین کو انگریزی مقبوضات کے اندر سے رسد، اسلحہ، رقوم اور تازہ دم مجاہدین پہنچتے ہیں اور ہندوستان میں اس تحریک کا سب سے بڑا مرکز صادق پور پٹنہ ہے اور اس کے علاوہ چھوٹے چھوٹے معلوم نہیں کتنے مراکز ہیں۔

بغاوت کے مقدمات جنگ امبیلہ کے بعد انبالے کا مشہور مقدمہ (۱۸۶۴ء) ظہور پذیر ہوا جس میں گیارہ ملزم (۱) محمد شفیع انبالوی (۲) عبدالکریم (۳) الٰہی بخش (۴) میاں حسینی تھانیسری (۵) حسینی عظیم آبادی (۶) عبدالغفور (۷) قاضی میاں جان (۸) مولوی یحییٰ علی (۹) میاں عبدالغفار (۱۰) مولوی عبدالرحیم (۱۱) مولوی محمد جعفر تھانیسری تھے۔ جن میں سے اول الذکر چھ حضرات ابتلاء و آزمائش میں ثابت قدم نہ رہ سکے اور سرکاری گواہ بن کر نہایت ذلت و خواری کے ساتھ رہا ہوئے البتہ پانچ حضرات نے ایمان و استقامت کا پورا پورا ثبوت دیا۔ قاضی میاں جان تو انبالہ جیل میں وفات پا گئے۔ مولوی یحییٰ علی نے جو تقویٰ اور ایمان و اخلاص میں سلف کا نمونہ تھے جزیرہ انڈمان کو آرام گاہ بنایا۔ باقی تین حضرات میاں عبدالغفار مولوی عبدالرحیم اور مولوی محمد جعفر تھانیسری نہایت سخت جان نکلے اور اٹھارہ سال کی مدت جزائر انڈمان میں گزار کر وطن پہنچے[1]

مقدمۂ انبالہ کے بعد حکومت نے پٹنہ (۱۸۶۵ء) مالدہ (۱۸۷۰ء) راج محل (۱۸۷۰ء) اور پٹنہ (۱۸۷۱ء بار دوم) میں بہت سے علماء تجار اور مبلغین پر بغاوت اور سازش کے مقدمات چلائے۔ پٹنہ کے پہلے مقدمہ ۱۸۶۵ء میں مولانا احمد اللہ صادق پوری (۱۲۲۳ھ۔۱۲۹۸ھ) بن الٰہی بخش کو ملزم بنا کر مقدمہ چلایا گیا اس میں انھیں سزائے موت کا حکم ہوا پھر اپیل کرنے پر یہ سزا حبس دوام بعبور دریائے شور میں تبدیل ہو گئی اور ان کا انتقال ۲۸ ذی الحجہ ۱۲۹۸ھ مطابق ۱۲ نومبر ۱۸۸۱ء کو جزائر انڈمان میں ہوا[2]

مالدہ کے مقدمہ ۱۸۷۰ء کے ملزم مولوی امیر الدین بن رفیع منڈل تھے۔ مالدہ ان کی سرگرمیوں کا مرکز تھا ایک شخص نو لو کر سٹو گھوش نے مخبری کی جس کے نتیجہ میں مولوی امیر الدین گرفتار ہوئے۔ مقدمہ چلا حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا ہوئی جزائر انڈمان پہنچے۔

---

[1] اس مقدمہ کے حالات و واقعات کے لئے ملاحظہ ہو سرگذشت ص ۲۷۶ - ۲۹۵ و تواریخ عجیب (کالا پانی)، از مولوی محمد جعفر تھانیسری۔

[2] ملاحظہ ہو تواریخ عجیب (کالا پانی) ص ۲۲۲ - ۲۲۴۔

بحیثیت قیدی ان کا نمبر (۱۷۴۷۸) تھا ۱۸۸۲ء میں مولوی عبدالرحیم کے ہمراہ رہا ہوئے اگلوی (راج محل)، پرگنہ سنتھال میں سکونت اختیار کر لی[1]

راج محل کے مقدمہ ۱۸۷۰ء میں مولوی محمد ابراہیم اور نذیر سردار ملزم تھے مولوی محمد ابراہیم مالدہ اور راج شاہی کے علاقہ میں تحریک جہاد کے سب سے بڑے کارکن تھے۔ اس کام میں ان کے مددگار نذیر سردار بھی تھے۔ ایک شخص اتواری بسواس کی شکایت اور گھوش کی جاسوسی پر دونوں حضرات گرفتار ہوئے مقدمہ چلا حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا ہوئی ۱۸۸۷ء میں مولوی محمد ابراہیم رہا ہوئے[2]

پٹنہ کا دوسرا مقدمہ ۱۸۷۱ء میں چلا جس میں سات ملزم پیر محمد، امیر خاں حشمت داد خاں (یا حشم داد خاں)، مولوی مبارک علی۔ مولوی تبارک علی (ابن مولوی مبارک علی) حاجی دین محمد اور امین الدین تھے ان حضرات میں جماعتی تنظیم کے اعتبار سے سب سے زیادہ اہم مولوی مبارک علی تھے[3]

ان مقدمات میں ماخوذین کی جائدادیں ضبط کیں ان کو جیلوں میں ٹھونسا، حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزائیں دیں۔ یہی نہیں بلکہ بنگال اور بہار کے تمام مبلغوں کی فہرست مرتب کی گئی اور اس فہرست کے بموجب تقریباً دس سال تک یہ غریب تنگ کئے جاتے رہے اور اس کی وجہ سے بنگال کے کتنے ہی خوشحال خاندان تباہ و برباد کر دیئے گئے۔ سازش کے مقدمات کا ذکر کرنے کے بعد مولوی مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں[4]

"اس کے معنی یہ نہیں کہ صرف یہی حضرات قید و محن میں مبتلا کئے گئے ۱۸۴۹ء سے ۱۸۷۱ء تک گرفتاریوں کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ بڑی تعداد کچھ لے دے کے چھوڑ دی گئی۔ کچھ بے قانون اور بے سزا حوالات اور جیلوں میں سڑتے پھرے ایک اچھی خاصی جماعت اور وعدہ معاف گواہ بننے پر مجبور کی گئی۔"

---

[1] ملاحظہ تواریخ عجیب (کالا پانی)، ص ۲۲۳ - ۲۲۴۔

[2] " " " ص ۲۵۰ - ۲۵۲۔

[3] اس مقدمہ کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک از مسعود عالم ندوی (حیدر آباد دکن ۱۳۷۱ھ) ص ۱۷۲ - ۱۸۰ و سرگذشت مجاہدین ص ۴۱۲ - ۴۲۵

[4] ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک از مسعود عالم ندوی ص ۱۶۸ - ۱۶۹۔

سر دار عبد الرحیم لکھتے ہیں ؎

"بنگال میں وہابی تحریک کے بعد جو طرزِ عمل اختیار کیا اس سے مسلمان جاگیر دار، اور زمین داروں کی تمام املاک جو وسعت میں تمام بنگال کی ایک چوتھائی تھی گورنمنٹ انگلشیہ نے ضبط کر لی اس پالیسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری ملت کے سیکڑوں شریف اور خوش حال خاندان نان شبینہ کو محتاج ہو گئے اور ہماری قوم کے ہزاروں افراد عالم بے کسی اور مفلسی میں در بدر پھرنے لگے"

حکومت کی معاندانہ پالیسی

حقیقت یہ ہے کہ انگریز نے تحریک جہاد کو بری طرح کچلا، مجاہدین اور مصلحین کو "وہابی" کے نام سے موسوم کر کے بدنام کیا گیا۔[ئے] تمام ملک میں وہابیوں کی سرگرمیوں کا جائزہ لیا گیا۔ مرکزی حکومت نے صوبائی حکومتوں سے ان کے حالات اور سرگرمیوں کی کیفیت طلب کی ایک محکمہ سراغ رسانی خاص اسی مقصد کے لئے وجود میں آیا۔ حکومت انگریزی نے باغی اور وہابی مترادف الفاظ قرار دیئے عامۃ المسلمین میں ان کے خلاف نفرت کا جذبہ پیدا کیا اور ایک عام معاشرتی انقطاع شروع کیا گیا۔

بعض علماء کا کردار

بہت سے علماء نے مذہبی جذبات سمجھ کر وہابیوں کی مخالفت کی حکومت نے ایسے علماء کی سرگرمیوں کو بہ نظرِ استحسان دیکھا اور ان علماء کو بالواسطہ یا بلا واسطہ ان خدمات کا معاوضہ دیا وہابیوں کو مساجد میں نماز پڑھنے سے روکا گیا[ئے] مقدمات قائم کر کے ان کے قبضہ سے مسجدیں نکالی گئیں۔ ایک عرصہ تک حکومت کی عام پالیسی اس سلسلے میں یہ رہی کہ ایسے مقدمات میں بالعموم فیصلہ وہابیوں کی مخالف پارٹی کے حق میں ہوا۔ مولوی وصی احمد سورتی ثم پیلی بھیتی (ف ۱۳۳۴ھ) نے ایک فتویٰ جامع الشواہد فی اخراج الوہابیین عن المساجد مرتب کیا گم نام سے گم نام مولویوں نے اس پر دستخط کئے۔ اس فتوے کی خوب تشہیر ہوئی مولوی محمد لدھیانوی (ف ــــ) بن مولوی عبد القادر

؎ سر عبد الرحیم اجلاس آل انڈیا مسلم لیگ علیگڈھ ۱۹۲۵ء (ترجمہ قاضی عبد الرشید) ۱۲۴ مسلم یونیورسٹی پریس علی گڈھ ۱۹۲۰ء

ئے ترکوں اور انگریزوں کے سیاسی پروپگنڈے نے محمد بن عبد الوہاب نجدی کی تحریک کو "وہابیت" کا نام دے کر بدنام کیا ہندو پاکستان میں انگریزوں نے سید احمد شہیدؒ کے حضرات کو وہابیوں کے نام سے مطعون کیا اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک از مسعود عالم ندوی ص ۱۵-۲۱۔

لدھیانوی نے اس موضوع پر ایک رسالہ انتظام المساجد باخراج اہل الفتن والمفاسد لکھا۔ اسی طرح لاہور کے مولوی نبی بخش حلوائی نے اخراج المنافقین من مساجد المسلمین لکھا۔ ان فتاویٰ اور رسائل کی رو سے مساجد میں "وہابیوں" کو نماز پڑھنے سے روکا گیا ان کو زدوکوب کیا گیا۔ ان کی تذلیل وتشہیر کی گئی۔ ایک طرف ولیم ولسن ہنٹر نے "اور انڈین مسلمانز" لکھ کر ان کے خلاف حکومت کو مواد مہیا کیا تو دوسری طرف مولانا فضل رسولؒ بدایونی (ف ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء) اور ان کے ہم نوا علماء نے غریب وہابیوں کے خلاف تصنیفات وتالیفات کا ایک انبار لگا دیا۔

مولوی فضل رسول بدایونی کی تصانیف میں سیف الجبار، تصحیح المسائل، البوارق المحمدیہ لرجم الشیاطین النجدیہ احقاق الحق وابطال الباطل اور مجموعہ رسائل وفوائد وغیرہ ہماری نظر سے گزرے ہیں۔ مولانا فضل رسول بدایونی کی تصانیف کے سلسلے میں ایک بات ہم نے خاص طور سے نوٹ کی کہ ان کی اکثر تصانیف کسی نہ کسی سرکاری ملازم کی اعانت سے شائع ہوئی ہیں۔

شاید یہاں یہ ذکر بے محل نہ ہو کہ مولوی فضل رسول بدایونی کو ریاست حیدرآباد سے سترہ روپے یومیہ وظیفہ مقرر ہوا اور بعد کو گیارہ روپے یومیہ ہوگیا۔ جو ۱۹۱۵ء تک ان کی اولاد کو ملتا رہا۔ جیسا کہ ان کے سوانح نگار نے لکھا ہے[1]

مولانا حیدر علی ٹونکی نے اس سلسلے میں ایک خاص بات یہ لکھی ہے[2] کہ مولوی فضل رسول بدایونی نے مولانا اسمٰعیل شہید دہلوی کی شہادت (۱۸۳۱ء) کے بیس سال بعد وہابیوں کے رد میں کتابیں لکھنی شروع کیں۔ ظاہر ہے پنجاب کے انگریزوں کے قبضہ میں آجانے کے بعد مجاہدین کا مقابلہ براہ راست انگریز سے تھا۔

مولوی فضل رسول کے ہم نوا علماء میں ان کے بھتیجے اور داماد مولوی فیض احمد بدایونی نے تعلیم الجاہل۔ مولوی عماد الدین سنبھلی نے شمس الایمان، مولوی محی الدین نے رسالہ صولۃ قادریہ۔ مولوی سراج الحق نے رسالہ تحفۃ الحرمین شریفین۔ رسالہ مسائل فقیہہ۔ مولوی عبدالفتاح گلشن آبادی نے تحفہ محمدیہ فی رد وہابیہ وغیرہ لکھیں[3]

---

[1] اکمل التاریخ (جلد دوم) از مولوی محمد یعقوب صاحب ضیا قادری بدایونی (مطبع قادری بدایونی ۱۹۱۵ء) ص ۲-۵۲۔

[2] صیانۃ الاناس از حیدر علی ۳۳-۳۴ (خطی، رضا لائبریری رام پور) [3] ملاحظہ ہو طوالع الانوار از مولوی انوار الحق (مطبع صبح صادق سیتاپور ۱۲۹۶ھ) ص ۸۵۴-۹۱ و اکمل التواریخ (جلد دوم) ص ۲۵-۲۴۔

وہابی یا اہل حدیث

غیروں اور اپنوں سے بدنام وہابی گھبرا اٹھے اور انھوں نے ہتھیار ڈال دیئے جہاد کی تحریک اندرون ہند و پاکستان قطعی طور پر ختم ہوگئی اپنے لئے 'وہابی' کے بجائے 'اہل حدیث' کا نام مروج و مشتہر کیا۔ انھوں نے باقاعدہ وفاداری حکومت برطانیہ کا اعلان کیا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی (ف ۱۳۳۸ھ) نے سرکاری تحریرات میں 'وہابی' کے بجائے 'اہل حدیث' لکھے جانے کے باقاعدہ احکام جاری کرائے۔

مولوی محمد حسین بٹالوی نے سرکار برطانیہ کی وفاداری میں جہاد کی منسوخی پر ایک مستقل رسالہ، "الاقتصاد فی مسائل الجہاد" ۱۲۹۲ھ میں لکھا۔ انگریزی اور عربی زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے یہ رسالہ سر چارلس ایچی سن اور سر جیمس لائل گورنران پنجاب کے نام معنون کیا گیا۔ مولوی محمد حسین نے اپنی جماعت کے علماء سے رائے لینے کے بعد ۱۲۹۶ھ میں رسالہ اشاعۃ السنہ کی جلد دوم شمارہ گیارہ میں بطور ضمیمہ شائع کیا پھر مزید مشورہ اور تحقیق کے بعد ۱۳۰۶ھ میں باضابطہ کتاب کی صورت میں شائع ہوا۔ اس سلسلے میں خود مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں [۱]

"اگرچہ اس مضمون (منسوخی جہاد) کے رسائل گورنمنٹ اور ملک کے خیر خواہوں نے بھی لکھے ہیں لیکن جو ایک خصوصیت اس رسالے میں ہے وہ آج تک کسی تالیف میں پائی نہیں جاتی۔ وہ یہ ہے کہ یہ رسالہ صرف مؤلف کا خیال نہیں رہا۔ اس گروہ کے عوام و خواص نے ۔ ۔ ۔ ۔ اس کو پسند کیا اور اس سے اپنے آرا کا توافق ظاہر کیا۔ اس توافق رائے حاصل کرنے کے لئے مولف (محمد حسین بٹالوی) نے عظیم آباد (پٹنہ) تک ایک سفر کیا تھا جس میں لوگوں کو یہ رسالہ سنا کر اتفاق حاصل کیا، اور جہاں خود نہیں پہنچا وہاں اس رسالے کی متعدد کاپیاں ارسال کر کے توافق حاصل کیا۔"

مولوی مسعود عالم ندوی مرحوم لکھتے ہیں [۲]

"اس کتاب پر (مولوی محمد حسین بٹالوی) انعام سے بھی سرفراز ہوئے۔ جماعت اہل حدیث کو فرقے کی شکل دینے میں ان کا خاص حصہ ہے اور یہ وہ بزرگ ہیں جنھوں نے اس سادہ لوح فرقے میں وفاداری کی خو بو پیدا کی۔ نہ صرف یہ ہوا بلکہ دوسرے معاصر علماء کو سرکار کی مخالفت کے طعنے بھی دیئے"

---

[۱] رسالہ اشاعۃ السنہ لاہور جلد ۶ ص ۲۶۱ - ۲۶۲

[۲] ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۲۱۲

مسعود عالم ندوی ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں ؎ۓ

"معتبر اور ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ اس کے معاوضے میں سرکار انگریزی سے انھیں "جاگیر" بھی ملی تھی۔ اس رسالے کا پہلا حصہ پیش نظر ہے پوری کتاب تحریف و تدلیس کا عجیب و غریب نمونہ ہے۔"

مولوی عبدالمجید خادم سوہدری لکھتے ہیں ؎ۓ

"(مولوی محمد حسین بٹالوی) نے "اشاعۃ السنہ" کے ذریعہ اہل حدیث کی بہت خدمت کی لفظ "وہابی" آپ ہی کی کوشش سے سرکاری دفاتر اور کاغذات سے منسوخ ہوا۔ اور جماعت کو اہل حدیث کے نام سے موسوم کیا گیا۔ ...... (آپ نے) حکومت کی خدمت بھی کی اور انعام میں جاگیر پائی ہے۔"

مولوی محمد حسین بٹالوی نے لفظ "وہابی" کی منسوخی کے سلسلے میں جو کوششیں کی ہیں وہ سارا تحریری مواد ہمارے پیش نظر ہے۔ طوالت کے خوف سے ہم اسے یہاں نقل نہیں کر سکتے ہیں۔ صرف اشارات پر اکتفا کرتے ہیں۔

انھوں نے ارکانِ جماعت اہل حدیث کی ایک دستخطی درخواست لفٹننٹ گورنر پنجاب کے ذریعہ سے وائسرائے ہند کی خدمت میں روانہ کی اس درخواست پر سرفہرست شمس العلماء میاں نذیر حسین کے دستخط تھے۔ گورنر پنجاب نے وہ درخواست اپنی تائیدی تحریر کے ساتھ گورنمنٹ آف انڈیا کو بھیج دی۔ وہاں سے حسب ضابطہ منظوری آگئی کہ آئندہ وہابی کے بجائے "اہل حدیث" کا لفظ استعمال کیا جائے لفٹنٹ گورنر پنجاب نے اس کی باقاعدہ اطلاع مولوی محمد حسین کو دی اسی طرح گورنمنٹ مدراس کی طرف سے ۱۵ اگست ۱۸۸۸ء کو بذریعہ خط نمبر ۱۲۷، گورنمنٹ بنگال کی طرف سے ۴ مارچ ۱۸۹۰ء کو بذریعہ خط نمبر ۱۵۶، اور گورنمنٹ یوپی کی طرف سے ۲۰ جولائی ۱۸۸۸ء کو بذریعہ خط نمبر ۳۸۶، گورنمنٹ سی پی کی طرف سے ۴ جولائی ۱۸۸۸ء کو بذریعہ خط نمبر ۴۰۷، اور گورنمنٹ بمبئی کی طرف سے ۴ اگست ۱۸۸۸ء کو بذریعہ خط نمبر ۷۳۲ اس امر کی اطلاع مولوی محمد حسین بٹالوی کو ملی ؎ۓ

؎ۓ ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۲۹ ؎ۓ سیرت ثنائی از مولوی عبدالمجید خادم سوہدری (گجرانوالہ ۱۹۵۲ء) ص ۳۷۲ - ؎ۓ اس سلسلے میں ملاحظہ ہو اشاعۃ السنہ (لاہور) جلد نمبر ۱۱ شمارہ ۲ ص ۲۶ ۳۹ و مآثر صدیقی حصہ (لکھنؤ ۱۹۲۴ء) ص ۱۲۲ - ۱۲۳ -

مولوی محمد حسین بٹالوی نے خوشامد اور کاسہ لیسی کی حد کردی وہ لکھتے ہیں [1]

"اس گروہ اہل حدیث کے خیرخواہ و وفادار رعایا برٹش گورنمنٹ ہونے پر ایک بڑی روشن اور قوی دلیل یہ ہے کہ یہ لوگ برٹش گورنمنٹ کے زیر حمایت رہنے کو اسلامی سلطنتوں کے ماتحت رہنے سے بہتر سمجھتے ہیں اور اس امر کو اپنے قومی وکیل اشاعۃ السنہ کے ذریعہ سے جس کے نمبر ۱۰ جلد ۶ میں اس امر کا بیان ہوا ہے (اور وہ نمبر ہر ایک لوکل گورنمنٹ اور گورنمنٹ آف انڈیا میں پہنچ چکا ہے) گورنمنٹ پر بخوبی ظاہر اور مدلل کر چکے ہیں جو آج تک کسی اسلامی فرقہ رعایا گورنمنٹ نے ظاہر نہیں کیا اور نہ آئندہ کسی سے اس کے ظاہر ہونے کی امید ہو سکتی ہے۔"

اسی طرح ملکہ وکٹوریہ کے جشن جوبلی پر جو ایڈریس محمد حسین بٹالوی نے "گروہ مسلمانان اہل حدیث" کی طرف سے پیش کیا تھا اس میں لکھا تھا [2]

"یہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاص کر اس سلطنت میں حاصل ہے بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے کہ ان کو اور اسلامی سلطنتوں میں بھی یہ آزادی حاصل ہے۔ اس خصوصیت سے یقین ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کو اس سلطنت کے قیام و استحکام سے زیادہ مسرت ہے اور ان کے دل سے مبارک باد کی صدائیں زیادہ زور کے ساتھ نعرہ زن ہیں۔"

اسی طرح لارڈ ڈفرن وائسرائے ہند کی سبکدوشی پر جماعت اہل حدیث نے ایک خوشامدانہ ایڈریس دیا جس پر سب سے پہلے شمس العلماء میاں نذیر حسین کے دستخط ہیں اس کے بعد ابو سعید محمد حسین وکیل اہل حدیث، مولوی: محمد اللہ واعظ میونسپل کمشنر امرتسر، مولوی قطب الدین پیشوائے اہل حدیث روپڑ، مولوی حافظ عبداللہ غازی پوری [3]، مولوی محمد سعید بنارسی، مولوی محمد ابراہیم آرہ اور مولوی نظام الدین پیشوائے اہل حدیث مدراس کے دستخط ہیں۔

---

[1] اشاعۃ السنہ (لاہور) جلد ۸، شمارہ ۹ - ص ۲۹۲

[2] اشاعۃ السنہ (لاہور)، جلد ۹ شمارہ ۷، - ص ۲۰۵ - ۲۰۶

[3] مولوی حافظ عبداللہ غازی پوری کی سرکار انگلشیہ کی وفاداری کے سلسلے میں ملاحظہ ہو "شمع توحید" از مولوی ثناء اللہ امرتسری (مکتبہ ثنائیہ، سرگودھا۔ سنہ طباعت ندارد) ص ۴۲

مولوی محمد حسین بٹالوی کی خدمات پر تبصرہ کرتے ہوئے مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں [1]

"ان بیچارے کو یہ ہوش نہیں رہا کہ وہ اپنے کو سرکار کی زد سے بچانے کی فکر میں کیا کر رہے ہیں اور اپنے ماننے والوں کو کس پستی کی طرف لے جا رہے ہیں؟ مولوی محمد حسین صاحب اور ان ہی جیسے بعض علماء اہل حدیث کی روش کا یہ نتیجہ ہوا کہ موجودہ جماعت اہل حدیث کا عام رجحان فروعی مسئلوں تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔"

مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم لکھتے ہیں [2]

"اہل حدیث کے نام سے اس وقت بھی جو تحریک ہے حقیقت کی رو سے وہ قدم نہیں صرف نقش قدم ہے۔ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ جس تحریک کو لے کر اٹھے وہ فقہ کے چند مسائل نہ تھے بلکہ امامت کبریٰ، توحید خالص اور اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیادی تعلیمات تھیں۔ مگر افسوس ہے کہ سیلاب نکل گیا اور باقی جو رہ گیا ہے وہ گزرے ہوئے پانی کی فقط لکیر ہے۔"

مولوی محمد حسین بٹالوی کی پوری پالیسی میں شمس العلماء شیخ الکل میاں نذیر حسین ممد و معاون بلکہ سرپرست و سرخیل رہے۔ اور صادق پور کے بجائے مرکز قیادت دہلی اور لاہور منتقل ہو گیا۔ پھر بیسویں صدی کے آغاز پر دسمبر ۱۹۰۶ء میں بمقام آرہ (بہار) آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس وجود میں آئی جس کے سب سے فعال رکن مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری تھے۔ اہل حدیث کانفرنس کی پالیسی بھی کم و بیش مولوی محمد حسین بٹالوی کے انداز پر رہی۔

انگریز یا سکھ تحریک مجاہدین کے سلسلہ میں ایک امر کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے بعض لوگوں نے یہ بحث چھیڑی ہے کہ تحریک مجاہدین کا مقصد سکھوں کا استیصال تھا یا انگریزوں کے اقتدار سے چھٹکارا حاصل کرنا تھا حقیقت یہ ہے کہ تحریک مجاہدین کا مقصد حکومت الٰہیہ کا قیام اور مسلمانوں کے لئے ہوئے اقتدار کو واپس لانا تھا۔ ہمارے خیال سے تحریک مجاہدین کی اساس شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے اس فتوے پر ہے جس میں

---

[1] ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۲۶۔

[2] تراجم علمائے اہل حدیث۔ از ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی (مقدمہ از مولانا سلیمان ندوی) (دہلی ۱۹۳۰ء) ص ۳۵۔

انھوں نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا ہے[1]۔ مولانا مہر صاحب نے مکاتیب شاہ اسمٰعیل شہیدؒ سے اس سلسلے میں ناقابل تردید شہادتیں پیش کی ہیں[2]۔ اس سلسلہ میں انھوں نے باقاعدہ جہاد کا منصوبہ بنایا اور ایک طریق کار وضع کیا کہ پہلے سکھوں کا خاتمہ کرنا چاہیئے اور پھر انگریزوں کی طاقت سے نپٹنا چاہیئے۔ چنانچہ اس کے بدیہی قرائن و آثار موجود ہیں۔ سکھوں[3] کے بعد انھوں نے مسلسل انگریزوں سے مقابلہ کیا اور حکومت برطانیہ پریشان ہوگئی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس تحریک کا مقصد مسلمانوں سے زیادہ صحیح تو انگریز مورخ ڈبلو، ڈبلو ہنٹر نے سمجھا ہے، اور انڈین مسلمانس میں واضح کردیا۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ گوشہ بھی خود اپنوں ہی کی طرف سے حکومت برطانیہ کی وفاداری کی غرض سے چھوڑا گیا۔ سب سے پہلے سر سید احمد خاں (ف ۱۸۹۸ء) نے "آور انڈین مسلمانس" پر تبصرہ[4] کیا۔ اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ یہ جہاد سکھوں کے خلاف تھا۔ پھر اس تحریک کے خاص رکن مولوی محمد جعفر تھانیسری نے اصل مواد میں ترمیم کرکے انگریزوں کی بجائے سکھوں کا لفظ لکھا اور اس کو مشتہر[5] کیا۔ بعض کوتاہ فہم یا پست ذہنیت رکھنے والے اشخاص تحریک مجاہدین کی اہمیت کم کرنے کے لئے اس قسم کے غیر معیاری رسالے کبھی کبھی چھاپتے رہتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ۔ یہ لوگ اس کوچے ہی سے نابلد ہیں۔ وہ تحریک مجاہدین کو کیا سمجھیں۔

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے فتاویٰ عزیزی از شاہ عبدالعزیز دہلوی (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۴۱ھ) ص ۱۶ - ۱۷

[2] جماعت مجاہدین از مولانا غلام رسول مہر (کتاب منزل لاہور) ۲ ۱۱ - ۱۹ -

[3] مولوی محمد میاں مصنف علمائے ہند کا شاندار ماضی جلد دوم ۲۶۴ - ۲۷۷ میں سکھوں کے مقابلہ کو ہنگامی حالات کا تقاضا بتایا ہے۔

[4] سر سید احمد خاں نے اس پر تبصرہ "Our review on Dr. Hunter's Indian Musalmans" کے نام سے اخبار پانیر کی متعدد اشاعتوں میں کیا اس کے بعد سوسائٹی اخبار میں ۲۴ نومبر ۱۸۷۱ء سے ۲۴ فروری ۱۸۷۲ء تک ۲۴ اشاعتوں میں اردو ترجمے کے ساتھ چھپتا رہا پھر کتابی صورت میں میڈیکل ہال بنارس سے ۱۸۷۲ء میں شائع ہوا۔ حافظ احمد حسین بدایونی (المتوفی ۱۸۸۶ء) نے اس ریویو کو بصورت کتاب اردو انگریزی میں لندن سے شائع کیا مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالے اشاعۃ السنہ میں اردو ترجمہ شائع کیا۔ اقبال اکیڈمی لاہور نے ۱۹۴۹ء میں اس رسالے کا اردو ترجمہ شائع کیا۔

[5] ملاحظہ ہو سید احمد شہید از مولانا غلام رسول مہر (کتاب منزل لاہور ۱۹۵۲ء) ج ۲ ۱۵۹ - ۱۶۲ -

مولوی محمدؐ جعفر تھانیسری

مصنف حیات سید احمد شہیدؒ و مرتب مکتوبات سید احمد شہیدؒ

★

مولوی محمد جعفر تھانیسری سید احمد شہیدؒ کی تحریک کے خاص رکن تھے۔ انھوں نے تحریک مجاہدین کے سلسلے میں جانی ومالی قربانیاں پیش کیں۔ معرکۂ امبیلا کے بعد ۱۸۶۴ء میں بغاوت اور سازش کے الزام میں ان پر مقدمہ چلا۔ جائداد ضبط اور حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا ہوئی مگر انھوں نے فرنگی استبداد کے خلاف استقامت کا مظاہرہ کیا اور ابتلا اور آزمائش میں پورے اترے۔ یہاں ہم مولوی محمد جعفر تھانیسری کے تفصیلی حالات و واقعات پیش کرتے ہیں۔

ابتدائی حالات مولوی محمد جعفر تھانیسر (ضلع انبالہ) کے باشندے تھے والد کا نام میاں جیون تھا۔ ارائیں[۱] قبیلے کے چشم و چراغ تھے۔ تقریباً ۱۸۳۲ء میں پیدا ہوئے[۲] ابتدائی عمر میں تعلیم کی طرف توجہ نہیں ہوئی جلد ہی والد کا انتقال ہوگیا اس سلسلہ میں خود مولوی محمد جعفر تھانیسری لکھتے ہیں[۳]

---

[۱] آرائیں، ہندی الاصل شریف اور باوجاہت قوم ہے بعض دوسرے ہندی الاصل مسلمانوں کی طرح آرائیوں نے بھی اپنے کو عربی النسل ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مولوی جعفر تھانیسری نے اپنے نسب کی طرف ایک ہلکا سا اشارہ کیا ہے جس سے ہمارے زاویۂ نظر کی تائید ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو تواریخ عجیب (کالا پانی) از مولوی محمد جعفر تھانیسری مرتبہ محمد ایوب خاں قادری۔

[۲] مولوی محمد جعفر تھانیسری نے "کالا پانی" میں کئی جگہ اپنی عمر کا ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

[۳] مولوی محمد جعفر تھانیسری نے خود اپنے حالات ۱۰ ذی الحجہ ۱۲۷۹ھ (مطابق ۱۲ جون ۱۸۶۲ء) سے تحریر کئے مولوی صاحب کا یہ نوشتہ حکومت کے ہاتھ لگ گیا اس کا خلاصہ مقدمہ انبالہ میں پیش ہوا۔ ولیم ہنٹر نے وہی خلاصہ اپنی کتاب "آور انڈین مسلمانس" میں شامل کر لیا۔ آور انڈین مسلمانس ۲۰۳ از ڈبلو ہنٹر (کلکتہ ۱۹۴۵ء)

"میں نے دس برس کی عمر تک کوئی تعلیم حاصل نہیں کی۔ اپنے باپ کے فوت ہو جانے کے بعد جبکہ میری عمر دس بارہ برس کی تھی اور میرا چھوٹا بھائی چھ مہینے کا تھا ہم اپنی والدہ کی سرپرستی میں تربیت پانے لگے۔ میری والدہ بالکل ناخواندہ تھیں انھیں کوئی مذہبی تعلیم نہ دی گئی تھی۔ لڑکپن میں میں نے تعلیم کی طرف مطلق توجہ نہ کی اور آزاد پھرتا رہا جب تھوڑی سی عقل آگئی تو تعلیم کی طرف متوجہ ہوا۔"

تعلیم محمد جعفر نہایت ذہین و ذکی تھے جب تعلیم کی طرف میلان ہوا تو نہایت ذوق و شوق اور کوشش او رسعی کا مظاہرہ کیا۔ مولوی صاحب کی تعلیم کے متعلق تفصیلات نہیں ملتیں مگر اندازہ ہے کہ مروجہ فارسی تعلیم سے جلد ہی فراغ حاصل کر لیا ہوگا۔ ممکن ہے عربی کی ابتدائی تعلیم بھی حاصل کی ہو۔ عام طور سے ہم عصر لوگوں نے ان کو منشی محمد جعفر لکھا ہے اس سے خیال ہوتا کہ عربی تعلیم کچھ زیادہ نہ ہوئی ہوگی۔

مولوی صاحب کی تعلیم اس نہج پر ہوئی کہ خواص ادویہ وغیرہ سے بھی کچھ مناسبت ہوگئی چنانچہ جب انبالہ جیل میں بیمار ہوئے اور انگریزی دواؤں سے فائدہ نہ ہوا تو ڈاکٹر کے کہنے سے اپنے لئے مربہ سیب، مربہ بہی، شربت انار، شربت بنفشہ و نیلوفر و ورق نقرہ وغیرہ عمدہ عمدہ مزیدار و مفرح دوائیاں تجویز کیں ان دواؤں سے خاطر خواہ فائدہ ہوا خود ہی لکھتے ہیں [۱]

"وہ بخار تو قسم محرقہ سے تھا ان شربتوں کے استعمال سے دوسرے دن دفع ہو گیا اور مربوں اور اوراق نقرہ سے بدن اور معدہ میں طاقت اور قوت آگئی۔"

مولوی محمد جعفر کو قرآن اور حدیث سے خاص شغف تھا بقدر تین سیپاروں کے قرآن کریم حفظ تھا اور حدیثیں تو سیکڑوں یاد تھیں۔ تہجد کی نماز کے بچپن سے عادی تھے [۲] بچپن سے نماز تہجد کے عادی ہونے میں ان کے والدین کی مذہبی زندگی کا اثر معلوم ہوتا ہے مولوی محمد جعفر کی والدہ نہایت راسخ العقیدہ خاتون تھیں سنت کی پابند تھیں جس زمانے (مئی ۱۸۶۴ء)

---

[۱] ملاحظہ ہو تواریخ عجیب ص ۱۱۱

[۲] ملاحظہ ہو تواریخ عجیب ص ۷۰

میں مولوی صاحب قید و بند کی مصیبتیں جھیل رہے تھے ان بزرگ خاتون کو سانپ نے کاٹ کھایا لوگوں نے سانپ کے علاج کے لئے مشرکانہ رسوم تجویز کئے تو انھوں نے سختی سے انکار کر دیا اور کہا۔[1]

"میرے گھر سے شرک و بدعت مدت سے اٹھ گیا ہے اب میں اپنے بیٹے کی غیر حاضری میں اپنے گھر میں شرک و بدعت نہ ہونے دوں گی ایسی بے ایمانی کی حیات سے موت افضل ہے۔"

مئی ۱۸۶۷ء میں اس دیندار خاتون کا انتقال ہو گیا۔ ایسی موت پر لاکھوں زندگیاں قربان۔

عرائض نویسی

مروجہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد مولوی محمد جعفر نے ۱۸۵۶ء میں مقامی عدالتوں میں عرائض نویسی شروع کر دی اور تھوڑی ہی مدت میں قانون دانی میں ایسا کمال حاصل کر لیا کہ تمام عرائض نویس اور وکلاء عدالتی قوانین اور ضوابط کے متعلق ان سے مشورے کرنے لگے یہاں تک کہ مولوی محمد جعفر کی دور دور شہرت ہو گئی اور قرب وجوار کے بعض زمینداروں نے ان کو اپنا قانونی مشیر مقرر کر لیا۔[2] مولوی محمد جعفر کی قانون دانی اور مہارت کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے مقدمۂ انبالہ میں کوئی وکیل پیروی کے لئے مقرر نہیں کیا بلکہ خود ہی جواب دہی کی جرح و بحث میں اس قدر مہارت تھی کہ جب انھوں نے گواہوں سے سوالات کئے تو وہ جوابات سے تنگ آ گئے۔[3]

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مولوی محمد جعفر کے والد میاں جیون کا ذریعہ معاش کاشتکاری تھا اور وہ ایک مرفہ الحال شخص تھے۔[4] مولوی محمد جعفر کا جب ۱۸۵۶ء میں نکاح ہوا تو انھوں نے

---

[1] ملاحظہ ہو تواریخ عجیب ص ۱۰۵

[2] اور انڈین مسلمانس ص ۸۱

[3] ملاحظہ ہو تواریخ عجیب ص ۹۴

[4] ہنٹر نے لکھا ہے کہ "وہ (مولوی محمد جعفر) ایک بہت ہی غریب گھرانے میں پیدا ہوا (اور انڈین مسلمانس ص ۹۰) یہ بات درست نہیں معلوم ہوتی کیونکہ بقول ہنٹر بھی ۱۸۵۶ء میں مولوی محمد جعفر نے عرائض نویسی کا پیشہ اختیار کیا اور اسی سال ان کی شادی ہوئی تو انھوں نے اتنی جلدی کہاں سے زمینداری اور جائداد حاصل کر لی کہ جس کو بیوی کے مہر میں لکھ دیا۔ یہ یقیناً ان کے والد کی چھوڑی ہوئی جائداد تھی جس میں سے انھوں نے اپنے حصے کی جائداد اپنی بیوی کے مہر میں لکھ دی۔

اپنے حصّے کی کل جائداد مہر کے عوض اپنی بیوی کے نام لکھ دی[1]۔ مولوی محمد جعفر نے عرائض نویسی اور قانون دانی کے ذریعہ بھی کافی دولت اور شہرت حاصل کی زمینداری اور جائداد پیدا کی تھانیسر سے ایک میل کے فاصلے پر ان کی زمینداری تھی مولوی محمد جعفر اپنی مالی حالت پر ان الفاظ میں تبصرہ کرتے ہیں[2]

"میں ہزاروں روپے کی جائداد منقولہ اور غیر منقولہ پر قابض تھا بیسوں آدمی میری رعیت رہتے تھے۔ ایسے بڑے شہر کا نمبردار گھوڑے اور گاڑیوں میں سوار پھرتا تھا۔ ہر کام کے میرے گھر میں نوکر چاکر تھے"۔

تحریک مجاہدین سے تعلق

مولوی محمد جعفر علمائے صادق پور کی تحریک کے خاص رکن تھے۔ مولوی عنایت علی کے سرحد ہجرت کرنے کے بعد (شوال ۱۲۶۵ھ / ۱۸۴۹ء) جب جماعت کا نظام مولوی یحییٰ علی کے سپرد ہوا تو مولوی محمد جعفر ان کے زیر ہدایت اپنے "فرائض" انجام دینے لگے۔ بلکہ ہنٹر کی رائے ہے کہ مولوی یحییٰ علی کی تعلیم و تحریک ہی سے وہ تحریک جہاد میں شریک ہوئے۔ ہنٹر لکھتا ہے[3]

"جعفر بہت دور دراز تک پھیلی ہوئی وہابی سازش میں داخل ہو گیا اس کے خفیہ فرائض نے اس کے نفرت انگیز پیشے کو بھی مقدس بنا دیا کیونکہ وہ اس کے متعلق لکھتا ہے کہ میں نے اس کام کو ایک خاص آدمی کے حکم کے مطابق اور ایک خفیہ مقصد کے لئے اختیار کر رکھا ہے۔ یہ خاص شخص پٹنے کا مولوی یحییٰ علی ہندوستان میں وہابیوں کا پیشوا تھا کہ مہاجرین کی وہابی نوآبادی کو رنگروٹ اور اسلحہ بہم پہنچائے جائیں جو اس وقت اعلانیہ حکومت سے برسر پیکار تھے"۔

بہر حال یہ یقینی بات ہے کہ مولوی محمد جعفر تھانیسری ۱۸۵۶ء سے قبل اس تحریک میں ذمہ دارانہ طور سے شریک ہو چکے تھے اور اس کے عواقب و نتائج کا بھی ان کو کسی قدر اندازہ تھا

---

[1] مولوی محمد جعفر کی شادی پانی پت میں ہوئی تھی گرفتاری کے وقت دو لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ بڑا لڑکا محمد صادق ان کی اسیری کے زمانے میں فوت ہو گیا۔ چھوٹا لڑکا، لڑکی اور بیوی رہائی کے وقت زندہ تھے۔

[2] ملاحظہ ہو تواریخ عجیب ص ۱۱۱

[3] ہمارے ہندوستانی مسلمان ص ۹۲

اسی لئے انھوں نے اپنے نکاح کے دن ہی اپنے حصہ کی جائداد حفظ ماتقدم کے طور پر اپنی بیوی کے مہر میں لکھ دی تھی[1]

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مولوی عنایت علی نے نہایت عزم وارادے کے ساتھ مردانہ وار حصہ لیا۔ مجاہدین کی قیادت کی اور انگریزی حکومت کے لئے مشکلات پیدا کیں جس کے نتیجہ میں نوشہرہ اور مردان کے فوجیوں میں کچھ شورش وبغاوت ہوئی اور نارنجی کی جنگ کا واقعہ پیش آیا[2] ہنٹر کا بیان ہے کہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں مولوی محمد جعفر اپنے بارہ معتمد ہمراہیوں کے ساتھ مجاہدین کے کیمپ کی طرف (مولوی عنایت علی کے پاس) گئے[3] اور نہایت قابلیت سے جنگ[4] میں حصہ لیا۔ لیکن جب دہلی میں (ستمبر ۱۸۵۷ء) "باغیوں" کی امیدیں خاک میں مل گئیں تو محمد جعفر تھانیسری واپس آگئے۔

مولوی محمد جعفر تحریک جہاد کے رکن عظیم اور ایک بڑے رازدار تھے ان کا اصطلاحی نام ہیرو خاں، یا پیر وخلیفہ تھا۔ سرحد کو روپیہ اور مجاہدین ان کے ذریعہ سے جاتے تھے۔ پیام برادر مجاہدین ان کے یہاں ٹھہرتے تھے۔ رازدارانہ خط وکتابت ان کے ذریعہ سے ہوتی تھی حقیقت یہ ہے کہ سرحد اور صادق پور کے مراکز کے درمیان تھانیسر بھی ایک خاص مرکز تھا مولوی محمد جعفر اکابر صادق پور کے معتمد علیہ اور ان کے رازہائے سربستہ کے امین ومحافظ تھے شیخ الکل، شمس العلماء میاں نذیر حسین دہلوی (ت ۱۹۰۲ء) سے بڑے تعلقات تھے۔ چنانچہ جب ۱۸۶۵ء میں میاں صاحب راولپنڈی میں نظربند ہوئے تو ان کے کاغذات میں مولوی محمد جعفر تھانیسری کے بھی تین خط نکلے[5] ایک سپاہی غزن خاں نے مخبری کی۔

گرفتاری ومقدمہ جب حکومت کو یہ یقین ہو گیا کہ سرحد پر مجاہدین کے پاس رقم اور آدمی مولوی محمد جعفر کے ذریعہ سے بھیجے جاتے ہیں تو ۱۲ دسمبر ۱۸۶۳ء کو

---

[1] تواریخ عجیب ص ۱۱۱

[2] مولوی عنایت علی کی قیادت میں ۱۸۵۷ء میں جو واقعات پیش آئے ان کی تفصیل مولوی غلام رسول مہر نے اپنی کتاب سرگذشت مجاہدین میں نہایت تحقیق سے درج کی ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۲۹۱-۳۰۱ (لاہور ۱۹۵۶ء)

[3] اور انڈین مسلمانس ص ۸۱

[4] ہنٹر کے علاوہ اس خبر واحد کی کسی اور کے ذریعہ سے تصدیق نہیں ہوئی۔

[5] سلیکشنس فرام بنگال گورنمنٹ ریکارڈ س آن وہابی ٹرائلس مرتبہ معین الدین احمد خاں ص ۶۶-۶۷ (ڈھاکہ ۱۹۶۱ء)

ان کی خانہ تلاشی ہوئی۔ مولوی محمد جعفر فرار ہو گئے ان کی گرفتاری کے لئے دس ہزار روپے کا اشتہار جاری ہوا۔ آخر علی گڑھ سے گرفتار ہو کر انبالہ لائے گئے مقدمہ چلایا گیا ۲ر مئی ۱۸۶۴ء کو مقدمہ کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ تمام جائداد منقولہ وغیر منقولہ ضبط ہوئی۔ پھانسی کی سزا تجویز ہوئی مولوی محمد جعفر نے کسی قسم کی پریشانی اور رنج کا اظہار نہیں کیا بلکہ نہایت خوش اور مطمئن رہے مقدمہ میں مولوی محمد جعفر نے نہایت استقامت اور پامردی کا ثبوت دیا۔ مولوی محمد جعفر کو لالچ بھی دیا گیا اور زدوکوب سے بھی واسطہ پڑا۔ مگر ایمان کی لذت سے سرشار ہر موقع پر ثابت قدم رہے جج نے مولوی محمد جعفر سے مخاطب ہوتے ہوئے فیصلہ ان الفاظ میں سنایا[۱]

"تم بہت عقلمند ذی علم قانون داں اور اپنے شہر کے نمبردار اور رئیس ہو تم نے اپنی ساری عقلمندی اور قانون دانی کو سرکار کی مخالفت میں خرچ کیا تمہارے ذریعہ سے آدمی اور روپیہ سرکار کے دشمنوں کو جاتا تھا۔ تم نے سوائے انکار بحث کے کچھ حیلتاً بھی خیر خواہی سرکار کا دم نہیں بھرا۔ اور باوجود فہمائش کے اس کے ثابت کرانے میں کچھ کوشش نہ کی اس واسطے تم کو پھانسی دی جائے گی اور آخر میں یہ کلمہ بھی فرمایا کہ میں تم کو پھانسی پر لٹکتا ہوا دیکھ کر بہت خوش ہوں گا"

مولوی محمد جعفر نے کیا مردانہ وار جواب دیا۔

"جان دینا اور لینا خدا کا کام ہے۔ آپ کے اختیار میں نہیں ہے وہ رب العزت قادر ہے کہ میرے مرنے سے پہلے تم کو ہلاک کر دے"

مولوی محمد جعفر کے یہ الفاظ الہامی ثابت ہوئے اور چند روز کے بعد وہ جج اپنی موت مر گیا۔

چیف کورٹ میں اپیل کی گئی ۱۶ر دسمبر ۱۸۶۴ء کو اپیل کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ پھانسی حبس دوام بعبور دریائے شور میں تبدیل ہو گئی اور وہ بھی اس وجہ سے کہ ان جہاد و حریت کے نقیبوں کو مسلسل شدائد و مصائب کا شکار کیا جائے۔

ڈبلو ڈبلو ہنٹر ان کو خراج عقیدت اس طرح پیش کرتا ہے[۲]

---

[۱] ملاحظہ ہو تواریخ عجیب ص ۹۸

[۲] ہمارے ہندوستانی مسلمان (اردو ترجمہ) ص ۱۴۷ (لاہور ۱۹۴۴ء)

"جعفر عرضی نویس اور یحییٰ علی رئیس المبلغین نے اپنی وفاداری کا کہیں جھوٹا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہم سے کوئی مراعات طلب کیں وہ بڑے مخلص اور بااصول انسان تھے انھوں نے اپنے کو اس زہر آلود ہتھیار سے مجروح کیا جس کو ایک جھوٹے مذہب نے ان کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔ لہٰذا اب جبکہ انھوں نے اپنی غداری کی سزا بھگت لی ہے تاریخ ان کے ان جذبات کو پُر رحم جذبات کیساتھ یاد کرے گی۔"

ستمبر ۱۸۶۴ء سے فروری ۱۸۶۵ء تک مولوی محمد جعفر انبالہ جیل میں رہے ۲۲ فروری ۱۸۶۵ء کو لاہور جیل سے روانہ ہوئے آخر اکتوبر ۱۸۶۵ء کو انڈمان روانگی ہوئی۔ لاہور سے ملتان۔ سکھر۔ ٹھٹھہ کوٹری ہوتے ہوئے کراچی پہنچے ایک ہفتہ کراچی جیل میں رہے پھر بذریعہ بادبانی جہاز بمبئی روانہ ہو گئے وہاں تھانہ جیل میں ایک ماہ رہے ۸ دسمبر ۱۸۶۵ء کو وہاں سے بھی روانگی ہو گئی۔ ۱۱ جنوری ۱۸۶۶ء کو مولوی محمد جعفر نے سرزمین انڈمان پر قدم رکھا اور زندگی کا ایک نیا باب شروع ہوا۔

جزیرہ انڈمان کی زندگی

مولوی محمد جعفر کے جہاز سے اترتے ہی اس تحریک کے ایک ممتاز رہنما مولانا احمد اللہ (ف ۱۸۸۱ء) اور ان کے ساتھیوں نے استقبال کیا مولانا احمد اللہ چھ ماہ پہلے انڈمان پہنچ چکے تھے مولوی محمد جعفر۔ مولانا احمد اللہ کے ہمراہ منشی غلام نبی محرر کے مکان پر پہنچے وہاں مولوی محمد جعفر کی بیڑیاں کاٹی گئیں اور عمدہ لباس پہنایا گیا۔ منشی اکبر زماںؔ اکبرآبادی کی کوشش سے چیف کمشنر کے دفتر میں، محرر سیکشن یا نائب میر منشی، مقرر ہو گئے۔ تنخواہ کے علاوہ رہنے کو مکان اور خدمت کو ایک ملازم ملا۔

ا منشی اکبر زماں بن میر زماں اکبرآباد کے رہنے والے تھے عربی و فارسی کی مروجہ تعلیم پائی مجید تخلص کرتے تھے درس و تدریس کا مشغلہ تھا پھر قلعہ آگرہ میں میر منشی رہے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں مردانہ وار حصہ لیا جب آگرہ پر انگریزوں کا قبضہ ہوا تو منشی اکبر زماں گرفتار ہوئے مقدمہ چلا اور حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا ہوئی جزیرہ انڈمان و نکوبار میں چیف کمشنر کے دفتر میں نائب میر منشی رہے تقریباً بیس سال کے بعد رہائی ہوئی۔ آگرہ پہنچے اور ٹیوشن پر گزارہ کرنے لگے آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے مگر حافظہ صحیح تھا شاہ مظفر علی اکبرآبادی کے مرید تھے ۱۹۰۲ء میں انتقال ہوا اور کربلا کے قبرستان میں دفن ہوئے ان کا کلام مولوی محمد علی شاہ میکش کے پاس ہے ملاحظہ ہو ایسٹ انڈیا کمپنی، و رباغی علماء از مفتی انتظام اللہ شہابی ص ۷۰۔۲، مطبوعہ دہلی ۱۹۴۶ء۔

کسی قسم کی کوئی پابندی نہ رہی جہاں چاہیں جائیں جہاں چاہیں آئیں۔

جب مولوی محمد جعفر انڈمان پہنچے اس وقت ان کی عمر ۲۷ سال تھی عین عالم شباب تھا پہلے اپنے اہل و عیال کو وطن سے بلانے کی کوشش کی جب اس میں ناکام رہے تو انھوں نے وہیں ایک کشمیری خاتون سے نکاح کرلیا۔ ۳ راپریل ۱۸۶۶ء کو ان کا انتقال ہوگیا یہ بیوی نہایت دیندار اور متبع سنت تھیں مولوی یحییٰ علی کی مرید تھیں۔ مولوی محمد جعفر نے دوسری شادی الموڑہ میں کی ایک برہمن زادی سے کی مولوی صاحب نے پہلے اسے اسلام کی دعوت پیش کی جس کو اس نے بخوشی قبول کرلیا ۱۵ راپریل ۱۸۷۰ء کو دوسرا نکاح ہوا۔ اس بیوی سے دس اولادیں ہوئیں جن میں آٹھ زندہ رہیں اور یہی بیوی مولوی محمد جعفر کے ہمراہ ہندوستان آئیں۔

مولوی محمد جعفر نے ملازمت کے ساتھ تجارت بھی کرنی چاہی مگر اس میں کوئی خاص فائدہ نہ ہوا تین سو روپے کا مال دہلی سے منگوایا جو دو سال میں ان کے پاس پہنچا اس میں ڈیڑھ سو روپے کا خسارہ ہوا۔ دوسری مرتبہ ان کی ہنڈی بنگالیوں نے پکڑوادی کیونکہ ملازم سرکار کو تجارت کی اجازت نہ تھی۔ مولوی جعفر نے اپنے سابقہ تعلقات و روابط کی بنا پر دوبارہ علامہ مولوی نذیر حسین سے خط و کتابت جاری رکھی۔ مختلف اوقات میں کتابیں منگائیں۔ مذہبی فتوے اور مسئلے پوچھے تجارت کے سلسلے میں دہلی سے جو چیزیں منگائی تھیں وہ مولوی نذیر حسین ہی کے ذریعے منگائی تھیں اور ان کو لکھا تھا کہ یہ تمام سامان خرید کر کلکتہ میں مولوی احمد علی کے پاس بھیج دیا جائے۔ مولوی نذیر حسین دہلوی سے ایک فتویٰ پوچھا گیا کہ ایک عورت جن کو حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا ہوئی ہے اس کی رہائی کی کوئی امید نہیں ہے اور وطن میں اس کا شوہر زندہ ہے تو ایسی صورت میں انڈمان میں اس عورت کا نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں یہ مسئلہ اس زمانے میں جزیرہ انڈمان میں خاص اہمیت رکھتا تھا مولوی محمد جعفر نے اپنے ایک مکتوب مورخہ ۲۹ راپریل (موصولہ دہلی اگست ۱۸۶۶ء) کے ذریعہ مولوی رحمت اللہ کیرانوی (ف ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۱ء) کی ایک کتاب "ردنصاریٰ" منگوائی[1]

مولوی محمد جعفر نے انڈمان کا تمام زمانہ اسیری ملازمت میں گزارا پہلے جزیرے پریسوٹرس میں رہے۔ جنوری ۱۸۶۸ء میں ہدو جزیرے کو تبادلہ ہوا اور وہاں اسٹیشن محرر مقرر ہوئے

---

[1] سلیکشن فرام بنگال گورنمنٹ ریکارڈس آن وہابی ٹرائلس ۲۴۴ - ۲۵

فروری ۱۸۷۲ء میں لارڈ میو کا قتل ہوا تو مولوی محمد جعفر کو صدر جزیرہ روس بلا لیا گیا جون ۱۸۷۶ء میں جزیرہ ابرڈین کو بحیثیت میر منشی تبادلہ ہو گیا اور غالباً وہیں آخر وقت تک رہے مولوی صاحب نہایت محنت اور قابلیت سے اپنے فرائض منصبی انجام دیتے تھے تمام حکام ان پر اعتماد کرتے تھے۔ میجر پراتھرو لکھتا ہے [1]

"میں فروری ۱۸۶۹ء سے محمد جعفر کو جانتا ہوں اس وقت سے آج تک جہاں کہ مجھ کو موقع اس کے چال چلن کے دریافت کا ملا ہے میں نے اس کو ایک بے نظیر اور لاثانی آدمی پایا ہے یہ شخص بڑا علم دوست اور نہایت جفاکش آدمی ہے۔ پورٹ بلیر میں آکر اس نے علم انگریزی بھی سیکھ لیا ہے کہ اس کو نہایت عمدگی سے پڑھتا لکھتا اور بولتا ہے اور بہت موقعوں پر جہاں جہاں یہ سرکاری کچہری میں رہا ہے نہایت کارآمد سرکار ہوا ہے۔ اور جب کسی کام کے واسطے اس کو حکم ملا ہے تو ہمیشہ نہایت خوشی سے اس کو انجام دیا ہے اور کیسا ہی کسی قدر کام ہو وہ ہمیشہ اس کو اس کے کرنے میں کمربستہ و تیار پاتا ہوں۔"

رہائی کے موقع پر جب حکومت ہند نے محمد جعفر کے حالات اور چال چلن کی کیفیت طلب کی تو سپرنٹنڈنٹ نے لکھا [2]

"مولوی محمد جعفر نے انڈمان کے تمام دوران قیام میں نہایت قابلیت اور لیاقت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس کا کردار اور چال چلن بہت اچھا رہا ہے۔"

مولوی محمد جعفر کے اعمال نامے میں صرف چار قابل اعتراض واقعات تھے جن کی نشاندہی کی گئی ہے جو درج ذیل ہیں [3]

۱:- ۱۲ر جنوری ۱۸۶۷ء کو ایک گمنام درخواست سپرنٹنڈنٹ جزیرہ کو بھیجی جس میں جھوٹی اور بدنام کن اطلاع تھی اس کے نتیجے میں سپرنٹنڈنٹ کے دفتر سے برخاست ہوئے اور بطور سزا تیسرے درجے کے ملازمین میں تبدیل ہو گئے۔

۲:- ۴ر جنوری ۱۸۶۸ء کو جھوٹی شکایت کرنے پر پانچ روپے جرمانہ ہوا۔

---

[1] تاریخ پورٹ بلیر (تاریخ عجیب)، از محمد جعفر تھانیسری (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۸۰ء) ص ۲-۳

[2] سلیکشنس فرام بنگال گورنمنٹ ریکارڈس آن وہابی ٹرائلس ص ۲۶۰

[3] ایضاً ص ۲۴۶ - ۲۴۷ - ۲۶۰

۴۳۔ ۹ جون ۱۸۷۵ء کو ایک یورپین سپاہی کے کپڑے خرید ے جس پر ان کو تنبیہ کی گئی۔
۴۴۔ ۱۹ اگست ۱۸۸۲ء کو سپرنٹنڈنٹ کے جاری کردہ کسی قانون کی تعمیل نہیں کی جس کی بنا پر وہ حکم عدولی کے جرم سے نامزد کئے گئے۔

انڈمان میں بحیثیت قیدی کے مولوی محمد جعفر کا نمبر ۱۱۴۵۰ تھا[۱]

مولوی محمد جعفر نے ایک شخص رام سروپ سے انگریزی پڑھی اور ایک سال کے عرصہ میں اس زبان میں لکھنے پڑھنے اور بولنے میں خاصی مہارت حاصل کرلی مولوی محمد جعفر فرصت کے اوقات میں فارسی، اردو، ناگری زبانیں انگریزوں وغیرہ کو سکھایا کرتے تھے اس وجہ سے انگریزوں سے باہمی ربط وضبط رکھنے اور ترجمہ ومشق کی وجہ سے انگریزی کی استعداد خاصی پختہ ہوگئی یہاں تک کہ وہ انگریزی میں عرضی اور اپیل بھی لکھنے لگے اور اس سے ان کو کافی مالی منفعت بھی ہوئی جزائر انڈمان میں ان کے سوا کوئی دوسرا مسلمان انگریزی خواں نہ تھا انھوں نے مسلمانوں کے مقدمات میں بڑی مدد کی یہاں تک کہ بعض کی پھانسیاں تک منسوخ ہوئیں غرض انگریزی جاننے کی وجہ سے انھوں نے مسلمانوں کی بڑی گراں قدر خدمات انجام دیں۔ انگریزی زبان کی اہمیت کے متعلق مولوی محمد جعفر لکھتے ہیں[۲]

"جو انگریزی نہیں جانتا وہ بلاشبہ دنیا کے حالات سے بخوبی ماہر نہیں اور بے انگریزی سیکھے پکا دنیادار اور طرار نہیں ہوسکتا اور نہ سوائے اس زبان کے آج کل کوئی آلہ زر کمانے کا ہے۔"

انڈمان کی آبادی میں مختلف اقوام اور مذاہب کے لوگ تھے اندازہ ایسا ہوتا ہے کہ ان میں اکثریت ہندوستانیوں کی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عام استعمال کی زبان اور دفتری زبان ہندوستانی (اردو) قرار پائی مولوی محمد جعفر لکھتے ہیں[۳]

"جب یہ لوگ آپس میں مل کر بیٹھتے ہیں تو اپنی اپنی زبان میں بات چیت کرتے ہیں مگر بازار اور کچہری کی زبان یہاں ہندوستانی ہے اس واسطے ہر آدمی

---

[۱] سلیکشنز فرام بنگال گورنمنٹ ریکارڈس آن وہابی ٹرائلز ص ۲۶۰
[۲] ملاحظہ ہو تواریخ عجیب ص ۱۷۶
[۳] ملاحظہ ہو تواریخ عجیب ص ۲۰۲

کو خواہ وہ کسی ملک کا ہو یہاں آکر ہندوستانی زبان سیکھنا ضرور پڑتی ہے بلکہ بے سیکھے تھوڑے روز کے بعد ہر آدمی خود بخود ہندوستانی بولنے لگتا ہے۔ کیونکہ جب تک کوئی آدمی ہندوستانی نہ بولے اس کا گزارہ نہیں ہو سکتا۔"

رہائی مولوی محمد جعفر نے رہائی کے لئے بہت کوشش کی مگر بے سود ۵ ار اگست ۱۸۸۲ء کو مولوی عبدالرحیم صادق پوری (ف ۱۹۲۲ء) کی بیوی مسماۃ جمیلہ نے اپنے شوہر کی رہائی کے لئے درخواست دی جس کے نتیجہ میں "وہابی کیس" کے جملہ ملزمین کا مسئلہ زیر بحث آیا اس وقت ہند و پاک کے گورنر جنرل لارڈ رپن تھے جن کا تعلق لبرل جماعت سے تھا ان کی حکومت نے "وہابی کیس" کے جملہ ملزمین کی رہائی منظور کر لی۔[1] چنانچہ ۳۰ر دسمبر ۱۸۸۲ء کو ان کی رہائی کی اطلاع مولوی محمد جعفر کی بیوی کو پانی پت میں مل گئی۔

۲۴ر جنوری ۱۸۸۳ء کو رہائی کا حکم محمد جعفر کو انڈمان میں ملا۔ مگر ان کی بیوی کو بھی عمر قید کی سزا تھی اور ابھی صرف ۱۴ سال گزرے تھے۔ انھوں نے اپنی بیوی کی رہائی کی درخواست دی۔ یکم مئی ۱۸۸۳ء کو ان کی بیوی کی رہائی کا حکم بھی آگیا اتفاق سے ان کو اس وقت چھ ماہ کا حمل تھا لہٰذا چھ ماہ مزید ٹھہرنا پڑا اس دوران میں محمد جعفر نے اپنا تمام اسباب فروخت کیا اور مکان کو وقف کر کے مسجد بنانی چاہی جس کی ڈپٹی کمشنر نے اجازت نہیں دی۔

۹ر نومبر ۱۸۸۳ء کو سترہ سال دس ماہ کے بعد انڈمان سے ایک بیوی آٹھ بچے اور آٹھ ہزار روپے نقدے کر ہندوستان روانہ ہوئے ۱۳ر نومبر ۱۸۸۳ء (۱۴ر محرم ۱۳۰۱ھ) کو کلکتے پہنچے اور مولوی عبدالرحیم کے بھائی مولوی عبدالرؤف کے پاس اچینا پاڑے میں دو روز ٹھہرے ۲۰ر نومبر ۱۸۸۳ء کو رات کے نو بجے انبالہ چھاؤنی کے اسٹیشن پہنچے تقریباً ۱۸ سال کے بعد اس مرد مجاہد کو سرزمین وطن دیکھنی نصیب ہوئی۔

انبالہ میں سکونت و انتقال مولوی محمد جعفر بازار انبالہ کیمپ میں ایک مکان کرایہ پر لے کر اس میں رہنے لگے اس زمانہ میں مولوی صاحب کا ایک شاگرد کپتان ٹمپل کیمپ انبالہ میں مجسٹریٹ تھا اس نے مولوی صاحب کی بڑی مدد کی۔ اپنی ضمانت پر حکومت کی عائد کردہ پابندیاں ختم کرائیں بیس روپے ماہانہ اپنی طرف سے

---

[1] سیکشنز فرام بنگال گورنمنٹ ریکارڈس آن وہابی ٹرائلس ۳ ۲۴۰ - ۲۴۴

مقرر کر دیئے دوسرے انگریزوں کے پڑھانے سے تیس روپے مل جاتے تھے اپریل ۱۸۸۶ء میں کپتان ٹمپل کا تبادلہ ہو گیا تو مولوی صاحب پر پولیس کی نگرانی ہو گئی لیکن فروری ۱۸۸۸ء میں خود بخود حکومت نے یہ پابندیاں مولوی محمد جعفر کے اوپر سے ختم کر دیں۔ انبالہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی (ف ۱۳۳۸ھ) نے محمد جعفر تھانیسری سے ملاقات کی مگر ساتھ ہی ساتھ اپنی عدم واقفیت کا بھی ذکر کر دیا [۱] اور مولوی تھانیسری صاحب کی ملازمت کا سلسلہ ریاست اونولی میں ہو گیا اس ملازمت سے وہ کافی مطمئن تھے۔ پھر مولوی محمد جعفر تھانیسری نواب عظمت علی خاں رئیس کرنال (ف ۲۶ دسمبر ۱۹۰۸ء) کے یہاں مختار عام ہو گئے تھے۔ سلیم التواریخ کے مؤلف صوفی محمد اکبر علی سے کرنال میں ملاقات ہوئی تھی صوفی صاحب نے ان کی خدا پرستی، نیکو کاری اور راسخ الاعتقادی کا بطور خاص ذکر کیا ہے [۲] ۱۹۰۵ء میں انتقال ہوا ان کے صاحبزادے مولوی محمد اسمٰعیل وکیل انبالہ ۱۹۴۷ء کے فسادات میں غیر مسلموں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ مولوی محمد اسمٰعیل کے صاحبزادے آج کل لاہور میں کسی سرکاری محکمے میں ملازم ہیں [۳]

تصانیف مولوی محمد جعفر کو تصنیف و تالیف سے خاص شغف تھا کئی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں کالا پانی (تواریخ عجیب) اور سوانح احمدی کافی مشہور رہیں۔

نصائح جعفری مولوی محمد جعفر نے اپنے حالات ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۷۸ھ (مطابق ۱۶ جون ۱۸۶۲ء) سے لکھنے شروع کئے یہ نوشتہ حکومت کے ہاتھ لگ گیا۔ اس کا خلاصہ مقدمہ انبالہ میں پیش ہوا ولیم ہنٹر نے اسی خلاصہ کو اپنی کتاب آور انڈین مسلمانس میں شامل کر لیا۔ کتاب کا آغاز اس طرح سے ہوتا ہے [۴]

"میں نے یہ کتاب منگل کے روز ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۷۸ھ سے لکھنی شروع کی ہے اس کا اختتام اللہ کے ہاتھ میں ہے میں نے اس میں کسی خاص طریقے کی پیروی نہیں کی میں نے صرف وہ واقعات لکھ دیئے ہیں جن کا تعلق دین و دنیا سے ہے اور

---

[۱] رسالہ اشاعت السنہ (لاہور) جلد ۸ شمارہ ۱۰ ص ۲۸۶

[۲] سلیم التواریخ از صوفی اکبر علی (جالندھر ۱۹۱۹ء) ص ۶۶۸

[۳] مکتوب مولانا غلام رسول مہر بنام محمد ایوب قادری مورخہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۶۱ء

[۴] آور انڈین مسلمانس ص ۸۰

جن میں میں نے وقتاً فوقتاً حصہ لیا۔ مزید برآں میں یہ ظاہر کردینا چاہتا ہوں کہ یہ دنیا فانی ہے انسان، جن فرشتے، حیوانات نباتات جو کوئی بھی اس دنیا میں پیدا ہوا اپنے وقت مقررہ پر فنا ہو جائے گا سوائے خدا کی ذات کے اور کوئی ہمیشہ رہنے والا نہیں، جو کوئی بھی اس دنیا میں پیدا ہوا وہ ہزار سال تک کیوں نہ زندہ رہے مگر افسوس اور ندامت کے سوا کچھ نہ لے گیا۔[۱]

ترجمہ آئین پورٹ بلیر جزائر انڈمان اور پورٹ بلیر کے ڈپٹی کمشنر میجر پراتھرو نے پورٹ بلیر کے آئین سے متعلق ایک کتاب مرتب کی اس کتاب کی تیاری میں مولوی محمد جعفر نے میجر پراتھرو کی پوری پوری مدد کی۔[۲] اور اس آئین پورٹ بلیر کا اردو ترجمہ بھی مولوی محمد جعفر نے جو چھپ چکا ہے کیا تھا۔[۲]

تاریخ پورٹ بلیر (تاریخ عجیب) اس کتاب کا تاریخی نام "تاریخ عجیب" ہے۔ یہ کتاب اپریل ۱۸۷۹ء میں مکمل ہوئی دراصل یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے جس میں پہلا حصہ تو جزائر انڈمان و پورٹ بلیر کے حالات وواقعات سے متعلق ہے دوسرے حصہ میں ان جزائر میں مروجہ بتیس مشہور زبانوں کی روزمرہ ضروریات کے چھوٹے چھوٹے جملے اور اسماء خالق باری کے طرز پر اردو جملوں کے ساتھ لکھے ہیں یہ کتاب $\frac{20 \times 26}{8}$ کے ۲۲۸ صفحات پر مشتمل ہے اس کتاب کے سبب تالیف کے متعلق مولوی محمد جعفر لکھتے ہیں۔[۳]

"مدت دراز سے بہت صاحب لوگوں کی جو مجھ سے زبان اردو ناگری اور فارسی سیکھتے تھے یہ فرمائش تھی کہ اردو مروجہ پورٹ بلیر میں کوئی ایک کتاب تصنیف کی جائے جس سے یہاں کے لوگوں کو اردو سیکھنے میں مدد ملے اور اس کے سوا بہت سے دوستوں کی مدت سے یہ تمنا تھی کہ ایک کتاب تاریخ پورٹ بلیر جس میں یہاں کی آبادی اور اوضاع واطوار بندوبست وقانون وزبان مختلفہ پورٹ بلیر و

---

[۱] تاریخ پورٹ بلیر (تاریخ عجیب) ص ۴

[۲] جزائر انڈمان و پورٹ بلیر میں جس قدر نقشہ جات اور رپورٹیں مرتب ہوئیں وہ سب مولوی محمد جعفر تھانیسری نے مرتب کیں (تاریخ عجیب) ص ۴

[۳] تاریخ عجیب ص ۳ - ۴

حال جنگلیان جزائر ہذا کا مفصل درج ہو تصنیف کرکے غیر حاضر اور ہند کے لوگوں کو بھی یہاں کے عجائبات سے آگاہ کیا جائے سو ان دونوں غرضوں سے رفع ہو جانے کے واسطے اس خاکسار محمد جعفر میر منشی سدرن ڈسٹرکٹ نے یہ مختصر کتاب تحریر کرکے اس کا تاریخی نام تاریخ عجیب رکھ دیا۔"

یہ کتاب چھ فصلوں پر مشتمل ہے پہلی فصل جزائر انڈمان دپورٹ کے محل وقوع، آبادی، جغرافیائی حالات، مقامی باشندوں نیز دوسرے عجائبات کا ذکر ہے دوسری فصل میں انتظامی امور کا ذکر ہے۔ جزائر انڈمان پر انگریزوں کے قبضہ کرنے سے اس وقت تک سات سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئے تھے ان حکام کے عہدے کے خاص خاص واقعات اور ان کی انتظامی اور آئینی کارگزاریوں کا ذکر ہے تیسری فصل لارڈ میو گورنر جنرل کے قتل کے چشم دید واقعات تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ چوتھی فصل میں مروجہ دستورالعمل اور ان قوانین کا ذکر ہے جن کا وقتاً فوقتاً جزائر انڈمان میں نفاذ ہوتا رہا ہے۔ پانچویں فصل جزائر انڈمان دپورٹ بیر کی مروجہ زبانوں اور وہاں کے ممالک کے باشندوں کے طرزِ معاشرت اور عادات واطوار کے بیان پر مشتمل ہے چھٹی فصل نہایت مختصر ہے جس میں قیدیوں کے کچھ عجیب وغریب نام انتخاب کرکے لکھے ہیں اور ان کا ایک مفصل گوشوارہ بھی دیا ہے آخر کتاب میں ایک مختصر سی فرہنگ شامل ہے اس کتاب کا قطعہ تاریخ تصنیف مولوی ایوب خاں کیفی[1] مرادآبادی نے لکھا ہے۔

---

[1] مولوی ایوب خاں کیفیؔ نواب مجدالدین عرف نواب مجو خاں کے ساتھیوں میں سے تھے۔ انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد جب مرادآباد پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا تو حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا ہوئی کیفی تخلص کرتے تھے۔ امیر مینائی لکھتے ہیں۔

"ایوب خاں ولد اکبر خاں، فارسی، شیخ احمد علی احمد تخلص سے پڑھی اور فن شعر میں بھی انھیں سے اصلاح لی اشعار اساتذہ کے بکثرت یاد ہیں مجدالدین احمد خاں عرف مجو میاں مرادآبادی کے مختار تھے ۱۲۷۶ھ میں یہ بجرم مختاری مقید ہو کر جزیرہ انڈمان کو بھیجے گئے اور محبوس دائمی ہوئے اب تک ۱۲۹۰ھ وہیں ہیں ستر برس کی عمر ہے کلام ان کا زمانۂ غدر میں سب تلف ہو گیا۔ دو شعر اردو کے درج ذیل ہیں۔

مو باف سبز چوٹی میں رنگت بدل گیا　　اندھیر ہے کہ سانپ زمرد نگل گیا

انڈمان کا جو لکھا کل احوال ٭ منشی جعفر نے بعنوان غریب
نام و تاریخ کی جو خواہش کی ٭ کہا کیفی نے ہے تاریخ عجیب ۱۲۹۶ھ[1]

مولوی محمد جعفر نے یہ کتاب سردار بگھیل سنگھ[2] ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پورٹ بلیر اور ان کے بیٹے ٹھاکر سنگھ کی فرمائش پر لکھی اور سردار صاحب ہی کے نام معنون کی ہے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ (پورٹ بلیر) کی اجازت کے بعد پہلی مرتبہ یہ کتاب نول کشور پریس لکھنؤ میں ۱۸۸۰ء میں طبع ہوئی کتاب کے شروع میں ابتدائیہ اور پیش لفظ انگریزی میں بھی لکھا ہے اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ۱۸۹۲ء میں مولوی محمد جعفر کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ شائع ہوا۔ اشاعت ثانی میں چھٹی فصل حذف کر دی گئی ہے اب یہ کتاب نایاب ہے[3]

سوانح احمدی یہ کتاب سید احمد شہیدؒ اور ان کے اکابر خلفاء کے حالات و سوانح پر مشتمل ہے سید صاحب کے حالات میں یہ سب سے پہلی کتاب ہے جو زیور طبع سے آراستہ ہوئی اور اس موضوع پر دوسری کتابوں کے لئے بنیادی مواد ثابت ہوئی سوانح احمدی پانچ حصص (ابواب) پر مشتمل ہے پہلے باب میں سید صاحب کی پیدائش، ایام طفولیت، تعلیم و تربیت، فیوض باطنی اور سفر حج کا ذکر ہے یعنی ۱۲۰۱ھ سے ۱۲۴۰ھ تک کے حالات آ گئے ہیں، دوسرے باب میں ان کی تعلیمات کا بیان ہے یہ باب گویا صراط مستقیم کا لب لباب ہے تیسرا باب ۱۲۴۱ھ سے ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ تک کے حالات پر مشتمل ہے اس میں ان کی سپاہیانہ زندگی اور مجاہدانہ سرگرمیوں کا بیان ہے اور تمام معرکوں کو تفصیل سے پیش کیا گیا ہے جو سکھوں وغیرہ سے پیش آئے چوتھے باب میں نامور خلفاء کی فہرست اور ان کے ضروری

---

۱ کیفی تپ فراق میں جینے سے یاس تھی ٭ گھر سے پھر اخلا کے گرداب کی سنبھل گیا
(انتخاب یادگار از امیر مینائی ص ۲۱۸) لکھنؤ ۱۲۹۶ھ

۲ سردار بگھیل سنگھ قصبہ وڈالہ ضلع سیالکوٹ کے باشندے اور خاندانی رئیس تھے جو ۱۸۵۶ء سے اودھ میں پولیس افسر تھے ۱۵ جنوری ۱۸۶۶ء کو اکسٹرا اسسٹنٹ مقرر ہو کر پورٹ بلیر پہنچے ۱۸۶۷ء میں پورٹ بلیر کے سپرنٹنڈنٹ پولیس مقرر ہوئے انھوں نے انتظام بہت اچھی طرح کیا جرائم میں کمی ہو گئی۔
ملاحظہ ہو تاریخ عجیب ص ۵۱-۶۱-۶۲

۳ خوش قسمتی سے تاریخ عجیب کا پہلا ایڈیشن ہمارے پاس اور دوسرا ایڈیشن پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی (کراچی) کے کتب خانے میں موجود ہے۔

حالات درج ہیں پانچویں باب میں سید صاحب کے وہ فارسی مکاتیب ہیں جو انھوں نے وقتاً فوقتاً سردار و خوانین وغیرہ کو لکھے تھے۔

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۸۹۵ء میں مطبع مجتبائی دہلی سے شائع ہوا اس کے بعد مولوی کمپنی پنڈی بہاءالدین سے غالباً دومرتبہ شائع ہوئی۔

اس کتاب کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوئی کہ مولف نے اس امر کے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ جہاد کی تحریک از اول تا آخر سکھوں کے خلاف تھی انگریزوں سے اس کا کوئی واسطہ نہ تھا اور سید احمد شہیدؒ کی جماعت مجاہدین کے سرگرم کارکن انگریزوں سے کوئی دشمنی یا پرخاش نہ رکھتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ مولوی محمد جعفر تھانیسری جماعت کے خاص رازدار تھے۔ جس کے نتیجہ میں انھوں نے خوفناک تکلیفیں اٹھائیں گھر بار لٹایا۔ ہزاروں کی منقولہ اور غیر منقولہ جائداد سے محروم ہوئے، بیوی بچے چھوٹے۔ عزت و دولت سے محروم ہوئے زندگی کے بہترین اٹھارہ سال جنگلوں اور پہاڑوں (جزائر انڈمان) میں قیدی کی حیثیت سے گزارے جب کالے پانی سے رہا ہو کر آئے تو پولیس کی پابندیوں اور نگرانیوں سے بھی واسطہ پڑا ان حالات و مصائب و آلام کا یہ ردعمل ہوا کہ انھوں نے اس مرقع میں مصلحت کے قلم سے نقش و نگار کرنے کی کوشش کی ہے[۱]۔ ورنہ حقیقت اپنی جگہ عیاں اور ظاہر ہے۔

تائید آسمانی مولوی محمد جعفر تھانیسری نے قادیانیت کے رد میں ایک رسالہ "تائید آسمانی" لکھا تھا۔ مولوی محمد جعفر تھانیسری نے سوانح احمدی کے خاتمہ میں بھی قادیانیت کے سلسلے میں چٹکیاں لی ہیں۔

کالا پانی حقیقت میں یہ کتاب پورٹ بلیر کا دوسرا حصہ یا تتمہ ہے جب ۱۸۸۴ء میں مولوی محمد جعفر انڈمان سے واپس آئے تو احباب و اعزہ نے اس طویل زمانہ اسیری کے حالات پوچھنے شروع کئے مولوی صاحب نے اس مختصر کتاب میں اپنی گرفتاری، مقدمے قید، سفر انڈمان، انڈمان کی زندگی اور رہائی کے حالات نہایت دلچسپ انداز میں لکھے

---

[۱] حیرت کی بات یہ ہے کہ اپنے مقصد کے حصول کے لئے سید احمد شہیدؒ کے بعض مکاتیب کی عبارتیں تک بدل دی ہیں۔ مولانا غلام رسول مہر نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف "سید احمد شہیدؒ" میں اس کا انکشاف کیا ہے۔ ص ۱۸۹ تا ۱۶۲ (لاہور ۱۹۵۲ء)

ہیں خود لکھتے ہیں[1]۔

"میری واپسی انڈمان کے بعد جب ہر ایک دوست نے جس سے میری ملاقات ہوئی میری قید بست سالہ اور سفر اندران جزائر کی کیفیت پوچھنی شروع کی تو ہر ایک شخص کے روبرو ایک بست سالہ تواریخ کا بیان کرنا دشوار سمجھ کر کچھ ضروری ضروری حالات و واقعات جو اس مدت بیس سال میں مجھ کو پیش آئے مختصراً واسطے ملاحظہ ناظرین کے لکھ دیتا ہوں کہ ہر سائل اور مستفسر کے روبرو اس کو پیش کر دوں"۔

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن بہت چھوٹے سائز پر شائع ہوا تھا۔ جس میں کوئی باب یا ذیلی سرخی نہ تھی[2]۔ اس کے بعد صوفی کمپنی پنڈی بہاؤالدین نے مختلف ابواب اور سرخیاں قائم کر کے شائع کیا۔ صوفی کمپنی نے نویں باب "کالا پانی" کے عنوان کے تحت مولانا محمد علی جوہر (ف ۱۹۳۱ء) کا مندرجہ ذیل شعر لکھا ہے۔

مستحق دار کو حکم نظر بندی ملا　　　کیا کہوں کیسے رہائی ہوتے ہوتے رہ گئی

پہلے ایڈیشن میں اس قسم کی کوئی ذیلی سرخی اور مولانا محمد علی جوہر کا یہ شعر نہیں ہے۔ صوفی کمپنی کے چار ایڈیشن ہماری نظر سے گزرے ہیں[3]۔

مکتبۃ السلفیہ ملتان نے بھی ایک مرتبہ شائع کیا ہے۔ ملتان کا ایڈیشن ۱۹۳۵ء کے بعد شائع ہوا ہے کیونکہ ناشر نے آخر کتاب میں مولوی یحییٰ علی کے حالات شامل کر دیئے ہیں جو سیرت سید احمد شہیدؒ، مؤلفہ مولوی ابوالحسن ندوی سے ماخوذ ہیں۔

۱۹۳۶ء میں اقبال اکیڈیمی لاہور نے ایک ایڈیشن شائع کیا۔ ایک مجاہد کی ڈائری کے عنوان سے نفیس اکیڈیمی (حیدرآباد دکن) نے شائع کیا۔ یہ داستان اتنی دلچسپ ہے کہ مختلف جرائد و رسائل میں بالاقساط شائع ہوئی ہے۔ ۱۹۵۳ء میں الارشاد جدید (کراچی) اور ۱۹۶۱ء میں چٹان لاہور میں قسط وار شائع ہوئی۔ کتاب اس قدر دلچسپ ہے کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ محمد جعفر لکھتے ہیں[4]۔

"اس قصے کو ایک کہانی ایک مسلسل فوجداری کا ترجمہ نہ سمجھو بلکہ یہ قصہ ایک بڑی آیت آیات الٰہی سے ہے اس کو بار بار بغور ملاحظہ کر کے عبرت پکڑنا چاہیئے"۔

درحقیقت سید احمد شہیدؒ کی تحریک کے سلسلے میں مولوی محمد جعفر کے یہ خود نوشت حالات ایک قیمتی دستاویز ہیں اور یہ وہ اصل ماخذ ہے جس سے بہت سی ایسی باتیں معلوم ہوتی ہیں جو کسی ذریعہ سے معلوم نہیں ہو سکتی تھیں۔

---

[1] ملاحظہ ہو تواریخ عجیب ص ۲ [2] کالا پانی کا پہلا ایڈیشن آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس (کراچی) کی لائبریری میں موجود ہے۔ [3] ہم نے ان تمام اشاعتوں کی روشنی میں متن کی تصحیح کی ہے۔

[4] ملاحظہ ہو تواریخ عجیب ص ۲۱۷۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

تمہید

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ قَالَ فِیْ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ ھُدًی فَمَنْ تَبِعَ ھُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔ ترجمہ میری طرف سے تمہارے پاس ہادی آوینگے پس جو کوئی میرے ہادیوں کی اطاعت کرے گا نہ تو اس کو دنیا میں ڈر ہے اور نہ آخرت میں غم ہے۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَکْرَمِ الْخَلْقِ مُحَمَّدِنِ الَّذِیْ قَالَ لَا یَزَالُ الدِّیْنُ قَائِمًا حَتّٰی یَکُوْنَ عَلَیْھِمْ اِثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَۃً کُلُّھُمْ مِنْ قُرَیْشٍ ترجمہ یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا یہاں تک کہ تم پر بارہ خلیفہ ہوں گے"۔ عادت اللہ ہمیشہ اس بات پر جاری ہے۔ کہ جس کسی ملک پر رحمتِ الٰہی جوش میں آتی ہے تو بنی نوعِ انسان کی تربیت اور خلق اللہ کی ہدایت کے لئے اسی ملک کے لوگوں میں سے کسی شخص کو پسند کرکے اپنے احکامات رہدایت کا ترجمان مقرر فرماتا ہے اور معجزے اور خرقِ عادات حسب ضرورت اس قرن کے اس ہادی کو عنایت کرکے خلق پر اپنی حجت کو قائم کر دیتا ہے پس اس وقت جو سعید ازلی ہوتے ہیں وہ اس ہادی کی اطاعت اختیار کرکے عقوبتِ دنیا اور عذاب آخرت سے اپنی نجات حاصل کر لیتے ہیں اور جو شقیؔ ازلی ہوتے ہیں وہ اس ہادی سے مقابلہ اور اس کی تعلیمات سے انکار کرکے دنیا میں ذلت اور آخرت میں عذاب کے سزاوار ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہادیانِ من اللہ کے آنے کے وقت امر معاش و معاد سے متعلق علوم و فنون سب میں اعلیٰ اور افضل سمجھے جاتے ہیں ان میں علوم و فنونِ مسلمہ کی تردید کا آلہ یا کمال انہیں علوم اور فنون کا اس طرح سے ان کو غیب سے تعلیم کرتا ہے کہ جس میں ظاہری تعلیم کو کچھ دخل نہیں چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے وقت ملکِ مصر میں ساحروں کا بڑا زور تھا

اور اسی علم سحر کو کمال انسانی اور فخر دارین سمجھا جاتا تھا۔ اسی لئے حضرت موسیٰؑ کو معجزۂ عصا اور ید بیضا وغیرہ کسی ظاہری استاد کی تعلیم کے بغیر اس خوبی اور کمال کے ساتھ عنایت کئے تھے کہ بڑے بڑے ساحر اس کو دیکھ کر بر سر موقع مقابلہ کے وقت ایسے پکّے مسلمان ہو گئے کہ اپنی جان دینی قبول کر لی مگر دین حق سے نہ پھرے پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان ہی علوم اور حکمت اور مروّجہ شعبدہ بازی کو رد کرنے کے لئے ایسے معجزے عنایت کئے تھے کہ آپ مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں اور لاعلاج بیماروں کو کسی دوا کے استعمال کے بغیر فوراً اچھا کر دیتے تھے ان کے بعد جب نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اس وقت ملک عرب میں فصاحت اور شاعری کا بلا کا زور تھا کہ اپنی فصاحت اور بلاغت کے سامنے اہل عرب ساری دنیا کو گونگا کہتے تھے۔ سو اللہ رب العزت نے حسب صواب دید وقت قرآن مجید کو ایسی فصیح و بلیغ زبان عرب میں ایک امّی کے منہ سے خلقت تک پہنچایا کہ جن کی فصاحت اور بلاغت کے سامنے سارے فصحاء و بلغاء عرب عاجز آ گئے اور باوجود قرآن مجید میں جا بجا للکارنے کے فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ یعنی ایک سورت ہی مثل اس کے بنا لاؤ۔ ایک آیت بھی اس کے مثل آج تک کسی سے نہ بنی۔ گو ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر نبوت ختم ہو چکی ہے مگر سلسلۂ ہدایت حسب قاعدۂ قدیم نائبان ختم المرسلین قیامت تک جاری رہے گا۔ پہلے وقتوں میں جو کام نبی کیا کرتے تھے وہ اس امّت میں حسب صوابدید خلیفۂ وقت اور مہدی اور امام اور مجدّد اور علمائے امّت انجام دے کر بشارت عُلَمَاءُ أُمَّتِي كَأَنْبِيَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ (یعنی میری امّت کے علماء مثل انبیاء بنی اسرائیل کے خدمت کو انجام دیا کریں گے) میں داخل ہوتے رہیں گے۔

دیباچہ

یہ سب لوگوں پر ظاہر ہے کہ بارھویں صدی ہجری کے اخیر پر تمام دنیا میں عموماً اور ملک ہندوستان میں خصوصاً اسلام پر بہت ضعف آچکا تھا۔ توحید جو اسلام کا اصل تمغہ ہے برائے نام رہ گئی تھی۔ گور پرستی، تعزیہ پرستی اور دیگر رسوماتِ شرک کا بلا کا زور تھا بڑے بڑے نامی علماء کے گھروں میں صدہا رسوماتِ شرک و بدعت کھلم کھلا ہوا کرتی تھیں۔ ہزاروں ہندوؤں کی رسمیں بیاہ شادی اور تجہیز و تکفین وغیرہ میں داخل ہو کر فرض واجب کی طرح ضروری اور لابدی سمجھی جاتی تھیں۔ کونسی قبر اور چلّہ بزرگوں کا تھا جس کا عرس اور میلا دگنگا اور جوالا مکھی کی طرح نہ ہوتا ہو اور جہاں کھلم کھلا شرک اور گور پرستی نہ کی جاتی ہو۔ بیواؤں کا نکاحِ ثانی حرام اور کفر اور خلافِ شرافت سمجھا جاتا تھا یہ رسمِ بد اس خاندانِ عالی شاہ عبدالعزیزؒ صاحب میں بھی گھس گئی تھی۔ بیوی کی صحنک خود شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے گھر میں ہوا کرتی تھی۔ شغل برزخ یعنی شیخ کی تصویر کا تصوّر (جو صریح بت پرستی ہے) مراقبہ میں کرنا، خاندان عالی شاہ ولی اللہؒ صاحب میں بھی جاری تھی۔ اکثر صوفیوں میں الحاد اور مسئلہ وحدت الوجود کا زور ہو گیا تھا۔ ہر فردِ بشر اپنے کو خدا جانتا تھا۔ فقیری اور درویشی کو شریعت سے علیحدہ سمجھ رکھا تھا۔ مسئلۂ تقدیر پر زبردست جدال و قتال تھا۔ کوئی قدریہ، کوئی جبریہ ہو بیٹھا تھا۔ نذر نیازِ غیر اللہ حصولِ طلب کا ایک عام طریق سمجھا جاتا تھا۔ خداوند تعالیٰ کی طرح بزرگوں کو غیب دان اور ہر جگہ حاضر و ناظر جانتے تھے۔ بہت سے عقائد رفض اور تفضیل خود سنیوں میں آگئے تھے۔ آباؤ اجداد کی تعظیم و تکریم برہمنوں سے بھی زیادہ کی جانے لگی تھی۔ شخصی تقلید فرض سمجھی جاتی تھی۔ مسلمانوں میں سے ہمدردی اور اخوت اسلامی اور میل محبت مفقود ہو چلی تھی۔ استماعِ غنا و مزامیر و اختلاط امارد ہمدہ

عبادات اور تزکیۂ نفس سے سمجھا جاتا تھا۔ تہذیب اخلاق کا نام نہ رہا تھا۔ سنّتیں مٹتی چلی جاتی تھیں بدعتوں کا روز بروز غلبہ تھا۔ منطق اور فلسفہ پڑھنے والے مولوی عالم کہلاتے تھے۔ قرآن و حدیث کا چرچا اٹھ چلا تھا۔ مسلمانان درگور مسلمانی درکتاب کا مضمون پورا پورا صادق آرہا تھا۔ صرف مراقبہ، مشاہدے اور کشفِ قبور اور توجہ دینے کو اصلِ کمالِ انسانی اور سبیلِ نجات بلکہ ولایت اور کرامت سمجھے ہوئے تھے۔ سلوکِ راہِ نبوت جو سب پیغمبروں کی اصل تعلیم تھی اس کے طریق مفقود ہو گئے تھے اور اس کی قدر و منزلت دلوں سے اٹھ گئی تھی اور بظاہر سارا ملک ہندوستان کفرستان ہوتا چلا جاتا تھا۔ پشاور سے لے کر دہلی تک سکھوں کا راج تھا۔ جہاں باآوازِ بلند اذان کہنا اور گاؤکشی جرائم کبیرہ میں داخل تھی۔ گائے ذبح کرنے والے کو پھانسی کی سزا ہوتی تھی ادھر دکن میں مرہٹوں کا زور و شور تھا۔ وہ حملے کرتے ہوئے آگرہ اور دہلی تک آپہنچے تھے۔ اگر خدانہ خواستہ یہی کیفیت اور دو ایک صدی رہتی تو اسلام اور کفر ایک ہو جاتا اسلام کا نام بھی باقی نہ رہتا مگر جب یہاں تک نوبت گمراہی اور ضلالت کی آپہنچی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت کی بدولت پھر رحمتِ الٰہی جوش میں آئی تو ان خرابیوں کو دور کرنے کے واسطے تیرھویں صدی کے پہلے ہی دن یعنی یکم محرم ۱۲۰۱ھ مطابق ۱۷۸۶ء قصبہ رائے بریلی ممالک اودھ میں سیّد احمدؒ صاحب فخرِ خاندانِ سیادت مرجعِ اربابِ ہدایت مرکزِ دائرۂ سعادت مظہرِ انوارِ نبویؐ منبعِ آثارِ مصطفویؐ دافعِ ظلماتِ کفر و ماحیِ شرک و بدعات سیّد محمد عرفان کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت حسن مجتبیٰ ابن علی کرم اللہ وجہہ تک اس طرح سے پہنچتا ہے۔ حضرت حسن[2] مجتبیٰ سے حسن[3] مثنیٰ ان سے عبداللہ[4] محض۔ ان سے ابو محمد[5] صاحب نفس الزکیہ ان سے ابو محمد عبداللہ[6] الاشتر۔ ان سے محمد[7] الثانی۔ ان سے حسن[8] الاعور نقیب الجیّاد۔ ان سے ابو محمد[9] عبداللہ۔ ان سے سیّد[10] قاسم۔ ان سے سیّد[11] جعفر۔ ان سے سیّد حسین[12] عرف بابی الحسن ان سے سیّد حسن[13]۔ ان سے سیّد[14] عیسیٰ۔ ان سے سیّد یوسف[15]۔ ان سے سیّد رشید الدین[16] احمد المدنی۔ ان سے سیّد قطب[17] الدین محمد الکرائی۔ ان سے سیّد نظام[18] الدین۔ ان سے سیّد رکن الدین[19] ان سے سیّد صدر[20] الدین۔ ان سے سیّد قیام الدین[21]۔ ان سے سیّد علی[22]۔ ان سے سیّد احمد[23]۔ ان سے سیّد زین[24] الدین۔ ان سے سیّد صدر[25] الدین۔ ان سے سیّد قطب[26] الدین۔ ان سے سیّد علاء الدین[27] ان سے سیّد محمود[28]۔ ان سے سیّد احمد[29]۔ ان سے سیّد[30] معظم۔ ان سے سیّد فضیل[31]۔ ان سے سیّد

محمد علم اللہ[۳۲]۔ ان سے سید محمد ہدیٰ[۳۳]۔ ان سے سید محمد نور[۳۴]۔ ان سے سید محمد عرفان[۳۵]۔ ان سے سید احمدؒ[۳۶] صاحب ہادی تیرھویں صدی کے یکم محرم الحرام ۱۲۰۱ھ کو پیدا ہوئے۔ مولوی اسحٰق گورکھپوری سے روایت ہے کہ سید صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ مجھ کو غیب سے الہام ہوا تھا کہ تیرا نسب نہایت صحیح ہے۔

حلیہ شریف

بلند قامت رنگ سرخ، سفید ریش و بروت سیاہ، قوی ہیکل پیوستہ ابرو، کشادہ پیشانی، دراز بینی۔ خنداں رو، نہایت حسین وجمیل خلقِ مجسّم تھے۔ حسنی سیّد ہونے کی وجہ سے آپ اس حدیث کے مصداق ہوتے ہیں جو مشکوٰۃ شریف میں اس طرح ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ میرا بیٹا سردار ہے۔ اور قریب ہے کہ اس کی نسل سے ایک آدمی پیدا ہوگا کہ اس کا نام تمہارے نبیؐ کے نام پر ہوگا (یعنی احمد یا محمد) اور تمہارے نبیؐ سے خلق میں مشابہ ہوگا۔ یعنی بہت خلیق ہوگا اور وہ گمراہی کو دور کرکے زمین کو ہدایت اور انصاف سے بھر دے گا اس مظہرِ انوارِ نبیؐ کے سوانح ایسے عجیب ہیں کہ اس کی مثل کوئی سوانح ناظرین نے نہ دیکھے ہوں گے اگر اس بزرگ کو مجدد تیرھویں صدی یا مہدیٔ وسط کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ بقول شاعر؎

ہوتا معصوم اگر بعد نبیؐ کے کوئی ؎ ہوتی اس عصر میں عصمت بھی اسی کے اندر

مگر احتمال ہے کہ نئی روشنی والوں کو ان واقعات سے سخت حیرت ہوگی جب وہ اپنے پیرانِ پیر مسیحؑ کی سوانح سے مقابلہ کریں گے تو ہر دو سوانح کے مابین سرمو تفاوت نہ پائیں گے بلکہ دقتِ موازنہ نہ جان لیں گے کہ مسیحؑ اور سیّد صاحبؒ ایک ہی شاہراہ کے راہ رو اور ایک استاد کے شاگرد تھے۔ میں نے اس کتاب کو بڑے راست باز لوگوں کی متعدد تحریروں سے نقل کیا ہے جنھوں نے ان واقعات کو خود دیکھا ہے میرے نزدیک اس کتاب کی کسی روایت میں دروغ گوئی یا مبالغہ کا کوئی دخل نہیں ہے۔ گو بعض مورّخوں کی بے توجہی سے اکثر واقعات پس و پیش ہوگئے ہیں اس سے مجھ کو بالترتیب لکھنے میں بہت دشواری ہوئی کیونکہ جس قدر کتابیں میں نے اس سوانح کے جمع کرنے کے لئے فراہم کیں ان میں مورّخوں نے حسنِ عقیدت کی وجہ سے صرف خرقِ عادات وکرامات کو بلا قید تاریخ بے ترتیب بعبارتِ رنگین و دقیق جن کا سمجھنا آسان نہیں قلمبند کیا ہے اس سبب سے مطالب کتاب پس و پیش اور بے ٹھکانے تھے جن کے ترتیب دینے اور تحقیقات و صحت معلوم کرنے کے لئے عاجز کو دور دور سفر کرنے

اور بعض انگریزی کتب سے تاریخی واقعات لینے پڑے۔ اگرچہ ان تمام کوششوں کے باوجود میں جزماً یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ کل مطالب تاریخ اپنے اپنے موقع پر قائم ہو گئے مگر اس میں بھی شبہ نہیں کہ یہ کتاب تمام پچھلی تحریروں کی جامع کتاب اور عام فہم اور نہایت صحیح ہو گئی ہے۔ اور اس قابل ہے کہ ناظرین ان قصص سے عبرت حاصل کریں اور اس ہادی کا تتبع اختیار کریں۔ لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَبْصَارِ۔ اب ان سوانح کو سلیس اردو عبارت میں پڑھیے۔ میں نے اُن سوانح کو پانچ حصوں پر منقسم کیا ہے۔

حصّہ اوّل میں ۱۲۰۱ھ سے ۱۲۴۰ھ تک سید صاحبؒ کے ایامِ طفولیت اور درویشانہ زندگی اور فیوضِ باطنی اور ترویج ہدایات اور سفرِ حج اور بمبئی کا ذکر ہے۔

حصّہ دوم۔ اس میں آپ کی تعلیماتِ پُر تاثیر کا بیان ہے۔ دیگر بیانات کے علاوہ تعلیمات کے صراطِ مستقیم کو سلیس اردو کر کے بطور لبِّ لباب شامل کر دیا۔

حصّہ سوم۔ اس میں شروع ۱۲۴۱ھ سے تا ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ آپ کی سپاہیانہ اور بہادرانہ زندگی کا بیان ہے جس میں وہ کل معرکے جنگ جو سکھوں اور دیگر منافقوں سے ہوئے شرح و بسط کے ساتھ شامل کئے گئے۔

حصہ چہارم میں آپ کے خلفاء کی ایک فہرست نام بنام مع کسی قدر سوانح ہر ایک حصّہ کے درج کر کے اسی حصّہ کے آخر میں مولانا اسمٰعیل صاحبؒ شہید اور مولوی سید محمد علی صاحب رامپوری اور مولوی ولایت علی صاحب عظیم آبادی۔ ان بڑے خلفاء کے سوانح بشرح تمام درج کئے گئے۔

حصہ پنجم[1] اس میں سید صاحبؒ کے مکاتیب جو انھوں نے رؤسا و خوانین وغیرہ کو لکھے ہیں (یہ مجموعہ مکاتیب قابل دید ہے) واللہ المستعان و علیہ التکلان۔

---

[1] مکتوبات سید احمد شہیدؒ کے نام سے نفیس اکیڈمی ایک الگ کتاب شائع کی ہے۔

باب ا

سیّد احمدؒ کے ابتدائی حالات

ایّامِ طفولیّت صاحبِ مخزنِ احمدیہ جو سیّد صاحبؒ کے بھانجے اور ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے ہیں لکھتے ہیں کہ جب آپ کا سن شریف چار سال چار ماہ چار یوم کو پہنچا تو شرفاءِ ہند کے معمول کے مطابق آپ کے والدِ بزرگوار نے آپ کو تعلیم کے واسطے ایک مکتب میں بٹھلا دیا۔ مگر آپ کو تحصیلِ علم کی کچھ رغبت نہ تھی اس کی طرف بالکل توجہ نہ کرتے تھے ہرچند آپ کے استاد اور باپ بھائی آپ کی تحصیلِ علم کے واسطے کوشش کرتے تھے مگر آپ پر اس کا کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ آثار امیت نبیؐ امی کے مثل جو بطور میراث آپ کی جبلّت میں امانت تھے روز بروز ظاہر ہونے لگے۔ تین برس آپ مکتب میں رہے مگر سوائے قرآن کی چند سورتوں کے آپ کو کچھ بھی یاد نہ ہوا۔ آخر سیّد محمد عرفان آپ کے بزرگوار نے آپ کا یہ حال دیکھ کر فرمایا کہ اس کی نوشت و خواند کا معاملہ خدا پر چھوڑو ربّ الارباب جو مناسب اور مستحسن سمجھے گا اس کے واسطے مہیّا کر دے گا۔ جب آپ تھوڑے بڑے ہوئے تو آپ کا کھیل بھی یہی ہوتا تھا کہ بستی کے ہمسن لڑکوں سے ایک لشکرِ اسلام جمع کر کے بطورِ جہاد باآوازِ بلند تکبیریں کہتے ہوئے ایک فرضی لشکرِ کفّار پر حملہ کرتے تھے اور دَے مارا اور یہ فتح ہوئی۔ یہی صدائیں آپ کے لشکرِ اطفال سے بلند ہوتی تھیں آپ پیدائشی ولی تھے۔ چنانچہ مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ خاتمہ صراط المستقیم میں تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت

ایشاں (یعنی سید احمد صاحبؒ) از بدو فطرت بر کمالاتِ طریقِ نبوی اجمالاً مجبول بودند و آثار
ایں طریق از وجدانِ حلاوتِ مناجات لاسیما در نماز و تعظیم شرعِ شریعت و وفورِ
رغبت در اتباعِ سنت و کمال نفرت از تلوثِ بدعت و میلانِ طبعی بسوئے طاعات
و کراہیت جبلیہ از معاصی و سیئات در خورد سالی بر ایشاں ظاہر و باہر۔ القصہ
آثارِ طہارت جبلیہ در جذرِ طبیعتِ ایشاں پیدا بود و انوارِ سعادت ازلیہ بر جبینِ
مبارکِ ایشاں ہویدا بود"

سید صاحبؒ کی خدمت گذاری

پھر صاحب مخزنِ احمدیہ لکھتا ہے کہ جب آپ سنِ تمیز کو پہنچے تو خدمتِ خلائق۔ ضعیفوں، یتیموں، مسکینوں، بیوہ عورتوں اور بچوں سے سلوک و ترحم خواہ وہ شریف ہوں یا رذیل آپ نے کرنا شروع کیا۔ آپ کی یہ کیفیتِ خدمت گذاری دیکھ کر آپ کے ہم قوم سیدوں کو جو دوسروں سے خدمت کرانے کے عادی تھے سخت حیران ہوتے تھے۔ بلکہ آپ کو طعن و ملامت کر کے اس کام سے منع بھی کرتے تھے۔ لیکن آپ کو اس کی کچھ پرواہ نہ تھی۔ آپ نے اپنے اوپر یہ فرض کر لیا تھا کہ صبح و شام مسکینوں اور بیواؤں کے گھروں میں جا کر ان کا حال پوچھتے اور فرماتے کہ اگر پانی یا لکڑی کی ضرورت ہو تو بے تکلف مجھ کو فرمادیں اس کام کو سر انجام دینے کے لئے دل و جان سے حاضر ہوں۔ اہل محلہ و ہمسایہ جو آپ کے بزرگوں کے مرید اور معتقد تھے باوجود حاجت کے ایسی کمتر خدمات آپ سے کرانے پر راضی نہ ہوتے تھے۔ بلکہ یہ کہتے تھے کہ ہم آپ کے بزرگوں کے غلامانِ غلام اور خادمانِ خادم ہیں ہم آپ کی خدمت کرنے کو تیار ہیں نہ کہ الٹے آپ ہماری خدمت کریں آپ اس کے جواب میں ایک دفترِ فضائلِ خدمت گذاریٔ ضعفا و مساکین و محتاجوں کا ان پر اس طرح سے بیان کرتے کہ وہ لوگ مارے رقت کے زار و زار رونے لگ جاتے اور مجبوراً آپ سے اپنی خدمت کراتے۔ اپنے ہمسایوں اور عزیزوں کے گھروں میں جا کر جو گھڑا وغیرہ پانی سے خالی پاتے فوراً اس کو بھر کر اس کے گھر پہنچا دیتے اور جس کسی کو لکڑی کی حاجت ہوتی تو شاداں و فرحاں جنگل کو جا کر لکڑیوں کا گٹھا اپنے سر پر رکھ کر اس کے گھر پہنچا دیتے اور الٹا اس گھر والے سے کہتے کہ یہ خدمت مجھ سے کرا کر تو نے مجھ پر احسان کیا ہے کہ ساری عمر میں اس کا ممنون و مشکور رہوں گا۔

لکھنؤ کا سفر پھر صاحبِ مخزن لکھتا ہے کہ انھیں ایام میں سات آدمی سادات تکیہ سے کہ ان میں ایک سید صاحب بھی تھے رائے بریلی سے لکھنؤ کو روانہ ہوئے۔ ہمارے ساتھ فقط ایک سواری تھی باری باری ہر ایک آدمی اس پر سوار ہو لیتا تھا لیکن جب سید صاحب کی سواری کی باری آتی تھی تو آپ ہرگز سوار نہ ہوتے تھے بلکہ منت سماجت کرکے دوسرے کمزور آدمیوں کو اپنی باری میں سوار کرا دیتے۔ جب آدمی منزل طے ہوگئی تو سب سید بھائی تھک گئے کیونکہ ہر ایک کی پشت پر اس کے ضروری سامان اور اسباب کا ایک گٹھڑ بندھا ہوا تھا۔ اس وقت سب کی یہ صلاح ٹھہری کہ یہاں سے کوئی مزدور لے کر سارا اسباب اس کے سر پر رکھ دو مگر تلاش کے باوجود کوئی مزدور نہ ملا اس واسطے سب سید بھائیوں کو سخت حیرانی تھی اس وقت سید صاحبؒ نے سب ساتھیوں سے نہایت عجز وانکساری سے کہا کہ اس خاکسار کی ایک عرض ہے اگر سب بھائی اس کو قبول فرمانے کا وعدۂ واثق فرمائیں تو میں عرض کروں۔ تب سب نے پکا عہد کر لیا کہ جو آپ فرمائیں گے ہم کو بسر وچشم منظور ہوگا۔ عہد کے پختہ ہو جانے کے بعد آپ نے فرمایا کہ سب اسباب کو ایک کمبل میں باندھ کر میرے سر پر رکھ دو میں تنہا تمہارا کل اسباب لے چلوں گا۔ تم سب بھائی فراغت سے چلو۔ کیونکہ عہد پکا ہو چکا تھا ناچار سب لوگوں نے سارا اسباب ایک کمبل میں باندھ کر آپ کے سرِ مبارک پر رکھ دیا۔ آپ سب کے آگے آگے نہایت شاداں وفرحاں گٹھڑ اسباب کا سر پر رکھے ہوئے چلے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ بھائیو جو احسان آج تم لوگوں نے مجھ پر کیا ہے میں تمام عمر اس کا مشکور رہوں گا اسی طرح گٹھڑ اسباب کا اٹھائے اور شکر کرتے ہوئے باقی تین منزل راہ طے کرکے داخلِ شہر لکھنؤ ہوئے۔

تلاشِ روزگار لکھنؤ میں پہنچ کر سب ساتھی تلاشِ روزگار میں ادھر ادھر پھرنے لگے لیکن روزگار کہاں جو کچھ تھوڑا بہت خرچ ان کے پاس موجود تھا وہ بھی ختم ہو گیا اب ان بے چاروں کو دو مشکل درپیش ہوئیں۔ ایک تلاش روزگار اور دوسرے روزمرہ کی تنگیٔ خرچ کی۔ سوائے سید صاحبؒ کے ہر متنفس سخت حیران اور پریشان تھا بعض آدمی ایک دو جز کتاب مثلاً کریما خالق باری لکھ کر شام کو بازار میں فروخت کر آتے اور بعض آدمی ایک دو ٹوپی سی کر بیچ ڈالتے اس کے باوجود بھی ان کو روزمرہ کے خرچ کی سخت تنگی

لیکن سید صاحبؒ کے واسطے ایک امیر محبِّ سادات کی سرکار سے دونوں وقت کا کھانا مقرر ہو گیا جہاں سے دونوں وقت گوشت پلاؤ وغیرہ عمدہ عمدہ کھانے آپ کے واسطے آجاتے مگر آپ کے ساتھیوں کا کھانا سوائے نان و نمک اور دال روٹی کے اور کچھ نہ ہوتا تھا مگر آپ اپنا عمدہ کھانا اپنے ساتھیوں کے دسترخوان پر رکھ کر ان کی دال روٹی سے تھوڑا بہت نوشِ جان فرما لیتے اور اپنا عمدہ کھانا باصرار تمام ہمیشہ دونوں وقت ساتھیوں کو کھلا دیتے بلکہ بارہا ایسا اتفاق بھی ہوتا کہ ساتھیوں پر فاقہ کی نوبت پہنچ جاتی۔ مگر اس دن آپ بدہضمی کا بہانہ کر کے ان کی بجائے آپ فاقہ کرتے اور اپنا کھانا ساتھیوں کو کھلا دیتے۔ چار مہینے اسی طرح گزر گئے۔ چار مہینے کے بعد اس امیر محبِّ سادات کو جس کے یہاں سید صاحبؒ کا کھانا مقرر تھا سرکار لکھنؤ سے ایک سو سوار بھرتی کرنے کی اجازت ہوئی مگر اس خبر کو سن کر تقریباً ایک ہزار سوار نوکری کے امیدوار حاضر ہو گئے تب اس امیر نے ہر دس امیدواروں میں سے ایک آدمی کو نوکر رکھ لیا اور دو آسامیاں رعایتاً سید صاحبؒ کے حوالے کر دیں سید صاحبؒ نے اپنے بھائی بندوں کو فضلِ الٰہی کا امیدوار کر کے وہ دونوں آسامیاں دو اجنبی اور غریب لوگوں کو محض لوجہ اللہ عنایت کر دیں۔

دھلی کا سفر اس عرصہ میں والئ لکھنؤ سیر و شکار کی غرض سے کوہستان کی جانب روانہ ہوا اور وہ امیر بھی جن کے ہاں سید صاحبؒ مہمان تھے والئ لکھنؤ کے اس سفر میں شریک ہوئے سید صاحبؒ بھی مع اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہو لئے لیکن قبلِ خروج از دھلی اس سفر میں بھی آپ سب ساتھیوں کا اسباب ایک کمبل میں باندھ کر شاداں و فرحاں ہمیشہ رفیقوں کے ساتھ چلا کرتے تھے۔ اس شدید سردی کے موسم میں تین ماہ تک یہ سفر رہا۔ اس سفر میں سید صاحبؒ دنیائے فانی کو ترک کرنے کا وعظ ہر ایک ساتھی کو سنایا کرتے اور کہا کرتے تھے کہ بجائے تلاشِ دنیا دلفریب کے تم لوگ دہلی چل کر شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی سے دین حاصل کرو جب آپ نے دیکھا کہ آپ نے ساتھیوں پر آپ کے وعظ و نصیحت کا کچھ اثر نہیں ہوتا تو ایک روز چپ چاپ تنہا محمدی کے جنگل میں سے آپ دہلی روانہ ہو گئے۔ جب شام کو آپ تشریف نہ لائے تو آپ کے ساتھیوں کو گمان ہوا کہ شاید کوئی شیر یا بھیڑیا یا ہاتھی (کہ جنگل ایسے درندوں سے بھرا ہوا ہے) آپ کو راہ میں سے کھا لیا بوجہ ایسے خیالوں کے آپ کے ساتھیوں کو تمام۔ وقت تک بہت رنج و الم دامن گیر رہا۔

ایک حمّال کا واقعہ

چوتھے روز ایک شخص قصبہ محمدی کی جانب سے اس لشکر میں آیا اس کی زبانی معلوم ہوا کہ ایک شخص ایسی صورت و شکل کا اس کو راہ میں ملا تھا اور ایک گھڑا راب سے بھرا ہوا اس کے سر پر تھا اور ایک سپاہی اس کے ساتھ چلا جاتا تھا اس نے کہا کہ میں نے حمّال کو بصورتِ شرفاء دیکھ کر اس سپاہی سے اس کا سبب پوچھا تو اس سپاہی نے حسبِ شرح ذیل ایک عجیب واقعہ بیان کیا کہ جب میں اپنے مکان سے یہ راب کا گھڑا لے کر روانہ ہونے کو تھا تو اتفاق سے ایک نہایت ضعیف مزدور اس گھڑے کو اٹھانے کے واسطے مجھ کو ملا۔ گو اس مزدور میں کمزوری کی وجہ سے گھڑا اٹھانے کی طاقت نہ تھی۔ مگر محض چند آنوں کے لالچ میں وہ یہ گھڑا اٹھا کر میرے ساتھ ہو لیا اور گرتا پڑتا بصد دشواری میرے ساتھ ساتھ چلا آتا تھا راہ میں یہ جوان ہم کو مل گیا اور اس مزدور کو پریشان حال دیکھ کر اس کے آنسو بھر آئے اور میری طرف مخاطب ہو کر مجھ سے کہنے لگا کہ تو نے ایسے کمزور اور ضعیف آدمی کو ظلم و تعدّی سے کیوں پکڑا ہے۔ تو خدا سے نہیں ڈرتا۔ میں نے کہا کہ میں نے اس کو ظلم و تعدّی سے ہرگز نہیں پکڑا بلکہ وہ اپنی خوشی سے مزدوری لے کر میرے ساتھ آیا ہے تب اس نوجوان نے مزدور سے یہ حال دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ میں دو روز سے بھوکا تھا۔ پیٹ بھرنے کی طمع سے میں نے یہ سخت کام بخوشی خود اپنے اوپر لیا ہے سپاہی کا اس میں کچھ قصور نہیں ہے تب اس نوجوان نے مجھ سے کہا کہ جو کچھ اس کی مزدوری باقی ہو ابھی اس کو دے کر رخصت کر دو ورنہ سخت مواخذۂ الٰہی میں گرفتار ہو گے۔ میں نے اسی وقت جو پیسے اس کے باقی تھے اس نوجوان کے ہاتھ پر رکھ دیئے اس نے وہ پیسے مزدور کے حوالے کر کے بصد منّت و زاری مجھ سے کہا کہ اس مزدور کو رخصت دے اور یہ گھڑا راب کا میرے سر پر رکھ دے میں اس مزدور کے عوض اس گھڑے کو تیرے مکان تک پہنچا دوں گا۔ میں نے اس کی شکل شریفوں کی سی دیکھ کر بہت عذر کیا کہ میں یہ بوجھ آپ کے سر پر نہ رکھوں گا مگر اس نوجوان نے بمنّت و زاری مجھ کو اس بات پر مجبور کر دیا کہ میں نے اس مزدور کو رخصت دے کر طوعاً و کرہاً یہ گھڑا اس بزرگ کے سر پر رکھ دیا یہ جوان وہ گھڑا اپنے سر پر اٹھا کر ساری راہ شاداں و فرحاں ساری راہ میرا شکریہ اور احسان ادا کرتا ہوا میرے ساتھ چلا آیا۔ فقط آپ کے ساتھیوں کو اس طرح سے آپ کی خیر و عافیت معلوم ہو کر قدرے تسلی ہو گئی جب آپ گھڑا راب کا پہنچا کر دہلی کی جانب روانہ ہوئے تو اس وقت آپ کے پاس صرف تین پیسے موجود تھے اور دہلی اس جگہ سے چودہ پندرہ منزل تھی۔ آپ

نے ایک منزل چل کر ایک پیسے کا ستو اور گڑ خرید لیا اور گھول کر پینا چاہتے تھے اس وقت ایک مسکین نے صدا کی کہ میں چار روز سے بھوکا ہوں۔ سید صاحبؒ فرماتے تھے کہ یہ صدا سن کر میرے نفس نے یہ صلاح دی کہ جھٹ پٹ سارا ستو پی کر سائل کو خشک جواب دے دو مگر اس وقت غیب سے یہ بات میرے دل پر ملہم ہوئی کہ میں دو روز کا بھوکا ہوں اور وہ سائل چار روز کا بھوکا ہے اس کا حق مجھ سے زیادہ ہے۔ میں نے اسی وقت کل ستو اس کے حوالے کر دیئے اور آپ غذائے ملکوتی تہلیل و تسبیح سے رات بھر سیر ہو کر فجر کو آگے بڑھے دوسری منزل پر آپ نے پھر ایک پیسے کے ستو اور گڑ خرید کر نوش جان فرمایا اس کے بعد دو تین روز تک آپ نے کچھ نہیں کھایا۔ پانچویں منزل پر آپ ایک مسجد میں جا کر مقیم ہوئے وہاں ایک شخص نے جو آپ کے والد کے مریدوں میں سے تھا آپ کو پہچان لیا اور آپ کو اپنے گھر لے گیا۔ آپ کے پاؤں سے خون جاری تھا اس شخص نے آپ کو غسل دلا کر پاؤں میں مہندی اور ببول کے پتّوں کا لیپ کر دیا۔ چند روز کے بعد جب آپ کے آبلے اچھے ہو گئے اس شخص نے آپ کو سوار کرا کے اور خود ہمرکاب ہو کر دہلی پہنچا۔

سید احمد صاحبؒ کی مولانا شاہ عبدالعزیزؒ سے ملاقات

دہلی پہنچ کر آپ نے مولانا شاہ عبدالعزیزؒ صاحب سے جا کر ملاقات کی۔ حضرت ممدوح نے بعد مصافحہ اور معانقہ کے آپ کو اپنے پہلو میں بٹھا کر آپ سے دریافت کیا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے۔ آپ نے عرض کیا کہ رائے بریلی سے پھر مولانا نے پوچھا۔ آپ کس قوم سے ہیں آپ نے عرض کیا کہ سادات "تکیہ" سے محسوب ہوں پھر مولانا نے استفسار فرمایا کہ سید ابو سعید اور ابو النعمان سے بھی واقف ہو۔ آپ نے کہا کہ سید ابو سعید میرے نانا اور سید ابو النعمان میرے حقیقی چچا تھے۔ یہ بات سنکر مولاناؒ نے دوبارہ معانقہ اور مصافحہ کیا اور پوچھا کہ کس ارادہ سے دور دراز سفر کی زحمت اٹھائی ہے۔ اس پر آپ نے کہا کہ آپ کی ذاتِ مقدس کو غنیمت جان کر باری تعالےٰ جل شانہٗ کی طلب کے واسطے یہاں تک آیا ہوں تب مولانا نے فرمایا کہ آپ کے خاندان مقدس میں تو منصب ولایت موروثی ہے دو ایک پشت کے بعد ضرور اس خاندان میں پیدائشی ولی پیدا ہوتا ہے اگر فضل الٰہی شامل حال ہے تو آپ بھی بطور وارث اپنے آباؤ اجداد کے اپنے مقصد کو پہنچ جاؤ گے۔

سید صاحبؒ کا مسجد اکبری میں قیام

اس کے بعد آپ نے اپنے ایک خادم سے فرمایا کہ سید صاحب کو اکبر آبادی مسجد میں میرے بھائی عبدالقادر کے پاس پہنچا دو۔ اُن کے ہاتھ میں اِن کا ہاتھ دے کر میری طرف سے کہنا کہ اس مہمانِ عزیز کو غنیمت جان کر حتی الامکان ان کی خدمت سے کوتاہی نہ کرنا اور ان کا مفصل حال وقت ملاقات کے میں تم سے بیان کر دوں گا۔ اس روز سے سید صاحبؒ مسجد اکبر آبادی میں بمصاحبت مولوی عبدالقادر صاحبؒ کے رہنے لگے۔ چونکہ اس جگہ سے سید صاحب کے سوانح عمری میں اکثر معاملاتِ باطنی جن کو خرقِ عادات و کرامات کہتے ہیں بیان ہوں گے اور یہ ظاہر ہے کہ جس وقت سید صاحبؒ یا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے صحبت یافتہ لوگ اس دار فانی سے کوچ کر گئے اس وقت سے فرقۂ موحدین ہند میں کوئی شخص موصوف ان اوصافِ باطنی کا نہیں رہا اور یہ ایک قاعدہ کلیہ انسانوں کا ہے کہ جب کسی شخص کا ادراک اور فہم کسی اعلیٰ و افضل امر کو نہیں پہنچتا تو ضرور وہ اس امر کے وجود سے قطعی انکار کر دیتا ہے اس سبب سے بعض کم علم موحدین فیوضِ باطنی اور کراماتی واقعات کے منکر ہو رہے ہیں۔

شریعت باطن وظاہر

حالانکہ ان کے پیشواء فرقہ مولانا محمد اسمٰعیلؒ شہید صراط المستقیم میں لکھتے ہیں کہ شریعت کو ظاہر اور باطن دونوں چیزیں ہیں سو دل کا تعلق اور محبت ساتھ باری تعالیٰ کے پیدا کرنا اس کو باطنِ شریعت کہتے ہیں اور اسی تعلق کا نام صوفیوں کے نزدیک نسبت ہے اور شریعت کے حکموں پر چلنا اور ممنوعات شرعی سے بچنا اس کا نام ظاہرِ شریعت ہے اور ان افعالِ ظاہری اور ان تعلقاتِ قلبی کو آپس میں ایک بہت باریک میل اور علاقہ ہے پس جس شخص کا ظاہر و باطن دونوں علاقوں پر عمل ہو تو اس کی عبادت سراسر مغز بے پوست ہے اور اس کا احوال اس کے افعال سے مل کر شیر و شکر ہو جاتا ہے مگر جو شخص فقط ظاہری افعالِ شریعت پر بھروسہ کرتا ہے اور وہ تعلقِ دلی اور محبتِ قلبی اس کے اندر پیدا نہیں ہوئی تو عبادت اس کی، خالی پوست بے مغز ہے۔ اور بذیلِ ثمرات حبِّ ایمانی مولانا شہید لکھتے ہیں کہ اس فرقہ سے اہلِ خدمات مثل اقطاب اور اوتار کے مقرر ہوتے ہیں اور جب یہ بزرگ بعد انکشاف مدعوٗلہ کے لیئے دعاء کرتے ہیں تو ہمیشہ ان کی دعاء تیر بہدف ہوتی ہے اور یہ بزرگ رضا اور غیر رضا حق کے اپنے نور جبلی سے خود معلوم کر لیتے ہیں اور طریق ان کے اخذ کا ایک

شعبہ شعبِ وحی سے ہے کہ اس کو وحیٔ باطنی کہتے ہیں۔ اب میں خاص کر ان لوگوں کو ان کی غلطیوں پر متنبہ کرنے کے بعد واقعاتِ باطنی سید صاحبؒ کے بیان کرتا ہوں آپ نے معنی قرآن وحدیث کے سمجھنے کے لئے کچھ صرف نحو سیکھنا چاہا اور مصباح تک آپ نے دیکھا تھا کہ ایک رات جب اس کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے تو ایک حرف بھی اس کا نظر نہ آتا تھا۔ صرف سیاہ صفحے کتاب کے دکھائی دیتے تھے تب آپ نے گمان کیا کہ کوئی عارضہ ضعفِ بصر کا پیدا ہوگیا ہے۔ فجر کو جب یہ ساری کیفیت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے سید صاحبؒ سے پوچھا کہ فقط کتاب ہی ایسی نظر آتی ہے یا سب چیزیں ایسی ہی معلوم ہوتی تھیں تو آپ نے کہا کہ فقط کتاب ہی کا یہ حال ہے اور سب چیزیں برابر جوں کی توں نظر آتی ہیں۔ تب مولانا نے فرمایا کہ کتاب کو رکھ دو۔ خداوند تعالےٰ نے تم کو دوسرے کام کے واسطے پیدا کیا ہے۔ اب تمہارے لئے لکھنا پڑھنا ضروری نہیں۔ خداوند تعالےٰ خود بخود بلا کسی تعلیم کے۔ آپ کو سب علوم اور حکمت سکھا دے گا اور ترجمہ قرآن مجید کا سب سے پہلے آپ نے پڑھا۔ اور نمونہ دکھا کر وہ طوطے کی طرح پڑھنا قرآن مجید کا جیسے کہ ہندوستان میں دستور ہے آپ نے چھوڑنا چاہا۔

حضرت سید احمدؒ کی بیعت

اس کے بعد آپ نے طریقۂ نقشبندیہ میں مولانا صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہا تو اس وقت مولانا ممدوح نے فرمایا کہ اگرچہ اس صاحبِ باطن کو بیعت کی احتیاج نہیں ہے مگر اہلِ ظاہر کے نزدیک ہر چیز کے واسطے ایک سبب بھی ضروری ہے۔ اس واسطے رفعِ حجت اہلِ ظاہر کے بیعت لے لیتا ہوں ۱۲۲۲ھ میں آپ اس وقت پورے بائیس سال کے تھے یہ بیعت آپ کو نصیب ہوئی بیعت لینے کے بعد مولانا صاحبؒ نے پہلے دن آپ کو لطیفۂ قلب کی تعلیم فرمائی دوسرے دن باقی پانچوں لطیفے آپ پر کھل گئے۔ تیسرے دن سلطان الذکر کی منزل کو آپ طے کر گئے۔ چوتھے روز جلسے میں نفی واثبات باحسن وجوہ آپ کو حاصل ہوگیا چھٹے جلسے میں طریقۂ یادداشت آپ نے سیکھ لیا۔

تعلیم شغلِ برزخ

اس کے بعد شغلِ برزخ کہ جس میں تصورِ شیخ کا مراقبہ کرتے ہیں آپ کو تعلیم دینی چاہی۔ اس وقت سید صاحبؒ نے بہت ادب اور عاجزی سے مولاناؒ سے عرض کیا کہ اس شغل میں اور بت پرستی میں کیا فرق ہے۔

اس میں صورت سنگی یا قرطاسی ہوتی ہے اور اس میں صورت خیالی جو تہِ دل میں جگہ پکڑتی ہے تعظیم کی جاتی یا پوجی جاتی ہے۔ تب مولانا نے یہ شعر حافظ شیرازی کا پڑھا ؎

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید ❊ کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا

تب سید صاحبؒ نے عرض کیا کہ اگر حکم مے نوشی کا جو گناہ کبیرہ ہے کیجئے تو اس کی تعمیل کو بھی حاضر ہوں مگر یہ عمل تصورِ تصویرِ شیخ کا خصوصاً غیبتِ شیخ میں اس تصویر سے توجہ اور استعانت چاہنا جو بعینہٖ بت پرستی اور شرکِ صریح ہے مجھ سے نہیں ہو سکتا اگر اس کے جواز کے واسطے کوئی سند قرآن وحدیث یا اجماعِ امت کی موجود ہو تو بھی مضائقہ نہیں ہے۔ اس تقریر کے سننے اور سمجھنے کے بعد مولانا صاحبؒ نے سید صاحب کو اپنی بغل میں لے کر اور آپ کے رخسار اور پیشانی کو بوسہ دے کر فرمایا کہ اے فرزند دلبند حضرت حق تعالےٰ نے محض اپنے فضل وانعام سے ولایت اولیاء اور ولایت انبیاء کی جو افضل ولایتوں کی ہے تم کو عطا کی ہے۔ اس وقت سید صاحبؒ نے مولانا ممدوح سے عرض کیا کہ ولایت اولیاء اور ولایت انبیاء میں فرق کیا ہے۔

ولایت اولیاء اور ولایت انبیاء

جناب مولانا نے فرمایا کہ ولایت اس کا نام ہے کہ خداوند تعالےٰ اپنے بندوں میں سے کسی بندے کو اپنے تقرب کے واسطے برگزیدہ کر لیتا ہے اور نشان بزرگی کا یہ ہے کہ محبت باری تعالےٰ کی اس شخص کے تہِ قلب میں قائم ہو جاتی ہے اس وقت دنیا و مافیہا سے وہ شخص بے رغبت اور بیزار ہو جاتا ہے۔ محبت جاہ وجلال اور اولاد کی اصلاً اور مطلقاً اس کے دل سے محو ہو جاتی ہے۔ اس کا نفس اور قلب اور سب اعضاء جویائے قربتِ الٰہی اور متلاشیٔ مرضیاتِ باری تعالیٰ کے ہو کر اس میں منہمک اور مشغول ہو جاتے ہیں کہ عوام الناس ایسے لوگوں کو مجنون اور دیوانہ سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ پس صاحبِ ولایت ولی قیام اور صیام اور کثرتِ نوافل اور خدمت خلائق کے ذریعہ سے مجاہدۂ نفس میں مشغول ہوتا ہے اور گوشہ گزینی کو محبوب اور مرغوب رکھتا ہے اور مجرمین اور فاسقین سے کچھ تعرض نہیں کرتا اور ایسے اعمال کو اصطلاحِ صوفیاء میں قرب النوافل کہتے ہیں اور اصحاب ولایتِ نبی کے قلب میں اس قدر محبتِ الٰہی قائم ہوتی ہے کہ ایثار جیسے کہ آیت کریمہ میں حکم ہے وَيُؤْثِرُونَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط (یعنی دوسرے لوگوں کو خدا کی رضامندی کے واسطے

فائدہ پہنچانے کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں اگرچہ ان کو ہزار تنگی اور تکلیف کیوں نہ ہو، ان کے ہر قول اور فعل میں داخل ہو جاتا ہے اور بوجہ غلبۂ ایثار تمامی رذائل اور ظلمات و کدورات نفسانی و حیوانی ایسے لوگوں سے زائل ہو کر خصائلِ حمیدہ اور سجایائے پسندیدہ سے وہ متصف ہو جاتے ہیں اور ان کی تمام ہمت ہدایتِ خلق و نصائحِ مجرمین و اجرائے اقامتِ فرض الٰہی و احیاء سنن انبیاءؑ والمرسلین میں منہمک و مصروف ہو جاتے ہیں اور جہاد با کفار و تادیبِ اشرار و تعذیرِ گنہگاران کا شعار ہو جاتا ہے اور مسلمانوں کی مجلسوں میں یہ لوگ جا کر وعظ اور نصیحت اور خیر خواہی کرنا اپنا اصل کام سمجھتے ہیں اور اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتے کہ کوئی ان کے وعظ اور نصیحت کو سنے یا نہ سنے۔ اس کیفیت اور مرتبہ کو اصطلاحِ صوفیہ میں قرب الفرائض کہتے ہیں۔ ایسے بزرگوں کا عمل قرآن و سنت و نصوصِ صریح پر ہوتا ہے۔ اور یہ مرتبہ جملہ مراتب ولایت سے افضل اور اعلیٰ ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ۔ اس کلام کے ختم کرنے کے بعد مولانا نے سید صاحب سے فرمایا آپ اپنے مسکن کو تشریف لے جا کر ان اشغال کو ادائے نماز پنجگانہ کے بعد کیا کیجئے اور خصوصاً بعد نماز فجر اور عصر کے تسبیح اور تہلیل اور مشق نفی و اثبات اور توجہ قلب و روح بعالم قدس رکھ کر مناجات و الحاح و تضرع بجناب الٰہی کثرت سے کرتے رہیئے اور حتی الامکان ان کو کبھی ناغہ نہ کیجئے اور اپنے کو بہمہ جہت باری تعالیٰ کے یہ ذکر کر کے اس کے فضل و کرم کے امیدوار رہیئے۔ سید صاحبؒ نے حسب فرمودہ مولانا کے اشغال و تسبیح و تحلیل وغیرہ میں بہمہ تن اپنے کو مشغول کر دیا۔

مولانا شاہ عبدالعزیزؒ سے شب قدر کے متعلق استفسار

اسی اثناء میں اکیسویں شب ماہ رمضان المبارک کی آ گئی اسی روز سید صاحبؒ نے مولاناؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس عشرہ کی رات کونسی رات میں شب بیداری کر کے جو یائے شب قدر کا ہونا چاہیئے۔ تب مولانا نے تبسم کر کے فرمایا کہ اے فرزند دلبند جس طرح کہ تمہارا معمول ہمیشہ شب بیداری کا ہے اسی طرح ان راتوں میں بھی معمول شب بیداری کا رکھو۔ صرف شب بیداری سے کیا ہاتھ لگتا ہے دیکھو چوکیدار اور سپاہی ساری رات جاگتے رہتے ہیں لیکن اس دولت سے ہمیشہ بے نصیب اور محروم رہتے ہیں۔ اگر تمہارے اوپر اللہ کا فضل ہے تو آثار شب قدر کے ظہور کے وقت

اگر تم سوتے بھی ہو گے تو خداوند تعالیٰ تم کو خود بخود جگا کر ان برکات میں شریک کرے گا۔ سید صاحبؒ یہ سن کر رخصت ہوئے اور اپنی جائے سکونت کو چلے آئے اور حسبِ عادت قدیم خود رات کو اٹھا کرتے تھے۔ مگر ستائیسویں رات کو آپ نے چاہا کہ ساری رات جاگتے رہوں اور بعد ادائے نمازِ عشاء کے نوافل اور مراقبہ میں مشغول رہ کر صبح کر دوں لیکن اس رات کو بعد ادائے نماز عشاء کے کچھ ایسی نیند آپ پر غالب آئی کہ سوائے دو چار رکعات نفل کے آپ اور کچھ نہ پڑھ سکے اور مجبور ہو کر سو رہے۔

رسول مقبولؐ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کی زیارت

جب تہائی رات باقی رہ گئی تو اس وقت دو آدمیوں نے آکر آپ کا ہاتھ پکڑ کر جگا دیا۔ آپ نے خواب ہی میں دیکھا کہ آپ کے داہنے طرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور بائیں طرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے ہیں اور آپ سے فرما رہے ہیں کہ اے احمد جلد اٹھ اور غسل کر۔ سید صاحب ان دونوں بزرگوں کو دیکھ کر نہایت شرم کے ساتھ دوڑے ہوئے حوض مسجد کی طرف چلے گئے۔ اس کے باوجود کہ موسم سرما کی وجہ سے حوض کا پانی اس وقت یخ ہو رہا تھا۔ مگر اسی سرد پانی سے آپ غسل کرنے لگے اور اثنائے غسل میں حضرتؐ کو اور حضرت ابو بکرؓ کو اسی جگہ پر بیٹھا ہوا دیکھ رہے تھے۔ آپ بہت جلد غسل سے فارغ ہو کر ان حضرات کے حضور میں حاضر ہو گئے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ اے فرزند آج شب قدر ہے تو یادِ الٰہی میں مشغول ہو جا اور دعا و مناجات کرتا رہ۔ اس ارشاد اور تلقین کے بعد دونوں حضرات تشریف لے گئے۔ صاحبِ مخزن لکھتے ہیں کہ سید صاحب بارہا فرمایا کرتے تھے کہ اس رات میں بفضلِ الٰہی واردات عجیب اور واقعاتِ غریب میرے دیکھنے میں آئے۔ کہ تمامی درخت اور پتھر وغیرہ اشیاءِ دنیا کی سجدے میں سر رکھے ہوئے تحمید اور تہلیل و تسبیح میں مصروف تھے۔ مگر طرفہ یہ کہ ان ظاہری آنکھوں سے ہر ایک چیز اپنی اپنی جگہ پر کھڑی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ مگر چشمِ قلب سے سجدے میں پڑی ہوئی دکھائی دیتی تھی اس وقت میں بھی سجدہ میں سر رکھ کر شکرِ الٰہی کا بجا لایا اور دعا و مناجات مناسب وقت کرنا شروع کیا۔ اس وقت فنائے کلی اور استغراقِ کامل مجھے حاصل ہوا اور اسی حالت میں صبح تک سجدہ میں پڑا رہا۔ یہاں تک کہ موذن نے اذان دی تب مجھ کو ہوش آیا

وضو کر کے جماعت میں شریک ہو گیا اور جب بعد ادائے اشراق بخدمت مولانا صاحب کے حاضر ہو کر سلام علیک کہا تو بہت مسرور اور محظوظ ہو کر آپ نے فرمایا کہ باری تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ آپ آج کی شب اپنی مراد کو پہنچ گئے پس اس روز کے بعد سے آناً فاناً آثارِ ترقیات و علوِ درجات و معاملات عجیب واردات غریب آپ پر ظاہر ہونے لگیں۔

حضرت علیؓ کی زیارت

اس معاملۂ عجیبہ کے بعد صاحبِ مخزن بحوالۂ صراط مستقیم لکھتا ہے کہ ایک خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چھوارے اپنے دست مبارک سے سید صاحب کے منہ میں ایک دوسرے کے بعد رکھ کر بہت پیار اور محبت سے کھلائے اور جب آپ بیدار ہوئے تو ان چھواروں کی شیرینی آپ کے ظاہر و باطن سے ہویدا تھی۔ اس کے بعد ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور جناب سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہما کو سید صاحب نے خواب میں دیکھا۔ اس رات کو حضرت علیؓ نے اپنے دستِ مبارک سے آپ کو نہلایا اور حضرت فاطمہؓ نے ایک لباس اپنے ہاتھ سے آپ کو پہنایا۔ ان واقعات کے بعد کمالاتِ طریقۂ نبوت کے نہایت آب و تاب کے ساتھ آپ پر جلوہ گر ہونے لگے اور وہ عنایتِ ازلی جو مکنون اور محجوب تھی ظاہر ہو گئی اور تربیتِ یزدانی بلا واسطہ کسی کے متکفل حال آپ کے ہو گئی اور نہایت عجیب و غریب معاملات آپ پر ظاہر ہونے لگے یہاں تک کہ ایک دن ایک رویائے حقہ میں اللہ رب العزت نے اپنے دستِ قدرتِ خاص سے سید صاحب کا ہاتھ پکڑ کر ایک چیز امورِ قدسیہ سے جو نہایت رفیع و بدیع تھی آپ کے سامنے رکھ کر فرمایا کہ تجھ کو یہ چیز اب عنایت ہوئی ہے اور اس کے سوا اور بہت سی چیزیں تجھ کو عنایت فرماوینگے۔

سید صاحبؒ کو بیعت لینے کی اجازت

انھیں ایام میں ایک شخص نے سید صاحب سے درخواستِ بیعت کی تھی۔ مگر ان ایام میں سید صاحب علی العموم ہر کسی کی بیعت نہ لیتے تھے اس واسطے اس شخص کی درخواست کو بھی منظور نہ فرمایا۔ تب وہ شخص نہایت عجز و انکساری سے عرض کرنے لگا اس وقت آپ نے فرمایا کہ دو ایک روز اور توقف کرو اس کے بعد جو مناسبِ وقت ہو گا کیا جائے گا۔ اس کے بعد سید صاحب نے برائے استفسار اور طلبِ اذن اخذِ بیعت کے جناب باری میں اس طرح سے التجا کی کہ ایک بندہ تیرے بندوں میں سے مجھ سے بیعت

کرنا چاہتا ہے اور تو نے میرا ہاتھ پکڑا ہے اور اس دنیا میں جو کوئی کسی کی دستگیری کرتا ہے تو دستگیری کا پاس ہمیشہ رکھتا ہے اور تیرے اوصاف کو مخلوق کے اوصاف سے کچھ بھی نسبت نہیں ہے پس اس معاملۂ اخذِ بیعت میں تیری کیا مرضی ہے۔ جناب باری سے حکم ہوا کہ جو کوئی تیرے ہاتھ پر بیعت کریگا خواہ وہ لاکھوں ہوں ہر ایک کی کفایت کروں گا۔ بعد وقوع ان معاملاتِ مذکورہ بالا کے سلوک راہِ نبوت کا باحسن الوجوہ آپ کو حاصل ہو گا۔

حضرت غوثؒ اور حضرت خواجہ بہاء الدینؒ کی سیّد صاحبؒ پر توجہ

اس کے بعد ایک روز ارواحِ مقدس جناب غوث الثقلین سیّد عبد القادر گیلانیؒ و حضرت خواجہ بہاء الدینؒ نقشبند متوجہ حال سیّد صاحبؒ ہوئیں اور قریب ایک ماہ تک کسی قدر تنازعہ ان دونوں روحوں کے درمیان رہا ہر ایک روح ان دونوں روحوں میں سے سیّد صاحبؒ کو اپنی طرف جذب کرنا چاہتی تھی آخر بعد انقضائے ایامِ تنازعہ کے دونوں روحوں کی بالاشتراک جذب کرنے پر صلح ہو گئی تب دونوں ارواحِ مقدس نے بالاشتراک آپ پر جلوہ گر ہو کر ایک پہر تک بہ نفس نفیس محوِ توجہ قوی اور تاثیرِ زور آور فرمائی کہ اس ایک پہر میں نسبت ان دونوں خاندانوں کی آپ کو حاصل ہو گئی۔

حضرت بختیار کاکیؒ کی روح سے ملاقات

اس کے بعد ایک روز سیّد صاحبؒ حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ بختیار کاکی قدس سرّہٗ کے مرقدِ مبارک پر مراقبہ میں بیٹھے تھے اور اس وقت روحِ پُر فتوح خواجہ صاحب مرحوم سے آپ کی ملاقات ہوئی تو اس مقدس روح نے آپ کے اوپر توجہ قوی فرمائی اسی وقت نسبت خاندان چشتیہ کی بھی آپ کو حاصل ہو گئی اور اس کے بعد نسبتِ مجددیہ اور شاذلیہ وغیرہ غرض کل مشہور خاندانوں کی نسبت خود بخود آپ کو حاصل ہو گئی اور اس کے بعد سلوکِ راہِ نبوت بھی کامل طور پر آپ کو حاصل ہو گیا۔ بعد تکمیل ان دونوں سلوکوں کے ایک روز عالمِ مراقبہ میں آپ کی ملاقات روحِ پُر فتوح بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ اس وقت سیّد صاحبؒ نے دیکھا کہ ایک چتر نور مقدس کا خواجہ صاحب ممدوح کے سر پر سایہ کر رہا ہے پس اسی وقت آپ کو یہ بھی دکھائی دیا کہ آپ کے سر پر دو چتر نور مقدس کے سایہ کر رہے ہیں چونکہ سیّد صاحب اپنے کو کمترین مریدان خواجہؒ سے شمار کرتے تھے یہ معاملۂ معکوس دیکھ کر آپؒ کو بہت شرم آئی اور فوراً مراقبہ سے باہر آ کر لرزاں و ترساں

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت خوف و شرمندگی سے اس کو مولانا صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت مولانا صاحب نے نہایت فرحاں و خنداں اس کے جواب میں فرمایا۔ اے فرزند جائے تعجب نہیں ہے ولایت نبوّت کے ایسے ہی آثار ہوتے ہیں اے عزیز ابھی تو اس کی ابتداء ہے اور مشتے از خروارو یک قطرہ۔ از بحر ناپیداکنار تم پر ظاہر ہوا ہے۔ آئندہ اس سے بڑھ چڑھ کر ہزارہا اسی قسم کی باتیں تم پر ظاہر ہوا کریں گی۔

ہندوؤں کے میلے میں سیّد صاحبؒ کی شرکت کا واقعہ

انھیں ایام میں ایک روز دریائے جمن کے کنارے ہندوؤں کا کوئی میلہ تھا اس روز سب مرد عورت اقوامِ ہنود طرح بطرح کے زیور اور پوشاک سے آراستہ پیراستہ ہو کر اس میلہ میں شامل ہو کر اشنان اور بت پرستی میں مشغول تھے۔ بہت سے شوقین مسلمان بھی بغرضِ تفریحِ طبع یہ میلہ دیکھنے کو گئے تھے۔ دو تین نوجوان طلباء مدرسہ کے سر پر بھی شیطان سوار ہوا انھوں نے بھی میلہ دیکھنے کا ارادہ کیا اور سیّد صاحبؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے کہ آپ بھی ہمارے ساتھ چل کر تماشائے قدرتِ الٰہی اور حماقتِ کفّار کو ملاحظہ کریں آپ نے یہ درخواست دوستوں کی سنکر ایک آہ سرد ایسی بھری کہ جب سے حاضرین کے دل کانپ اٹھے اور پھر بکمال عجز یاروں سے کہا کہ مجھ کو اس نامشروع مجمع کی شرکت سے معاف رکھو۔ میں ایسی جگہ ہرگز ہرگز نہ جاؤں گا۔ مگر یاروں کے سر پہ کچھ ایسی حماقت چڑھی تھی کہ انھوں نے آپ کے عذر کو کچھ نہ سنا اور جبراً دکر ہا آپ کو اپنے کاندھے پر اٹھا کر میلہ میں لے گئے۔ آپ کا اس میلہ کفّار کے نزدیک پہنچنا تھا کہ آپ پر بے ہوشی کی حالت طاری ہو گئی۔ جب ان اندھوں نے آپ کی یہ حالت زار دیکھی تو ان کی آنکھ کھلی۔ فوراً اسی وقت کاندھے پر اٹھائے ہوئے آپ کو واپس لے آئے۔

سیّد صاحبؒ کی عبادت و ریاضت

جامع نے معتبر راویوں سے اسی قسم کی ایک اور حکایت آپ کی سنی ہے کہ ایک روز آپ کسی مجلس میں تشریف رکھتے تھے وہاں لوگوں نے کچھ مزامیر و غنا شروع

شروع کر دیا بجرد استماع اس آواز نا شروع کے آپ بے ہوش ہو گئے۔ اسی حفاظتِ الٰہی کا نام عصمت اور اذعانِ قلبی ہے۔ صاحب مقالات طریقت لکھتا ہے کہ ان ایام میں شوقِ درویشی اور مسکینی آپ کی طبیعت اور طینت میں بھرا ہوا تھا اکثر اوقات اس مقام کے درویشوں اور طالب علموں اور مسافروں اور نیز مسجد کی خدمت میں دل و جان سے لگے رہتے تھے اور آپ کی طاعات و عبادات کا بھی یہ حال تھا کہ کثرتِ قیام لیل سے پاؤں میں ورم ہو کر خون جاری ہو جاتا تھا یہ سب حالات دیکھ کر مولانا عبدالقادر صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اس بزرگ کے احوال سے آثارِ کمال ظاہر ہوتے ہیں اور اس سعادت منش کا مادۂ قابلِ ترقی اعلیٰ مدارج پر معلوم ہوتا ہے۔

پیوند جامۂ رسول اللہ صلعم مولوی سیّد جعفر علی صاحب لکھتے ہیں کہ اس قدر تحصیل سلوک کے بعد آپ ایک مرتبہ وطن کو تشریف لے گئے اس وقت آپ لباس درویشانہ پہنے ہوئے تھے آپ اپنے وطن پہنچ کر اول اپنی مسجد میں مقیم ہوئے۔ لوگوں نے مشکل سے آپ کو شناخت کیا۔ اس وقت یک کلاہ بھی آپ کے سر پر تھی جو ایک روز صحنِ مسجد میں دھوپ دینے کو رکھی گئی تھی اس وقت سیّد عبدالقادر بن حافظ سیّد امان اللہ نے دیکھا کہ ایک نور اس کلاہ سے نکل کر عرش تک جا رہا تھا اس روز سیّد عبدالقادر نے سیّد صاحب کے مراتب کو پہچان کر وہ کلاہ آپ سے مانگ لی۔ یہ بھی لکھا ہے کہ ایک مرقّع بھی جس میں ایک پیوند جامۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لگا ہوا تھا۔ اس سفرِ دہلی سے آپ کے ساتھ آیا تھا اور وہ مرقّع بطور تبرک مدتوں تک والدۂ محمد اسمٰعیل، زوجۂ سیّد صاحب کے پاس رہا تھا۔ مگر اب کچھ عرصہ سے گم ہو گیا۔ اس مرتبہ تقریباً دو برس تک آپ بریلی میں رہے اور آپ کا نکاح بھی ہوا اور آپ کے بڑی لڑکی پیدا ہوئی دو برس کے بعد آپ پھر دہلی تشریف لے گئے۔ جب سیّد صاحب پر روز بروز مقاماتِ عالی کھلنے لگے تو اس دولتِ لا زوال کی اہل دنیا کو خبر ہونے لگی۔ اس واسطے ہر طرف سے خلقت نے آپ پر ہجوم کیا۔ کسی نے بیعت کی درخواست کی۔ کسی نے حاجت روائی کے واسطے دعا چاہی اور آپ کو اس وقت اپنے حال کی تکمیل کی غرض سے اخفاء راز منظور تھا اور نیز

اس جوہر سپہ گری کی بھی جو آپ کے اندر ودیعت رکھا تھا مشق کرنی منظور تھی۔

سیّد صاحبؒ کی نواب امیر خاں کی ملازمت

اس واسطے سکونت دھلی کو ترک کر کے ۱۸۱۰ء کے قریب آپ نواب امیر خاں کے لشکر میں تشریف لے گئے۔ اور وہاں کچھ مدت فنِ سپہ گری میں بسر کی تب وہ جوہرِ شجاعت جو مکنون و مستور تھا بخوبی ظاہر ہو گیا۔ ان ایامِ رفاقتِ نواب امیر خاں میں جو جو شجاعت و جوانمردی اور خرقِ عادات آپ سے ظاہر ہوئیں احاطۂ تحریر میں نہیں آسکتیں۔ مولوی مرتضیٰ خاں صاحب بروایت نور اللہ خاں نام آپ کے خادم کے تحریر کرتے ہیں کہ ان ایام میں سیّد صاحبؒ کو اس قدر کثرتِ قیامِ لیل تھی کہ فجر کو آپ کے پاؤں پر ورم ہو جاتا تھا اور دو دو پہر ذکر اور فکر میں آپ کو گذر جاتے تھے اور دو دو پہر مراقبہ میں لگاتار بیٹھے رہتے تھے اور آپ کو ایسا سرور رہتا تھا کہ اٹھنے کو دل ہی نہیں چاہتا تھا اور یہ وہ وقت تھا کہ نواب امیر خاں ایک لشکرِ عظیم لئے ہوئے نواحِ مالوہ میں سرکار انگریز اور بعض ہندوؤں راجاؤں سے برسرِ مقابلہ تھے اور ابھی تک ریاست ٹونک نواب امیر خاں صاحب کو نہ ملی تھی۔

سیّد صاحبؒ کے ساتھیوں کی دعا کے لئے درخواست

انھیں ایام کے حالات میں سے صاحبِ مخزنِ احمدیہ لکھتا ہے کہ ایک روز موسم برسات میں لشکر نواب امیر خاں صاحب مرحوم کا صبح سے آدھی رات تک چل کر چالیس کوس مسافت طے کر کے ایک ایسے مقام پر جا اترا جہاں کسی اعلیٰ اور ادنیٰ کو کھانا میسر نہیں ہوتا تھا۔ ایک سیر غلہ یا دو روٹی ایک اشرفی کو بھی نہیں ملتی تھی اور دشمن کا لشکر صرف تین چار کوس کے فاصلہ پر تعقب میں تھا۔ اس رات دو تین آدمیوں نے جو سیّد صاحبؒ کے ہم پیالہ و ہم نوالہ تھے بہت عاجزی سے سیّد صاحب سے عرض کیا کہ آپ دعا کریں کہ وہ رزاقِ مطلق اپنے خزانۂ غیب سے ہم لوگوں کے واسطے اس وقت کھانا عنایت کرے۔ تب پہلے سیّد صاحبؒ نے ان کو سمجھایا اور کہا کہ یارو ایک رات بھر بھوک کی سختی اٹھالو۔ مگر انھوں نے نہیں مانا۔ اور کہنے لگے کہ مارے بھوک کے ہم سے صبر نہیں ہو سکتا آپ ضرور دعا کریں تب ناچار سیّد صاحب دعا کرنے کے بعد ایک کمبل اوڑھ کر لیٹ رہے اسی وقت ایک آدمی

جس کے سر پر ایک طباق کلاں گرما گرم حلوے سے بھرا ہوا رکھا تھا سید صاحب کے سرہانے آکر آپ کو جگانے لگا آپ نے منہ کھول کر دیکھا تو ایک آدمی مع گرما گرم حلوے کے حاضر ہے۔ اور کہا کہ یہ حلوہ خداوند تعالیٰ کی نذر ہے آپ اس کو لے لیجئے۔ اور تناول فرمائیے۔ سید صاحب نے اس حلوہ بردار سے کہا کہ آپ تھوڑی دیر توقف کریں میرے ساتھی کسی ضرورت کے واسطے لشکر میں گئے ہیں۔ عنقریب وہ آجائیں گے تب اس حلوے کو اپنے برتنوں میں ڈال کر اور آپ کا طباق خالی کر کے دیدیں گے۔ اس شخص نے کہا کہ یہ طباق بھی خدا کی نظر ہے آپ مع طباق کے لے لیجئے اور مجھ کو رخصت دیدیجئے۔ میں زیادہ توقف نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر وہ تو رخصت ہوا اور اس کے چلے جانے کے بعد سید صاحب کے ساتھی بھی آگئے۔ تب سید صاحب نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَتِ اللّٰہِ یعنی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا چاہیئے اِنَّ اللّٰہَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ یعنی اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق پہنچا دیتا ہے۔ اور وہ حلوے کا بھرا ہوا طباق یاروں کے سامنے رکھ دیا انھوں نے شکرِ الٰہی بجا لا کر بشوقِ تمام اس کو کھانا شروع کر دیا اور اس رازقِ مطلق کی رازقی کو دیکھ کر متحیر ہو گئے۔

کیمیاگر کی سید صاحبؒ سے ملاقات

انھیں ایام کے حالات سے مولوی جعفر علی صاحب لکھتے ہیں کہ جب سید صاحب ہمراہ لشکر نواب صاحب ملک دکن میں تھے تو آپ کے ساتھ برکات الٰہی حد سے زیادہ تھیں بیسیوں آدمی آپ کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے اور تھوڑے سے نقد سے بباعثِ برکاتِ غیبی بہت کام نکلتے تھے۔ ایک کیمیاگر جو اس سفر میں آپ کے ساتھ تھا یہ فضول خرچی دیکھ کر آپ کو بھی کیمیاگر خیال کرتا تھا مگر بعد تفحص اس کو معلوم ہوا کہ یہ محض برکاتِ آسمانی ہیں اس وقت وہ کیمیاگر آپ کا بہت معتقد ہوا اور آپ کے روبرو فنِ کیمیاگری سے تانبے سے سونا بنا کر وہ فن آپ کو سکھلانے لگا۔ آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ مجھ کو ایسا فن سیکھنا منظور نہیں ہے جس سے میرے توکل میں فرق آجائے اور میں اس فن پر بھروسہ کر کے خدا سے غافل ہو جاؤں۔ پھر آپ نے پوچھا کہ یہ سونا اصلی ہے یا کلبی۔ اس نے کہا اصلی تو نہیں ہے مگر ایسا کلبی ہے کہ ہزاروں تاؤ

پر بھی بڑے بڑے نقاد اور پرکھنے والوں کو اس کا کلبی ہونا معلوم نہیں ہوتا۔

ایک آسیب زدہ لاش کی نگہبانی

انھیں ایام میں کہ جب آپ لشکرِ نواب امیر خاں صاحب میں رونق افروز تھے ایک رات کو آپ عبادتِ الٰہی کے لئے جنگل میں چلے گئے تاکہ وہاں بفراغتِ تمام یادِ الٰہی میں مشغول رہیں وہاں جاکر دیکھا کہ جنگل میں ایک مکان کے اندر سے رونے کی آواز آرہی ہے۔ آپ وہاں تشریف لے گئے اور جاکر دیکھا کہ ایک مردہ چارپائی پر پڑا ہے اور ایک بڑھیا عورت اس کے نزدیک بیٹھی ہوئی نہایت زار وقطار رو رہی ہے۔ آپ نے اس کا حال پوچھا تب اس عورت نے کہا کہ یہ مردہ میرا بیٹا ہے۔ آج یہ مرگیا۔ مگر نہ معلوم اس کے بدن میں کیا بلا گھس گئی ہے۔ یہ مردہ گاہے چارپائی پر بیٹھ جاتا ہے اور کبھی روتا اور کبھی ہنستا ہے اور گاہے ناچنے لگتا ہے اس واسطے مارے ڈر کے میں قریب المرگ ہو رہی ہوں اور میرے اقربا یہاں سے نزدیک ایک گاؤں میں رہتے ہیں اگر کوئی جواں مرد آج کی رات اس مردہ کے پاس رہے تو میں اپنی بستی میں جاکر علی الصّباح اپنے خویش واقارب کو مع اسباب اور سامانِ تجہیز وتکفین کو لے کر آجاؤں اور اس کو دفن کرادوں تب سیّد صاحب نے اس عورت سے فرمایا کہ تو جا اور اپنے خویش واقارب کو اور سامان تجہیز وتکفین کو لے کر آجانا آج کی رات میں اس مردہ کی نگہبانی کروں گا۔ وہ عورت آپ کا شکریہ ادا کرکے وہاں سے چلی گئی اور آپ اس مردہ کی چارپائی کے نزدیک اپنا مُصلّا بچھا کر نماز پڑھنے لگے اور جب وہ مردہ اٹھنے کو چاہتا تھا تو آپ جھڑک دیتے تھے کہ چپ ہوکر پڑا رہ۔ صبح تک وہ مردہ مع اس بلا کے جو اس میں گھسی ہوئی تھی کروٹیں لے کر چپ چاپ پڑا رہا۔ طلوعِ آفتاب کے بعد وہ عورت مع عزیزوں کے وہاں آگئی اور اس کی تجہیز وتکفین کراکے سیّد صاحب وہاں سے رخصت ہوئے اور اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔

پرہیز گار گھوڑا

انھیں ایام دوڑ دھوپ میں نواب امیر خاں صاحب کے لشکر کے سوار اپنے سفر اور حضر میں جہاں موقع پاتے کسانوں اور کاشتکاروں کے کھیتوں میں اپنے گھوڑوں سے چرا کر تباہ کردیا کرتے تھے مگر سیّد صاحب اپنے گھوڑے

کو نہ چراتے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ سید صاحب کی غیر حاضری میں آپ کے ہمراہیوں نے آپکے گھوڑے کو بھی چرنے کے واسطے کھیتوں میں چھوڑ دیا۔ مگر شانِ الٰہی سے آپ کے گھوڑے نے اس کھیت میں اپنا منہ ہی نہ ڈالا اور چپ کھڑا رہا لوگ دیکھ کر حیران رہ گئے اور کہنے لگے کہ پرہیز گاروں کا گھوڑا بھی پرہیز گار ہے۔

سید صاحبؒ اور انگریز سپہ سالار

ایک روز کا ذکر ہے کہ لشکرِ نواب امیر خاں مرحوم انگریزوں کے لشکر سے لڑ رہا تھا دونوں طرف سے توپ اور بندوقیں چل رہی تھیں۔ اس وقت سید صاحب اپنے خیمے میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے اپنا گھوڑا تیار کروایا اور اس پر سوار ہو کر مثل ہوا کے دونوں لشکروں کو چیرتے ہوئے اس مقام پر پہنچ گئے جہاں انگریزی فوج کا سپہ سالار مع اپنے مصاحبوں کے کھڑا تھا پس وہاں سے اس سپہ سالار کو ساتھ لے کر پھر دونوں لشکروں کو چیرتے ہوئے اپنے خیمے تک چلے آئے۔ یہاں آکر تھوڑی سی بات چیت کے بعد سپہ سالار مذکور نے عہد کر لیا کہ میں اسی دم اپنے لشکر کو مقابلۂ نواب امیر خاں صاحب سے واپس لے جاؤں گا اور پھر مقابلہ کو نہ آؤنگا۔ بلکہ جہاں تک ممکن ہوگا اپنی سرکار کو اس بات پر مجبور کردوں گا کہ نواب امیر خاں صاحب سے صلح کرے۔ اس واقعہ کے بعد پھر سرکار انگریزی اور نواب امیر خاں میں جنگ نہیں ہوئی بلکہ صلح کی بات چیت اور رسل و رسائل شروع ہو گئے اور لارڈ ہیٹنگ صاحب بہادر وائسرائے ہند کے عہد میں ٹونک کا ملک نواب صاحب کو دے کر صلح کی گئی۔

نواب امیر خاں کی ملازمت سے علیحدگی

ابھی صلح کی بات چیت طے نہیں ہوئی تھی کہ سید صاحب سات برس کے قیام کے بعد پھر لشکرِ نواب امیر خاں سے جدا ہو کر دوبارہ ۱۸۱۷ء میں دہلی تشریف لے گئے نواب امیر خاں نے سید صاحبؒ کی روانگی کے وقت نواب وزیرالدولہ بہادر اپنے صاحبزادے کو ہمرکاب کر دیا تھا کہ وہ دہلی تک آپ کے ساتھ آئے اپنے چلنے کے وقت آپ نے یہ پیشین گوئی کی تھی جس کو نواب وزیرالدولہ مرحوم اپنے وصایائے وزیری میں اس طرح لکھتے ہیں کہ:۔ سید صاحب نے مولوی نذر محمد

صاحب سے کہ وہ بھی اس لشکر میں حاضر تھے اپنے رخصت ہونے کے وقت فرمایا تھا کہ اب جلد صلح ہوجائے گی اور فلاں فلاں شہر اور فلاں فلاں علاقہ سرکار انگریزی نواب صاحب کو دیدیگی اور ایک زمانہ دراز گزرنے کے بعد انشاء اللہ تعالےٰ میں بھی ایک لشکرِ مجاہدین کا ساتھ لئے کر نشانوں کے پھریرے اڑاتا ہوا نواب امیر خاں صاحب کے ملک سے گزروں گا۔" اس پیشین گوئی کے ذکر کرنے کے بعد نواب وزیرالدولہ مرحوم تحریر فرماتے ہیں کہ موافق اس پیشین گوئی کے جو جو شہر اور ممالک آپ نے تبلائے تھے ٹھیک وہی سرکار انگریزی نے ہم کو دیئے اور صلح ہوگئی اور یہ ملک بھی بابرکت قدموں کی وجہ سے نواب صاحب کو ملا تھا ورنہ اس وقت تک سب مورّخ انگریزی لارڈ ہیٹنگ کی اس پالیسی پر طعن کرتے ہیں۔ مولوی جعفر علی نقوی نے آپ کی بہت سی کرامات حین قیام بہ لشکر نواب امیر خاں اپنی کتاب میں لکھتے ہیں جن کو میں عمداً بخوفِ طوالت ترک کر دیتا ہوں۔ اس سات برس کے قیام میں سید صاحب کی ذات بابرکات سے نواب صاحب اور آپ کے لشکر کو بہت ہدایت ہوئی کہ جس کا اثر اس وقت تک اس عالی خاندان اور شہر کو سارے ہندوستان پر فوقیت دے رہا ہے۔

مولانا شاہ عبدالعزیزؒ صاحب کا خواب

پھر صاحب مخزن لکھتا ہے کہ سید صاحب کے دہلی پہنچنے سے ایک ہفتہ پہلے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ موصوف نے یہ خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جامع مسجد دہلی میں تشریف رکھتے ہیں اور ہر طرف سے خلقت رسول خدا کی زیارت کے لئے دوڑی چلی آتی ہے۔ سب سے اول شاہ صاحب موصوف نے جامع مسجد میں پہنچ کر شرفِ زیارت اور قدمبوسئ رسولِ مقبولؐ کا حاصل کیا اس وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عصائے مبارک شاہ صاحبؒ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ اے عبدالعزیز تو یہ عصا لے کر جامع مسجد کے دروازہ پر بیٹھ جا اور جو کوئی میری زیارت کو آنا چاہے اول ہر ایک آدمی مشتاقِ زیارت کا حال مجھ سے عرض کر پس جس کو میں اجازت دوں اس کو میرے سامنے آنے دو اور جس کو میں منع کردوں اس کو میرے پاس نہ آنے دو۔ چنانچہ شاہ صاحب موصوف وہ عصا لے کر دروازہ

جامع مسجد پر بیٹھ گئے اور ہر ایک شائق اور زائر کا حال بحضور سید الابرار جا جا کر عرض کرنے لگے پس جس کسی کو حضرت اجازت دیتے وہ زیارت سے مشرف ہوتا اور جس کو منع فرما دیتے وہ حصولِ زیارت سے روک دیا جاتا۔ ایک عرصہ تک یہی کیفیت رہی اور ایک خلقِ کثیر آپ کی زیارت سے مشرف ہوئی۔ اس خواب کی صبح کو مولانا ممدوح واسطے ملاقات حضرت غلام علی شاہ صاحب جو اجلّہ خلفائے حضرت شمس الدین شہیدؒ سے تھے تشریف لے گئے اور یہ رویاء صادقہ ان سے بیان کر کے اس کی تعبیر پوچھی حضرت غلام علی شاہ صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ عجیب ماجرا ہے کہ آپ یوسفِ ثانی ہو کر خواب کی تعبیر مجھ سے پوچھو۔ تب مولانا نے فرمایا کہ میں اس خواب عجیب کی تعبیر آپ کی زبانِ مبارک سے سننا چاہتا ہوں غلام علی شاہ صاحب نے فرمایا کہ میرے ذہنِ ناقص میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعد وفات سید حسنؒ صاحب رسول نما کہ جس کو ڈیڑھ سو برس ہوئے توجہ اور ارادت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہدایتِ خلائق اس دریا سے موقوف ہو گئی تھی اب اس خواب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے یا آپ کے کسی مرید رشید کے ہاتھ سے وہ سلسلہ ہدایت جو ڈیڑھ سو برس سے مسدود ہے پھر جاری ہو جائیگا مولانا نے یہ تقریر سن کر فرمایا کہ میرے خیال ناقص میں بھی اسکی تعبیر ایسی ہی معلوم ہوتی ہے۔

سید صاحبؒ کی مراجعت دہلی

ایک ہفتہ اس خواب پر نہ گذرا تھا کہ سید صاحبؒ دوبارہ دہلی میں رونق افروز ہو کر بدستور سابق مسجد اکبر آبادی میں فروکش ہوئے ان چھ برس کی محنت و مشقت میں (جو آپ نے بمعیت لشکر نواب امیر خاں صاحب عالم تنہائی اور جنگلوں میں بہ لباس سپاہیانہ رہ کر کی تھی) ہر دو سلوک اپنے کمال کو پہنچ کر ایسے مصفا اور مجلا ہو گئے تھے کہ ان کا عکس ہر ایک قلبِ سلیم پر پڑ کر چکا چوند کئے دیتا تھا اب تو خلقت نے چاروں طرف سے آپ کی طرف رجوع کیا اور بقول شاعر اب تو یہ کیفیت ہو گئی ؎

سینۂ صاف سے اسکے ہو مجلیٰ آئینہ ٭ نورِ ایمان سے ہر قلب مصفیٰ گوہر
حق میں گمراہوں کے تاثیر جو کچھ ہے اسکی ٭ جوششِ خوں میں کرے کام نہ ایسا نشتر

ہو جو صحبت سے تیری تخلیہ تخلیہ ⁂ لاکھوں چلّوں سے بھی باطن میں نہ ہو اتنا اثر
اسمِ اعظم کو جو پڑھ کر کرے وہ کوہ پر دم ⁂ ہوں طلا جتنے ہیں کہسار کے سارے پتھر
ناخدا جوئے حقیقت کا ہے کشتیبان ⁂ بحرِ ذخارِ طریقت کا حقیقی معبر
علم کو اس کے مگر علم لدنّی کہیئے ! ⁂ جو کہ آتا ہے اسے وہ ہے کسے مستحضر

مولوی عبد الحیٔ کی سید صاحبؒ سے نماز کے متعلق استفسار

مولانا عبد القادر صاحبؒ جو اسی مسجد میں مقیم تھے انھیں ایام میں ایک روز مولوی عبد الحیٔ صاحب کی ملاقات کو تشریف لے گئے۔ اور اثنائے گفتگو میں اسرارِ صلوٰۃ اور حضوریٔ قلب کا ذکر آیا۔ مولانا عبد القادر صاحب نے فرمایا کہ شرح و بیان اسرار الصلوٰۃ و حضوریٔ قلب کی اکثر کتب تصوف و اخلاق میں بخوبی مذکور ہے مگر مرشدِ کامل کے وسیلے کے بغیر اس کا حاصل ہونا سخت دشوار بلکہ غیر ممکن ہے۔ اگر اس جوانِ نو وارد (یعنی سید احمد) سے اس مدعا کو چاہا تو بہتر ہے —— تب مولوی عبد الحیٔ صاحب فوراً سید صاحبؒ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے اور آپ کے حضور میں اس مدعا کو پیش کیا۔

نماز کے متعلق سید صاحبؒ کے ارشاداتِ گرامی

تب سید صاحب نے فرمایا کہ نماز کی حقیقت اس طرح سمجھئے کہ اللہ رب العزت نے اس کو تمام مخلوق میں بہتر یعنی خلیفہ پیدا کر کے پیدا کیا ہے اور بڑی تاکید سے پانچ وقت دربار میں ہونے کا اذن دیا ہے اور غیر حاضری پر وعدہ سخت عذاب کا فرمایا ہے اس طرح سے عظمت نماز کی سمجھ کر تمامی آداب کہ لائقِ قبولیت اس دربارِ شہنشاہِ حقیقی کے ہوں بجالائے جیسے پہلے وضو کرے اور جو حاجت غسل کی ہو تو نہائے اور پھر پاکیزہ لباس پہن کر اس دربار میں حاضر ہو۔ اور حضوری کئی طرح پر ہے ایک یہ کہ مضمون ہر رکن نماز کا خیال کرے اور آپ کو سامنے اپنے رب کے جانے اور اس کو متوجہ اپنے حال کا سمجھے اور جون سی سورت پڑھے معنی اور مضمون اس سورت کا خیال کرتا جائے اگر مقام عتاب اور غصہ کا ہو تو ڈرے اور اللہ سے پناہ چاہے اور جو مقام رحمت اور عنایت کا ہو اس کو خدا تعالےٰ سے مانگے پس جو کوئی بندہ قصدِ مناجات اور عرض

حاجات کا دل میں کر کے حاضر دربارِ الٰہی ہو تو نہایت تعظیم اور عقیدت درست اور نیتِ خالص سے روبرو اس شہنشاہ کے کھڑا ہو اور چاروں طرف سے اپنے رخ کو پھیر کر ظاہر اور باطن سے اس کی طرف متوجہ ہو اور جیسے منہ طرف کعبہ کے کیا ہے ایسے ہی روح کو طرف اصل اس کے یعنی حق تعالےٰ کے جو پیدا کرنے والا اس کا ہے رجوع کرے پس قبلہ رو کھڑا ہو کر پہلے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھا دے اور دل میں یہ خیال کرے کہ میں اس وقت سوائے تیرے دوجہان سے دست بردار ہو کر تیری طرف ظاہر اور باطن سے رجوع ہوا پھر منہ سے اللہ اکبر کہے (یعنی اللہ بہت بڑا ہے) تب دونوں ہاتھ باندھ کر نہایت خشوع وخضوع سے مؤدب ہو کر کھڑا ہو اور دل میں خیال کرے کہ میں اس شہنشاہ عالی جاہ کے سامنے کھڑا ہوں اور وہ ربّ العزت بہمہ جہت میری طرف متوجہ ہے اور میری ہر حرکت اور مناجات کو بڑی توجہ سے دیکھ رہا اور سن رہا ہے۔ اس خیال باندھنے کے بعد دعائے استفتاح پڑھے یعنی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ یعنی ساتھ پاکی کے بیان کرتا ہوں تجھ کو اے اللہ اور ساتھ تعریف تیری کے اور بہت خوبیوں کا نام ہے تیرا اور بہت بلند ہے مرتبہ تیرا اور تیرے سوا کوئی دوسرا لائق عبادت کے نہیں ہے۔ اب جس قدر کلام تعظیم اور توحید کے نمازی سے صادر ہوتے ہیں اسی قدر عنایتِ شاہی اس بندے پر نازل ہوتی ہے۔ لیکن شیطان کو دور کرنے کے لئے کہ وہ خارج اور دشمن قدیم ہے ہوشیار ہو کر زبان سے کہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ط (یعنی پناہ مانگتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے) پھر کہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط (یعنی شروع کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے۔ جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے) پھر اس کے بعد اپنی عرض پیش کرے اور وہ یہ ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (یعنی سب تعریف واسطے اللہ کے ہے جو رب ہے سارے جہان کا)

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (بہت مہربان نہایت رحم والا)

مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (مالک ہے انصاف کے دن کا)
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (تجھی کو ہم بندگی کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں)
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (چلا ہم کو راہ سیدھی)
صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (راہ ان کی جن پر تو نے فضل کیا)
غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ (نہ راہ ان کی جن پر تیرا غصہ ہوا۔ اور نہ راہ گمراہوں کی۔ اس کے بعد آمین کہے یعنی یہ ہماری عرض قبول کر اور اس کے بعد کوئی سورت قرآن شریف کی پڑھ کر اور اس کے معنی اور مطلب کو سمجھ کر پھر ارادہ پابوسی کا کرے۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ یعنی اللہ بہت بڑا ہے کہتا ہوا نیچے جھک جاوے اور رکوع میں جا کر خیال کرے کہ بہ سبب تیری عظمت اور جلال کے میری پیٹھ جھک گئی ہے اور منہ سے کہتا جائے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ یعنی پاک ہے میرا رب بڑی عظمت والا۔ جب رکوع میں ایک کیفیت حضوری کی پیدا ہو جائے۔ تو سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ یعنی سن لی اللہ نے اس کی بات جس نے تعریف کی اسکی۔ کہتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے اور دل میں خیال جما دے کہ میں تیری فرماں برداری پر مستقیم ہوا۔ اور اب وقت پابوسی کا پہنچا۔ اس واسطے اللہ اکبر کہتا ہوا سجدے میں جائے اور سجدہ میں سر رکھ کر منہ سے بار بار کہے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى۔ یعنی پاک ہے میرا رب بہت بلند اور دل میں خیال کرے کہ تیری عظمت اور حضوری کے سامنے میں نے اپنا سر جو افضل سب اعضاء کا ہے تیرے خاکِ آستاں پر رکھ دیا۔ اور چونکہ سجدہ مقام نہایت قرب اور ظہورِ تجلیاتِ جلالِ بادشاہی کا ہے۔ اور یہ بندہ مارے ہیبت کے سب مضمون ایک ہی بار عرض نہیں کر سکتا اس واسطے حکم ہوا کہ ایک دم ٹھہر کر دوسری بار عرض کرے اس واسطے سجدے سے سر اٹھا کر جلسہ میں بیٹھ جاتا ہے اور منہ سے کہتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ وَارْفَعْنِيْ وَاجْبُرْنِيْ (یعنی اے اللہ بخش دے مجھ کو اور رحم کر مجھ پر اور ہدایت کر مجھے اور کھلا دے مجھے اور بلند کر مرتبہ میرا۔ اور نقصان میرا دور کر۔ یہ کہہ کر پھر اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتا ہوا زمین پر سر رکھے

اور مثل اول سجدے کے خیال کرکے زبان سے کہتا جاوے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی یعنی پاک ہے میرا رب بہت بلند اس کے بعد دوسری رکعت مثل اول رکعت کے خیال جماتا ہوا پڑھ لینے کے بعد اس نے اس دربار عالی میں بیٹھنے کی قابلیت حاصل کی اس واسطے قعدے میں بیٹھ جاوے۔ مگر ایسے دربار عالی میں چپکا بیٹھنا ترک ادب ہے اس واسطے اس کو حکم ہوا کہ وہاں بیٹھنے کے ساتھ ہی زبان سے کہے۔

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

(یعنی سب بندگیاں زبان کی اللہ کو ہیں اور سب بندگیاں بدن کی اور بندگیاں مال پاک کی۔ سلام ہو نبیؐ پر اور رحمت اللہ کی اور خوبیاں اس کی سلام ہم پر اور جتنے نیک نیک بندے اللہ کے ہیں سب پر۔ اور گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ سوائے اللہ کے کسی کی بندگی نہیں اور گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ محمدؐ بندہ اس کا ہے اور رسول اس کا ہے)

قعدۂ اخیر میں یہ سمجھے کہ یہ وقت دربار سے رخصت ہونے کا ہے اور بعد درود اور دعا معمولی کے اپنے داہنے بائیں والے نمازیوں اور فرشتوں حاضرین دربار پر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر دربار سے رخصت ہو جائے۔ انتہیٰ

یہ اس تقریر کا خلاصہ ہے جو سید صاحبؒ نے مولوی عبدالحئیؒ صاحب سے فرمائی تھی۔ ورنہ اس پوری تقریر اور تشریح کے بیان کرنے سے خود مولوی عبدالحئی صاحب بھی قاصر تھے۔

سیّد صاحبؒ کی امامتِ نماز اس کے بعد سید صاحب نے فرمایا۔ کہ مولانا صرف زبانی تعلیم سے یہ نعمتِ عظمیٰ حاصل نہیں ہو سکتی۔ دیکھو یہ نماز ایک ایسی چیز ہے کہ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی زبانی تعلیم سے ادا نہ کر سکے۔ جب تک کہ خود جبرئیل علیہ السلام نے خود امام ہو کر نماز کی اسرار و حقیقت کی حضرت سرورِ کائنات کو تعلیم نہ دی۔ اے

مولانا تم آؤ اور میرے ساتھ مقتدی ہو کر دو رکعت نماز پڑھو۔ اسی وقت مولوی عبدالحئی کھڑے ہو گئے اور دو رکعت نماز آپ کے پیچھے مقتدی ہو کر پڑھی اور اس دو رکعت کے بعد تمام اسرار و حقیقت نماز کی آپ پر کھل گئی چنانچہ مولوی صاحب ممدوح ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ میں نے ان دو رکعتوں میں پایا ساری عمر میں اور ساری کتابوں میں نہیں پایا۔

مولانا اسمٰعیلؒ شہید اور مولوی عبدالحئیؒ کی بیعت

ان دو رکعتوں سے فارغ ہونے کے بعد مولوی عبدالحئی صاحب مولانا اسمٰعیل صاحب کے پاس تشریف لے گئے اور یہ ساری کیفیتِ نماز اور فیض و برکات سید صاحبؒ کے سنا کر اور ان کو ساتھ لے کر پھر یہ دونوں بزرگ بخدمت بابرکت سید صاحبؒ کے حاضر ہوئے اور مثل مولانا عبدالحئی صاحب کے مولانا شہید بھی دو رکعت میں اپنے مطلب اور مقصد کو پہنچ گئے۔ اور لکھا ہے کہ آپ کو دو ہی رکعت میں صبح ہو گئی۔ بلکہ مولانا شہید یہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ان دو رکعات میں خانۂ کعبہ کو ہم نے اپنے سامنے ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا اب تو یہ دونوں سرتاج علمائے دہلی آپ کے عاشق زار ہو گئے اور اسی وقت طریقۂ چشتیہ میں بشمول طریقہ محمدیہ کے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اس وقت سے تادمِ اخیر آپ کی کفش برداری میں حاضر رہے اور آپ کی پالکی کے ساتھ پا برہنہ دوڑنے کو اپنے لئے فخرِ دارین جانتے تھے۔

مولوی عبدالحئیؒ کا خواب

اس بیعت کے ہو جانے کے بعد سید صاحب نے مولوی عبدالحئی صاحب سے پوچھا کہ صرف طریقۂ چشتیہ میں آپ کی بیعت کرنے کا کیا سبب ہے حالانکہ میں چاروں طریقوں یعنی قادریہ، نقشبندیہ، مجددیہ اور چشتیہ میں بیعت لینے کا مختار ہوں اس کے جواب میں مولوی عبدالحئی صاحب نے عرض کیا کہ آپ کے یہاں تشریف لانے سے پہلے میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ اس شہر کی تمام خلقت گروہ در گروہ ہو کر دیوانِ عام بادشاہی کو جا رہی ہے۔ تب میں نے ایک آدمی سے پوچھا کہ ساری خلقت کہاں جا رہی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ خداوند تعالیٰ خالقِ زمین و آسمان کی زیارت

کرنے کے واسطے جا رہے ہیں۔ کیونکہ آج اللہ رب العزت نے دیوانِ عامِ بادشاہی میں اپنا جلوہ ظاہر فرمایا ہے۔ میں بھی اپنی بمجرد سننے اس خوشخبری کے دیوانِ عام کو روانہ ہوا اور دروازۂ دیوانِ عام پر پہنچ کر دیکھا کہ وہاں دربان کسی آدمی کو اندر جانے کی اجازت نہیں دیتے اس وقت میں حیران و پریشان ہو کر دربارِ عام کے دروازے کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ مجھ کو وہاں کھڑے تھوڑی دیر گذری تھی تو میں نے دیکھا کہ حضرت سلطان الاولیاء شیخ نظام الدولہ رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لائے اور چاہتے تھے کہ پردہ اٹھا کر اندر تشریف لے جائیں۔ اس وقت میں نے دور سے بآواز بلند پکارا۔ کہ اے ہادیٔ طریقت اس معتقد دیرینہ اور خادم کمینہ کو بھی اپنے ساتھ لے جا کر زیارتِ دیدارِ الٰہی سے مشرّف کرا دیجئے۔ تب حضرت سلطان المشائخ نے اشارہ کر کے مجھ کو بلا لیا اور اپنے ساتھ اندر لے گئے۔ میں نے اندر جا کر دیکھا کہ ایک شخص صاحب جلال بارعب و جلال دیوانِ عام کے تخت پر بیٹھا ہوا ہے اور اس تخت نشین کے علاوہ کوئی دوسرا آدمی اس مکان میں نظر نہیں آتا۔ مجھ پر ایسا رعب اور دبدبہ غالب ہوا کہ مارے خوف کے حضرت سلطان المشائخ کے پیچھے آڑ میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ بات کرنا تو درکنار مجھ میں اس کے جمالِ باکمال پر نظر ڈالنے کی بھی طاقت نہ رہی۔ اس دہشت میں میری آنکھ کھل گئی۔ چونکہ میری رسائی اس دربارِ عالی میں ایک بزرگِ خاندانِ چشتیہ کے ذریعہ ہوئی تھی اس لئے میں نے مناسب جانا کہ اس طریقہ کے ذریعہ اور آپ کے توسّل سے تقربِ الٰہی حاصل کروں۔

شاہ عبدالعزیزؒ کی سیّد صاحب کی بیعت کرنے کی ہدایت

جب ان دونوں عالمانِ سرتاج دہلی کی بیعت کا چرچا زبان زدِ عام خلائق ہوا۔ تو بہت سے کور باطن لوگوں نے ان دونوں بزرگوں پر زبانِ طعن اور ملامت کی دراز کی اور کہا کہ ایسے عالم بے نظیر اور فاضل خوش تقریر ایک اُمّی آدمی کے مرید اور خادم ہو گئے۔ بلکہ ان اندھوں نے اس شکایت کو مولانا شاہ عبدالعزیزؒ صاحب تک پہنچایا۔ لیکن مولانا ممدوح پر آپ کے مدارجِ عُلیا ظاہر ہو چکے تھے۔ ان کور باطنوں کو سیّد صاحب کے علوِّ

مرتبت کا حال بیان کر کے سید صاحبؒ کی طرف رجوع کرنے کی ترغیب دی تب بہت لوگ جو سعید ازلی تھے تائب ہو کر سید صاحب کے مرید ہو گئے اور بہت سے بدبختوں کا عناد اور بھی بڑھ گیا ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اب تو دور دور سے صدہا علماء و فضلاء اور مؤمنین و مؤمنات آ آ کر بیعت سے مشرف ہونے لگے۔ کل خاندانِ شاہ عبدالعزیزؒ صاحب اور مولوی وجیہ الدین و حکیم مغیث الدین اور حافظ معین معہ عیال و اطفال خود اور مولوی محمد یوسف نبیرۂ شاہ اہل اللہ برادر شاہ ولی اللہؒ صاحب معہ جمیع خویش و اقارب خود آپ کی بیعت سے مشرف ہو گئے ان ایام میں سید صاحب کے سینکڑوں مریدوں کو مشاہدۂ ذاتِ باری تعالےٰ اور زیارتِ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے طفیل سے ہمیشہ ہوا کرتی تھی۔

صوفی کی بیعت کا واقعہ انھیں دنوں میں ایک شخص صوفی نام باشندۂ دھلی جس کو دیوانِ حافظ کی فال نکالنے میں کمال مہارت تھی آپ کی بیعت کرنے سے انکار کرتا تھا۔ جب اس کے دوستوں نے اس کو سمجھایا تو وہ بولا کہ میں دیوانِ حافظ میں فال کھول کر دیکھتا ہوں۔ اگر مجھ کو اجازت ہوئی تو بیعت کروں گا ورنہ نہیں۔ خیر جب اس نے اپنے رفیقوں کے سامنے حسبِ قاعدۂ مقررہ درود وغیرہ پڑھ کر بہ نیتِ فال دیوان حافظ کو کھولا تو اول صفحہ کی پہلی سطر میں یہ بیت نکلی ؎

کجاست صوفیٔ دجال چشم ملحد شکل بگو بسوز کہ مہدیٔ دیں پناہ رسید

یہ فال نمونہ حال دیکھ کر صوفی مذکور لوٹ گیا اور بوجہ انکارِ بیعت اپنی نسبت عتابِ الٰہی بہ الفاظ دجال و ملحد اور سید صاحب کی علوِ مرتبت بہ لفظ مہدیٔ دیں پناہ دیکھ کر اس کی آنکھ کھل گئی۔ اور بولا کہ خواجہ صاحب نے یہ شعر فقط آج ہی کے دن کے واسطے بطور پیشین گوئی کے لکھا تھا اسی وقت دوڑتا ہوا سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا حال پر ملال عرض کر کے بیعت سے مشرف ہو گیا۔ ان ایام میں بھی آپ کو بڑا شوق عبادت تھا۔ اپنے حجرے کا دروازہ بند کر کے

یادِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ صرف نماز کے وقت باہر تشریف لاتے اور جماعت سے نماز پڑھ کر پھر حجرے میں تشریف لے جاتے۔ ان ایام میں شاہ عبدالعزیزؒ صاحب ہر ہفتے میں ایک بار سوا پہر دن چڑھے وہاں تشریف لاتے۔ اس وقت سید صاحبؒ اپنے حجرے سے باہر نکلتے اور دونوں بزرگوار مثلِ آفتاب اور ماہتاب صحنِ مسجد میں کچھ دیر تک جلوہ افروز رہتے اور مولانا کے تشریف لے جانے کے بعد آپ پھر حجرے میں تشریف لے جاتے آپ کا کھانا دونوں وقت مولانا صاحبؒ کے گھر سے آتا تھا۔

بیوی کی صحنک کی ممانعت

انھیں ایام کا ذکر ہے کہ مولوی محمد اسمٰعیل کا علم و فضل کسبی انوارِ بیعت سید صاحبؒ سے جلا پایا تو ایک روز مولانا شہیدؒ نے اپنے گھر میں دیکھا کہ عورتوں نے بیوی کی صحنک کا کھانا تیار کیا ہے۔ اور فقط ایک شوہر والی عورتیں اس کے کھانے کو بلائی گئیں۔ آپ نے یہ کیفیت دیکھ کر ان کو منع کیا۔ اس عرصہ میں مولوی عبدالقادر صاحب آپ کے چچا بھی تشریف لے آئے عورتوں نے مولوی عبدالقادر سے اس کا مرافعہ کیا تب مولوی صاحب موصوف نے مولانا شہیدؒ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اسمٰعیل! یہ تو فقط ایصالِ ثواب ہے۔ اس کا کیا مضائقہ ہے۔ تب مولانا شہیدؒ نے یہ آیت پڑھی۔

وَقَالُوا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ۔

(ترجمہ:۔ انھوں نے کہا کہ جانور اور کھیتی اچھوتے ہیں۔ اس کو وہی لوگ کھائیں جن کو اپنے گمان سے تجویز کریں)

اور فرمایا کہ بیوی کا کونڈا ابھی اچھوتا ہے اس پر مرد کا سایہ نہیں پڑنے دیتے اور ان عورتوں نے اپنے گمان سے اس کے کھانے کے واسطے ان عورتوں کو تجویز کر رکھا ہے جن کا نکاح ثانی نہ ہوا ہو۔ مولانا عبدالقادر صاحب یہ تقریر سن کر خاموش ہو رہے اور باہر تشریف لے گئے تب مولانا شہید نے وہ کھانا اٹھوا کر درویشوں اور طالب علموں میں تقسیم کر دیا۔

مولانا شاہ عبدالعزیزؒ اور مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ کی گفتگو

مولوی جعفر علی صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا شہیدؒ فرماتے تھے کہ بیعت سید صاحبؒ کے بعد ایک روز میں حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ

صاحب کے ساتھ ٹہل رہا تھا۔ اس وقت شاہ صاحب نے پوچھا کہ میاں اسمٰعیل! جو کچھ نعمائے الہٰی اور اطمینانِ باطنی فیضِ صحبتِ سیّد صاحبؒ سے تم کو معلوم ہوا ہے بیان کرو۔ میں نے عرض کیا کہ اے حضرت میں مرتبۂ سیّدِ عالی تبار کو کیا ادراک کر سکتا ہوں۔ "چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک"۔ مگر ہاں اس قدر تو میں سمجھتا ہوں کہ نظرِ کرم واحسانِ اتم پروردگارِ عالم کی سیّد صاحب کے اوپر ہے۔ اور اس کا شکر یہ آپ ہی پر لازم ہے۔ کیونکہ یہ سب آپ ہی کی توجّہ کے سبب سے ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے آپ کو دو عالم عنایت فرمائے ہیں ایک علمِ ظاہری جس کے حامل اور فیض یاب مولوی عبد القادر صاحبؒ ہوئے دوسرا علمِ باطنی جس کے حامل سیّد صاحبؒ ہیں۔ یہ تعریفی کلمات میری زبان سے سن کر شاہ صاحبؒ عاجزی اور فروتنی ظاہر فرمانے لگے۔ اور پھر کہا میاں محمد اسمٰعیل! محبِ الہٰی تو بہت ہیں مگر محبوبِ الہٰی بہت کم اور نایاب۔ میں نے عرض کیا۔ محبوبِ الہٰی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تب آپ نے ارشاد فرمایا کہ مرتبہ محبوبیت کا مثلِ مرتبۂ رسالت کے ختم نہیں ہوا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ محبوب سبحانی سیّد عبد القادر گیلانیؒ ہیں۔ تب آپ نے فرمایا کہ مرتبہ محبوبیت حضرت عبد القادرؒ پر بھی ختم نہیں ہوا۔ اور محب اور محبوبِ الہٰی میں فرق یہ ہے کہ محب ہمیشہ بلا اور محنت اور رنج میں مبتلا رہتا ہے۔ بخلاف محبوب کے کہ کوئی شخص اپنے محبوب کو تکلیف دینا گوارا نہیں کرتا۔ بلکہ اس کو راحت و آرام پہنچانا چاہتا ہے اسی طرح محبوبانِ بارگاہِ الہٰی دنیا میں بھی لباسِ فاخرہ اور اطعمۂ لذیذ اور خدم اور حشم سے ممتاز رہتے ہیں اور آخرت میں اس سے زیادہ پائیں گے۔ شاہ صاحبؒ کی اس گفتگو کے بعد مولانا شہیدؒ فرماتے تھے کہ ہرچند شاہ صاحبؒ نے سیّد صاحبؒ کا نام نہیں لیا مگر اس تذکرۂ محبوبانِ الہٰی میں مشارٌ الیہ سیّد صاحبؒ ہی تھے اس عرصہ میں مولانا شاہ عبد القادرؒ صاحب کا انتقال ہو گیا اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ درس و تدریسِ علومِ رسمی کے لئے مولانا مرحوم کی جگہ مقرر ہوئے۔

سیّد صاحبؒ کی قطب الاقطاب سے ملاقات

انھیں ایّام کے حالات میں سے نواب وزیر الدولہ صاحب مرحوم اپنی وصایائے وزیری میں لکھتے ہیں کہ ایک روز اپنے حجرے میں لیٹے ہوئے سیّد صاحبؒ

کے خیال مبارک میں گزرا کہ نہ معلوم اس جہاں کے قطب الاقطابِ جہاں کون بزرگ ہیں۔ یہ خیال کر کے جنابِ باری تعالیٰ میں دعا کی کہ اس بزرگ کا مجھ پر حال کھول دیں اور انکی زیارت سے مجھ کو مشرف کر۔ یہ دعا قبول ہوئی اور اسی دم اللہ ربّ العزت نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ہوا کو حکم دیا کہ آپ کو معہ بستر آناً فاناً اس بزرگ قطب الاقطاب کے مسکن پر پہنچا دے۔ چنانچہ آپ بہت سے ممالک اور پہاڑوں اور جنگلوں کا تماشہ دیکھتے ہوئے ایک دم میں ملک شام میں پہنچ گئے۔ وہاں جاکر آپ نے دیکھا کہ وہ بزرگ قطب الاقطابِ جہاں ایک نوجوان نہایت شکیل ریش خورد نورانی چہرہ حسینی سید ایک چھوٹی سی نہر کے کنارے پر جو ان کے مکان کے ملحق تھی اپنے چند مریدوں کو ساتھ لئے ہوئے باہر بیٹھے ہیں۔ مگر طرفہ یہ کہ وہ بزرگ سید صاحب کی طرف بظاہر بالکل مخاطب نہ ہوئے تب زبانِ قلب اور مکاشفہ سے آپ نے اس بزرگ سے کہا کہ مجھ کو تمہاری ملاقات سے حصولِ رضامندیٔ باری تعالیٰ کے باوجود اور کچھ مقصود نہیں ہے اور نہ آپ کے فیض کا میں طالب ہوں۔ خداوند تعالیٰ کا فضل مجھ پر بہت ہے۔ مگر اس کے باوجود بھی وہ بزرگ کچھ متوجہ نہ ہوئے۔ اس لئے سید صاحبؒ کو اس عدمِ التفات سے گونہ رنج ہوا۔ سو اس رنج کے عوض ایک اور تازہ کرامت اور بے اندازہ انعام جناب باری تعالیٰ سے سید صاحبؒ کے حال پر ہوا کہ اس گھڑی چالیس اشخاص غیبی موکّل کی حیثیت سے دنیا کی نظروں سے پوشیدہ اور آپ کے سامنے عیاں آپ کی خدمت میں تعیّنات ہو گئے اور یہ اشخاص غیبی اس شخص کے ساتھ تعیّنات رہتے ہیں جس کو مرتبہ قطب الاقطاب کا عنایت ہوتا ہے۔ خیر اس انعام تازہ کے بعد جس طرح ربّ العزت آپ کو وہاں لے گیا تھا اسی طرح واپس لے آیا کچھ عرصہ بعد پھر بطریق مذکورہ اللہ ربّ العزت دوبارہ آپ کو اس قطب الاقطاب کے پاس لے گیا اور اس دفعہ اس غوثِ زماں کو سید صاحبؒ کے مرتبہ کی اس طرح پر اللہ ربّ العزت نے خبر کر دی تھی کہ تمہاری وفات کے بعد سید صاحبؒ ہی مسند آرا اس عہدۂ جلیلہ قطب الاقطابِ جہاں کے ہوں گے۔ اس سبب سے اس مرتبہ یہ غوثِ زماں بہت اخلاق اور آداب سے سید صاحبؒ سے ملے اور آپ کے روبرو اس نے عظمتِ باری تعالیٰ اجلّ شانہٗ

کی اور اس وضاحت کے ساتھ بیان کی کہ جس کے ذکر سے تقریر عاجز اور جس کی تحریر سے قلم قاصر ہے اور جب اس واقعہ کے چند سال بعد سید صاحب ملک خراسان کو تشریف لے گئے تو ان پہاڑوں اور میدانوں کو دیکھ کر آپ فرمایا کرتے تھے کہ انھیں پہاڑوں اور میدانوں کے اوپر سے اس ملک شام میں میرا سفر ہوا تھا۔

عمدہ لباس سے اجتناب

انھی ایام قیام دہلی کا ذکر ہے۔ ایک روز لباسِ فاخرہ آپ کے زیبِ تن فرما کر اس کو دیکھ کر بہت مسرور و محظوظ ہوئے اسی وقت عتابِ الٰہی آپ کی طرف متوجہ ہو کر تادیباً ارشاد ہوا کہ ان نعمائے باطنی کو جو ہم نے تجھ پر مبذول فرمائی ہیں کس لئے فراموش کر کے اس ادنیٰ نعمت پر جو جلد زوال پذیر ہے تو اس قدر خوش ہوا بمجرد دریافت اس خطاب پر عتاب کے آپ کو طبعی نفرت اس باعثِ عتاب لباس سے ہو گئی اور اس کو فوراً بدن مبارک سے علیحدہ کر دیا اور بہت ندامت آپ کے قلبِ صافی میں جائے گیر ہو کر بعد استغفار آپ نے عزم کیا کہ بقیہ عمر بھر ایسا لباس زیبِ تن نہ فرمائیں گے۔

سید صاحبؒ کی توجہ کی کیفیت

انھیں ایام قیام دہلی کا ذکر ہے کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے مولوی محمد اسحٰق صاحب اور مولوی محمد یعقوبؒ صاحب کو بھی استفادۂ علومِ باطنی کے لئے سید صاحبؒ کی خدمت میں روانہ فرمایا۔ مولوی محمد یعقوب صاحب فرمایا کرتے تھے کہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی توجہ کی تاثیر مثل ہلکے سے مینہ کے ہوتی ہے جس کی چھوٹی چھوٹی بوندیں ہوتی ہیں۔ اور سید صاحب کی تاثیر توجہ مثل لوہاروں کی پھکنی کے ہوتی ہے جو فوارہ کی طرح قلب پر پڑتی ہے اور اسی وجہ سے دونوں قلبوں کو ایسا اتصال ہوتا تھا کہ ہمارے قلب سید صاحبؒ کے قلب سے مضامین سنا کرتے تھے۔

سید صاحبؒ کی دہلی سے روانگی

جب اس مرتبہ ایک مدت آپ کو دہلی میں گزر گئی اور بہت سی خلقت نے آپ سے فیض حاصل کر لیا تو اس وقت بیرونجات کے قصبوں اور شہروں سے صدہا آدمی معہ خطوط آپ کے بلانے کے لئے آنے لگے اور عرض کیا کہ ہم چند آدمی دہلی میں آکر آپ سے

فیض یاب ہو سکتے ہیں۔ مگر ہمارے ہزارہا خویش واقارب اور مستورات و اطفال حضور کے اس فیضِ عام میں شریک نہیں ہو سکتے تب آپ نے وہ تمام مراسلات بحضور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے پیش کر کے اجازت سفرِ بیر و نجات کی چاہی اس وقت مولانا ممدوح نے نہایت شادان و فرماں ایک دستارِ سیاہ اور ایک پیراہن سفید جو کہ ملبوس خاص شاہ صاحب موصوف کا تھا اپنے دست مبارک سے سید صاحب کو پہنا کر سفر کی اجازت دی۔ آپ دہلی سے روانہ ہو کر سب سے پہلے قصبۂ پھلت میں کہ جہاں خویش واقارب شاہ ولی اللہ اور شاہ اہل اللہ کے رہتے تھے تشریف لے گئے۔ اس خاندان کے سب لوگ چھوٹے بڑے مرد عورت آزاد غلام سب آپ کی بیعت سے مشرّف ہوئے اور ہر قسم کی شرک و بدعات سے توبہ کر کے موحّد متبع سنّت بن گئے اور اس کے بعد مظفر نگر و بہاری۔ و بہار نپور و گڈھ مکتیسر و رام پور و بریلی و شاہجہاں پور وغیرہ دوآب کے تمام شہروں اور قصبات میں دورہ کر کے آپ خلائقِ کثیر کو راہ راست پر لائے اور بیعت سے مشرف فرمایا۔

اکبر علی خاں کا ارادۂ قتل اسی سفر میں جب آپ بمقام کویل رونق افروز تھے ایک طالب علم اکبر علی خاں نام شاگرد مفتی شرف الدین رامپوری نے سید صاحبؒ کے قتل کا ارادہ کر کے قرابین اور پیش قبض لگائے ہوئے آپ کے پاس اندر آنا چاہا۔ ابھی اس کے اندر آنے کی طلب اجازت کے واسطے آپ کو اطلاع بھی نہیں کی گئی تھی کہ آپ نے بالہامِ غیبی اہالیانِ مجلس سے فرمایا کہ اس وقت ایک شخص قرابین اور پیش قبض لگائے ہوئے آتا ہے کوئی اس سے معترض نہ ہو اور اس کو اندر آنے دو۔ خیر تھوڑی دیر بعد وہی آدمی مسلّح اندر آیا اور آپ کے روبرو بیٹھ گیا۔ مزاج پرسی کے بعد اس نے عرض کیا کہ آپ سے میرے کچھ سوال ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بھائی شوق سے پوچھو۔ اس ارشاد کے ساتھ ہی اس کے سارے بدن میں رعشہ پیدا ہو گیا۔ تھر تھر کانپنے لگا۔ آپ نے فرمایا خان صاحب خیر تو ہے اس فرمانے سے اور تھرتھراہٹ بڑھ گئی۔ اور زبان میں لکنت پیدا ہو گئی آخرالامر اس نے قرابین وغیرہ زمین پر کھول کر رکھ دی اور ہاتھ پھیلا کر آپ سے بیعت کر لی اور بیعت کرنے کے بعد عرض کیا کہ میں حضرت کو قتل کرنے کے واسطے حاضر ہوا

تھا مگر حضرت کے روبرو بیٹھ کر میرا ارادہ بدل گیا - اب میں آپ کا بے دام غلام بن کر کفش برداری میں حاضر ہوں - بیعت کے بعد یہ شخص ہمیشہ خدمت شریف میں حاضر رہا اور ملکِ خراسان میں آپ کے ساتھ ہی گیا اور وہاں پہلی ہی جنگ میں جو بدھ سنگھ سکھوں کے جرنیل سے مابین پشاور اور پنجتار کے ہوا تھا بہت سے دشمنوں کو فی النار کر کے شہید ہوا اور اپنی مراد کو پہنچا -

بیعت طریقہ محمدی مولوی مرتضیٰ خاں صاحب کہتے ہیں کہ جن ایام میں آپ رام پور تشریف رکھتے تھے وہاں بھی ہزارہا خلقت آپ سے فیضیاب ہوئی آپ کا دستور تھا کہ باوازِ بلند طریقۂ چشتیہ اور قادریہ و نقشبندیہ و مجددیہ میں اول بیعت لے کر پھر طریقۂ محمدیہ میں بیعت لیتے تھے ایک روز حکیم عطاء اللہ خاں برادر حکیم غلام حسین خاں نائب والیٔ رامپور نے سید صاحب سے پوچھا کہ آپ اول چاروں طریق سلوک میں بیعت لے کر پھر طریقۂ محمدیہ میں بیعت لیتے ہیں - اس میں بھید کیا ہے اگر یہ سب طریقِ سلوک طریقۂ محمدیہ سے ہیں تو پھر دوبارہ طریقِ محمدیہ میں بیعت لینے کی کیا ضرورت ہے ؟ تو اس کے جواب میں سید صاحب نے فرمایا کہ اس میں بھید یہ ہے کہ طریقہ چشتیہ اور قادریہ کے شغل اشتغال ہم اس طرح بتایا کرتے ہیں کہ ذکر جہر اس طرح سے کرو اور ضرب یوں لگاؤ اور نقشبندیہ اور مجددیہ کے شغل اشتغال میں سکھاتے ہیں کہ ذکر خفی اس طرح کرو اور یہ لطیفۂ قلب ہے اور یہ لطیفۂ روح ہے - وعلیٰ ہذا القیاس - اور ان طریقوں کی نسبت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور باطن کے ہے نہ بطور ظاہر کے اور طریقۂ محمدیہ کو ہم اس طرح سکھاتے ہیں کہ نکاح اس نیت سے کرو کہ اس نکاح کے سبب سے فسق و فجور سے محفوظ رہوں گا اور اس نکاح سے اولاد صالح پیدا ہوگی اور علم سیکھے گی اور لوگوں کو سکھلائے گی اور نیک عمل کرے گی اور میرے واسطے میرے مرنے کے بعد دعا کیا کرے گی اور کھیتی اور تجارت اور نوکری وغیرہ اس نیت سے کرو کہ اس سے روزی حلال کما کر جورو بچوں کا نفقہ ادا کروں گا - میں خود روزی حلال کھاؤں گا - حرام خوری سے بچوں گا - اس نیت سے اس کا چلنا پھرنا اور سفر کرنا سب عبادت ہو جاتا ہے اور جب رات کو سوؤ تو یہ نیت کرو کہ اس لئے جلدی سوتا ہوں کہ رات کو اٹھ کر تہجد پڑھوں

گا اور نمازِ صبح اول وقت جماعت سے ادا کروں گا۔ بیوی سے خلوت اس نیت سے کرو کہ اس کا حق ادا ہو۔ کپڑے اس نیت سے پہنو کہ ستر پوشی ہو اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا ہو۔ اور کھانا اس نیت سے کھاؤ کہ اس سے بدن میں طاقت آئے گی تو نماز پڑھوں گا اور سفر حج اور جہاد کا کروں گا اور کھیتی نوکری وغیرہ کر کے نفقاتِ واجب ادا کروں گا اور علم اس نیت سے پڑھو کہ اس سے احکامات الہٰی اور فرض وغیرہ کو معلوم کر کے اس کے مطابق عمل کروں گا۔ لوگوں کو سکھلاؤں گا۔ پیر کا مرید اس واسطے ہو کہ اس سے اللہ کی راہ سیکھوں گا۔ وعلیٰ ہذا القیاس اور نسبت اس طریقہ محمدیہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور ظاہر شریعت کے ہے۔ ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا۔" یہ جوابِ باصواب سن کر حکیم صاحب نے عرض کیا کہ اب میں سمجھا بیشک طریقۂ محمدیہ یہی ہے اور آپ کا طریقۂ محمدیہ میں بیعت کرنا بجا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے ہر چار مشہور طریق طریقت میں آپ کا اول بیعت لینا اور توجہ دینا محض بطور حکمت خلائق کو رجوع کرنے کے لئے تھا ورنہ آپ کی اصل تعلیم اور دلی دعوت طرف طریقۂ محمدیہ کی تھی جس کی سب سے آخر میں آپ بیعت لیتے تھے۔

سید صاحبؒ کی دعا سے ایک دیوانے کی صحت یابی

وہی مورخ لکھتے ہیں کہ کٹی باز خاں ایک شخص ساکن رامپور چھ مہینے سے دیوانہ ہو گیا تھا۔ ننگا ہو کر رات دن بکتا پھرتا تھا اور کسی علاج معالجہ سے اس کو کچھ افاقہ نہ ہوتا تھا۔ ایک دن اس کے ورثا اس کو چارپائی پر باندھ کر سید صاحب کے حضور میں لے آئے چارپائی پر بندھا ہوا بھی اچھلتا کودتا اور گالیاں دیتا تھا۔ سید صاحبؒ نے اس کو دیکھ کر تھوڑا پانی منگوایا اور اس میں سے کچھ پی کر باقی پانی اس دیوانے کو پلوا دیا۔ جس وقت وہ پانی اس کے حلق کے نیچے اترا اسی وقت اس کے ہوش و حواس قائم ہو گئے پس اسکی مشکیں کھول دی گئیں اور وہ اپنے پاؤں سے چل کر اپنے گھر چلا گیا۔

مولوی مرتضیٰ خاں کو ہدایت

وہی مؤرخ خود اپنا حال لکھتا ہے کہ میں سید صاحب کے ساتھ ایک روز بیٹھا ہوا ایک مجلس میں کھانا کھا رہا تھا۔ اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ میرے والد کی نواب صاحب بہت تعظیم تکریم

کرتے تھے اور اپنے پاس بٹھلاتے تھے اور اب جو میں نواب صاحب کے پاس جاتا ہوں تو میری بات بھی نہیں پوچھتے۔ مگر اللہ رب العزت نے اسی وقت میرے ان دلی خیالوں پر سید صاحبؒ کو آگاہ کر دیا۔ آپ نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جب تم کسی امیر کے پاس جایا کرو تو فلاں سورت قرآن مجید کی پڑھ لیا کرو تب وہ امیر تمہاری بہت تعظیم و تکریم کرے گا پس اس تاریخ سے حسب فرمودۂ سید صاحبؒ کے جب میں وہ سورت پڑھ کر نواب صاحب کے پاس جاتا ہوں تو مثل میرے والد کے میری تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ بلکہ مجھ کو اپنے سے علیحدہ ہونے نہیں دیتے۔

سید صاحبؒ کے مخالفین پر عذاب الٰہی

پھر وہی مؤلف لکھتا ہے کہ سید صاحب کے جامع مسجد رام پور میں بڑا اژدہام خلائق ہوا۔ بعد نماز جمعہ مولوی عبدالحئیؒ صاحب نے وعظ کہنا شروع کیا۔ چونکہ وعظ میں صرف قرآن و حدیث کا بیان تھا۔ لوگوں پر بہت اثر ہوا۔ بعد وعظ ایک شاگرد مولوی عبدالرحیم صاحب کا اور دو شاگرد مفتی شرف الدین صاحب کے مولوی عبدالحئیؒ صاحب سے بحث کرنے لگے۔ اور بحث اس بات کی تھی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سہو ہوتا تھا یا نہیں۔ مولوی عبدالحئیؒ صاحب نے جواب دیا کہ جو باتیں شناخت احکام اسلام اور امورِ وحی کے متعلق تھیں ان میں ہرگز حضرت صلعم کو سہو نہ ہوتا تھا مگر بعض افعال عبادت میں کبھی کبھی آپ کو سہو ہوا ہے۔ اس جواب کے سننے کے بعد مخالفوں نے اس کی کچھ تردید بیان کی۔ پھر مولوی صاحب موصوف نے ان کی دلیل کو رد کیا۔ پھر انھوں نے کچھ اور دلیل پیش کی اس کو بھی مولوی صاحب نے باحسن الوجوہ قطع کر دیا۔ اس عرصہ میں شیرِ خدا مولوی اسمٰعیل صاحب شہیدؒ بھی وہاں تشریف لے آئے اس وقت ان مخالفوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بھائیو میری طرف متوجہ ہو میں تم کو سمجھائے دیتا ہوں۔ ان اندھوں نے کہا کہ آپ صاحبزادے ہیں اور یہ علمی مسئلہ ہے آپ کیسے سمجھا دیں گے اس عرصہ میں نمازِ عصر کی تکبیر ہو گئی اور نماز کے بعد وہ مخالف چپ چاپ چلے گئے لیکن سید صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد وہ تینوں طالب علم غضب الٰہی میں مبتلا ہو کر تھوڑے عرصہ میں تباہ و برباد ہو گئے تب مجھے معلوم ہوا کہ حق کا مقابلہ کرنے اور مرشدِ برحق سے گستاخی کرنے کی وجہ سے ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا۔

خلیفہ مولوی غلام جیلانی

وہی مولف لکھتے ہیں کہ مولوی غلام جیلانی صاحب، جو اکابر علماء رامپور میں سے تھے سید صاحب سے بیعت کرکے ہر طرح کے فیض یاب ہوئے اور رامپور کی خلافت بھی سید صاحب نے انہیں کو دی تھی۔ جب مولوی غلام جیلانی صاحب پر نزع کی حالت پہنچی تو انہوں نے آثارِ رحمت الٰہی کے دیکھ کر مجمع عام میں فرمایا تھا کہ سید صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت کرنا اسوقت میرے کام آگیا اور میں اپنی مراد کو پہنچ گیا اور اس گفتگو کے تھوڑی دیر بعد مولوی غلام جیلانی صاحب کا انتقال ہوگیا۔

سکھوں کے مظالم کی شکایت

وہی مؤلف لکھتے ہیں کہ جن ایام میں سید صاحبؒ رونق افروز تھے کئی ولایتی افغان رام پور میں آئے اور انھوں نے ایک بڑا دردانگیز قصہ سید صاحب کے روبرو اس طرح بیان کیا کہ ہم اپنے دورانِ سفر ملک پنجاب میں ایک کنوئیں پر پانی پینے کو گئے تھے ہم نے دیکھا کہ چند سکھنیاں یعنی سکھوں کی عورتیں اس کنوئیں پہ پانی بھر رہی ہیں۔ ہم لوگ دیسی زبان نہیں جانتے تھے۔ ہم نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر ان کو اشاروں سے تبلایا کہ ہم پیاسے ہیں ہم کو پانی پلاؤ۔ پھر ان عورتوں نے ادھر ادھر دیکھ کر پشتو زبان میں ہم سے کہا کہ ہم مسلمان افغان زادیاں فلانے ملک اور بستی کی رہنے والی ہیں یہ سکھ ہم لوگوں کو زبردستی پکڑ لائے اور سکھنیاں بنا کر اپنی بیویاں بنالی ہیں یہ سن کر ہم کو بہت رنج ہوا کہ مسلمان عورتیں اس طرح جبراً کافر بنائی جائیں اے سید آپ ولی اللہ ہو۔ کچھ ایسی فکر کیجئے کہ اس کفر سے نجات ملے۔ تب سید صاحب نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں عنقریب سکھوں سے جہاد کروں گا۔

سید صاحبؒ کی شجرہ کے متعلق رائے

پھر وہی مولف لکھتا ہے کہ رامپور میں سید فیج الدہ رجات نام ایک بڑا شاعر تھا میں نے اس سے کہا کہ میرا شجرہ نظم کردو تب اس نے کہا کہ اگر آپ کسی اور کے مرید ہوتے تو میں آپ کا شجرہ ضرور نظم کر دیتا مگر آپ سید صاحب کے مرید ہو اس لئے سید صاحب کے حکم واجازت کے بغیر میں آپ کا شجرہ نظم نہیں کر سکتا۔ میں نے سید صاحبؒ سے یہ سارا حال بیان کرکے شجرہ کے نظم کرنے کی اجازت چاہی تب سید صاحب نے فرمایا

اے پٹھان بھائی آدمی کے لئے اس قدر کافی ہے کہ یہ جان لے کہ میں فلاں شخص کا مرید ہوں اور وہ فلانے شخص کے مرید تھے۔ کچھ شجرہ کا وظیفہ کرنا ضرور نہیں ہے جتنی دیر تم شجرہ کا وظیفہ کروگے اتنی دیر اللہ کو یاد کر لیا کرو۔

سیّد صاحبؒ کی رام پور سے روانگی

وہی مولف پھر خود اپنا حال لکھتا ہے۔ کہ ایک مرتبہ بمقام رام پور بعارضۂ تپ لرزہ سخت بیمار رہوا۔ بیماری یہاں تک بڑھی تھی کہ میرے عزیزوں کو میری طرف سے مایوسی ہوگئی تھی۔ اس حالت مایوسی میں میں نے ایک دن سیّد صاحبؒ کو خواب میں دیکھا کہ سیّد صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ تو اتنے ہی صدمہ سے گھبرا گیا۔ جا انشاء اللہ تعالےٰ تجھ کو تپ لرزہ نہیں آئے گا۔ سیّد صاحبؒ کے ارشاد کے بموجب میں اسی دن اچھا ہوگیا۔ اپنی صحت یابی کے بعد جب میں سیّد صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو بیماری اور خواب اور صحت کی ساری کیفیت آپ سے بیان کی اور پوچھا کہ اس کیفیت کی آپ کو خبر ہوگئی تھی۔ آپ نے بآواز بلند اس کے جواب میں فرمایا کہ مجھ کو اس کی کچھ خبر نہ تھی مگر یہ بات جان لو کہ جس کسی شخص کا اعتقادِ کامل کسی شخص سے ہوتا ہے تو اللہ رب العزت اس شخص کی صورت مثالی بنا کر خواب میں بلکہ بعض وقت بیداری میں بھی اس معتقد کو خوشخبری سنوا دیتا ہے۔ یہ سب اللہ رب العزت کے اختیار میں ہیں۔ رام پور سے رخصت

لہ چنانچہ اور اولیائے کرام مثل عبدالقادر گیلانیؒ اور شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ کے خالص عقیدت مندوں کو بھی ایسا ہوا لیکن سوائے اس عقیدے کے جو سیّد صاحبؒ نے ارشاد فرمایا اور اعتقاد رکھنا اور ارواح اولیاء کو حاضر ناظر جاننا ان سے مرادیں مانگنا نفع ونقصان کا مالک سمجھنا یہ صریح شرک ہے بڑے افسوس کا مقام ہے کہ حضرت اولیائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو ایسی ہدایات کریں اور اپنی تصنیفات میں جابجا عقیدۂ شرک سے بچنے کی تاکید فرمائیں اور ایسے کلمات سے بھی جن سے شرک جلی یا خفی (کچھ ہی ہو) پایا جاوے منع فرماویں۔ چنانچہ قاضی القضاۃ ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ "ارشاد الطالبین" میں ارشاد فرماتے ہیں (چنانچہ جہاں میگویند کہ "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ و یا خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی" جائز نیست۔) انتہی۔ اس پر بھی نادان ہٹ دھرمی سے باز نہ آئیں۔ تو اِنا للہ و اِنا الیہ راجعون۔ وما علینا الا البلاغ - ۱۲

ہو کر آپ دو آب کے علاقے میں ایک خلقت کثیر کو راہِ راست پر لائے مگر چونکہ شرک اور بدعت اس وقت لوگوں کے رگ و ریشے میں سرایت کئے ہوئے تھا اس لئے آپ کے مخالف ہو کر جانی دشمن بھی ہو گئے تھے۔

ایک رسالدار کی بیعت

صاحبِ مقالاتِ طریقت لکھتا ہے کہ اسی شرک و بدعت کے جھگڑے پر ایک رسالدار کو سید صاحبؒ سے قلبی عداوت تھی وہ ہمیشہ سید صاحبؒ کو قتل کرنے کی فکر میں رہتا تھا۔ مقام فتحپور ہنسوا۔ رسالدار مذکور مسلح ہو کر بارادۂ قتلِ سید صاحبؒ مدظلہٗ آپ کے مقام پر آیا اور ایسا جوش میں بھرا ہوا تھا کہ اس نے آپ کے دروازہ پر پہنچنے کے ساتھ ہی اندر گھسنا چاہا تاکہ فوراً آپ کا کام تمام کر دے۔ سید صاحبؒ کے ہمراہیوں کو بھی اس عداوت اور ارادہ کا حال معلوم تھا سید قاسم نصیر آبادی جو آپ کے قرابت داروں میں سے تھے سید صاحبؒ کے دروازہ پر مسلح ہو کر اس ارادہ سے کھڑے تھے کہ جب وہ رسالدار یہاں آ کر اندر جانے کا قصد کرے گا تو میں اس کو یہیں قتل کر دونگا۔ اپنے ساتھ والوں کے ارادہ کی خبر سید صاحبؒ کو ہو گئی تھی۔ فوراً اپنے حجرے سے باہر تشریف لے آئے اور سید قاسم کو گھرک کر فرمایا کہ اس سے کوئی مزاحمت نہ کرو بلکہ بلا تکلف اندر آنے دو انھوں نے بہ تعمیل حکم اس جوش و خروش میں اس کو اندر جانے دیا۔ غرض وہ اندر پہنچا اس وقت سید صاحبؒ تنہا بیٹھے تھے رسالدار کے اندر پہنچنے کے ساتھ ہی سید صاحبؒ نے اول اس کو سلام علیک کہا اور فرمایا کہ رسالدار صاحب بہت مدت کے بعد تشریف لائے اور پھر اٹھ کر بہت شفقت سے معانقہ اور مصافحہ کیا۔ معانقہ کرنے کے ساتھ ہی وہ شخص بے ہوش ہو کر گر پڑا اور بہت دیر تک بیخود پڑا رہا۔ جب اس کو ہوش آیا تو تمام ہتھیار کھول کر پھینک دیئے اور دست بستہ ہو کر عرض کی کہ فدوی کا ارادہ فاسد تھا۔ مگر اب اس ارادہ سے توبہ کر کے آپ کے غلاموں میں داخل ہوتا ہوں۔ ہاتھ پھیلا کر سید صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور آپ کے جاں نثاروں میں شامل ہو گیا جو کوئی عالم اور فاضل یا عامی جس کے نصیب میں روز ازل سے سعادت لکھی تھی اگر آپ کی بیعت سے انکار کرتا یا مخالفت کی راہ اختیار کرتا تو اللہ تعالےٰ آپ کے فضل سے اس کو ملہم کر دیتا چنانچہ ہمیشہ بیسیوں آدمیوں کو میرٹھ اور دیوبند اور

سہارن پور وغیرہ میں) اللہ تعالےٰ نے خواب میں آپ کے فضائل سے مطلع کرکے آپ کی بیعت میں داخل ہونے کی راہ آسان کر دی تھی چنانچہ اس قسم کے بیسیوں واقعات مورخوں نے لکھے ہیں جن کو میں نے بخوفِ طوالت ترک کر دیا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ؕ

ساٹھے کا قحط یہاں یہ ذکر کرنا بھی ضرور ہے کہ اس وقت ہندوستان میں ساٹھا یعنی سمنت ۱۸۶۰ بکرم کا سخت قحط پڑا ہوا تھا۔ دکن میں مرہٹوں اور انگریزوں میں جنگ ہو رہی تھی۔ پنجاب میں رنجیت سنگھ کا ظلم اور تعصب زوروں پہ تھا۔ ایک روپے کا پانچ سیر اناج بمشکل ہاتھ آتا تھا۔ بھوک کے مارے۔ خلقت اپنی اولاد کو بیچ رہی تھی۔ مگر اس وقت بھی سید صاحبؒ کے ساتھ ایک سو آدمیوں سے بھی زیادہ کھانا کھاتے تھے۔ مولوی محمد یوسف صاحب داروغہ اور خزانچی کو سید صاحبؒ کا یہ حکم تھا کہ سب بھائیوں کے واسطے ایک ہی قسم کا کھانا ایک ہی جگہ پکایا جائے اور پکانے کے بڑے بڑے کونڈوں میں اسکو نکال کر چادر سے ڈھک دیا جائے اس وقت سید صاحبؒ تشریف لاکر سب کھانے کو اپنے دست مبارک سے یہ دعا مسنونہ اَللّٰهُمَّ زِدْ فِيْهِ وَبَارِكْ فِيْهِ پڑھتے تب بحصہ برابر ہر ایک بھائی کو کھانا تقسیم ہو جاتا یا بڑے بڑے چوڑے برتنوں میں دس دس یا بیس بیس آدمی اکھٹے ساتھ بیٹھ کر کھالیتے قحط کی سختی کی وجہ سے کھانا اگرچہ تھوڑا ہوتا تھا مگر اس میں ایسی برکت ہوتی تھی کہ سارا قافلہ سیر ہو کر کھالیتا پھر بھی بہت سا کھانا بچ رہتا یا برابر ہو جاتا۔

سید اسحاق کی وفات آپ اسی دورۂ میان دوآب میں تھے کہ آپ کے مکان رائے بریلی سے آپ کے بھائی سید اسحاق صاحب کی وفات کی خبر آپ کو پہنچی۔ اب سید صاحبؒ کو اپنے عزیز و اقارب کی عزا اور عذر خواہی کے لئے رائے بریلی جانے کی ضرورت ہوئی اس واسطے یہاں سے بجانب وطن آپ نے مراجعت کی۔

صاحبِ مخزنِ احمدیہ لکھتے ہیں کہ جن ایام میں آپ وطن میں تشریف لائے اس وقت بھی ساٹھے کا کال یعنی قحط سمنت ۱۸۶۰ بکرم موجود تھا۔ وطن میں آپ کے ساتھ تقریباً اسّی آدمی تھے اور پندرہ سولہ آدمی آپ کے گھر کے عیال و اطفال ہوں گے کل قریب ایک سو آدمیوں کا نان و نفقہ اس وقت آپ کے ذمہ تھا۔ وطن میں پہنچ کر نذر و نیاز

روزانہ کی آمدنی بھی بند ہو گئی تھی اور آپ کے گھر میں کچھ ایسا اثاثہ نہ تھا کہ جس سے اس انبوہِ کثیر سو نفر روزانہ کا اہتمام ہو سکے۔ اس سبب سے ان ایام میں بہت تنگی سے گذران ہوتی تھی آپ کے وطن میں پہنچنے کے بعد موسم برسات کا آغاز ہوا اور موسلا دھار بارش ہونے لگی ایک گھڑی بھی بارش نہ کم ہوتی تھی گویا آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے تھے۔ خرچ کی تنگی کی وجہ سے حضرت کے گھر اور مسجد میں چراغ بھی نہ جلتا تھا۔

سیّد صاحبؒ کی بارش بند ہونے کی دعاء کی قبولیت

مولوی سیّد محمد لکھتے ہیں کہ انھیں ایامِ عسرت میں مجھ سے صبر نہ ہو سکا قریب ایک پہر رات کے بھوک کی شدّت کی وجہ سے میں اپنے گھر سے باہر نکل کر مسجد میں آیا اس وقت سیّد صاحبؒ معہ چند مردانِ خاص کے مسجد میں رونق افروز تھے۔ میں نے اسی حالتِ تاریکی میں مسجد والوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ یارو کیا حال ہے۔ مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ نے میرے نزدیک آ کر فرمایا کہ یہاں تو تجلّی بے رنگی نے اپنی روشنی کھلا رکھی ہے آؤ تم بھی اس روشنی کا تماشہ دیکھو یہ فرماتے ہوئے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھایا۔ میں نے بیٹھ کر دیکھا کہ ابوابِ ظہور اور شادمانی کے اہلِ مجلس پر کشادہ ہیں اور غم واندوہِ زمانہ سے بالکل بے خبر۔ مگر مجھ میں مادہ حصولِ شادمانی کا مطلق نہ تھا۔ میں نے تو اندھوں کی طرح بیٹھتے ہی حضرت سیّد صاحبؒ کا دامن پکڑ کر رونا شروع کیا۔ آپ نے اس گریہ وزاری کا سبب پوچھا۔ میں نے عرض کیا کہ میرے بچے خورد سال اور میری عورت اور خود میں سب بھوک سے مرے جاتے ہیں۔ آپ صابر شاکر اور متوکّل ہو کر آپ پر اس عسرت کا کچھ صدمہ نہیں ہے مگر ہم دنیاداروں سے یہ تکلیف برداشت نہیں ہو سکتی آپ برائے خدا دعاء کیجئے کہ دو تین روز کے واسطے بارش بند ہو جائے تو راستے کھل جائیں اور کھانے پینے کا سامان میسّر آ جائے۔ اس وقت سیّد صاحب نے ہنستے ہوئے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس خود رفتہ کے واسطے جو اضطرار کی حالت کو پہنچ گیا ہے دعا کرو۔ سیّد صاحبؒ کے ارشاد کے بموجب سب یاروں نے دعاء کے واسطے ہاتھ اٹھائے اور بکمال تضرع وانکساری دعا کرنے لگے اور یار آمین کہتے جاتے تھے ایک

ساعت آپ کے ہاتھ اٹھائے کو نہ گذری تھی کہ ابر آسمان سے اڑ گیا اور چاند ستارے چمکنے لگے۔

سید محمد لیٰسین کی مالی پیشکش جب آسمان کھل گیا تو حضرت مع اپنے یاروں کے سجدۂ شکر کرنے لگے ابھی آپ نے سجدہ سے سر نہیں اٹھایا تھا کہ دو مسافروں نے دریائے سئی کے (جو زیرِ مسجد بہتا تھا) پرے کنارے سے آواز دینا شروع کیا کہ اے ملاحو کشتی لائیو اور ہم کو پار اتارو حضرت یہ آواز سن کر صحن مسجد میں تشریف لائے اور کنارے مسجد پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ بھائیو تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ جواب میں انھوں نے عرض کیا کہ ہم دو آدمی مرسلہ سید محمد لیٰسین داروغۂ توپ خانہ انگریزی مرید حضور کے ہیں اور بیعت کرنے کے واسطے حاضر ہوئے ہیں حضرت نے ایک ہوشیار آدمی جو فنِ ملاحی میں طاق تھا فوراً روانہ کر دیا اسی وقت وہ ان دونوں آدمیوں کو پار لے آیا وہ دونوں آدمی پانی سے بھیگے ہوئے تھے انھوں نے مسجد میں پہنچ کر اپنے کپڑے بدل کر سید محمد لیٰسین کی بھیجی ہوئی چند اشرفیاں اور کچھ روپے اپنی طرف سے نذر کر کے حضرت سے بیعت کی حضرت نے اسی وقت مجھے بلا کر وہ روپے دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے بے صبر یہ لے اور اپنا کام چلا۔ میں نے عرض کیا کہ ان روپوں کو لے کر کیا کروں مجھ کو تو کھانا چاہیئے۔ تب حضرت نے دو آدمیوں کو تین چار روپے دے کر بازار کی طرف بھیج دیا اور وہ بازار سے کھچڑی لے آئے غرض کھچڑی اسی وقت پکوائی گئی اور سب چھوٹے بڑوں میں تقسیم ہو گئی دوسری فجر کو جب میں مسجد مبارک میں حاضر ہوا تو حضرت نے میرا کان پکڑ کر فرمایا کہ اے بے صبر اب بھی کھانے کی حاجت ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ایک ہفتہ تک تو آپ کی عنایت سے فارغ البالی ہو گئی آگے پھر خدا مالک ہے۔ تب آپ نے فرمایا کہ اے کم ہمّت تجھ کو ان چند روپوں کی وجہ سے صرف ایک ہفتہ تک فارغ البالی ہوئی لیکن مجھ کو تو ساری عمر اس رازقِ مطلق کی رزّاقی سے فارغ البالی حاصل ہے اگر ریگستان سندھ یا وادیٔ عرب میں جہاں دانہ پانی کا نام و نشان بھی نہیں ہے ہفت اقلیم کے کل آدمیوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کو ساتھ لے کر رہوں تو بھی وہ رزاق اپنے فضلِ عمیم سے آبادی سے زیادہ وہاں بھی ہم کو رزق پہنچائے گا۔

سید صاحبؒ کی روحانی غذا

اسی کے مصداق مولوی مرتضیٰ خاں لکھتے ہیں۔ کہ ایک روز سید صاحبؒ نے فرمایا کہ اے لوگوں کھانا پینا میری حیات کا سبب نہیں ہے بلکہ یادِ الٰہی میری زندگی کا باعث ہے اگر میں یادِ الٰہی سے ذرا بھی غافل ہو جاؤں تو ضرور میرا دم نکل جائے۔ اور لوگ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ باایں ہمہ تن و توش اور قوت و شجاعت کے سید صاحب بہت ہی تھوڑا کھانا کھاتے تھے اور کم کھانے کی وجہ سے آپ کی قوت اور صحت اور شجاعت میں کچھ فرق نہ ہوتا تھا کیونکہ روحانی غذا یعنی یادِ الٰہی جو آپ کی حیات، قوت اور شجاعت کا باعث تھی وہ آپ ہر وقت نوش جان فرماتے رہتے تھے۔

بابرکت تھیلی

جب اس قحط سالی میں آپ کے لوگوں کو تکلیف ہوئی اور بارہا فاقہ کی نوبت پہنچی تو آپ ایک روز صبح کی نماز کے بعد ایک ٹکڑا کپڑے کا اور سوئی تاگا لے کر اپنے جدِ امجد حضرت علم اللہ قدس سرہ کی چھت پر تشریف لے گئے اور تنِ تنہا آپ نے وہاں بیٹھ کر ایک تھیلی اپنے دستِ مبارک سے سی اور زوال کے بعد وہ تھیلی لے کر نیچے تشریف لائے اور اپنے خزانچی مولوی محمد یوسف کو وہ تھیلی حوالہ کر کے فرمایا کہ اس تھیلی کو بحفاظت تمام اپنے پاس رکھو اور جو نقد آتا جائے اس میں ڈالتے رہو اور اس کا حساب مت رکھو اور نہ کبھی اس کو جھاڑو اور نہ خالی کرو اور جس قدر ضرورت ہو بلاحساب اس میں سے خرچ کرنا اللہ رب العزت برکت دیگا۔ صاحبِ مخزن لکھتا ہے کہ اس بابرکت تھیلی کے تیار ہونے کے بعد آپ کے ساتھیوں پر کبھی خرچ کی تنگی نہ ہوئی۔ مولوی محمد یوسف صاحب بارہا فرمایا کرتے تھے کہ اکثر اوقات دس پانچ روپے کے قریب موجود ہوتے۔ میں نے صدہا اور ہزارہا روپے یکے بعد دیگرے اس میں سے نکال کر خرچ کئے مگر تھیلی کبھی خالی نہ ہونے پائی۔

آلِ سید علم اللہ کے لئے فراخئ رزق کی دعا

جب اس طرح آپ کی ذات بابرکات سے برکتوں کا ظہور ہونے لگا تو ایک روز کل مردمانِ اولادِ سید علم اللہ صاحب قدس سرہ جو آپ کی بیعت سے مشرف ہو چکے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد سے سنا ہے اور اس کا اثر خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے جدِ امجد سید علم اللہ صاحب

قدس سرہ نے بہت دفعہ جناب باری میں دعاء کی ہے کہ میری اولاد کو فقر اور تنگ دستی میں رکھنا اور دنیا کو ان پر فراخ نہ کرنا تاکہ دنیا کی فراخی کی وجہ سے تیری نافرمانی میں نہ پڑ جائیں اور ہمارے خیال ناقص میں وہ دعاء حضرت مرحوم کی ہمارے حق میں قبول ہو گئی جس کی تاثیر سے ہم چند پشت سے برابر سخت فقر و فاقہ میں رہتے ہیں اور آپ کا درجہ ربّ العزت کے حضور میں ہمارے جدِّ امجد سے بڑھا ہوا ہے۔ آپ برائے خدا ہمارے واسطے دعاء فرمائیں کہ ہماری تنگی فراخی سے اور عُسر یُسر سے بدل جائے اور ہم اس فقر و فاقہ سے نجات پائیں۔ سیّد صاحبؒ نے یہ ساری حقیقت سن کر فرمایا کہ ہمارے جدِّ امجد کی یہ دعاء محض بنظر خیر خواہی ہم لوگوں کے واسطے تھی کہ ہم لوگ بہ سبب اختلاطِ دنیا اور دنیا داروں کے عتابِ الٰہی میں نہ پڑ جائیں اور دنیا کی فراخی (جیسا کہ اس کا اثر ہے) ہم کو اللہ کی نافرمانیوں میں نہ ڈال دے اگر تم سب جمع ہو کر یہ پکّا عہد کرو کہ تم بدعات اور گمراہیوں اور رسوماتِ اہلِ ہند میں پڑ کر اپنے کو موردِ عتابِ الٰہی نہ کرو گے تو میں تمہارے واسطے فراخیٔ رزق کی دعاء کروں۔ اسی وقت کل مردانِ برادری نے جمع ہو کر حضرت کے ارشاد کے مطابق پکّا عہد کیا تب حضرت سیّد صاحب بعد ادائے نمازِ عصر کے اپنے جدِّ امجد کے مرقد مبارک پر مردانِ برادری کے ساتھ تشریف لے گئے اور حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں تمہارے واسطے دعا کرتا ہوں تم آمین کہو۔ پس دعا کرنے کے بعد حضرت تشریف لے آئے اور اس دعاء کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ اس کی قبولیّت کا اثر ظاہر ہونے لگا بہت سے آدمی آپ کی برادری کے حسبِ لیاقت خود سرکار لکھنؤ میں جا کر نوکر ہو گئے اور یہ بھی اسی دعاء کا اثر ہے کہ بہت سے آدمی اولادِ سیّد علم اللہ صاحب قدس سرہ کے اس وقت بھی بڑے بڑے عہدوں پر سرکار ٹونک وغیرہ میں نوکر ہیں۔

ایک شخص یار علی نام شیعہ نے بریلی میں قیام کے دوران آپ پر جادو بھی کر دیا تھا جس کے سبب سے قریب بیس روز کے آپ سخت علیل رہے اور کوئی علاج نافع نہ ہوا۔ اُس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک رویائے صادقہ میں تشریف لا کر معوذتین یعنی ہر دو سورت اخیرۂ قرآن پڑھنے کا آپ کو حکم دیا۔ اس کے پڑھنے سے آپ کو صحت ہو گئی۔

باب ۲

رشد و ہدایت

سیّد صاحبؒ کا بیوہ بھاوج سے نکاح ثانی

سید محمد اسحاق صاحب آپ کے برادرِ کلاں کی وفات کے بعد ان کی بیوہ خاندانِ شرفائے ہند کے رواج کے مطابق نکاحِ ثانی کرنے سے متنفر تھیں کیونکہ ایک مدتِ دراز سے ہندوؤں کی یہ رسمِ قبیح شرفاء اہل اسلام نے اپنا رکھی تھی۔ بیوہ کا نکاح ثانی کرنا خلافِ شرافت اور انتہائی بے حیائی کا باعث سمجھا جاتا تھا اب سید صاحبؒ کو منظور ہوا کہ اول اس رسمِ مسنون کو اپنے گھر میں جاری کریں پھر سارے ہند میں پھیلائیں مگر گزشتہ چند صدیوں سے یہ رسم موقوف ہو کر بجائے صواب اس کے عیب لوگوں کی نظروں میں جاگزیں ہو گئے تھے اس امرِ مسنون کو ایک رذیلہ پن شمار کئے ہوئے تھے جب آپ نے اپنی بھاوج صاحبہ کو اس کی ترغیب دی تو انھوں نے اول منظور نہیں کیا۔ آپ اسی کوشش اور فکر میں تھے کہ آپ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک بڑا بھاری لکڑیوں کا گٹھ ہے اور بہت سے آدمی اس کو مل کر اٹھانا چاہتے ہیں مگر بوجہ گرانی اور ثقل کے کوئی اس کو اٹھا نہیں سکتا اس جگہ وہ بیوہ محترمہ بھی موجود تھیں۔ سید صاحبؒ نے بعجز و انکساری ان سے کہا کہ اگر ذرا تم مدد کرو تو میں اس بوجھل گٹھے کو اٹھا کر گھر لے جاؤں۔ اوّل تو زیادہ بھاری ہونے کی وجہ سے اس مخدومہ نے انکار کیا لیکن آخر کار بسبب منّت و زاری سید صاحبؒ کے انھوں نے

منظور فرما کر اس گٹھ کو اٹھوا دیا اور دونوں صاحب یعنی سید صاحبؒ اور ان کی بیوہ بھاوج اس کو اٹھا کر گھر لے گئے۔ اس خواب کی صبح کو بعد ادائے نماز فجر کے حضرت نے مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ اور مولوی عبدالحئی صاحب کو بلا کر فرمایا کہ آج تو جہ دنیا اور دوسرے سب کام موقوف رکھو۔ میں نے آج کی رات ایک عجیب خواب دیکھا ہے جس کی تعبیر سے معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنی کوشش میں کامیاب ہو کر اس رسم قبیح کو اٹھوا دوں گا۔ اس کے بعد آپ اپنے دولت خانے میں تشریف لے گئے اور برادری کی سب عورتوں کو جو پہلے سے آپ کی بیعت سے مشرف ہو چکی تھیں جمع کر کے بہت دیر تک وعظ اور نصیحت فرماتے رہے۔ خلاصہ اس وعظ کا یہ ہے۔

"آپ نے فرمایا کہ اے مومنات مسلمانی اسی کا نام نہیں ہے کہ صرف زبان سے اپنے کو مسلمان کہنا اور گائے کا گوشت کھانا اور ختنہ کرنا اور مسلمانوں کی مروّجہ رسموں کو ادا کرنا اور ان کی مجلسوں اور محفلوں میں شریک ہونا۔ بلکہ مسلمانی اس کا نام ہے کہ تمام احکامات الٰہی کی دل و جان سے تعمیل کرنا یہاں تک کہ اگر خلیل اللہ کی طرح فرزند کو ذبح کرنے کا حکم بھی ہو تو بھی بہ خوشی اس کو بجا لانا۔ شریعت میں جو چیزیں منع ہیں ان سے بچنا اور دور رہنا اور اگر کسی منہیاتِ شرع کا دل میں خیال بھی آئے تو مدّتوں تک اس سے توبہ و استغفار کرنا۔ چنانچہ انہیں احکاماتِ الٰہی میں سے ایک نکاحِ ثانی بیوہ کا بہ خاص کر جبکہ بیوہ جوان ہو۔ اور بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس فعلِ سنّت کو دنیا کے لوگوں نے بہت قبیح مثل شرک اور کفر کے جان رکھا ہے اس وقت جو بیوہ نکاحِ ثانی کر لیتی ہے اس کو بازاری کسبیوں کے ساتھ نسبت دے کر زانیہ اور فاسقہ اور قحبہ کا خطاب دیتے ہیں ان ایسے مسلمان سراسر آنکھوں سے اندھے اور زندہ در گور ہیں اگر یہ فعلِ نکاحِ ثانی عیب ہے۔ تو ازواجِ مطہرات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (جن میں سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سب نے نکاحِ ثانی کیا تھا) معاذاللہ معیوب و مطعون ہوتی ہیں۔ اس کے بعد آپ نے اپنی خالہ شریفہ کی طرف جو حقیقی چچی بیوہ سید اسحاق صاحب مرحوم کی تھیں مخاطب ہو کر فرمایا

کہ آپ سے جہاں تک ممکن ہو بیوہ، بھائی اسحاق صاحب مرحوم کو سمجھا کر اس سنّتِ مردہ کو زندہ کرا دیں۔ اور آپ نے فرمایا کہ یہ بھی آپ پر روشن ہے کہ میں اس عملِ مسنونہ کی تعمیل حظوظِ نفسانی کی خاطر نہیں کرنا چاہتا۔ کیونکہ میرے گھر میں میری بیوی بکمالِ حسن و جمال و عصمت موجود ہے۔ بلکہ اس کوشش سے مجھ کو منظور ہے کہ اس سنّتِ مُردہ کا اجراء میرے گھر سے شروع ہو کر تمام ملک ہند میں جاری ہو جائے۔"

ہندوستان میں بیوہ کا پہلا نکاح

چند روز کے بعد حسبِ منشائے اس رو یاءِ حقّہ کے وہ مخدومہ مکرمہ نکاحِ ثانی پر راضی ہو گئیں اور ملک ہندوستان میں یہ سب سے پہلا بیوہ کا نکاح سیّد صاحبؒ کے ساتھ ہوا۔ اس نکاح کے تیسرے روز آپ نے دو تین محرّرانِ تیز نویس کو بٹھا کر ایک عریضہ بحضور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نکاحِ ثانی اور اس سنّت کا دہلی اور اس کے گرد و نواح میں اجاء ہونے کی اطلاع دی اور ایک ایک خط اسی مضمون کا بنام جملہ خلفاء و مریدانِ خاص ہر اطرافِ ہند میں تحریر کرا کے روانہ کر دیئے۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کی بیوہ ہمشیرہ کا (جو نہایت کبرسن تھیں) مولانا عبدالحئی سے نکاحِ ثانی ہوا۔ یہ دوسرا نکاحِ ثانی ہند کے شریف خاندانوں میں ہوا۔ اس کے بعد تو ہزاروں رانڈوں کے نکاح ہو گئے گو اس وقت سے وہ سنّت مردہ زندہ ہو گئی اب تک آپ کے مریدوں اور خادموں میں بدستور جاری ہے۔ گو آپ کے مخالف اس وقت تک بھی اس نعمت سے محروم ہیں۔

مولوی دلدار علی کی ریشہ دوانی

قصبہ نصیر آباد جو بریلی سے آٹھ کوس ہے سیّد صاحب کے آباؤ اجداد کا اصل قدیم مسکن ہے۔ اس قصبہ میں چار محلے ہیں۔ تین محلوں میں شیعہ حضرات رہتے ہیں۔ چنانچہ مولوی دلدار علی صاحب کو یہ بات بہت ناگوار معلوم ہوئی۔ اس نے چاہا کہ کوئی ایسی چال چلئے جس سے بزدیرِ حکومت یہ انتشارِ ہدایت اس نواح سے بند ہو جائے۔ اس زمانہ میں سیّد صاحبؒ اپنے مکان بمقام بریلی مقیم تھے۔ محرّم کا چاند نظر آیا۔ اسوقت مجتہد موصوف نے اپنے مردادِ دنی کے بر آنے کا موقع سمجھ کر نصیر آباد کے تینوں محلوں کے تو ابعین

شیعان کو بہ تاکید تمام لکھ بھیجا کہ اس محرّم میں جہاں تک ہو سکے سنّیوں کے محلّے میں جا کر خوب تبرّا کہو اور فساد مچاؤ۔ اور جو شخص تم کو مانع ہو بلا دریغ اس کو تہِ تیغ کر دو۔ یقین اغلب ہے کہ سیّد احمدؒ اپنے سنّی بھائیوں کی اعانت کے لئے نصیر آباد آئے گا۔ تب میں اپنے طور پر اس مقدمہ کو والیٔ لکھنؤ کے گوش گذار کر کے سیّد احمد کا پورا بندوبست کر دوں گا۔ شیعانِ نصیر آباد نے یہ حکم اپنے مرشد کا پا کر سنّیوں کے محلے میں پیغام بھیج دیا کہ آٹھویں تاریخ محرّم ہمارے محرّم اور گشت کا دن ہے ہم اس روز تمہارے محلّے میں نالان و گریاں تبرّا کہتے ہوئے باوف و چنگ و با آوازِ دہل و مردنگ گذریں گے۔ اگر تم کو سننا تبرّا اور آوازِ دہل و مردنگ کا منظور ہو تو اپنے گھروں میں اس دن چپ چاپ بیٹھے رہو۔ ورنہ ایک روز کے لئے بال بچوں سمیت باغاتِ شہر میں جا کر قیام کرو ہم کو اس مضمون کا حکم مجتہد صاحب کا پہنچا ہے سو ہم اس کی تعمیل ضرور کریں گے۔ اور جو کوئی شخص اس وقت ہمارا مزاحم یا معترض ہوگا تو ہم اس کو سخت سزا دیں گے۔

شیعانِ نصیر آباد کے خلاف سیّد صاحبؒ سے مدد کی درخواست

بیچارے سنّی اس خبر کو سن کر نہایت حیران ہوئے اور جب کچھ چارہ نہ دیکھا تو انھوں نے ایک آدمی سیّد صاحب کی خدمت میں بریلی روانہ کیا۔ اور مجتہد کا حکم اور شیعوں کا ارادہ اور مضمونِ پیامِ مخالفین حضرت کے حضور میں کہلا بھیجا سیّد صاحبؒ نے یہ سارا حال سُنکر اس قاصد کو بتاکید کہدیا کہ ان کو اپنے محلّے میں ہرگز نہ آنے دو انشاءاللہ ساتویں تاریخ کی شام کو میں خود مع اپنے رفیقوں اور مریدوں کے ان کی اعانت کے واسطے وہاں پہنچوں گا۔ اور یہ بھی کہلا بھیجا کہ میں تو شروعِ ایامِ شباب سے اپنی جان کو اللہ کی نذر کرنے کو پھرتا ہوں۔ شاید وہاں ہی میری مراد حاصل ہو۔ جب قاصد واپس پہنچا اور سیّد صاحبؒ کے اس ارادہ کی خبر سنّیوں کو ہوئی تو ان کی جان میں جان آگئی۔ ادھر سیّد صاحبؒ نے اپنی تیاری شروع کر دی اور جب آپ کی تیاری کی خبر ساکنانِ بریلی اور قلعہ اور افغانانِ جہان آباد وغیرہ کو جو آپ کے مُرید اور جاں نثار تھے پہنچی تو وہ سیکڑوں افراد آپ کی روانگی سے ایک روز اوّل مسلّح ہو کر درِ دولت پر حاضر ہو گئے۔

سیّد احمد صاحبؒ کی نصیر آباد میں آمد

ساتویں تاریخ کی شام کو آپ نمازِ عشاء

رائے بریلی میں پڑھ کر مع رفقاء خود نصیر آباد کو روانہ ہوئے آفتاب طلوع ہونے سے قبل وہاں پہنچ گئے۔ آپ نے وہاں جاکر دیکھا کہ فرقۂ مخالفین تیاری نشان و عَلَم و پنجہ وغیرہ آلاتِ بدعات و لہو لعب اور خرافات میں مصروف تھا۔ اور بیچارے سنی سید صاحبؒ کے بروقت نہ پہنچنے کے سبب آپ کی اعانت سے ناامید ہو کر غسل و وضو کے بعد ہتھیار باندھے ہوئے جان دینے پر مستعد دعا و مناجات میں مشغول تھے۔ گروہِ مخالفین کی عورتیں اپنے کوٹھوں پر چڑھی ہوئی کمال فرحت و سرور سے باوازِ بلند تبرّا کہہ کر تعزیے، نشان و علم اور حضرت حسنین رضی اللہ عنہما سے مدد مانگ رہی تھیں ادھر سنی عورتیں اپنے مصلّوں پر بیٹھی ہوئی نوافل پڑھ پڑھ کر بکمال تضرع و زاری و خضوع و انکساری اس فتنہ سے نجات پانے کے واسطے جنابِ باری میں دعاء کر رہی تھیں اس وقت یکبارگی تکبیر مجاہدین کی صدائے بلند جس کا غلغلہ آسمان تک پہنچتا تھا سوتوں کو جگا دیا۔ اور دونوں فریق کے آدمی اس کی دریافت کے واسطے قصبہ کے شرقی جانب دوڑے اور وہاں جاکر دیکھا۔ کہ بقدر دو سو سوار پیادے مسلح باسلاح جنگ۔ جن کے پیشرو امیر المومنین سید احمد صاحب ہیں تکبیر کہتے ہوئے شاداں و فرحاں چلے آتے ہیں۔ اس لشکرِ ظفر پیکر کو دیکھ کر سنی تو مُردہ سے زندہ ہو گئے۔ مگر گروہِ مخالفین یہ کیفیتِ فتوحِ غیبی و نصرتِ لاریبی سنیوں کی دیکھ کر حیراں و پریشان ہوئے اور اپنے گھروں میں جاکر خاموش بیٹھ رہے اور اپنے کوٹھوں کی چھتوں پر چڑھ کر یا امام حسینؓ کہہ کر رونے لگے۔ سید صاحب مع لشکرِ مجاہدین اوّل جامع مسجد قصبہ نصیر آباد میں تشریف لے گئے اور وہاں جاکر ایک شخص نے دوگانہ تحیۃ المسجد ادا کیا۔ پھر سید صاحبؒ نے سب سنیوں کو بلا کر فرمایا۔ کہ بھائیو! کسی شخص پر دست درازی نہ کرنا اگر کوئی شخص مخالفین میں سے تم پر زیادتی بھی کرے تو میری بلا اجازت اس سے انتقام نہ لینا۔

سید صاحبؒ کی مخالف گروہ سے ملاقات کی خواہش

اس کے بعد ایک معمر اور فہمیدہ آدمی کو رؤساء اور سرگروہانِ مخالفین کے پاس بھیج کر یہ پیام کہلا بھیجا کہ بھائیو! میں مہمان ہوں اگر براہِ برادر نوازی و مسافر پروری ہر ایک محلّے کا ایک ایک سردار میری ملاقات کو یہاں تشریف لائے

تو کرم اور عنایت سے بعید نہ ہوگا۔ اور اگر آپ صاحبوں کی تشریف آوری میں کچھ حرج کار ہو تو مجھ کو اجازت ہو جائے کہ میں ہی حاضرِ خدمت ہو کر بھائیوں کی ملاقات سے مشرف ہوں۔ جب قاصد یہ پیام لے کر اُن کے پاس پہنچا تو انھوں نے نہایت آشفتہ اور گرم ہو کر ۔ ۔ ۔ ۔ جواب دیا کہ اس خارجی سے کہہ دو کہ ہماری عین تعزیہ داری اور ماتم داری میں آکر جو حارج ہوا ہے اس واسطے ہم چند تعزیے اپنے ساتھ لے کر اور حسنؓ حسینؓ کہتے ہوئے لکھنؤ کو جاتے ہیں اور مجتہد صاحب کی معرفت اپنی فریاد بہ حضور بادشاہِ وقت والیٔ لکھنؤ کے پہنچا کر اس حرکت کی سزا تم کو اور تمہارے دوستوں کو ایسی دلوائیں گے جو قیامت تک یادگارِ خلائق رہے۔ اور دوسرے خارجی اس سے عبرت پکڑیں۔

شیعانِ نصیرآباد کی روانگی لکھنؤ

اس کے بعد بآوازِ بلند واویلا اور واحُسینا کہتے ہوئے ننگے پاؤں ننگے سر چادر کو بطور کفنی گلے میں ڈالے ہوئے لکھنؤ کو روانہ ہوئے دو تین علَم اور دو تین ہلکے ہلکے تعزیے ساتھ لے کر جملہ رؤسائے مخالفین لکھنؤ کو روانہ ہو گئے۔ اور باقی ماندہ شیعوں کو تاکیداً کہہ گئے کہ خبردار نہ کوئی شخص تعزیہ داری کرے اور نہ امام کے چبوترے پر چراغ جلائے اور نہ کوئی بآوازِ بلند امام یا حسینؓ کہے۔ صاحبِ مخزن اس مقام پر لکھتا ہے کہ فقط سید صاحب کے قدم کی برکت تھی کہ تعزیہ داری کی وہ رسم بد جس میں ہزاروں افعالِ شرک وکفر و بدعات کے ہوتے تھے خود شیعوں نے اس سال بند کر دیئے۔

نواب غازی الدین حیدر کا سید صاحبؒ کے نام پیغام

نصیرآباد سے لکھنؤ چار منزل ہے شیعہ حضرات ابھی فقط دوسری منزل پر پہنچے ہوں گے کہ بذریعہ اخبار نویس جاسوس کے یہ خبر نواب غازی الدین حیدر والیٔ لکھنؤ کو پہلے ہی من وعن پہنچ گئی اس نے وہ پرچہ نواب معتمد الدولہ نائب اور مدار المہام سلطنت کے حوالے کر کے انتظام کرنے کا حکم دیا۔ مدار المہام صاحب نے اپنے دولت خانہ پر تشریف لا کر فقیر محمد خاں اور محمود خاں افسرانِ فوج (وہ دونوں سنّی اور ایک اس میں سے مرید خاص سید صاحبؒ کا تھا) بلا کر تاکید کر دی کہ تم بہت سے چالاک اور ہوشیار سوار اور پیادے اخون زادے کے زیرِ کان دے کر سید احمد صاحبؒ کی مدد کے لئے بہت

بہت جلد نصیر آباد کو روانہ کر دو اور بارہ ہزار روپے اپنے خزانۂ خاص سے اس فوج کے اخراجات کے لئے ان کو دیدیا اور اخون زادے کو (کہ وہ بھی سنی تھا) نواب صاحب نے تنہائی میں بلا کر کہہ دیا کہ سید احمد صاحبؒ کو بعد سلام میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دینا کہ ان رافضیوں کے قتل اور ہتک حرمت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرنا۔ میں ہر طرح سے آپ کا مددگار ہوں اور جس قدر خرچ آپ کو درکار ہوا خون زادے سے لے لینا اور میری طرف سے کچھ اندیشہ نہ کرنا۔

نواب مدار المہام کی حکمت عملی

اس مقام پر صاحب مخزن لکھتا ہے کہ نواب مدار المہام بھی شیعہ تھا مگر ایسا حکم دینے سے نواب ممدوح کا یہ مطلب تھا کہ نصیر آباد بیگم صاحبہ زوجۂ والیٔ لکھنؤ کی جاگیر میں تھا اور مدار المہام اور بیگم صاحبہ میں عداوتِ قلبی تھی۔ اس واسطے نواب صاحب چاہتے تھے کہ اس جاگیر میں کوئی سخت فتنہ و فساد برپا ہونے کے بعد انگریزوں کو اس کی اطلاع پہنچے تب انگریز نواب غازی الدین حیدر والیٔ لکھنؤ سے اس کی کیفیت طلب کریں گے اور نواب صاحب والیٔ لکھنؤ اس کا جواب ہم سے پوچھیں گے تو میں اس وقت موقع پا کر یہ کہوں گا کہ اس فتنہ و فساد کے فرو کرنے کا سوائے اس کے اور کوئی علاج نہیں ہے کہ جاگیر ضبط فرما کر بیگم صاحب کا کچھ نقد گذارہ مقرر کر دو۔ غرض ابھی حضرات شیعانِ نصیر آباد مع تعزیوں اور علم وغیرہ کے راستے ہی میں تھے کہ اخون زادہ مع ایک فوج جرّار کے نصیر آباد کو روانہ ہو گیا اور اخون زادہ ابھی راستہ ہی میں تھا کہ معتمد الدولہ کا وہ پیام جو بذریعہ اخون زادہ کے سید صاحبؒ کو بھیجا گیا تھا نواح نصیر آباد میں مشہور ہو گیا اس کے سبب سے بہت سے سنی باشندے دیہات قرب و جوار نصیر آباد کے ہر قسم کے زادِ راہ لے کر شیعوں کو قتل کرنے کے ارادہ سے نصیر آباد پہنچ گئے۔ اس وقت ہزار سوار و پیادہ چاروں طرف سے نصیر آباد کو گھیرے ہوئے پڑے تھے۔ اس قدر خلقتِ کثیر کو دیکھ کر ہزارہا من رسد رسانہ کی ضرورت تھی۔ مگر سید صاحبؒ بقدر ضرورت کھانا پکوا کر ایک چادر سے اس کو ڈھکوا دیتے اور دعا و برکت فرما کر اس میں سے تقسیم کرنے کا حکم دیتے۔ اس چادر کے نیچے سے صبح سے شام تک کھانا تقسیم ہوتا رہتا اور ہزارہا خلقت کھا کر سیر ہو جاتی اور کھانا جیسا کا تیسا موجود رہتا۔ آپ کے لشکر میں کھانا

کھانے کا عموماً دستور یہ تھا کہ جوڑے جوڑے کو نڈوں میں کھانا نکال کر دس دس بیس بیس آدمی ایک ساتھ اکر مل بیٹھ کر کھاتے تھے اور خود سید صاحب بھی اس کھانے میں ان کے شریک ہوتے تھے۔

مولوی عبدالباسط کی حرف قاف کی ادائیگی

اسی مقام نصیر آباد کا ذکر ہے کہ ایک رات جب سب لوگ کھانا کھا چکے تھے صرف سید صاحبؒ نے بوجہ کسی عذر کے کھانا نہیں کھایا اس واسطے سید صاحبؒ کا حصہ ایک رکابی میں نکالا ہوا مسجد کے ایک طاق میں رکھا تھا اس وقت مولوی عبدالباسط صاحب جائسی مع ایک انبوہِ کثیر کے تشریف لے آئے خیر اس انبوہ کو بھی کھانا دیا گیا۔ مولوی عبدالباسط صاحب حضرت سید صاحبؒ کے ساتھ کھانے کو بیٹھے۔ کھانا کھاتے ہوئے مولوی عبدالباسط صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مجھ سے حرفِ قاف ادا نہیں ہوتا تب سید صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا اس کھانے کے تمام ہونے سے پہلے انشاء اللہ تعالیٰ حرف قاف آپ سے ادا ہونے لگے گا۔

اخون زادہ کی نصیر آباد میں آمد

خیر اس عرصہ میں اخون زادہ بھی مع لشکر شاہی کے نصیر آباد میں پہنچ گیا اور سب سے پہلے جامع مسجد جاکر سید صاحبؒ کی بیعت سے مشرف ہوا اور ادھر سے وہ شیعے بھی جو تعزیہ وغیرہ لیکر نصیر آباد سے نالاں وگریاں ڈھول بجاتے ہوئے لکھنؤ کو گئے تھے۔ لکھنؤ پہنچ کر حضرت مجتہد بانیٔ فساد سے ملاقاتی ہوئے۔ مجتہد صاحب پہلے ہی سے یہ قصہ سنے ہوئے تھے۔ اب اپنے شیعہ بھائیوں سے اسکی تفصیل سن کر فوراً نواب معتمد الدولہ کے مکان پر تشریف لے گئے اور خوب نمک مرچ لگا کر اس قصہ کو بیان کیا مگر نواب صاحب نے جواب دیا کہ حضرت آپ تشریف لے جائیے اور اپنے گھر میں آرام کیجئے۔ یہ آتش فتنہ جو نصیر آباد میں بلند ہوئی ہے خدا کرے اس سے میں اور آپ اور یہ ریاست محفوظ رہے ایسا نہ ہو کہ اس کے ساتھ میں اور آپ اور یہ ریاست بھی تباہ ہو جائے۔

شیعانِ نصیر آباد کی سید صاحبؒ سے طلب معافی

مجتہد صاحب یہ جواب سن کر چپ چاپ اپنے گھر کو چلے آئے اور ان مفسد شیعوں سے کہدیا کہ جس طرح ہو سکے تم نصیر آباد جاکر سنیوں سے اور

خصوصاً حضرت سید احمد صاحبؒ سے صلح کر کے اپنی تقصیر معاف کرالو کیونکہ معاملہ برعکس ہو چلا ہے اور فساد حد سے بڑھ گیا ہے ایسی مایوسی کا جواب سن کر اب اصلی اور حقیقی طور پر اندوہگیں اور غمگین ہو کر حسرت وافسوس کرتے ہوئے شیعہ حضرات نصیر آباد کو واپس آئے۔ جب آخون زادہ افسر فوج کو ان کے واپس آنے کی خبر معلوم ہوئی۔ فوراً اپنے سامنے بلوا کر بہت دھمکایا اور کہا کہ تم مفسدوں کے واسطے نواب صاحب کا یہ حکم ہے کہ تم کو سنیوں کے حوالے کر دیا جائے چاہے وہ تم سے صلح کریں یا تم کو ہلاک کریں اور تمہاری سزا ابھی یہی ہے اس کے بعد سب کو مثل قیدیوں کے زیر حراست کر کے سید صاحبؒ کے حضور بھیج دیا۔ اب تو شیعوں کو گویا شکست ہو گئی۔ نہایت عاجزی سے روتے ہوئے سید صاحبؒ کے پاؤں پر آ کر گر پڑے اور دست بستہ عرض کیا کہ اے برادر مکرم کرم گستر ہم نے اپنی حرکات شیعہ سے توبہ کی۔ آپ بھی ہمارا قصور معاف فرمائیں۔ تب سید صاحبؒ نے فرمایا کہ تم دو کاغذوں پر اپنے قصور کا اعتراف اور طلب معافی لکھ کر سب اس پر مہر و دستخط کرو اور مفتی اور قاضی کی مہر بھی اس پر کراؤ تب ان میں سے ایک کاغذ تو میں لکھنؤ روانہ کر دونگا اور ایک کاغذ اپنے پاس رکھوں گا۔ وہ لوگ فوراً دو کاغذ مزین بمواہیر و دستخط رؤسا و مفتی و قاضی کے تیار کر کے حضرت کے پاس لے آئے آپ نے اسی وقت ایک کاغذ بخدمت معتمد الدولہ بہادر لکھنؤ کو روانہ کر دیا اور ایک کاغذ کو اپنے پاس رکھ لیا پس اس آتش فتنہ کو اس خیر و خوبی کے ساتھ فرو کر کے بخیر و عافیت تمام بریلی تشریف لے آئے۔

نواب معتمد الدولہ کی سید صاحبؒ کو لکھنؤ آنے کی دعوت

جب آپ بریلی میں پہنچ گئے تو ایک نیاز نامہ نواب معتمد الدولہ نائب السلطنت کی جانب سے اس مضمون کا سید صاحبؒ کو پہنچا کہ آوازہ وعظ اور تذکیر اس روشن ضمیر کا عالمگیر ہو رہا ہے اور اپنے قدم کی برکت سے باشندگان لکھنؤ اور خاص کر اس مشتاق کو مستفید کرو تو بعید از اخوت اور خالی مروت سے نہ ہو گا اس عریضہ کے پہنچنے کے بعد سید صاحبؒ شاہ پیر محمد عرف حضرت پیرن شاہ کے ٹیلے پر مسکن گزیں ہوئے لکھنؤ میں بھی اور شہر دہلی کی مثل ہزارہا خلقت آپ کی بیعت سے مشرف ہوئی آپ کے وہاں پہنچنے کے بعد جب جمعہ کا دن آیا تو اس قدر خلقت وعظ اور نصیحت سننے کے لئے جمع ہوئی تھی کہ جامع مسجد میں نہیں سما سکی آس پاس کے مکانوں اور دیواروں اور چھتوں پر لوگ

چڑھ گئے۔ اس دن بہت سے علمائے فرنگی محل (جو ایک مشہور کان علماء معقول کی تھی)، اور چند شاگرد مولوی دلدار علی صاحب مجتہدؔ وقت کے بارادۂ بحث آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے

مولوی عبدالحئیؒ کا وعظ

نماز جمعہ نے بعد آپ نے مولوی عبدالحئی صاحب کو وعظ کہنے کا حکم دیا۔ انھوں نے قرآن مجید کھول کر آیت وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ الآیہ تک پڑھ کر اس کا بیان شروع کیا۔ اس وعظ کا ایسا اثر ہوا کہ سامعین سکتہ کی حالت میں ہو گئے اور ہر ایک کے منہ سے صدائے واہ واہ جاری تھی اور اس فصاحت و بلاغت سے یہ بیان ہوا کہ علماء اور فضلاء فریقین (یعنی شیعہ و سنّی) جو صدہا حاضر تھے مولوی صاحب کی فصاحت و بلاغت اور قوت بیانیہ کے قائل ہو گئے اور کہنے لگے کہ اس فاضل عصر اور علامۂ دہر کا علم اور فضل ہم سب سے زیادہ ہے اور یہ بھی بولے کہ حق تو یہ ہے کہ ہماری ساری عمر جہل اور نادانی میں بسر ہوئی اور اس وادی کا راستہ آج تک ہم کو نہیں ملا اور ہم نے منطق اور فلسفے کے پیچھے پڑ کر ساری عمر برباد کر دی۔ غرض اسی آیتِ مذکورہ بالا کا وعظ تین جمعہ تک رہا۔ اثناءِ اقامتِ لکھنؤ میں نواب معتمد الدولہ نائب السلطنت نے آپ کی دعوت کر کے بہت عجز و انکساری سے آپ کو اپنے گھر بلایا حضرت سید صاحبؒ مع مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ و مولوی عبدالحئی صاحبؒ اور دو تین خاص لوگوں کے بوقتِ شب نواب معتمد الدولہ کے یہاں تشریف لے گئے مصافحہ اور معانقہ کے بعد جب آپ اس مجلس میں رونق افروز ہوئے تو سبحان علی خاں نے (جو ایک مشہور علامۂ دہر اجلۂ عائدِ نواب صاحب موصوف تھا) ہر دو مولانا سے معنی حدیث اَلْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْاِيْمَانِ کے دریافت کئے مولوی عبدالحئی صاحب نے حضرت سید صاحبؒ سے اجازت لے کر اوّل ساری حدیث جس کا یہ ٹکڑا ہے پڑھی اور پھر اس عمدگی سے اس کی تفسیر اور تشریح کی کہ سب عالم اور جاہل جو اس مجلس میں حاضر تھے آفرین و تحسین کرنے لگے۔ اس کے بعد کھانا آیا اور بعد تناولِ طعام نواب معتمد الدولہ نے پانچ ہزار روپے نقد آپ کی خدمت میں نذر کر کے آپ کو رخصت کیا۔

مولوی محمد اشرفؒ کی سید صاحبؒ سے تنہائی میں ملاقات کی خواہش

تقریباً تمام علمائے فرنگی محل سید صاحبؒ کی بیعت سے مشرف ہوئے مگر مولانا محمد اشرف صاحب سرتاجِ علمائے فرنگی محل جو منقول د

معقول میں مشہور اور فطانت و ذہانت میں معروف تھے سید صاحبؒ کے امّی ہونے کی وجہ سے آپ کی بیعت سے پرہیز کرتے تھے۔ آخر جب ان کا ہی نصیب چمکا تو انھوں نے مولوی ولایت علی صاحب علیہ الرحمۃ عظیم آبادی کو جو اس وقت ان کے پاس معقول اور منقول تحصیل کرتے تھے تفتیش اور سید صاحبؒ کے حالات معلوم کرنے کی غرض سے آپ کی خدمت میں بھیج دیا اور یہ بھی کہلا بھیجا کہ میں تنہائی میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں جب یہ پیغام سید صاحب کو پہنچا تو آپ نے فوراً ملاقاتِ تنہائی کو منظور فرمالیا اور دوسرے دن بعد عصر حاضری کی اجازت ہوئی اگلے روز مولانا محمد اشرف صاحب بمعیت مولوی ولایت علی صاحب علیہ الرحمۃ وقت مقررہ پر حضور میں حاضر ہو کر ایک علیحدہ مکان میں آپ کی ملازمت سے مشرف ہوئے اس مکان میں سید صاحبؒ اور مولانا محمد اشرف صاحب اور مولوی ولایت علی صاحب صرف تین آدمی تھے۔ مولوی محمد اشرف صاحب نے بعد مزاج پرسی کے عرض کیا کہ اللہ رب العزت نے جناب رسالت مآبؐ کو وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ فرمایا ہے اس کی تفصیل کیونکر ہے۔ تب سید صاحبؒ نے کامل دو گھنٹہ تک اس کا بیان فرمایا۔ اس وقت ان دونوں سامعین کا حال یہ تھا کہ روتے روتے آنسوؤں سے داڑھی تر ہو گئی تھی۔

مولوی محمد اشرف کی بیعت

صاحبِ مقالاتِ طریقت لکھتا ہے کہ مولوی محمد اشرف صاحب نے سورۂ فاتحہ کی تفسیر پوچھی تھی غرض جو آپ نے وہ بیان کیا کہ مولوی محمد اشرف صاحب نے اس قدر علم اور کمال کے باوجود وہ بیان نہ کبھی سنا تھا اور نہ کسی کتاب میں دیکھا تھا وہیں محو ہو گئے اور سوائے اس کے اور کچھ نہ بن آیا کہ ان دونوں عالموں نے اپنے ہاتھ بیعت کے واسطے پھیلا کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور عذر کیا کہ یہ سب کچھ ہماری کم فہمی کی بنا پر ہوا جو ہم نے حضور سے تنہائی کی درخواست کی تھی۔ آپ معاف کیجئے اور ہم کو اپنے خادمانِ خاص سے تصوّر فرمایئے صاحبِ مقالاتِ طریقت یہ بھی لکھتا ہے کہ مولوی محمد اشرف صاحب فرماتے تھے کہ جس روز میں نے سید صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اسی رات کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا اور اس کے سوا اور جو فیض و برکت اس بیعت سے مجھ کو حاصل ہوئے ہیں اس کا بیان نہیں کر سکتا۔ سب مورخ اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کی بیعت میں ایک

بڑی برکت اور ظاہر علامت آپکی کرامت اور علوِ مرتبت کی تھی کہ بیعت کرنے کے ساتھ ہی آدمی کا رنگ ڈھنگ بدل جاتا تھا فاسق سا فاسق اور بدکار سا بدکار ایکدم میں متقی اور پرہیزگار اور ولی ہو جاتا تھا اور خمرِ محبتِ الٰہی سے آنکھیں مخمور ہو کر دنیا اور مافیہا کی قدر دل سے اٹھ جاتی تھی۔

ایک شیعہ کی سیّد صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت

نواب وزیرالدولہ مرحوم لکھتے ہیں کہ قیام لکھنؤ کے زمانہ میں ایک روز آپ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے ناگاہ ایک نوجوان شیعہ امیر زادہ بلباسِ فاخرہ مجلسِ مقدس میں حاضر ہو کر محبت اور ایمانداری کا منافقانہ اظہار کرنے لگا اور آپ سے توجہ اور فیض کی درخواست کی آپ نے اس وقت اپنے ایک مریدِ خاص کو اسے توجہ دینے کا حکم دیا اس شخص نے اس کو گوشہ میں لے جا کر موافق آدابِ صوفیہ کے دوزانوں اپنے مقابل بٹھا کر اور شغل لطائفِ ستہ کا اسکو تعلیم کر کے آپ توجہ دینی شروع کی اس مکار نے تھوڑی دیر آنکھیں بند کر کے پھر کھولدیں اور کہا کہ مجھ کو اس شغل میں کچھ عمدہ اثر نہیں ہوا اور اس سے بہتر اور کوئی شغل سکھائیے۔ پھر اس عزیز پر تمیز نے سلطان الذکر کی اس کو تعلیم دیکر آپ توجہ دینے پر متوجہ ہوا۔ مگر اس دغاباز نے مثل سابق ایک لمحہ بھر آنکھیں بند کر کے پھر کھولدیں اور کہا کہ اس شغل سے بھی مجھ کو کوئی فائدہ نہ ہوا کوئی دوسرا شغل جو ان سب سے عمدہ ہو بتلایئے چنانچہ اسی اثناء میں اس بزرگ نے مجبوراً شغلِ نفی اس کو تعلیم کیا اور آپ بڑے زور سے باطن پر توجہ ڈالی اس تیسری بار کی توجہ میں بفضلِ الٰہی وہ حیلہ ساز بےہوش ہو کر زمین پر گر پڑا اور بہت دیر تک بیہوش پڑا رہا اس صاحبِ باطن نے ہرچند اس کو آوازیں دیں مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا اسی اثناء میں خود سیّد صاحبؒ بھی وہاں تشریف لائے اور بہت بلند آواز سے اس کو پکارا مگر اس مدہوش کو ہوش نہ آیا آخر لاچار ہو کر سب آدمی خاموش ہو کر بیٹھ رہے۔ تب بہت دیر کے بعد وہ حواس باختہ خوفزدہ ہو کر خود بخود بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا لیکن میں جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوا تو میرے شیعہ ہونے کی وجہ سے حضرتؐ نے مجھ پر غصہ اور عتاب فرمایا۔ میں اسی وقت ان عقائدِ باطلۂ رفض سے حضرت کی حضوری ہی میں تائب ہو کر سُنی متبعِ سنت

اور موحد ہو گیا۔ اس وقت حضرتؒ نے مجھ پر بہت مہربانی اور توجہ فرمائی جب اس کے عزیز اور یگانوں کو اس کے سنی ہونے کی خبر پہنچی تو ان کو ان عقائدِ حقہ سے پھر جانے کی بہت ترغیب و ترہیب دی جب اس نے زبانی ترغیب و ترہیب سے کچھ نہ مانا تو اس کو بہت مارا پیٹا اور آخر کو پابہ زنجیر کر کے قید میں ڈال دیا۔ مگر وہ ایسے مرشدِ برحق کے ہاتھ پر سنی ہوا تھا کہ اس نے ان تکالیف کی کچھ بھی پرواہ نہیں کی اور اس ایمان و اعتقادِ حقہ پر ثابت اور قائم رہ کر تھوڑے دنوں کے بعد راہیٔ فردوس ہوا۔

مولانا محمد اسمٰعیلؒ کا مولوی دلدار علی سے تقیہ سے متعلق استفسار

جامع نے معتبر راویوں سے سنا ہے کہ جب حضرت سید صاحبؒ مقیم لکھنؤ تھے ایک روز مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ سپاہیانہ لباس پہنے اور تلوار آبدار گلے میں حمائل کئے ہوئے مولوی دلدار علی صاحب مجتہد کے مکان پر تشریف لے گئے اس وقت مولوی دلدار علی صاحب طالب علموں کو سبق پڑھا رہے تھے مولانا شہیدؒ بطرزِ دلیرانہ سلام علیک کر کے وہاں بیٹھ گئے چونکہ مجتہد صاحب کے ہاں سوائے بندگی کے اور آداب و تسلیمات کے سلام علیک کا دستور نہ تھا۔ انھوں نے متعجب ہو کر پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آنا ہوا؟ مولانا نے جواب دیا کہ میں مسافر سپاہی ہوں ایک مسئلہ کی تحقیق کے سلسلے میں آپ کے پاس آیا ہوں مجتہد صاحب نے فرمایا کہ وہ کیا مسئلہ ہے۔ مولانا نے عرض کیا کہ تقیہ اور نفاق میں کیا فرق ہے؟ ذرا اس کو سمجھا دیجئے مجتہد صاحب نے بہت دلائل سے ان دونوں کا فرق بیان کیا مولانا نے ان سب دلائل کو رد کر کے دونوں کو ایک کر کے دکھا دیا۔ تب مجتہد صاحب نے مزید دلائل اپنے دعوے کے بیان کے ضمن میں بیان کئے مولانا نے ان دلائل کو بھی رد کر دیا تب تو مجتہد صاحب کی آنکھیں کھل گئیں، اور اپنے دل میں کہا کہ یہ کیسا سپاہی ہے جو ہمارے دلائل کا ایک تسمہ بھی باقی نہیں چھوڑتا۔ مجتہد صاحب اپنے طالب علموں کے سامنے لاجواب ہو کر بہت خفیف ہوئے اور سمجھ گئے کہ یہ نرا سپاہی نہیں ہے کوئی بڑا علامۂ دہر اور فاضلِ عصر ہے اس وقت مولانا سے پوچھا کہ آپ کا اسم شریف کیا ہے۔ مولانا نے کہا عاجز عبداللہ ہے اس وقت مجتہد صاحب نے اپنے طلباء کے سامنے خفت دور کرنے کے لئے یہ بات بنائی کہ ایسے مسائل زبانی تقریر سے طے نہیں ہو سکتے۔ آپ تحریری بحث کریں تب مولانا

۔۔۔۔۔ سلام علیک کرکے وہاں سے چل دیئے۔ مجتہد صاحب نے آپ کے پیچھے آدمی کو دوڑا کر فرمایا کہ دیکھو یہ کون شخص ہے اور کدھر جاتا ہے۔ ان آدمیوں نے دریافت کرنے کے بعد مجتہد صاحب سے جاکر کہا کہ مولوی محمد اسمٰعیلؒ دہلوی مرید رشید سیّد صاحب کے ہیں تب مجتہد صاحب نے چند آدمی آپ کے پیچھے دوڑا کر بمنّت و آرزو آپ کو واپس بلوا بھیجا۔ جب آپ دوبارہ مجتہد صاحب کے مکان پر پہنچے تو مجتہد صاحب نے سرو قد اٹھ کر بہت تعظیم سے آپ سے معانقہ اور مصافحہ کیا اور اوّل بار بہ آداب پیش نہ آنے کی معذرت کی۔ مولانا تھوڑی دیر بیٹھ کر پھر رخصت ہو کر اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

مولوی دلدار علی کی تحریری بحث

مجتہد صاحب نے جملہ اکابر علماء شیعہ کو جمع کر کے ایک بڑا لمبا چوڑا استفتاء امرِ متنازعہ فیہ کا مع جواب مدلّل بدلائلِ عقلی و نقلی و مملوبہ لغاتِ مشکلہ و مضامین و تفاسیر و احادیث و کتب سیر و تواریخ وغیرہ لکھ کر آپ کے پاس بھیج دیا جب مولوی دلدار علی صاحب کا آدمی اس کاغذ کو لے کر آیا۔ مولانا صاحب بہ ہیئت ایک سپاہی گلے میں تلوار لٹکائے ہوئے ٹہل رہے تھے اور مولوی عبدالحئی صاحب مع چند آدمیوں کے ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے حامل کو قطعاً شک نہ ہوا کہ یہ سپاہی مسلح بہ شمشیر مولوی ہو گا اس نے مولوی عبدالحئی صاحب کو مولانا محمد اسمٰعیل اپنا مکتوب علیہ سمجھ کر کاغذ ان کے حوالے کر دیا مولوی عبدالحئی صاحب نے ان مضامین اورق کو جو اس کاغذ میں بھرے تھے دیکھ کر سمجھا کہ بلا موجودگی صدہا کتب ہر علم و فن کے جن کا حوالہ ان کاغذ میں ہے جواب الجواب تحریر ہونا محال ہے اور یہ سب کتابیں ایسی حالتِ سفر میں بآسانی میسّر ہونا دشوار ہے۔ مولوی عبدالحئی صاحب نے ملاحظہ کرنے کے بعد اس کاغذ کو مولانا شہیدؒ کے پاس بھجوا دیا۔ مولانا شہید نے ٹہلتے ٹہلتے اس کاغذ کو اوّل سے آخر تک دیکھا اور اسی دم کاغذ اور قلم دوات لے کر ایک چٹائی پر بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر میں اس اورق مسئلہ کے تمام مندرجہ دلائل کا جواب لکھ کر اس خوبی سے رد کیا کہ پھر اس کا ردِّ جواب حضرت مجتہد صاحب سے نہ بن پڑا۔ مگر افسوس ہے کہ اس بحث کے کاغذات تلاش کے باوجود۔ آج تک ہم کو نہیں ملے۔

عقائد شیعہ کی رد میں مولانا محمد اسمٰعیل کا بیان

قیام لکھنؤ کے دوران مولانا شہیدؒ نے چاہا کہ کچھ شیعوں کی رد میں بیان کریں۔ مگر شیعہ سلطنت ہونے کی وجہ سے بہت سے دور اندیش لوگ آپ کو مانع ہوئے مگر آپ نے فرمایا کہ حکیم کے لئے لازم ہے کہ جو مرض ہو اسی کی دوا دے اس وقت مرضِ رفض یہاں حدِ اعتدال سے گذرا ہوا ہے اس واسطے اسی مرض کا علاج کرنا ضروری ہے اور میں اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتا کہ کوئی خوش ہو یا ناخوش ہو چنانچہ آپ نے "مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ . . . مَعَہٗ" الایہ کا بیان شروع کیا اور اسی آیت سے ترتیب خلافت اور فضائل خلفاء ایسی خوبی سے بیان کئے کہ شیعوں سے سوائے اس کے کچھ نہ بن پڑا کہ اس آیت کی ترتیب کو جامع القرآن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بدل ڈالا ہے اسوقت مولانا شہیدؒ نے ایک تواریخی قصہ عہدِ نادر شاہ درانی کا بیان فرمایا کہ اس وقت بھی شیعوں نے (جب نادر شاہ نے اپنے سامنے بحث کرائی تھی) اس آیت کے زیر بالا ہونے کا عذر کیا تھا۔ مگر جب نادر شاہ نے علماء یہود و نصاریٰ سے جن کی کتابوں کا حوالہ اس رکوع میں ہے استفسار کیا تھا تو انھوں نے کہا تھا کہ ہماری کتابوں میں بھی ترتیبِ خلافتِ خلفائے راشدین نبی آخر الزماں کی اس طرح پر ہے۔ اس وقت نادر شاہ کا غصہ بھڑکا۔ چنانچہ اسی غصہ میں اس نے چند شیعوں کو قتل کر کے اپنی رفض سے تائب ہو گیا تھا۔

مولوی مرزا حسن کا حسد

مولوی مرزا حسن علی صاحب محدث لکھنوی مولوی عبدالحئی صاحب اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کے وعظ میں ہجوم خلائق دیکھ کر ازراہِ حسد اپنے تو ابعین سے فرمایا کرتے تھے کہ میں بھی قرآن و حدیث کا وعظ کرتا ہوں اور یہ دونوں عالم بھی قرآن و حدیث کا وعظ کہتے ہیں مگر میرے وعظ میں دس پانچ آدمی سے زیادہ جمع نہیں ہوتے اور ان کے وعظ میں سارا شہر لوٹا پڑتا ہے مسجد دلی میں سامعین کو بیٹھنے کی جگہ نہیں ملتی مولوی عبدالحئی صاحب نے اس محدث خشک کا یہ کلام سن کر فرمایا کہ اس سید بابرکت کی تشریف آوری سے پہلے ہمارا بھی ایسا ہی حال تھا مگر جب بدسوں اس ہادی وقت کے سامنے ہم دوزانوں بیٹھے ہیں تب یہ تاثیر ان کی برکت سے ہماری زبان میں پیدا ہوئی جس پر خلقت شیدا ہو رہی ہے اور مولوی

اسمعیل صاحب بھی فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے وعظ سے گو ہزاروں خلقت راہِ راست پر آگئی۔ مگر وہ طریقہ تو سط جو ہم نے سید صاحبؒ سے سیکھا ہے کسی نے اختیار نہیں کیا۔ اکثر آدمی راہِ افراط و تفریط پر چلتے ہیں۔

بریلی میں ایک کشادہ مکان کی تعمیر

تقریباً ایک ماہ تک سید صاحب کا قیام لکھنؤ میں رہا۔ اس عرصہ میں ہزارہا خلقت شرفاء و علماء واہلِ حرفہ و صدہا اہلِ تشیع آپ کی بیعت سے مشرّف ہوئے ایک ماہ قیام کے بعد پھر آپ اپنے وطن بریلی کو تشریف لے گئے۔

ان ایام میں آپ کی ہدایت کا بڑا شہرہ ہو رہا تھا آپ کے مکان پر ہزارہا مرد اور عورتوں کا ہجوم رہتا تھا اور آپ کا زنانہ مکان اس قدر تعدادِ کثیر عورتوں کے واسطے کافی نہ تھا اس لئے آپ نے مناسب سمجھا کہ حسبِ طریقِ سنّت کچی اینٹوں سے ایک اور مکان مہمانوں کے آرام کے لئے تعمیر کریں تب دو تین کدال اور پھاوڑے اور کستی منگوا کر ایک گڑھے پر آپ تشریف لے گئے اور گڑھے میں اتر کر اپنے دستِ مبارک سے مٹی کھودنی شروع کی بہت سے مرید جو اس وقت حاضر تھے عرض کرنے لگے کہ آپ تکلیف نہ فرمائیں ہم خادم اس خدمت کے لئے حاضر ہیں۔ آپ نے فرمایا مسجدِ نبوی کی تعمیر کے وقت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود اینٹیں اور تعمیر کا مصالحہ وغیرہ اپنے سرِ مبارک پر اٹھا کر لاتے تھے اور صحابۂ کرام بھی اس کام میں آپ کے شریک تھے سو تم بھی آؤ اور میرے شریک ہو کر کام کرو مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اپنے ہاتھ سے کام نہ کروں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ پندرہ روز کے عرصہ میں بمعیّت یاروں کے حضرتؒ نے پچاس ہزار کچی اینٹیں تیار کر لیں اور دو مہینے کے اندر ایک گھر نہایت وسیع تیار کر کے اس میں اپنے اہل و عیال کو لے آئے اور اپنا پرانا گھر مہمانوں کے واسطے خالی کر دیا اس مدّت میں نمازِ اشراق سے نمازِ ظہر تک آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کام کیا کرتے تھے بوقت اذان نمازِ ظہر کے پھر کام بند کر دیا جاتا تھا اس کے واسطے ایک بڑا بھاری درخت اس مکان سے بقدر فاصلہ ایک میل کے کٹوایا گیا تھا جب درخت مذکور کٹ چکا تھا تو نجاروں نے عرض کی کہ اگر ثابت درخت کسی طرح سے اس مکان کے قریب پہنچ جائے تو حسب ضرورت ہر قطعہ مکان کے ناپ ناپ کر اس کے ٹکڑے کئے جاویں مگر درخت ایسا بھاری اور لمبا چوڑا

تھا کہ تین گاڑیوں پر بھی اس کا آنا غیر ممکن تھا آخر لوگوں نے عرض کیا کہ توپ خانے سے بہت سے بیل منگوا کر ان سے کھنچوایا جائے تو بہتر ہے۔ اس وقت تقریباً اکہتر آدمی حضرت کے ساتھ موجود تھے۔ سید صاحبؒ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بھائیو! آؤ خدا سے دعاء کریں کہ بزرگوار توپ خانہ کی مدد کے بغیر اللہ تعالیٰ اپنی مددِ غیبی سے اس درخت کو وہاں تک پہنچا دے آخر کار اس جگہ کھڑے ہو کر حضرت نے دعا کی۔ اتمام دعاء کے بعد ان سب لوگوں سے آپ نے فرمایا کہ سب مل کر زور کرو۔ اکہتر آدمیوں نے مل کر زور کیا مگر درخت اپنی جگہ سے نہیں ہلا تب حضرت نے فرمایا کہ تم سب الگ ہو جاؤ۔ جب سب آدمی الگ ہو گئے تو آپ نے مولوی محمد اسمٰعیل شہیدؒ اور مولوی عبدالحئی صاحب اور تیسرے عالم کو جس کا نام صاحبِ مخزن کو یاد نہیں رہا۔ ساتھ لے کر بآوازِ بلند تکبیر کہہ کر اس صد ہا من کے درخت کو دھکا دینا شروع کیا پہلے ہی دھکے میں درخت مذکور گیند کی طرح پلٹے کھا کر لڑھکنے لگا اور تھوڑی دیر میں منزلِ مقصود تک پہنچ گیا۔ اس وقت سب آدمی ہنستے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کہ حضرت جب ایسا کرنا تھا تو ہماری زور آزمائی کی کیا ضرورت تھی آپ کے ساتھ ساتھ چلتے آتے تھے اور حضرت یہ فرماتے جاتے تھے کہ بھائیو! یہ برکت تم ہی لوگوں کی ہے ورنہ میں تو ایک بندۂ خاکسار ہوں۔ صاحبِ مخزن لکھتا ہے کہ اس پر آپ پر ایک حالت مجذوبانہ طاری ہو رہی تھی اسی حالت وجد میں اس کو ایسا دھکا دیتے تھے کہ وہ مثل گیند کے آگے آگے لڑھکتا چلا جاتا تھا۔

دو مسجدوں کی تعمیر

اس مکان کی تعمیر کے بعد آپ نے دو مسجدیں ایک متصل تکیہ شاہ علم اللہ صاحب قدس سرہٗ اور ایک وسطِ شہر رائے بریلی میں تعمیر کیں تاکہ سنت اپنے جدِّ امجد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی (کہ انھوں نے بھی دو مسجدیں قبا اور دوسری مسجدِ نبویؐ تعمیر کی تھیں) ادا ہو جائے۔ یہ دونوں مسجدیں بھی تین دن کے اندر تیار ہو گئیں ان دو مسجدوں کی تعمیر کے وقت دوسروں کی طرح اپنے جدِّ امجدؐ کے سنت ادا کرنے کے لئے آپ بھی سب کام اپنے ہاتھ سے کرتے تھے ان مسجدوں کی تعمیر پر مزدوروں کا کام خود آپ یا آپ کے یارِ کبار کیا کرتے تھے۔

سید صاحبؒ کا بابرکت عطیہ

صاحبِ مخزن لکھتا ہے کہ جس کسی کو باشارۂ حق سبحانہٗ تعالےٰ سید صاحبؒ برکت کی نیت سے ایک روپیہ

بھی دیتے تھے تو وہ شخص مالدار ہو جاتا تھا فقر و فاقہ اس کے گرد نہ پھٹکتا تھا وہی مؤلف خود اپنی والدہ کا جو سید صاحبؒ کی ہمشیرہ تھیں اسی قسم کا ایک واقعہ لکھتا ہے کہ میری والدہ کو سید صاحبؒ نے ایک روپیہ بہ نیتِ نزولِ برکت دیا تھا سو میری والدہ نے اس روپیہ کو ایک صندوقچی میں رکھ لیا اور جس قدر روپوں کی ان کو ضرورت ہوتی اس صندوقچے سے نکال کر خرچ کیا کرتی تھیں اس میں کبھی بھی کمی نہ ہوئی۔ ایک مرتبہ والدۂ مؤلف نے اس برکت کا ذکر حضرت کی مجلس میں کیا تو حضرت نے اس برکت کا حال سن کر سجدۂ شکر ادا کیا اور پھر اپنی بہن کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے ہمشیرہ بموجبِ حدیث نبویؐ کے انا عِندَ ظَنِّ عَبدِیْ بِیْ تمہارے خیال کے موافق تمہارے رب نے وہ برکت اس ایک روپے کے سبب سے کی اور اپنے خزانۂ غیب سے اس صندوق کے اندر تمہارے ظن کے روپے پہنچا دیئے۔ ورنہ دراصل بات یہ ہے کہ وہ روپیہ کوئی بچے نہیں دیتا بلکہ جس کسی کو برکت کی نیت سے روپیہ دیتا ہوں اللہ تعالےٰ اس کے گھر میں برکت کرتا ہے۔ مختلف حیلوں اور ذریعوں سے اس کی ہر حاجت کو پورا کر دیتا ہے۔ مؤلف مذکور لکھتا ہے کہ اس تاریخ کے بعد سے میری والدہ کے ساتھ بھی برکت کی یہی کیفیت جاری ہو گئی یعنی جب ان کو کچھ حاجت ہوتی تو اللہ تعالےٰ کچھ نہ کچھ سبب کھڑا کر کے اپنے خزانۂ غیب سے ان کی حاجت پوری کر دیتا۔ مگر صندوقچہ کے اندر روپوں کا بڑھنا بند ہو گیا۔

میاں رمضانی عُرف ہدایت اللہ کا قصہ

صاحبِ مقالاتِ طریقت لکھتا ہے کہ بریلی میں رمضانی نام کا ایک زنانہ (زنخا) رہتا تھا عورتوں کی طرح ہاتھ پاؤں میں مہندی لگاتا اور کڑے چھڑے اور چوڑیاں پہنتا اور داڑھی مونچھ منڈوا کر عورتوں کی طرح مسی کاجل لگاتا کنگھی چوٹی کرتا اور سرخ کپڑے پہنتا تھا ہزاروں جُگت اور جوڑ توڑ اور فقرے اس کو یاد تھے اپنے فن میں بڑا استاد اور نہایت حاضر جواب تھا۔ جب سید صاحبؒ کی شہرت ہوئی اور ہزاروں خلقت آپ سے فیض پانے لگی تو اس کے بھی نصیب بیدار ہوئے اور اس کی ازلی توبہ نیت نے جو ان خرافات میں مکنون اور مستور تھی جوش مارا۔ اس کے دل میں بھی حاضری خدمت اور توبہ کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ اس وقت مولوی عبدالحئی صاحب واعظ فرما رہے تھے۔

یہ میاں رمضانی اس مسجد کے کنارے پہنچ کر ادب سے دور ہی کھڑا رہا۔ حاضرینِ مجلس اس کی وضع اور ہیئت دیکھ کر بہت متعجب ہوئے وعظ تمام ہونے کے بعد کہیں حضرت سید صاحبؒ کی نظرِ فیض اثر اس طالبِ راہ حق پر جا پڑی۔ آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ کوئی زنانہ ہے تب آپ نے بہت نرمی اور محبّت سے اس کو نزدیک بلایا اور پوچھا کہ کیا ارادہ ہے۔ اس نے اپنے زنانے محاورے میں جواب دیا کہ واری جاؤں بلائیں لوں میاں کی خدمت میں آئی ہوں۔ حاضر رہوں گی جوگن بنوں گی۔ آپ نے فرمایا بسم اللہ دیر کیا ہے! اسی وقت اس سے بیعت لے کر اسی وقت وہ زنانہ لباس اس پر سے اتار دیا اور وہ شرعی جوڑا جو وہ ساتھ لایا تھا پہنوا کر ہدایت اللہ اس کا نام رکھا۔ اس وقت اس کا نام اور لباس ہی نہیں بدلا بلکہ بیعت کی برکت کی وجہ سے اسی گھڑی اس کے باطن اور اندرونی خیالات کی کایا پلٹ ہو گئی اب یہ میاں ہدایت اللہ نہایت متّقی اور پرہیزگار اور شجاع و بہادر ہو گیا۔ وہ رمضانی زنانہ جو چند روز پیشتر بریلی کی گلیوں میں زنانہ لباس پہنے ہوئے خرافات بکتا پھرتا تھا اب مئے محبّتِ الٰہی سے اس کی آنکھیں بند ہو گئیں اگر اس وقت کوئی صدا اس کے منہ سے نکلتی تھی تو سبحان اللہ والحمدللہ واللہ اکبر اس سوز و گداز سے بلند ہوتا تھا کہ سننے والوں کے دل ہل جاتے تھے۔ اب چوڑیاں اور کڑوں کی بجائے اس کے ہاتھ میں شمشیر اور بجائے ڈھولک کے اس کی پیٹھ پر ڈھال لٹکتی تھی۔ اب وہی زنانہ آپ کے ہمراہِ رکاب ملکِ خراسان گیا اور دادِ مردانگی دیتے ہوئے آخر شہید ہوا اور مراد کو پہنچ گیا۔

دیوانوں اور مجذوبوں کی صحت یابی

نواب وزیر الدولہ مرحوم لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک مجذوب جو بالکل بے ہوش تھا آپ سے دوچار ہو گیا۔ آپ نے تھوڑی توجہ اس کی طرف کی اور وہ اسی وقت ہوش میں آ کر آپ کے ساتھ ہو لیا اور بڑا سالکِ باخدا ہوا اور تا دمِ زیست آپکی خدمت میں رہ کر ایک بڑے معرکۂ جنگ میں دادِ مردانگی دیکر شہید ہوا۔ پھر وہی مؤلف لکھتے ہیں کہ اسی طرح اور بہت سے مجانین اور دیوانے اور مجذوب آپ کی نظرِ فیض اثر سے ہوش میں آ کر سالک ہو جاتے تھے اور جس کے واسطے آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھایا یا بدن پر ہاتھ پھرایا پڑھ کر دم کر دیا فوراً اچھا ہو کر ہوش میں آ گیا۔

دو طوائفوں کی توبہ

اس کے بعد نواب صاحب مرحوم ایک اور قصۂ عجیب تحریر کرتے ہیں کہ ایک دن جب آپ اپنی مجلس میں رونق افروز تھے۔ دو کسبی عورتیں جو نہایت حسین وجمیل تھیں لباس اور زیور سے آراستہ اور پیراستہ ہو کر کنارہ مجلسِ ملائک مانس پر آکر باادب کھڑی ہو گئیں اور اپنے معمولی طریقے سے بہت جھک کر آداب وتسلیمات بجالائیں حاضرینِ مجلس ان کو ناپاک سمجھ کر دُور دُور کرنے لگے۔ مگر جوان کے نصیب جاگے تو سید صاحبؒ کی نظرِ ہدایت اثر ان پر جا پڑی آپ نے ان کو فوراً اپنی مسجد میں بلایا اور چند کلمے نصیحت آمیز ان کو سنا کر اللہ کے خوف سے ڈرایا پس آپ کے کلام معجز نظام ان کے سینوں کے پار اتر گیا۔ مارے خوفِ الٰہی کے تھرّا گئیں اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگیں اور اسی وقت اپنے افعالِ ماضیہ سے آپ کے ہاتھ پر توبہ کر کے شریعت کے قاعدہ کے مطابق دو مسلمانوں کے نکاح میں داخل ہو گئیں اور تا دمِ زیست یادِ الٰہی میں مشغول رہ کر عمدہ خاتمہ کے ساتھ اپنے رب سے جا ملیں۔ نواب صاحب مرحوم نے ایک مغنّی کا خدمتِ بابرکت میں حاضر ہو کر تائب ہونا اور آپ کے ساتھ خراسان جا کر شہید ہونے کا قصہ بعینہٖ میاں رمضانی ثم ہدایت اللہ کے بیان کیا ہے۔ پھر نواب صاحب لکھتے ہیں کہ اس پرزور تاثیر کے سبب سے آپ کے مخالف اور شقی ازلی دنیا بتابعِ اقوال قدیم کفار دل کے آپ کو جادوگر بتلایا کرتے تھے اور مارے ڈر کے آپ کی نظرِ ہدایت کے سامنے نہ ہوتے تھے اور نہ آپکی مجلس میں آتے تھے اور کہتے تھے کہ جو کوئی آپ کے سامنے جاتا ہے ...سحر میں پھنس کر گرویدہ ہو جاتا ہے۔

سید صاحبؒ کی پرزور تاثیر بیان

پھر اس کے بعد نواب صاحب مرحوم تحریر کرتے ہیں کہ اطرافِ ہندوستان میں صرف آپ ہی کے سبب سے ہدایت پھیلی اور آپ ہی کی ذاتِ بابرکات کے باعث سے ہندوستان سے شرک و بدعت دور ہوا۔ پھر لکھتے ہیں کہ آپ کو مقامِ دعاء اور مرتبتِ دعوت میں بڑی مہارت اور مشق تھی۔ گھنٹوں اور پہر دل آپ رو رو کر آپ دعائیں مانگا کرتے تھے جب آپ کسی کے واسطے دعاء کرتے تھے تو حاضرین مجلس سے آمین کہلوایا کرتے تھے جب بڑے بڑے مجموں میں . . . . آپ دعا کے واسطے ہاتھ اٹھا کر بآوازِ بلند نہایت عجز وانکساری سے سوال کی وجہ کا اظہار کرنے کے بعد دعاء کرتے اس وقت حاضرینِ

مجلس پر ایک عجیب رقّت طاری ہوتی تھی روتے روتے ہچکیاں بندھ جاتی تھیں۔ بلکہ اکثر آدمی بے ہوش ہوجایا کرتے تھے اور جب مدعولہٗ معلوم کر لینے کے بعد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ کسی خاص مطلب کے واسطے ہاتھ اٹھاتے تو کبھی ایسا نہ ہوا کہ وہ مطلب حاصل نہ ہوا ہو۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر رہنے سے صفائیٔ قلب اور تزکیۂ نفس ایسا جلد ہو جاتا تھا کہ سیکڑوں چلّوں اور برسوں کی ریاضت میں بھی وہ بات حاصل نہ ہو۔ آپ کی عادتِ شریفہ یہ تھا کہ مولویوں کو مولانا کہہ کر پکارا کرتے تھے آپ کے خشوع و خضوع اور لذّتِ عبادت کا بھی یہ حال تھا کہ ۲ د رکعت نمازِ تہجّد دوپہر میں تمام کیا کرتے تھے اور بیعت لینے کے وقت ہر ایک مرید کو تہجّد پڑھنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے اس وقت لاکھوں مرد و عورت ہندوستان میں تہجّد گزار تھے۔

اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ مجھ کو حاصل ہوا وہ سب تہجّد کی نماز کی برکت کی وجہ سے ہوا۔ اور تیرنے کی بھی آپ کو ایسی مشق تھی کہ آپ غوطہ مار کر تہِ دریا میں دو رکعت نفل پڑھ لیتے تھے اور با این تن و توش و شجاعت کے آپ کھانا بہت کم کھاتے تھے بلکہ ایک روز آپ نے فرمایا کہ بھائیو! یہ مت سمجھو کہ میری حیات کا باعث کھانا پینا ہے بلکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ میری حیات کا سبب فقط یادِ الٰہی ہے اگر یادِ الٰہی سے ذرا بھی غافل ہو جاؤں تو میرا دم نکل جائے۔

قرآن مجید کی مثال

مولوی مرتضیٰ خاں صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ بھائیو تم کو قرآن مجید کھول کر مثال ہندی زبان میں سناتا ہوں جس سے تم اصل مطلب نزولِ قرآن مجید کا سمجھ لیتے ہو۔ سو اس طرح سے سمجھنا چاہیئے جیسے ایک شہنشاہ ہے اس نے اپنے بہت سے غلام اور لونڈیوں کو ایک ملک میں بھیج دیا ہے اور پھر اپنے کسی مقرّب کی معرفت ایک فرمان شاہی ان کے پاس روانہ کیا۔ جب اس مقرّب نے وہاں پہنچ کر وہ فرمان ان کو سنایا اور اس کو سن کر وہ لوگ تین فرقوں میں منقسم ہوگئے ایک فرقہ نے فرمان کو سن کر صاف انکار کر دیا اور کہا کہ نہ یہ فرمان شاہی ہے اور نہ تم بادشاہ کی طرف سے آئے ہو بلکہ یہ سب تمہاری اختراع ہے سو یہ فرقہ بوجہ اپنے انکار اور نافرمانی

کے باغی اور سرکش ہوا۔ اس فرقے کے لوگ جب گرفتار ہو کر بادشاہ کے پاس آتے ہیں تو سخت قید میں دائم الحبس کئے جاتے ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے طرح طرح کے عذاب میں گرفتار رہتے ہیں۔ دوسرے فرقے کے لوگ فرمانِ شاہی کو سن کر کہنے لگے کہ بلا شبہ یہ فرمانِ سلطانی ہے اور فرمان لانے والا بھی بلا شک مقرّبِ شاہی ہے انھوں نے اس فرمان کو چوما چاٹا، سر پر رکھا اور ہاتھ باندھ کر اُس کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ مگر جو حکم اس میں آسان تھے اس پر چلنے لگے اور مشکل حکموں سے جی چرایا سو یہ فرقہ نمک حراموں کا ہے۔ تیسرے فرقہ نے فرمانِ شاہی کو سن کر اس کے کل احکامات مان لئے اور فرمان لانے والے کو مقرّبِ مرسلۂ سلطان یقین کر کے اس کی اطاعت و فرماں برداری کی۔ سو یہ تیسرا فرقہ نمک حلالوں کا ہے سو قرآن مجید نے بنی آدم کو تین فرقوں یعنی کافروں، منافقوں اور مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ مسلمان فرماں بردار اور حکم بردار کو کہتے ہیں پس جو سارے احکامات پر عمل کرتا ہے وہی مسلمان یعنی فرماں بردار اور حکم بردار ہے۔

گڑھی فتح کا واقعہ وہی مولوی مرتضیٰ خاں تحریر فرماتے ہیں کہ امیر امید علی صاحب باشندۂ لکھنؤ کو جو ایک بڑے دین دار پرہیز گار اور شفیق قلب لکھنؤ کے مشہور ہیں سیّد صاحب کے ظہور سے قبل ان کو یہ الہام ہوا تھا کہ اب عنقریب ایک امام مسلمانوں میں پیدا ہوں گے اور ان سے خلقت کو بہت ہدایت ہوگی۔ سو جب سیّد صاحب کا ظہور ہوا امیر امید علی صاحب القاءِ ربّانی سے سیّد صاحبؒ کو امام ملہم لہٗ سمجھ کر آپ کے مرید اور فرماں بردار ہو گئے تھے جب سیّد صاحبؒ بریلی میں مقیم تھے۔ ایک مرتبہ میر امید علی صاحب آپ کی زیارت کے واسطے لکھنؤ سے تشریف لائے ہوئے تھے انھیں ایام میں فقیر محمد خاں صاحب افسر فوجِ سرکارِ لکھنؤ (جو سیّد صاحبؒ کے مریدانِ خاص سے تھے) باغیوں کی ایک بہت مضبوط گڑھی کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اور وہ گڑھی بہت سے حملوں کے باوجود فتح نہ ہوئی اس وقت لاچار ہو کر فقیر محمد خاں صاحب نے بحضورِ سیّد صاحبؒ ایک عرضی اس مضمون کی روانہ کی کہ آپ گڑھی کے فتح ہونے کی دعا کریں اور میر امید علی صاحب کو میرے پاس بھیجدیں۔ غرض سیّد صاحب نے دعا کر کے میر امید علی صاحب کو ان کے پاس بھیج دیا۔ سو میر امید علی صاحب کا وہاں پہنچنا تھا کہ گڑھی مذکور بعنایتِ الٰہی فوراً فتح ہوگئی۔ بعض لوگ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ اس گڑھی کے فتح ہونے

کی شان الہٰی معلوم کر کے ایک بزرگ مستجاب الدعوات اس گڑھی کے قائم رہنے کے واسطے وہاں بیٹھا ہوا دعا کرتا تھا اور اسی سبب سے وہ گڑھی مدت سے قائم تھی اور فوج شاہی اس سے عاجز آگئی تھی لیکن جب بہ برکتِ دعا سید صاحبؒ کے وہ شان الہٰی پلٹی اور ایک قطب مرسلۂ سید صاحبؒ وہاں پہنچے تو اس بزرگ متعینہ گڑھی کو ابھی تک شان الہٰی کے متغیر ہونے کا حال معلوم نہ تھا وہ بدستور اس کے قیام کی دعا کر رہا تھا۔ اس واسطے سید صاحبؒ نے تشریف لے جا کر اس کو ڈانٹا اور اس سے شانِ الہٰی کے متغیر ہونے کا حال بیان کیا چنانچہ وہ فوراً وہاں سے چلا گیا اور گڑھی اسی وقت فتح ہو گئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سید صاحبؒ کی داناتی

وہی مولوی مرتضیٰ خاں صاحب لکھتے ہیں کہ ایک روز ایک شخص دنیا دار سید صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ بھی سید ہیں اور میں بھی سید ہوں۔ میری دو بیٹیاں جوان شادی کے قابل ہیں سو مجھ کو آپ کچھ دلوایئے جس سے ان کا بیاہ ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ سید بھائی آپ کی بیٹیاں ہماری بھتیجیاں ہیں ہم ان کے نکاح کے لئے آپ کی ضرور مدد کریں گے مگر آپ نے جو اپنے خیال سے اپنے دل میں تجویز کر رکھا ہے کہ یہ چیز بھی ہو اور وہ چیز بھی ہو سو اس خیال کو تم موقوف کرو اور جس طرح اللہ اور اس کے رسولؐ نے بیاہ کے مقدمہ میں حکم دیا ہے اس پر عمل کرو اس واسطے ہم اپنا ایک آدمی تمہارے ساتھ کر دیتے ہیں قرآن و حدیث کے مطابق جو چیز ان کے بیاہ کے واسطے درکار ہوگی سو یہ آدمی سب مہیا کر دے گا اس جواب باصواب کو سنکر وہ شخص کافور ہو گیا۔

سید صاحبؒ کی محنت و مشقت

وہی مولوی مرتضیٰ خاں صاحب لکھتے ہیں کہ جب فجر کے وقت آپ کے قافلے کے آدمی قافلے کی ضروریات کے لئے لکڑیاں لانے کے لئے جنگل جاتے تو اکثر اوقات سید صاحبؒ بھی ان کے ساتھ جنگل کو تشریف لے جاتے اور کلہاڑی دستِ مبارک میں لے کر دم بھر میں منوں لکڑیاں چیر کر پھینک دیتے۔ جب دوسرے لوگ آپ کا یہ حال اور مشقت دیکھ کر آپ سے کلہاڑی مانگتے تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں تم سے قوت میں کم نہیں ہوں اور ثواب کا تم سے زیادہ حریص ہوں۔

سید صاحبؒ کی مولانا مرتضیٰ خاں پر توجہ

وہی مولانا مرتضیٰ خاں صاحب لکھتے ہیں کہ میں قبلہ کی بجائے بغداد کی طرف منہ کر کے

مراقبہ کیا کرتا تھا۔ مجھ کو حاجی عبدالرحیم صاحب نے جو ایک بزرگ خادمانِ خاص سید صاحب سے تھے اس حرکت سے منع بھی کیا مگر میں نے نہ مانا اور یہ عذر کیا کہ بغداد کی طرف منہ کر کے بیٹھنے سے مجھ کو مراقبہ میں لذت حاصل ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ جب میں بمقام بریلی سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت حاجی عبدالرحیم صاحب نے یہ حال، میرے بغداد کی طرف مراقب بیٹھنے اور اس پر اصرار کرنے کا سید صاحبؒ کے گوش گذار کر دیا۔ لیکن سید صاحبؒ نے یہ سارا حال سن کر اپنی زبان مبارک سے مجھ سے کچھ نہیں فرمایا مگر میری طرف بہت توجہ کی میں خیال کر رہا تھا کہ اسی توجہ سے اسی دم میرے قلب کو بدل دیا۔ بغداد رو بیٹھنے کی برائی میرے دل میں قائم ہو گئی۔ اس تاریخ کے بعد پھر میں بغداد رو ہو کر کبھی مراقبہ میں نہ بیٹھا۔

مسلمانوں کی خیر خواہی کے لئے سید صاحبؒ کی ہدایت

وہی مولانا لکھتے ہیں کہ میں نے ایک روز سید صاحبؒ سے عرض کیا کہ آپ کی برکت سے میں اپنا حال پہلے سے اچھا پاتا ہوں۔ اس واسطے میری تمنا ہے کہ جو میرے دوست اور عزیز ہیں آپ کی برکت سے ان کا بھی ایسا ہی حال ہو جائے آپ نے فرمایا کہ جب ہم تم کو خلافت دیں گے اور تم مسلمانوں کی خیر خواہی کرو گے تو انشاء اللہ تعالےٰ اس وقت ان کا حال بھی اچھا ہو جائے گا۔ پھر آپ نے مجھ کو خلافت عطا فرمائی اور بآواز بلند میرے واسطے بہت دعا کی اور مجھ کو امید ہے کہ وہ دعائیں میرے حق میں قبول ہوئی ہونگی۔ چنانچہ منجملہ ان دعاؤں کے ایک دعا کی قبولیت کا اثر میں ظاہر باہر دیکھتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ نے میرے واسطے دعا کی تھی کہ جو کوئی اس سے دین کے کام میں جھگڑے اور یہ حق پر ہو تو ناحق والوں کو اس پر غالب نہ کرنا۔ سو آج تک کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ کوئی ناحق والا مجھ پر غالب ہوا ہو بلکہ میرے مخالفانِ دین کو ہمیشہ ذلت و خواری نصیب ہوتی رہی خلافت کے ملنے کے بعد میں نے حضرت سے مسلمانوں کی خیر خواہی کے متعلق تفصیل پوچھی تو آپ نے فرمایا۔

> خیر خواہی یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان بھوکا ہو اور تمہارے پاس کھانا موجود ہو تو اس کو کھانا کھلاؤ۔ اور جو کسی مسلمان کے کپڑے پھٹے ہوں اور تمہارے پاس کپڑے موجود ہوں تو اس کو کپڑے پہناؤ اور اگر کسی بھائی کو روپے پیسے کی حاجت ہو تو حسبِ مقدور خود روپے پیسے سے بھی اس کی مدد کرو اور اگر کوئی مسلمان کسی

کام کے واسطے تم کو کہیں بھیجے اور وہاں جانا خلاف شرع بھی نہ ہو تو وہاں جاکر اس کا کام کر آؤ۔ اور اگر وہ بیمار ہو تو اس کی خدمت اور عیادت کرو پس جب وہ تم کو اپنا دوست سمجھے گا تو تمہارے کہنے کو مانے گا کیونکہ ہر آدمی اپنے دوست کا کہنا مانتا ہے اور جب تم سمجھو کہ اس کو تمہاری دوستی کا یقین ہو گیا تب اس کو نصیحت کرو اس وقت وہ ضرور تمہارے کہنے کو قبول کرے گا۔ پہلے اہلِ سنت والجماعت کے عقائد اس کو بتلاؤ۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے مسائل اور ذکر و فکر اور دعا اور درود و استغفار اس کو سکھلاؤ اور تنہائی میں اس کے واسطے بھی دعا کرتے رہو کہ اللہ تعالےٰ اس کو سیدھی راہ پر قائم کر دے۔"

سید صاحبؒ کا عالی مرتبہ

وہی مولانا لکھتے ہیں کہ سید صاحبؒ نے مجھ سے اپنا ایک روز کا حال اس طرح سے بیان کیا کہ میں (یعنی سید صاحبؒ) ایک دن مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے دولت خانے پر حاضر ہوا اس وقت آپ کے پاس مولوی رشید الدین صاحبؒ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ میں (یعنی سید صاحبؒ) بہت دیر تک بانتظارِ تخلیہ دالان میں ٹہلتا رہا کہ جب یہ صاحب تشریف لے جائیں تو میں مولانا سے کچھ عرض کروں اسی ٹہلنے کی حالت میں مجھ کو یہ الہام ہوا کہ اگر تو بندوں کی طرف التجا کرے گا تو ہم تیری دستگیری نہ کریں گے۔

مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کی سید صاحبؒ کی بیعت کرنے کی خواہش

یہ قصہ لکھنے کے بعد مولوی مرتضیٰ خاں صاحبؒ اپنی رائے اور اجتہاد سے یہ لکھتے ہیں کہ اس الہام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان ایام میں سید صاحبؒ کا درجہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے بڑھا ہوا تھا۔ جامع لکھتا ہے کہ یہ بات تو میں نے بہت لوگوں سے سنی ہے کہ جب سید صاحب حج کو تشریف لے گئے اس وقت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کو سید صاحبؒ کی علو مرتبت کا حال غیب سے معلوم ہوا۔ اس وقت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ سید صاحبؒ کی واپسی کے بعد میں ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے وہ شرف جس کا وعدہ ہے ضرور حاصل کروں گا۔ مگر افسوس ہے مولانا کی امید بر نہ آئی۔ کیونکہ سید صاحبؒ کے دوبارہ دہلی آنے سے پہلے مولانا صاحبؒ کا وصال ہو گیا تھا۔

تین بینائیوں کا بیان

وہی مولانا لکھتے ہیں کہ سید صاحبؒ نے ایک روز مجھ سے فرمایا کہ خدا کا ذکر شریعت کا مددگار ہے اور شریعت کے کام ذکر کے مددگار ہیں۔ اور آدمی کو تین طرح کی بینائی ہوتی ہے ایک تو یہ کہ ظاہر کی بینائی جس سے دینی کتابیں اور کل موجودات کو دیکھتا ہے اس بینائی میں سب مسلمان اور کافر یکساں ہیں۔ دوسری عقل کی بینائی آدمی ان آنکھوں سے دینِ حق کے مسائل کو دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے اس دوسری بینائی والے کو پھر ایک تیسری بینائی عطا ہوتی ہے اور وہ دل کی بینائی ہے سو اس قلبی بینائی سے وہ معنی، حالاتِ بزرگانِ دین بقدرِ وسعت اپنی بینائی قلبی سے دیکھتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ دیکھو یہ کافر اور فاجر خواہ کیسے ہی عقلمند ہوں مگر چونکہ عقل اور قلب کی بینائی سے اندھے ہیں اس واسطے راہِ حق کی شناخت ان کو ہرگز نہیں ہے۔

الٰہ آباد کا سفر

صاحبِ مخزن لکھتے ہیں کہ جن ایام میں آپ بریلی میں تشریف رکھتے تھے الٰہ آباد میں اس کے گرد و نواح سے حضرتؒ کو بلانے کے لئے درخواستیں آرہی تھیں آخر کار بمعیت ایک سو آدمیوں کے آپ بریلی سے الٰہ آباد کی جانب روانہ ہوئے مگر ہمیشہ یہ کیفیت رہتی تھی کہ فجر کو ایک میل راہ چلنے نہیں پاتے تھے کہ سڑک کے ملحق دیہات کے باشندے جمع ہو کر بکمال عجز و انکساری آپ کو اپنے گاؤں میں لے جاکر تقریباً کل مسلمان مرد عورت اور بچے آپ کی بیعت سے مشرف ہو جاتے تھے اور بہت اصرار کے ساتھ ایک دو روز اپنے یہاں رکھ کر دعوتیں کیا کرتے تھے قصہ کوتاہ بریلی سے الٰہ آباد کو جو صرف چار منزل ہے سوا مہینے کے عرصہ میں آپ پہنچے اسی سفر میں ایک روز مغرب کے بعد ایک ایسے ویران گاؤں میں جاکر فروکش ہوئے جہاں بمشکل تمام صرف دو من کھچڑی میسر آئی مگر پھر پکانے کے واسطے کوئی بڑا برتن موجود نہ تھا کہ جس میں ڈال کر کھچڑی پکائی جائے چنانچہ دس بارہ گھڑے مٹی کے خرید کر ان میں وہ کھچڑی پکائی گئی۔ جب پک کر تیار ہوئی تو پھر کوئی ایسا برتن موجود نہ تھا کہ جس میں ڈال کر کھایا جائے اس واسطے ایک کنویں کے جو چبچّے اور مَن کو جو چونہ گچ کے تھے صاف اور پاک کرا کے وہ کھانا اس میں نکالا گیا اور سب لوگوں نے وہاں بیٹھ کر کھایا آپ الٰہ آباد میں داخل ہوئے اور قریباً دس بارہ روز تک الٰہ آباد میں قیام رہا وہاں ہزارہا خلقت آپ کی بیعت سے مشرف ہوئی۔

سید صاحبؒ کا بنارس میں قیام

اس عرصہ میں حضرت کو بلانے کے لئے بہت سے

خطوط بنارس سے پہنچے چنانچہ الٰہ آباد سے روانہ ہو کر سڑک کے ملحقہ دیہاتی باشندوں کو ہدایت کرتے ہوئے ایک ہفتہ عشرہ کے اندر بنارس پہنچ گئے اور وہاں جاکر مسجد معروف بسیسر میں قیام ہوا اور تقریباً ایک ماہ تک بنارس میں مقیم رہے اس عرصہ میں تقریباً دس پندرہ ہزار افراد آپ کی بیعت سے مشرّف ہوئے اثنائے قیامِ بنارس آپ نے اپنے ہمراہیوں کو تاکید سخت کر دی تھی کہ یہ شہر تاریکی کفر اور شرک سے بھرا ہوا ہے تم لوگ اس شہر میں قیام کے دوران ذکر جہری اور سرّی ہر وقت کرتے رہا کرو اور انوارِ ذکر سے اس تاریکی کو دور کر دو ایک ہفتہ آپ کو بنارس پہنچے ہوئے ہوا تھا کہ بہت سے پنڈت اور سادھو سخت لوگ جو ہندوؤں کے گرو تھے بغرض استغاثہ اور فریاد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو آپ شہر سے تشریف لے جائیں آپ کے ذکر و فکر سے ہمارے دیوتاؤں اور ان کے کرشموں میں ایک عظیم فتور پیدا ہو گیا ہے۔ حضرت نے بہت ملائمت سے ان کو دعوتِ اسلام دی گروہ اہلِ کافر بہت اچھا اور بہت خوب کر کے چلے گئے اثنائے قیامِ بنارس میں خاندان تیموریہ کے تین آدمی اور ایک مالدار عورت حیات النساء بیگم نام مدخولہ اکسٹیس بروکس صاحب فرنگی کی آپ کی بیعت سے مشرف ہوئی یہ عورت حضرتؒ کی بیعت سے مشرّف ہونے کے بعد اپنے لفرانی شوہر سے ہمیشہ کے واسطے علیحدہ ہو گئی اور باقی عمر یادِ الٰہی میں صرف کر کے بحیثیت مسلمان رہی۔

خاندان ٹیپو سلطان کے شاہزادوں کی بیعت

مولوی مرتضیٰ خاں صاحب لکھتے ہیں کہ ٹیپو سلطان کے خاندان کے کچھ شہزادے بھی آپ کی بیعت سے مشرّف ہوئے تھے۔ انھوں نے عمدہ عمدہ قیمتی کپڑے اور قسم بہ قسم کے تھان آپ کی نذر کئے تھے آپ نے ان کپڑوں کو مولوی محمد یوسف صاحب داروغہ کے حوالے کر کے فرمایا کہ ان دنیاداروں کے کپڑوں کو فروخت کر کے ان کے عوض رضائیوں کے ابرے اور روئی اور گاڑھے اور گزی کے تھان انسان کی ضروریات کی چیزیں منگوا کر حاجتمندوں میں تقسیم کر دو۔

سیّد صاحبؒ کی مراجعت بریلی

ایک دفعہ شیخ غلام علی صاحبؒ الٰہ آبادی نے ایک عمدہ قالین سیّد صاحبؒ کے واسطے لائے تھے شیخ علی صاحب کا دل خوش کرنے کے واسطے ایک دو روز آپ اس پر بیٹھ گئے اسی عرصہ میں ایک روز ایک شخص نے عرض کیا کہ میرے پاس رضائی نہیں ہے اور جاڑے سے

مرتا ہوں یہ سن کر آپ نے وہی قالین اس کے حوالے کر دیا۔

بنارس سے روانہ ہو کر حضرت سیّد صاحبؒ سلطان پور اور اس کے مضافات میں جہاں لشکرِ غلام حسین خاں ناظم والیٔ لکھنؤ کا مقیم تھا تشریف لے گئے اس لشکر میں ہزار ہا مرید آپ کے تھے کوئی دو ہفتہ تک وہاں قیام کر کے پھر بریلی اپنے مسکنِ مبارک کو مراجعت کی

باب ۳

حجِ بیت اللہ

سکھوں کے خلاف جہاد کرنے کا فیصلہ!

صاحبِ مخزن لکھتا ہے کہ ایامِ طفولیت سے آپ کی طبیعت اند جبلّت میں شوق و ذوقِ اعلائے کلمۃ اللہ و انطفائے نائرہ کفر و بدعت کا بھرا ہوا تھا اس واسطے ہر گھڑی اور ہر ساعت۔ جہاد اور قتل و قتال کفّار کا ارادہ کرتے رہتے تھے ان حالات کی موجودگی میں کہ انگریزی سرکار کار فرما تھی مگر اس کی مسلمان رعایا کی آزادی اور سرکارِ انگریزی کی بے رو ریائی اور ان حالات کی موجودگی میں ہماری شریعت کے شرائط سرکارِ انگریزی سے جہاد کرنے کو مانع تھیں اس لئے آپ نے فیصلہ فرمایا کہ سکھ قوم پنجاب پر جو نہایت ظالم اور احکاماتِ شریعت کی خارج اور مانع تھی جہاد کیا جائے مگر جہاد کا کام ایسا نہیں ہے کہ جھٹ پٹ انجام کو پہنچ جائے اور اس سے فارغ ہو کر اپنے گھر لوٹ آئیں۔ لٰہذا آپ نے چاہا کہ جہاد کرنے سے پہلے فرضِ حج کو ادا کر لیں اس فرض کی ادائیگی کے بعد سکھوں سے جہاد شروع کریں۔

حج کے متعلق اطلاعی خطوط

آپ نے اپنے دل میں حج کا مصمم ارادہ کر کے اطلاعی

خطوط بنام ساکنانِ دہلی و پھلت، و بہار نپور وغیرہ روانہ کئے اور مولوی محمد اسمٰعیل شہیدؒ اور مولوی عبدالحئی صاحبؒ کو بھی اسی کام کی تیاری کرنے اور اپنے اپنے قبائل لانے کے لئے دہلی بھیج دیا۔ جب یہ اطلاع آپ کے مریدوں اور خلیفوں کو پہنچی تو وہ لوگ اپنے اپنے باغ اور زمین وغیرہ فروخت کرکے دہلی میں آکر مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ کے پاس جمع ہوگئے اور اپنی شمولیت کی عرضیاں لکھ کر سید صاحبؒ کی خدمت میں روانہ کیں۔

کانپور کا سفر

ان ہی دنوں میں جب کہ آپ حج کی تیاریوں میں مصروف تھے ساکنانِ کانپور و کوڑہ اور جہاں آباد اور کھجوہ و فتح پور و لکھنؤ کی بہت سی عرضیاں حضرت کو بلانے کے لئے پہنچیں۔ صاحبِ مخزن لکھتا ہے۔ کانپور کے سفر پر روانگی سے قبل آپ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے اس دَور وسیر میں بہت سے انعامات و سعادات کا مجھ سے وعدہ فرمایا ہے تو بھی (یعنی صاحب مخزن) اس سفر میں ہمارے ساتھ چل اور یہ اپنے اوپر واجب کرے کہ بعد ادائے نماز فجر تا اشراق اور بعد ادائے نماز عصر تا مغرب ہماری مجلس میں حاضر رہ کر فائدہ اُخروی اٹھایا کر۔ غرض آپ بریلی سے روانہ ہوکر سڑک کے ملحقہ دیہات کے باشندوں کو ہدایت کرتے ہوئے ایک ہفتہ کے بعد دریائے گنگا سے پار ہوکر آپ کانپور پہنچ گئے اور وہاں سید محمد یٰسین صاحبؒ کے مکان پر قیام فرمایا۔ کانپور میں بھی ہزارہا خلقت آپکی بیعت سے مشرف ہوئی منجملہ بیعت کرنے والوں کے منڈو وصاحب فرنگی کی عورت بھی تھی جس نے بیعت کرنے کے بعد سات روز تک دونوں وقت آپکی دعوت کی اور ایک مکان عظیم الشان مع اسباب ضروری کے آپ کی نذر کیا سید صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم نے تمہاری نذر قبول کی تم ہماری طرف سے اس مکان کے متولی ہوکر مسافروں اور خصوصاً ہمارے مریدوں کی خدمت کرتی رہو۔ کانپور سے چل کر کوڑہ جہاں آباد میں ہدایت کرتے ہوئے آپ مجاون تشریف لے گئے۔ وہاں قاضی کی مسجد میں قیام فرمایا اس قصبہ کے کل مسلمان مرد عورت آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔

قصبہ مجاون کی واردات عجیب

قصبہ مجاون میں قیام کے دوران وہاں ایک عجیب واردات ظہور میں آئی ایک روز حضرت سید صاحبؒ بعد ادائے نماز فجر کے مراقب بیٹھے رہے آخر کار چاشت کے قریب آپ نے مراقبے سے سر اٹھاکر بآوازِ بلند تکبیر کہہ کر شکر نعمائے الہٰی بکمال خشوع وخضوع گریاں وخنداں کرنا شروع

کیا حمد و ثناء کے بعد آپ سجدے میں گر پڑے۔ اور سجدے سے سر اٹھا کر مبارک باد دیتے ہوئے فرمایا کہ آج ہاتفِ غیب نے مجھے بشارت دی ہے کہ اس وقت تجھ کو اور تیرے کل ہمراہیوں کو میں نے بخش دیا اور اس ندا کے بعد ایک ہاتھ غیب سے ظاہر ہوا اس ہاتھ نے اس مسجد کو جنتِ مادی میں لے جا کر داخل کر دیا اس وقت آپ نے فرمایا کہ اس مسجد میں جس قدر آدمی موجود ہیں ان سب کے نام ایک کاغذ پر لکھ لو اور ان کو اصحابِ بدر کی طرح بارگاہِ ایزدی کے مقبول و منظور تصوّر کرو۔ وہاں سے چلکر آپ کھجوہ پہنچے اور وہاں کے لوگوں کو شرفِ بیعت سے مشرّف کر کے فتحپور تشریف لے گئے اس بستی میں جو نمازِ عصر کے بعد آپ مراقب بیٹھے تو نمازِ مغرب کے قریب سر اٹھا کر فرمایا کہ خداوند تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ آج اس ربّ العزّت نے تمام اولیاء مقبولین سلف سے مجھ کو ممتاز کر کے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی میرے ہاتھ پر بیعت کرے گا اس کو تمام مکروہاتِ دنیا و آخرت سے محفوظ رکھ کر اپنی رضامندی اور انعام سے سرفراز کروں گا اس بشارت میں آپ کے خلیفوں اور خلیفوں کے خلیفوں کی بیعت بھی شامل ہے۔ اس وقت میں نے (یعنی سید صاحبؒ نے) عرض کیا کہ اے کریم و رحیم میرے آباؤ اجداد کو بھی میری بیعت سے مشرّف کر تاکہ وہ بھی اس وعدۂ مغفرت میں شریک ہو جائیں۔ کئی روز تک اس آخری دعاء کی قبولیت میں توقف رہا اس عرصہ میں سید صاحب وطن میں واپس پہنچ گئے وطن میں پہنچ کر اس دعاء کی قبولیّت کے واسطے آپ بہت گڑ گڑائے۔ آخر اس کریم و رحیم نے اپنے فضلِ عمیم سے اس دعاء کو قبول فرمایا اور حکم دیا کہ سید محمد (مولّف مخزنِ احمدی) کو اپنے آباؤ اجداد کی طرف سے وکیل کر کے ان کی طرف سے ان سے بیعت لے لے اس بشارت میں ہدایت پانے کے بعد سید صاحبؒ نے سید محمد کو اپنے آباؤ اجداد کی طرف سے وکیل کر کے ان کی طرف سے وکیل کر کے وکالتاً اپنے کل بزرگوں کی طرف سے اس سے بیعت لے لی اس سفر سے واپس آ کر ایک مہینے تک آپ بریلی میں مقیم رہے

حجاج کے قافلوں کی آمد

اس عرصہ میں حاجیوں کے قافلے دہلی وغیرہ سے پہنچنے شروع ہوئے۔ دہلی اور اس کے گرد و نواح سے تقریباً ڈھائی سو مرد اور عورتیں حج کے ارادہ سے پہنچ گئے۔ ایک سو آدمی اطرافِ بریلی سے پہنچ گئے اور چالیس آدمیوں کے قریب آپ کے خویش و اقارب تھے۔ حضرتؒ

تقریباً ۴۰۰ آدمیوں کے قریب آپ کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو کر جمع ہوئے جس فجر کو آپ روانہ ہونے والے تھے اس رات کو آپ کے نئے مکان کی روح بہیئت انسانی ظاہر ہوئی اور آپ کی جدائی میں بہت رنج و ملال ظاہر کر کے ایک دوسری مخلوق الٰہی سے جو وہاں حاضر تھی مخاطب ہو کر کہنے لگی کہ کل ہمارا آقائے نامدار ہم کو چھوڑ کر چلا جائے گا یہ کہہ کر ایسا زار و قطار رونا شروع کیا اس گریہ و زاری کا اثر سید صاحبؒ پر بھی ہو گیا اور آپ بھی رونے لگے اور چونکہ اس وقت سید صاحبؒ کو خود کچھ حضوری الٰہی ہو رہی تھی آپ نے اللہ رب العزت سے عرض کیا کہ یہ سب تیرا فضل و کرم ہے۔ اس روح کی یہ الفت تیرے ہی انعام کے سبب سے ہے ورنہ میرے جیسے ہزارہا آدمی اپنے اپنے مکانات کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں کبھی کوئی مکان ان کے واسطے رنج و ملال نہیں کرتا سوائے رب تو ہی اپنے فضل سے اس مکان کو تسکین دے۔ اسی وقت جناب باری سے حکم ہوا کہ اس مکان کو بھی ہم جنت میں داخل کریں گے۔ یہ خطاب اس روحِ مکان نے خود بھی سنا اور میں نے بھی بہ تعمیل حکم الٰہی اس کو یہ بات سنا دی تب اس مکان نے خوش و خرم ہو کر تسلی پائی اور خوش ہو گیا۔

قافلہ حجاج کا زادِ راہ یکم شوال ۱۲۳۶ھ میں یعنی بروز عید الفطر عید کی نماز کے بعد مع چار سو مرد عورت اور بچے بارادۂ حج آپ بریلی سے روانہ ہوئے بروز روانگی آپ کے خزانچی کے پاس صرف بقدر ایک سو روپے موجود تھے اس میں سے بھی آپ فقیروں اور مسکینوں اور نائی دھوبی وغیرہ کو تقسیم کرتے رہے اس وقت جو آیا خالی ہاتھ نہ گیا۔ اس روز ایک میل کے قریب چل کر ایک باغ میں ڈیرہ ہوا وہاں جا کر جو کل اہلِ قافلہ کی گنتی کی گئی تو کُل چار سو سات آدمی تھے۔ اسی جگہ پر آپ نے مولوی محمد یوسف صاحب اپنے خزانچی سے دریافت کیا کہ اس وقت کتنی جمع تمہارے پاس موجود ہے انھوں نے عرض کیا کہ کل چھ یا سات روپے اس وقت میرے پاس موجود ہیں یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اتنے روپوں سے ایک قافلہ کا ایک وقت کا خرچ بھی نہیں چل سکتا۔ بہتر یہ ہے کہ ان روپوں کو بھی بریلی کے فقراء کو جو اس وقت موجود ہیں دیدو مولوی محمد یوسف صاحب نے بہ تعمیلِ حکم وہ کل روپیہ اسی وقت تقسیم کر دیا اس سارے قافلے کا خرچ سید صاحب کے ذمہ تھا اور اس وقت سید صاحبؒ کے پاس ایک

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حبہ بھی موجود نہ تھا۔ مگر اللہ رب العزت کی رزاقی کا آپ کو ایسا یقین واثق تھا کہ آپ ذرا بھی نہ گھبرائے۔ مگر ہاں ہم جیسے بے صبروں نے اس دور دراز سفر کا قافلہ کے کثیر افراد سے موازنہ کر کے سید صاحبؒ کی ظاہری حیثیت کو دیکھا ایک دوسرے سے کہتا تھا کہ بھائیو اللہ ہی حافظ ہے دیکھئے یہ ناؤ کیسے پار ہو۔ سید صاحبؒ نے اس وقت اپنے سر مبارک سے ٹوپی اتار کر یہ دعا کی کہ اے کریم کارساز تو نے اپنی اس قدر مخلوق کو مجھ ناچیز کمینے کے ساتھ کر دیا ہے سو مجھ بے چارے پر الٹا لطف و کرم کر کہ بہت خیر و خوبی کے ساتھ ان کی زادِ راہ اپنے خزانۂ غیب سے مہیا فرما اور اپنے انعام عام کے ساتھ ان کو منزلِ مقصود تک پہنچا دے یہ دعا کر کے منزل اوّل باغ سے کوچ کر کے آپ دلمئو کو روانہ ہوئے۔ برسات کا موسم تھا ہر نالہ و تالاب اور سڑک پانی سے پڑ گئی۔

قافلۂ حجاج کی دعوت

جب دلمئو تقریباً دو میل رہ گیا تو ایک باغ میں برسرِ راہ آپ آرام کرنے لگے۔ وہاں پہنچے ہوئے تھوڑی دیر گذری تھی کہ دیکھا کہ دو سوار تیز رفتار مع چالیس پچاس پا پیادہ آدمیوں کے دلمئو کی طرف سے چلے آتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں وہ لوگ وہاں پہنچ کر حضرت کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور مصافحہ اور معانقہ کے بعد اسی سبز گھاس پر جہاں حضرت رونق افروز تھے حضرت کے سامنے بیٹھ گئے۔ اوّل انھوں نے بیعت کی پھر ان میں سے ایک نے عرض کیا کہ ہم دونوں حقیقی بھائی ہیں۔ میں بڑا بھائی اور یہ چھوٹا بھائی ہے۔ میں نے جس روز سے حضور کی مع قافلہ کے تشریف آوری کی خبر سنی ہے اسی روز سے سارے قافلہ کی دعوت کا ارادہ کر لیا تھا۔ سو آج جب میں کھانا پکانے کی تیاری کرنے لگا تو اس میرے چھوٹے بھائی نے جو آپ کے حضور میں حاضر ہے مجھے دعوت کی تیاری سے منع کیا اور کہا کہ آج میں دعوت کروں گا کل تم کرنا۔ چنانچہ جب اس کا اور میرا پہلے دعوت کرنے پر جھگڑا ہوا تو شہر کے لوگوں نے ہم دونوں کو حضور کی خدمت میں بھیج دیا ہے سو آپ جس کو حکم دیں وہ آج اوّل دعوت کرے۔ سید صاحبؒ نے دونوں بھائیوں کو رضا مند کر کے اسی پہلے بھائی کے گھر پہلے دعوت کا حکم دیا۔ وہ دونوں بھائی خوشی خوشی واپس چلے گئے جب گرمی کی شدت کچھ کم ہوئی تو حضرت بھی معہ قافلہ کے اس باغ سے روانہ ہو کر شام کے

وقت قصبہ دلمئو میں داخل ہوئے۔ اس رات کو ہزارہا مرد و عورت بیعت سے مشرف ہوئے آپ ایک ہفتہ تک اس قصبہ میں مہمان رہے نویں روز پانچسو روپے پر کشتیاں کرائے پر لیں اور سو روپیہ ملاحوں کو بیعانہ دے کر وہاں سے آگے روانہ ہوئے اور جس قدر روپے کی ضرورت تھی سب اسی قصبہ دلمئو سے بلا طلب جمع ہو گیا۔

کشتی کا واقعہ جس وقت کشتیوں پر اسباب لادا جا رہا تھا اس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ فلانی کشتی جس میں سارے قافلہ کا اسباب لادا گیا ہے دریا میں غرق ہو جائے گی۔ اس وقت آپ کے واسطے ایک دوسری کشتی سواری کے لئے تجویز ہوئی تھی آپ نے شانِ الٰہی معلوم کر کے اس اسباب والی کشتی کا اسباب نکلوا کر اس میں آپ سوار ہو گئے اور اپنی سواری والی کشتی میں اسباب رکھوا دیا۔ کہ اگر یہ کشتی ڈوبے گی تو غریبوں کا اسباب تو ضائع نہ ہو گا مجھ کو لے کر ڈوبے تو ڈوبے اس کی مجھ کو کچھ پرواہ نہیں ہے جب اس ڈوبنے والی کشتی میں آپ سوار ہو گئے تو پھر آپ کو غیب سے بشارت ہوئی کہ اب یہ کشتی نہیں ڈبوئی جائے گی تب آپ نے شکرِ الٰہی ادا کیا اور آگے کو روانہ ہو گئے۔

سیّد صاحبؒ کا دھمدمہ میں قیام ابھی آپ کشتی میں سوار نہ ہوئے تھے کہ شیخ مظہر علی صاحب ساکنِ دھمدمہ جو بمقام دلمئو آپ کے استقبال کے لئے آئے تھے فرمانے لگے کہ حضور کی تشریف آوری کی خبر سن کر عرصہ سے سامانِ دعوت تیار ہے اور یہاں سے تقریباً پانچ کوس پر دریائے گنگا کے کنارے دھمدمہ میں میرا مکان ہے اگر حضور میری دعوت کو قبول فرما کر وہاں تک قدم رنجہ فرمائیں تو عین بندہ نوازی ہے۔ حضرتؒ نے قبول فرما لیا اور شیخ مظہر علی صاحب اسی وقت گھوڑے پر سوار ہو کر براہِ خشکی اپنے مکان کو تشریف لے گئے اور حضرتؒ مع قافلہ بذریعہ کشتی دھمدمہ پہنچ گئے۔ قریب پہر رات گئے شیخ مظہر علی صاحب مع طعام حاضر ہوئے کھانا اس کثرت سے تھا کہ سارے قافلے نے سیر ہو کر کھایا اور ناشتہ کے واسطے بھی بچ رہا صبح کو تقریباً تین سو آدمی بیعت سے مشرف ہوئے۔

موضع ڈگڈگی میں سیّد صاحبؒ کی بیعت پھر وہاں سے لنگر اٹھایا گیا۔ جب کشتی موضع ڈگڈگی کے سامنے پہنچی تو شیخ محمد پناہ مع اپنے فرزند کفاہ کے دریائے گنگا کے کنارے کھڑے ہوئے آواز بلند کشتیوں

کو اپنی طرف بلا رہے تھے۔ حسب الایماء سید القافلہ کشتیاں کنارے پر پہنچیں تو اس وقت دونوں صاحب کشتیوں پر چڑھ آئے اور حضرت سے مصافحہ معانقہ کرکے عرض کی کہ مدت سے حضور کی تشریف آوری کی خبر سن کر اسبابِ مہمانی تیار کر رکھا ہے اور دور دور سے بہت سے آدمی بیعت کرنے کی امید میں آکر ہمارے مکان ڈگڈگی میں جمع ہیں اور دو تین روز یہاں قیام فرمائیں تو عین بندہ نوازی ہے۔ تب حضرت نے قیام کرنے کا حکم دیا۔ سب اہلِ قافلہ کشتیوں سے اتر پڑے۔ شام کو بہت آدمی آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ اس بستی میں بہت سے چبوترے امام حسین کے نام سے بنے ہوئے تھے۔ حضرت نے معلوم کرکے ان کے گرا دینے کا حکم دیا۔ ان لوگوں نے اسی شبِ تاریک میں پھاوڑے اور بیلچے اپنے گھروں سے لاکر فوراً ان نشاناتِ شرک کو گرا کر زمین کے ہموار کر دیا اور بہت سے علم اور شدے اور پنجے وغیرہ ان کے گھروں میں موجود تھے سب کو توڑ پھوڑ کر اس کی چاندی بقدر سو روپے کے تھی حضرت کے حوالے کرکے کہا کہ یہ مال پہلے نذر شیطان کے تھا اب آپ کے ذریعہ سے اصلی طور پر روحِ پُر فتوح حضرت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو پہنچا۔

قافلۂ حجاج کی ایک انگریز سوداگر کی دعوت

دوسرے دن شام کے وقت اس گاؤں سے رخصت ہوکر کشتیوں پر پہنچے۔ اس وقت حضرت نے کھانا پکوانے کا حکم دیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہاں سے کنارا آدھ کوس ہے اور ابرِ محیط ہو رہا ہے۔ راہ میں کیچڑ پانی اس قدر ہے کہ راہ چلنا محال ہے اس وقت کھانا پکانے کا بندوبست نہیں ہو سکتا۔ اس رات سارا قافلہ مع عورتوں اور بچوں کے فاقے سے رہا۔ ہر ایک خاموش اور شاکر و صابر تھا۔ جب عشاء کی نماز ہو چکی اس وقت دیدبانوں نے عرض کیا کہ بہت دور سے دو تین مشعلیں اس طرف کو آتی ہوئی نظر آتی ہیں آتے آتے جب وہ مشعلیں کنارے کے نزدیک پہنچیں تو دیکھا کہ ایک انگریز گھوڑے پر سوار مختلف قسم کا بہت سا کھانا ساتھ لئے چلا آتا ہے۔ اس نے کشتی کے نزدیک آکر پوچھا کہ پادری صاحب کہاں ہیں۔ جب حضرت نے کشتی میں سے جواب دیا تو وہ گھوڑے سے اتر کر اور اپنی ٹوپی سر سے اتار کر بہت ادب سے حضرت کے سامنے کشتی میں آیا اور بعد سلام و مزاج پرسی کے عرض کیا کہ تین روز سے میں نے حضور کی تشریف آوری کی خبر لانے کے لئے نوکر اس طرف متعین کر رکھے تھے۔ سو آج انھوں نے مجھ کو خبر دی لہٰذا یہ ماحضر حضور اور کل قافلے کے لئے تیار کر کے لایا ہوں

براہِ بندہ نوازی اس کو قبول فرمائیں۔ حضرت نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ کھانا اپنے برتنوں میں لے کر قافلے میں تقسیم کر دو۔ تقریباً دو گھڑی تک وہ انگریز حضور میں حاضر رہا اور پھر رخصت لے کر مع اپنے آدمیوں کے واپس چلا گیا۔ وہ انگریز نیل کا سوداگر تھا۔ اسی گنگ کے قریب اس کا نیل کا کارخانہ تھا اس سلسلہ میں وہ وہاں سکونت رکھتا تھا۔ دراصل اس قافلے کو اللہ نے اس رات بھوکا نہ رہنے دیا اور اپنی قدرت ظاہر کرنے کے لئے ایک غیر ملکی نصرانی کے ہاں سے کھانا بھجوا دیا۔ وہاں سے چل کر رام چورہ کے گھاٹ پر لنگر ڈالا گیا۔ اس گھاٹ پر شیخ حسن علی جو حضرت کے مریدانِ خاص میں سے تھا پہلے سے منتظر کھڑا تھا۔ اس نے تین روز تک قافلہ کی دعوت کر کے چوتھے روز آپ بھی مع اہل و عیال حج بیت اللہ کے ارادہ سے شامل ہو گیا۔ اس دن موضع رجینی کا ایک زمیندار سارے قافلے کی دعوت کا سامان لایا۔

شیخ غلام علی کی فیاضی

پانچویں روز وہاں سے لنگر اٹھا کر شہر الٰہ آباد میں بردا گھاٹ پر لنگر ڈالا گیا اور سارا قافلہ مع زن و بچہ شیخ غلام علی کی حسب تجویز راجہ اودت نراین کی بارہ دری میں جو برلبِ دریا تھی فروکش ہوا۔

الٰہ آباد میں پندرہ روز تک شیخ غلام علی صاحب نے سارے قافلہ کی دعوت کی شیخ صاحب ایک ہزار روپے روزانہ قافلہ کی دعوت پر خرچ کر کے عمدہ عمدہ کھانے پکوایا کرتے تھے اور کھانا بھی اس کثرت سے آتا تھا کہ الٰہ آباد کے صدہا مساکین پندرہ روز تک قافلہ کے ساتھ ہی کھاتے رہے۔ الٰہ آباد پہنچتے پہنچتے مردمانِ قافلہ کی تعداد سات سو ہو گئی تھی۔ شیخ غلام علی نے تیرہ عدد خیمے اور ہر ایک حاجی کے واسطے ایک ایک جوڑا پارچہ احرام اور ہر ایک اہل قافلہ کے واسطے ایک ایک روپیہ نقد اور حضرت کے قرابت داروں کو دس دس روپے نقد اور خود حضرت کی خدمت میں چار ہزار پانچ سو روپے نقد نذر کئے یہاں الٰہ آباد میں بھی ہزارہا خلقت آپ کی بیعت سے مشرف ہوئی ایک شاہ اجل صاحبؒ کے تکیہ والے مشہور مشائخ میں سے بہت سے لوگ آپ کے مرید ہوئے۔

شیخ عبد اللطیف کی مہمان نوازی

دو تین ہفتہ کے بعد الٰہ آباد سے رخصت ہو کر مرزا پور میں لنگر ڈالا وہاں شیخ عبد اللطیف صاحب سوداگر نے ایک ہفتہ تک سارے قافلہ کی مہمانی بڑی دھوم دھام سے کی چار ہزار روپے نقد حضرت کو نذر کئے اور خود بھی بارادہ حج شریک قافلہ ہو گئے یہاں ہزارہا خلقت آپ کی بیعت سے مشرف

ہوئی ایک ہفتہ کے بعد مرزاپور سے روانہ ہو کر دو تین روز چنار گڑھ میں قیام رہا اور وہاں سے چل کر شہر بنارس میں داخل ہوئے چونکہ اس شہر میں آپ کے مرید اور مخلص کثرت سے موجود تھے اور شدید بارش کی وجہ سے موسم سفر کے لئے موزوں نہ تھا اس واسطے ایک ماہ تک بنارس میں قیام کیا دونوں وقت سارے قافلے کی دعوتیں ہوتی تھیں۔ حیات النساء بیگم اور شاہزادگانِ خاندانِ تیموریہ جو پہلے سے آپ کے مریدوں میں تھے بڑی تواضع سے پیش آئے۔ نماز عید الضحیٰ بھی اسی شہر میں ہوئی اور گوشت قربانی اس کثرت سے جمع ہوا تھا کہ مردمانِ قافلہ کے علاوہ صدہا باشندگانِ بنارس اسی گوشت کو تین روز تک کھاتے رہے۔

مولوی حافظ اکرام الدین

صاحبِ مقالاتِ طریقت لکھتا ہے کہ ایک شخص حافظ اکرام الدین جس نے صرف میر قطبی تک اور ترجمہ فتح الرحمٰن مولوی وحید الدین پھلتی سے بمقام دہلی پڑھا تھا اور دہلی کے بازار دریبہ میں عطاری کی دکان کرتا تھا اس وقت شہر بنارس میں موجود تھا۔ مولوی وحید الدین صاحب اپنے استاد سے جو اس وقت سید صاحبؒ کے ساتھ آکر ملے۔ عند الملاقات مولوی وحید الدین صاحب نے اس سے فرمایا کہ تم مدت سے مرشد کی تلاش میں تھے اب چلو سید صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت کر لو ایسا پیر ملنا پھر دشوار ہے۔ اس نے کہا کہ حضرت کی خدمت میں حاضری تو مضائقہ نہیں مگر جب تک میری تسلی نہ ہوگی کسی کا مرید نہ ہوں گا۔ مولوی صاحب نے اس سے پوچھا کہ بھائی تمہاری تسلی کیسے ہوگی اس نے کہا کہ جب تک رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو اجازت نہ دیں میں بیعت نہیں کروں گا مولوی وحید الدین صاحب اس جواب سے لاجواب ہو کر ملاقات کے بعد اپنے ڈیرے کو چلے گئے اور سید صاحبؒ کی خدمت میں یہ سارا قصہ بیان کیا آپ نے سن کر فرمایا کہ وہ تو اچھی بات کہتے ہیں آدمی کو ایسے امور میں خوب تحقیقات کر لینی چاہیئے پھر آپ نے ایک پرچہ کاغذ پر درود شریف لکھ کر مولوی وحید الدین صاحب کو دیا اور فرمایا کہ یہ لے جاکر ان کو دیدو کہ رات کو پڑھ کر سو رہو انشاء اللہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوگی۔ اس وقت حضرت سے اجازت لے یا حضرت کے ہاتھ پر ہی بیعت کرلے۔

مولوی حافظ اکرام الدین کی بیعت

غرض مولوی وحید الدین صاحب نے وہ درود اس کو پہنچا کر حضرت کی ہدایت کے مطابق سمجھا دیا کہ وہ اس رات کو درود پڑھ کر سو رہے اس شب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کو زیارت نصیب ہوئی

تب اس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید احمد آپ کے فرزند ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں وہ میرا فرزند ہے۔ پھر اس نے عرض کیا کہ کیا ان کے ہاتھ پر بیعت کریں آپ نے فرمایا کہ اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا گویا میرے ہاتھ پر بیعت کرنا ہے۔ جب پچھلی رات کو اس خواب کے دیکھنے کے بعد اس کی آنکھ کھلی تو اسی وقت درود پڑھتا ہوا مولوی وحید الدین صاحب کے پاس پہنچا اور اپنے خواب کا قصہ بیان کر کے حضرت سے بیعت کرنے کا خواہاں ہوا فجر کو نماز صبح کے بعد مولوی وحید الدین صاحب اسکو حضرت کے حضور میں لے گئے اور بیعت سے مشرف کرایا۔

مولوی حافظ اکرام الدین کو وعظ کہنے کی ہدایت

ایک روز سید صاحبؒ نے اس سے فرمایا کہ بھائی حافظ اکرام الدین ہم نے تم کو اپنا خلیفہ مقرر کیا تم وعظ کیا کرو اور خلقت کو فائدہ پہنچاؤ۔ اس نے عرض کیا کہ یا حضرت یہ کام مجھ سے کیسے ہوگا۔ میں تو عالم نہیں ہوں۔ دو ایک کتابیں مولوی وحید الدین سے ایک عرصہ ہوا دیکھی تھیں سو وہ بھی بھول گئیں پھر آپ نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں اگر تم کو علم نہیں ہے تو کیا ہوا۔ تم وعظ کہنا شروع کر دو۔ اس نے پھر انکار کیا اور کہا کہ حضرت یہ کام علم کے بغیر ممکن ہی نہیں پھر آپ نے فرمایا کہ خداوند تعالےٰ تم کو علم بھی عطا کرے گا۔ تب اس نے عرض کیا کہ آپ میرے واسطے دعا کریں اسوقت آپ دعا کرنے پر مستعد ہو گئے اور تمام حاضرین سے فرمایا کہ بھائی حافظ اکرام الدین کے واسطے دعا کرتا ہوں۔ تم آمین کہو۔ آپ نے دعا کے واسطے ہاتھ اٹھا کر کہا کہ یا الٰہی تو نے جہان کو بے سبب پیدا کیا اور آسمان کو بے ستون پیدا کیا۔ تنور سے پانی جاری کیا۔ پتھر سے ناقہ نکالا۔ آدم علیہ السلام کو بے ماں باپ کے بنایا اور حضرت عیسیٰؑ کو بے باپ کے پیدا کیا اور ہمارے نبیؐ امی کو علمِ اوّلین اور آخرین سے سرفراز کیا سواے اللہ اپنے نبیؐ امی کی برکت سے اس شخص کو علم ظاہر اور باطن کا عطا فرما۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں نے اور سب بھائی مسلمانوں نے تمہارے واسطے دعا کی ہے اس واسطے امید قوی ہے کہ اللہ رب العزت تم کو علمِ ظاہری اور باطنی سے سرفراز کرے گا اب تم وعظ کہنا شروع کر دو اس دعا کے بعد اس کی شرحِ صدر غیب سے ہوگئی۔

مولوی اکرام الدین کے وعظ کا شہرہ

تب اس نے وعظ کہنا شروع کیا اور ایسا سحرالبیان واعظ ہوا کہ اب جو کوئی اس کا وعظ سنتا تھا حیران ہو جاتا تھا۔ جب کسی شخص نے دہلی میں جا کر اس کی وعظ گوئی کی تعریف کی تو کسی کو یقین نہ ہوا ایک مدت کے بعد مولوی اکرام الدین صاحبؒ خود دہلی میں آئے اور جامع مسجد میں وعظ کہا۔ تمام

شہر میں ان کے وعظ کا بڑا چرچا پھیلا لوگ کہتے تھے کہ مولوی محمد اسمٰعیل شہیدؒ کے علاوہ ہم نے ایسا وعظ کسی کا نہیں سنا۔ مگر مفتی صدر الدین خاں اور مولوی فضل الحق صاحب نے اس خبر کو سچ نہیں جانا۔ آخر ایک جمعہ کو یہ دونوں عالم بھی ان کے وعظ میں حاضر ہوئے اور چند سوالات بھی سوچ کر آئے تھے کہ ان سے دریافت کریں گے۔ جب انھوں نے وعظ کہنا شروع کیا تو قسم قسم کے علوم و فنون اور عجائباتِ قرآنی بیان فرمانے لگے۔ اور طرفہ یہ کہ جو سوالات وہ دونوں صاحب سوچ کر آئے تھے وہ سب سوالات بیان کر کے ان کے جواب بھی نہایت خوبی سے دیدیئے ان دونوں فاضلوں نے وعظ کے بعد ان سے مصافحہ کیا اور کہا کہ بھائی تمہارا یہ علم بہ برکت حضرت سید صاحبؒ وہبی ہے کسبی نہیں ہے۔ مولوی اکرام الدین صاحبؒ کے علم کا حال تفسیرِ سورۂ فاتحہ سے جو انھوں نے لکھی ہے۔ بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔

سید صاحبؒ کا عظیم آباد (پٹنہ) میں قیام

بنارس سے اب ایک ماہ کے بعد قافلہ کا کوچ ہوا۔ غازی پور اور زمانیہ میں ایک دن مقام کر کے دانا پور پہنچے۔ دانا پور کے لوگ حضرت کے بہت مشتاق تھے اور بنارس تک آپ کی پیشوائی کے لئے آئے تھے اس لئے یہاں ایک ہفتہ قیام رہا۔ اس ہفتہ میں مولوی محمد اسمٰعیل شہیدؒ اور مولوی عبد الحیٔ صاحب جا بجا روزانہ وعظ کرتے تھے ان کے وعظ کی تاثیر سے ہزارہا خلقت شرک و بدعات سے تائب ہو کر آپ کی بیعت میں داخل ہوئے چنانچہ مولوی ولایت علی صاحب علیہ رحمۃ آپ کے ایک مشہور و مقبول خلیفہ جن سے لکھوکھا خلقت کو آپ کے بعد ہدایت ہوئی اسی شہر کے باشندے تھے اس شہر کے لوگ اپنی اولوالعزمی اور جاں نثاری میں آپ کے سارے مریدوں پر سبقت لے گئے اس شہر کا خاندان صادق پورا آپ کے کل تابعین کا پیشرو سمجھا گیا ہے۔

سید صاحبؒ کی روانگی کلکتہ

پٹنہ سے روانہ ہو کر مونگیر اور بھاگلپور میں شہرت اور ہدایت کرتے ہوئے آپ مرشد آباد پہنچے۔ مرشد آباد میں چار پانچ روز تک قیام رہا مگر ظلمتِ رفض کی وجہ سے جس سے یہ شہر بھرا ہوا ہے ایک شخص بھی آپ کی ملاقات کے لئے نہیں آیا۔ یہاں سے چل کر ہوگلی پہنچے قریب ایک ہفتہ تک ہوگلی میں مقام رہا وہاں سے روانہ ہو کر مقام شی پور میں داخل ہوئے یہاں سید عبد اللہ ابن سید بہادر علی جن کو آپ نے یہاں خلافت بھی دی تھی اور بہت سے آدمی اس شہر کے آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔

منشی امین الدین

یہاں سے روانہ ہو کر کلکتہ کے قریب دوپہر کا کھانا کھانے کے لئے کشتیاں ٹھہرائی گئیں۔ اس وقت منشی امین الدین صاحب وکیلِ سرکار جو کلکتہ کے مسلم رؤسا میں تھے مع بہت سے عمائد سائکنانِ کلکتہ کے خدمت شریف میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ کلکتہ میں قیام تک اس خاکسار کے غریب خانہ میں مقیم رہیں اور جو نان و نمک میسر ہوں قبول فرمائیں حضرت نے ان کی درخواست کو قبول کر لیا۔ اس کے تھوڑی دیر کے بعد اور بہت سے شریف و نجیب کلکتہ کے وہاں پہنچے اور حضرت کو اپنے اپنے مکانات کو لے جانا چاہا۔ مگر چونکہ حضرت نے منشی امین الدین سے وعدہ کر لیا تھا اس واسطے ان کی درخواست کو منظور نہ فرمایا۔ نماز مغرب کے بعد اوّل حضرت بسواری پالکی منشی امین الدین صاحب کے مکان کو تشریف لے گئے اور پھر منشی صاحب نے ہر قسم کی سواریاں بھیج کر آدھی رات تک سارے قافلہ کو اپنے مکان میں پہنچا دیا۔

منشی امین الدین کی مہمان نوازی

ایک عمدہ باغ میں قافلہ کا ڈیرہ کرایا گیا رات کو نہایت عمدہ اور پر تکلف کھانا منشی صاحب کے یہاں سے آیا اور بافراغت سارے قافلہ نے سیر ہو کر کھایا صبح کو منشی صاحب نے سارے قافلے کے واسطے جوتے خرید کر ہر ایک کو تقسیم کر دیئے جس کے پاس کپڑا نہ رہا تھا اس کو کپڑا بنوا دیا لیکن اس تاریخ سے سید صاحب کو اس مکان میں اتار کر جو منشی امین الدین صاحب رخصت ہوئے پھر آکر انھوں نے کبھی منہ نہیں دکھلایا اگرچہ دونوں وقت ان کے یہاں سے سارے قافلے کو کھانا آتا تھا اور ان کے آدمی ہر وقت خدمت کے واسطے موجود رہتے تھے مگر وہ خود کبھی نہ آئے اسی طرح تقریباً ایک ماہ گذر گیا۔ یہاں حضرت کو بھی بیعت کرنے والوں کے ہجوم کی وجہ سے ذرا بھی فرصت نہ ہوئی جو ان کے پرسانِ حال ہوتے ایک روز شام کو خود بخود مولوی وحید الدین صاحب منشی صاحب کی خیریت دریافت کرنے کے لئے انکی جائے سکونت پر تشریف لے گئے منشی صاحب بہت تپاک اور محبت سے پیش آئے مگر مولوی صاحب نے دیکھا کہ منشی صاحب کا مکان ہر قسم کی ممنوعاتِ شرعیہ مثلاً ظروف نقرئی و شراب و باجہ و تصاویر وغیرہ سے بھرا ہوا ہے۔ مولوی صاحب نے مزاج پرسی کے بعد اس اسباب ممنوعہ کی برائی اور خوفِ مواخذۂ الٰہی اور دنیائے دلفریب کی ناپائیداری کو بہت خوبی سے بیان کی کہ ان کلماتِ نصیحت آمیز کو سن کر منشی صاحب پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ انھوں نے اسی وقت ہزارہا روپے کے اسباب شراب خوری کو اٹھوا کر پھنکوا دیا اور تمامی ظروف نقرئی وغیرہ اٹھوا کر ان کے گلوانے کا حکم دیدیا۔

منشی امین الدین کی پریشانی وخجالت

اس کے بعد مولوی صاحب نے ان سے سید صاحبؒ کے حضور میں غیر حاضری کا سبب پوچھا۔ اس وقت منشی صاحب نے بہت شرم وحیا کے ساتھ عرض کیا کہ میں ایک بڑی مصیبت میں گرفتار ہوں اور آپ سے بالمشافہ اس کا ذکر کرنا بے ادبی سمجھتا ہوں یہ میرا رفیق آپ سے عرض کرے گا اس رفیق کو مولوی صاحب نے تنہائی میں لے جا کر پوچھا تو اس نے عرض کیا کہ اس شہر میں ایک کسبی نہایت حسینہ و جمیلہ اور بڑی مالدار رہتی ہے اور بہت سے مالدار آدمی اس کے شیدا ہیں۔ منجملہ ان کے ایک منشی صاحب بھی اس کے عاشقِ زار ہیں۔ مگر وہ غارت گرِ ایمان ہفتہ میں صرف ایک بار یہاں شب باش ہوتی ہے اور منشی صاحب اس سے نکاح بھی کرنا چاہتے ہیں۔ مگر وہ کمبخت راضی نہیں ہوتی اب منشی صاحب سخت مخمصہ میں پڑے ہیں۔ اگر سید صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوں تو وہاں بیعتِ توبہ کرنی ہوگی اور اس غارت گرِ ایمان کو ترک کرنے پر بوجہ غلبۂ محبت کے ان کی جان نہیں رہتی۔ مولوی وحیدالدین صاحب یہ ساری کیفیت سُن کر سید صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہو بہو سارا حال آپ کے گوش گذار کر دیا حضرت نے فرمایا کہ ان سے کہدو کہ اگر وہ خدا کی راہ میں سچی توبہ کریں گے تو خداوند تعالےٰ ان کو ان کے عہد پر قائم رکھے گا۔

مولوی وحیدالدین کی طوائف سے ملاقات

دوسرے دن مولوی وحیدالدین صاحب پھر منشی صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے۔ حضرت کی بشارت زبانی ان کو سنا دی۔ حسنِ اتفاق سے وہ دن اس کسبی کے آنے کا تھا مولوی وحیدالدین ہی کی موجودگی میں مثلِ برق وہ بھی آ پہنچی اور مولوی صاحب کے سامنے آ کر بیٹھ گئی مگر منشی صاحب بہت محجوب ہوئے اس کسبی نے مولوی صاحب سے مخاطب ہو کر مزاج پرسی کے بعد کہا کہ کہاں سے تشریف لائے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ سید صاحبؒ کے قافلہ کا ایک درویش ہوں۔ اس عرصہ میں سید صاحبؒ کو بھی الہام ہوا۔ آپ بھی اپنے چند رفیقوں کو ساتھ لے کر منشی صاحب کے مکان کی طرف چلدیئے۔ منشی جی نے آپ کی تشریف آوری کی خبر سُن کر جھٹ پٹ اس بیسوا کو ایک ملحقہ کوٹھری میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا اور آپ استقبال کر کے سید صاحبؒ کو اندر لے آئے اس کوٹھری کے سامنے جس میں وہ کسبی بند تھی حضرت بیٹھ گئے۔ اس وقت منشی جی حضرت کے سامنے دست بستہ مؤدب بیٹھے تھے۔

سید صاحبؒ کا وعظ احسن الخالقین

مولوی وحیدالدین صاحب نے حضرت سے عرض

کیا کہ آج حسنِ اتفاق سے مریض معہ اسبابِ مرض کے طبیبِ حاذق کے حضور میں حاضر ہے اب طبیب کی التفات چاہیئے یہ سنتے ہی حضرت نے احسن الخالقین کا وعظ شروع کیا اور اس زور و شور سے اس خالقِ ارض و سمائی احسن الخالقیت اور شرحِ شکر نعمائے الٰہی بیان کی کہ حسن اور خوبصورتی کا کیا شکر ہے اور دولت مندی کا کیا شکر ہے اور پھر ان سب چیزوں کے فانی اور قابلِ زوال ہونے کی کیفیت اور پھر موت اور مواخذۂ الٰہی کا حال اور قبر اور عالمِ حشر کی بے کسی آنکھوں کے سامنے تصویر کی طرح دکھلا دی کہ اس کی تاثیر سے اہلِ مجلس بے ہوش ہو گئے اور وہ کسبی جو وعظ کا ایک ایک لفظ سن رہی تھی کوٹھری کے اندر ہی مثلِ نیم بسمل تڑپنے لگی اور وعظ ختم ہونے کے بعد فوراً کوٹھری کا دروازہ کھول کر دہاڑیں مارتی ہوئی باہر نکلی اور اپنے پچھلے تمام اعمال سے توبہ کر کے سب سے اول بیعت سے مشرف ہوئی اس کے بعد منشی جی نے بھی بیعت کی اس کسبی نے بیعت سے مشرف ہونے کے بعد خود حضرت کو وکیل اپنے نکاح کا کر کے عرض کیا کہ جس ادنیٰ اعلیٰ سے حضور چاہیں اس لونڈی کا نکاح کر دیں تب حضرت نے اس مجلس میں منشی جی سے اس کا نکاح کر دیا۔ اس بیعت کے بعد یہ دونوں میاں بیوی بڑے صالح اور متقی ہوئے

ایک شرابی کی توبہ

مگر صاحبِ مخزنِ احمدیہ نے دوسرے طور پر اس قصہ کو بیان کیا ہے اگرچہ ماحصل دونوں قصوں کا ایک ہی ہے۔ کلکتہ ہی کی ایک یہ بھی روایت ہے کہ ایک دائم الخمر مالدار مسلمان نے جس کے رگ و ریشے میں شراب بسی ہوئی تھی آپ کی خدمتِ بابرکت میں عرض کیا کہ حضرت شراب نوشی کا میں تو ایسا عادی ہوں کہ اس کے بغیر ایک لمحہ زندہ نہیں رہ سکتا اور سب منہیاتِ شرعی سے آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہوں۔ مگر شراب کو چھوڑ نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا مضائقہ ہے اگر ہمارے سامنے شراب نہ پیا کرو۔ اس نے اس شرط کو بخوشی منظور کر کے اور سب منہیات سے توبہ کر کے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور اپنے گھر جا کر جب نشۂ شراب کی خواہش نے زور کیا تو نوکر سے شراب مانگی وہ ایک پیالے میں شراب ڈال کر لے آیا۔ جوں ہی پیالہ ہاتھ میں لے کر منہ کے نزدیک لے گیا دیکھا کہ دانتوں میں انگلی دبائے ہوئے سید صاحبؒ سامنے کھڑے ہیں۔ اسی وقت پیالہ پھینک دیا اور توبہ کرتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ مگر پھر دیکھا تو سید صاحبؒ وہاں نہیں ہیں سمجھا کہ شاید مجھ کو کچھ وہم ہو گیا تھا۔ سید صاحبؒ یہاں کیسے آ جائیں گے پھر نوکر کو حکم دیا کہ ایک اور پیالہ شراب کا لاؤ جب نوکر شراب لے کر آیا اور اس نے

پیالہ ہاتھ میں لے کر منہ کے نزدیک کیا تو پھر دیکھا کہ مثل سابق سید صاحبؒ سامنے کھڑے ہیں اسی وقت پیالہ پھینک دیا اور کھڑا ہو کر حضرت حضرت کر کے اس طرف کو دوڑا پھر دیکھا کہ وہاں کوئی بھی نہیں ہے۔ تب مکان کے کل دروازوں کو مقفل کرا کے ایک کوٹھری میں گھس کر وہاں شراب طلب کی تو منہ کے نزدیک پیالہ لے جانے کے ساتھ ہی پھر سید صاحب کو سامنے کھڑا دیکھا۔ تب بھی پیالہ پھینک دیا مگر سید صاحبؒ کو ڈھونڈا تو آپ کا کچھ پتہ نہ پایا آخر لاچار ہو کر پاخانہ میں جا کر شراب طلب کی تو وہاں بھی حضرت کو سامنے کھڑا دیکھا۔ اس وقت اس نے شراب سے بھی توبہ کی اور شراب نوشی کے سب شیشے اور ظروف تڑوا کر پھنکوا دیئے۔

سورۂ فاتحہ کی تفسیر

صاحبِ ذکرِ جلی بروایت نثار علی صاحب شاگردِ رشید مولانا شاہ عبدالعزیزؒ صاحب تحریر کرتے ہیں کہ سید صاحبؒ کے عروج کے بعد مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے اپنے کل مریدوں اور شاگردوں سے کہدیا تھا کہ جو کچھ ہونا ہے اب سید صاحبؒ سے ہوگا۔ سب انھیں کے ساتھ ہو جاؤ یہ سن کر نثار علی صاحب بھی آپ کے ساتھ ہو گئے اور کلکتہ میں بھی آپ کے ساتھ تھے۔ سو وہ ذکر کرتے ہیں کہ کلکتہ میں قیام کے دوران ایک روز مولوی راشد صاحبؒ نے جنھوں نے ہدایا کا فارسی ترجمہ کیا ہے اور مولوی معظم حسین صاحبؒ اور ایک تیسرے عالم جن کا نام راوی یا صاحبِ ذکرِ جلی کو یاد نہیں رہا ایسی تنہائی اور تخلیہ کے وقت میں سید صاحبؒ کے مکان پر آئے کہ اس وقت سوائے سید صاحبؒ اور راوی کے اور کوئی عالم مولوی وہاں موجود نہ تھا سید صاحبؒ کے علم و کمال کا امتحان لینے کی غرض سے اس تنہائی میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر آپ سے پوچھی اس وقت اس سورہ کی تفسیر کو آپ نے اس خوبی اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا کہ یہ تینوں عالم سن کر دنگ رہ گئے اور اسی وقت آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے ملاقاتِ تنہائی اور سوءظنی کی معذرت کرنے لگے۔

سید صاحبؒ کا اردو میں گفتگو کرنے پر اصرار

قیامِ کلکتہ کے دوران ایک روز آپ کی دعوت شاہزادگانِ ٹیپو سلطان کے مکان پر ہوئی۔ حضرت مع مولانا محمد اسمٰعیلؒ اور دوسرے رفقائے کاملین کے وہاں تشریف لے گئے۔ ٹیپو سلطان کا ایک پوتا جو عبدالرحیم عرف عبدالرحیم مغرور کا شاگرد تھا اپنے آپ کو اس استاد

کی طرح سقراط اور افلاطون کے ہم پایہ سمجھتا تھا سید صاحبؒ کے سامنے بیٹھ کر انکارِ واجب الوجود جل شانہٗ واعظم برہانہٗ وانکارِ نبئ امّی اور قرآن مجید کا زبان عربی میں کرنے لگا سید صاحبؒ نے فرمایا کہ ہماری پیدائش ونشوونما ملک ہند میں ہوئی ہے اور کبھی عربی زبان میں بات چیت کرنے کا اتفاق نہیں ہوا اور چونکہ اصل غرض مقصد کا ظاہر کرنا ہے۔ بہتر ہے کہ آپ زبان ہندی میں بات چیت کریں تاکہ میں اور تم اور سب حاضرین مجلس اس کلام کو سمجھ سکیں اس نے یہ بات سن کر اور تھوڑی دیر توقف کر کے پھر فارسی زبان میں گفتگو شروع کی۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ ہر چند کہ فارسی زبان بھی میں سمجھتا ہوں اور تمہاری عربی اور فارسی کی زباندانی بھی سب حاضرین مجلس پر ظاہر ہو گئی اور چونکہ یہ سب تکلف ہے بہتر ہے کہ آپ اپنی مادری زبان اردو میں گفتگو کریں۔ تب لاچار اس نے اردو میں بروایت قواعد منطقیہ اور دلائلِ کلامیہ گفتگو شروع کی۔

عبدالرحیم ملحد کی بیعت

اس وقت مولانا محمد اسمٰعیل کے دل میں خیال آیا کہ شاید حضرت اس کا جواب دینے کے لئے مجھ کو اشارہ فرمائیں گے تب میں اس کی خوب خبر لوں گا۔ مگر سید صاحبؒ خود اس کا جواب دینے کو تیار ہوئے۔ اور منطقی قواعد کا لحاظ کئے بغیر جیسے کسی طفل مکتب کو تعلیم کرتے ہیں آپ نے کلماتِ عارفانہ بلکہ سپاہیانہ سے اسکو اس طرح سمجھانا شروع کیا۔

"کہ دیکھو اس ملک کی حاکم سرکار کمپنی ہے کسی نے اس کو نہیں دیکھا اور نہ کچھ اس کے اوصاف سُنے ہیں، اگر کوئی شخص کمپنی کا بھیجا ہوا تمہارے پاس آئے اور کہے کہ تم کو کمپنی اسی وقت طلب کرتی ہے ننگے پاؤں میرے ساتھ چلو تو تم اس حکم کو قبول کرو گے یا نہیں؟"

اس نے کہا کہ ہاں اسی دم قبول کروں گا۔ کیونکہ وہ حاکم ہے اور میں محکوم۔

سید صاحبؒ نے فرمایا: "کہ تم نے نہ کبھی کمپنی کو دیکھا اور نہ اس کے اوصاف سُنے کس طرح جانو گے کہ یہ شخص کمپنی کا بھیجا ہوا ہے۔؟"

اس نے کہا کہ کوئی نشانی مثل چپڑاس وغیرہ دیکھ کر یقین کریں گے۔

آپ نے فرمایا: "کہ بہت سے کاریگر ایسے ہیں کہ اس جیسا چپڑاس اور نشان جعلی تیار کر دیں گے پھر تم کو کیسے یقین ہوگا کہ واقعی یہ شخص کمپنی کا بھیجا ہوا ہے

ہے جس کے ساتھ تم ننگے پاؤں چلے جاؤ گے۔

اس نے کہا: کہ وہ حاکم اور ہم محکوم ہیں ہم کو بے چون وچرا اس کا حکم ماننا لازمی ہے۔

تب سید صاحبؒ نے فرمایا کہ: کمپنی موہوم پر آپ کو اس درجہ ایمان ہے کہ اس میں بے حرمتی کا خیال بھی نہیں کرتے اور اسکو حاکم اور اپنے کو محکوم کہتے ہو۔ اور یہ قرآن کلام معجز نما کہ جس کی شان میں اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ اگر سب جن اور آدمی جمع ہو کر ایسا قرآن بنانا چاہیں تو ہرگز اس کے مثل نہیں لا سکیں گے اگرچہ اس کے بنانے میں ایک دوسرے کا مددگار ہو اور حضرت رسالت پناہ بتائید معجزاتِ باہرہ کہ منجملہ ان کے ایک قرآن ہے شرف افزا اس عالم کے ہوئے۔¹

اس قدر کلام آپ کی زبانی سن کر وہ کافر بھونچکا سا رہ گیا اور حیران ہو کر کہنے لگا کہ آپ تو فرماتے ہیں کہ ہم خواندہ نہیں ہیں یہ علم آپ نے کہاں سے سیکھا۔ تب آپ نے فرمایا کہ یہ علم اس مالک الملک کا سکھایا ہوا ہے جس کے وجود کا تم انکار کرتے ہو۔ الحمد للہ والمنۃ کہ اس قدر کلام ہدایت التیام سننے کے بعد اس ملحد نے طریقۂ الحاد سے توبہ کر کے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اس کے استاد کو بھی سید صاحبؒ کی خدمت میں حاضر کرنے کی کوشش کی گئی مگر اس بدبخت ازلی کے نصیبِ خفتہ بیدار نہ ہوئے اور مسلمان .. ہونے کے ڈر سے دور دور بھاگتا پھرا۔

غلام حسین دلال کا انجام

صاحبِ ذکرِ جلی زبانی مولوی محمد علی رامپوری لکھتے ہیں کہ غلام حسین دلال کلکتہ میں ایک بڑا مالدار آدمی تھا اس کے پاس ننانوے لاکھ روپے نقد موجود تھے مگر وہ ننانوے کے پھیر میں پڑا ہوا تھا اس کو رات دن ایک کروڑ پورا کرنے کی تمنا تھی۔ یہ شخص بڑا شرابی اور بدکار تھا۔ اس کو سید صاحبؒ سے اس بنا پر سخت عداوت پیدا ہو گئی کہ آپ شراب نوشی اور ناچ راگ وغیرہ عیش وعشرت کی چیزوں سے کیوں منع کرتے ہیں اور یہاں تک اس کو مخالفت ہو گئی تھی۔ کہا کرتا تھا کہ جس قدر سید صاحبؒ ان چیزوں سے منع کرتے ہیں اسی قدر ہماری لذت بڑھتی جاتی ہے سید صاحبؒ کو بھی اس کی مخالفت اور عداوت کا حال معلوم تھا مگر ان سب باتوں کو سن کر آپ خاموش رہتے تھے ایک روز نمازِ عصر کے بعد آپ میدان میں ٹہل رہے تھے اس وقت یک بیک آپ نے

---

¹ وَقُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (۱۷: ۸۸)

ٹوپی سر سے اتاری اور فرمایا کہ خدا کا غضب غلام حسین دلال پر نازل ہوگیا۔ جب شہر میں لوٹ کر آئے تو معلوم ہوا کہ وہ اسی وقت سے دیوانہ و مجنون ہوگیا تھا جب اس کو کبھی ہوش آتا تھا تو یہی پکارتا تھا کہ سید صاحبؒ برحق کو لاؤ یا ان کے پاس مجھ کو لے چلو۔ جب لوگ اس کو حضرت کی خدمت میں لے کر آتے تو اس کو ایک گونہ تخفیف ہو جاتی اور جب حضرت سے جدا ہوتا تو پھر مجنون ہو جاتا آخر اسی حالت میں سب دھن دولت چھوڑ کر مرگیا اور ایک کروڑ پورا کرنے کی حسرت دل ہی میں لے گیا۔

سید صاحبؒ کی کرامات

وہی صاحب ذکرِ جلی بروایت مولوی محمد علی صاحب رامپوری بیان کرتے ہیں کہ جو کوئی جس کرامت کے واسطے سید صاحبؒ کو آزماتا تھا تو اللہ تعالےٰ وہی کرامت آپ کے ہاتھ سے ظاہر کرا دیتا تھا اور اپنے جدِ امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں یہ بھی آپ کی عادات شریفہ میں سے تھا کہ جب کوئی آپ کے پاس آتا یا کسی کے پاس جاتے تو ہمیشہ آپ پہلے سلامٌ علیک کہا کرتے تھے۔ بلکہ بعض لوگ دبے پاؤں آپ کی پشت کی جانب سے آئے تو بھی اللہ تعالیٰ نے ان کا آنا معلوم کرا دیا اور منہ پھیرے بغیر . . . . ۔ آپ نے ان کا نام لے کر پہلے ہی سلام علیک کہہ دیا غرض سلام علیک میں آپ کسی دوسرے کو سبقت کرنے نہ دیتے تھے۔

سید صاحبؒ سے ایک پادری کی علم ریاضی پر گفتگو!

وہی صاحب ذکرِ جلی زبانی عبید اللہ اور سید کرامت علی صاحب کے لکھتا ہے کہ ایک دن بوقتِ شام بمقام کلکتہ آپ گنگا کے کنارے پر ٹہل رہے تھے اس جگہ کے قریب ایک پادری کا گھر تھا۔ وہ پادری آپ کو ٹہلتا ہوا دیکھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور بہت منت و خوشامد سے آپ کو اپنے مکان میں لے گیا اور وہاں لے جا کر آپ سے عرض کیا کہ آپ سے کچھ سننا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا سنوگے؟ اس شقیٔ ازلی نے محض بغرضِ امتحان عرض کیا کہ علمِ ریاضی میں کچھ بیان فرمایئے۔ آپ نے علم ریاضی کا کبھی ایک مقولہ بھی نہ سنا تھا مگر منجانب اللہ اس علم کی باتیں اس خوبی سے آپ پر کھلیں کہ اگر اقلیدس بھی زندہ ہوتا تو آپ کی شاگردی کرتا وہ پادری سن کر دنگ رہ گیا کہ ہمارا ریاضی دانی کا دعویٰ سراسر غلط ہے۔ اس شخص سے بڑھ کر دنیا میں کوئی ریاضی داں نہ ہوگا۔

کلکتہ میں بیعت کا طریقہ

شہر کلکتہ میں بیعت کرنے والوں کی یہ کثرت تھی کہ ہزار یا پانسو

آدمیوں کو ایک جگہ جمع کرکے سات آٹھ پگڑیوں کو اس مجمع میں پھیلا کر ہر ایک بیعت کنندہ کو حکم دیتے تھے کہ ان پگڑیوں میں سے کسی ایک پگڑی کا کنارا پکڑ لے۔ پھر آپ پگڑیوں کا ایک کنارہ تھام کر کلمات بیعت کو بآواز بلند تلقین کرتے تھے اور یہ کیفیت دن بھر رہتی تھی آپ کے تشریف لانے سے پہلے وہاں کے لوگوں کے گھروں میں ہزارہا بے نکاحی عورتیں تھیں اور ہزارہا مسلمان غیر مختون اس شہر میں موجود تھے۔ شراب تو ایک عام بات تھی اس سے شاذ و نادر کوئی خالی ہوگا۔ اگر کوئی نماز روزہ کو کہتا تو جواب دیا کرتے تھے کہ نماز روزہ کے واسطے نہ کوئی کمپنی کا حکم ہے اور نہ کونسل کا آرڈر ہے پھر بغیر اس کے حکم کے کیسے تعمیل کریں اب آپ کی برکت سے وہی کلکتہ رشک ارم ہوگیا۔ ہر ایک بیعت کرنے والے سے نکاح اور ختنہ کا حال پوچھا جاتا تھا۔ اگر غیر مختون یا بے نکاحی جوڑا ہوتا تو فوراً یہ سنت ادا کر دی جاتی۔ بلکہ ان دونوں امور کے واسطے ہر محلے اور گلی کے چوہدری متعین تھے کہ ایسے لوگوں کا نشان دیتے جائیں۔ ہر روز دس پندرہ ہندو بھی مسلمان ہوتے تھے ان کی بھی ختنہ کرا کے ان کو ایک علیحدہ مکان میں رکھا جاتا تھا۔ اس کثرت سے مختون آدمی اس مکان میں جمع ہوگئے تھے کہ اہل قافلہ کے دس پندرہ آدمی ان کی خدمت کے واسطے تعینات تھے۔ تب تو کلکتہ اور اس کے نواح میں آپ کے مریدوں کی اس قدر کثرت ہوگئی کہ جو کوئی آپ سے بیعت نہ کرتا تھا اس کو برادری سے خارج کر دیتے تھے اس وجہ سے بائعین کی اور بھی کثرت ہوگئی۔

مولوی عبدالحئی اور مولوی محمد اسمٰعیل شہیدؒ کے وعظ

مولوی عبدالحئی صاحبؒ اور مولوی محمد اسمٰعیل شہیدؒ ہر منگل اور جمعہ کو ظہر سے شام تک وعظ فرمایا کرتے تھے اور ان بزرگوں کے وعظ کی یہ تاثیر ہوئی کہ خلقت مثل پروانہ گردیدہ ہوگئی ہر ایک بیعت کنندہ کے شراب نوشی سے تائب ہوئے پر شراب کی دکانیں بند ہوگئیں۔ ٹھیکیداران شراب نے اس کی نالش بحضور حاکمان ضلع کر کے استعفار داخل کر دیئے اور کہا کہ صبح سے شام تک ایک خریدار نہیں آتا کس کے ہاتھ فروخت کریں۔ صاحب کلکٹر نے اس کی تحقیقات کر کے ٹھیکیداروں سے کہا کہ ایک درویش باکمال کی تشریف آوری کی وجہ سے یہ بلا تم پر نازل ہوئی ہے۔ مگر یہ درویش بہت جلد ملک غرب جانے والا ہے۔ اس کے جانے کے بعد پھر تمہاری دکانیں بدستور سابق جاری ہو جائیں

گی۔ انھوں نے کہا اس درویش کا اثر قیامت تک نہ جائے گا۔ ان دنوں میں اگر سید صاحب کے ساتھ قافلۂ حجاج کے صرف آٹھ سو آدمی تھے۔ مگر باہر کے مہمانوں کی اس قدر کثرت تھی کہ روزانہ دو ہزار آدمی سے کم کھانا کھانے والے نہ ہوتے تھے لیکن بفضلِ الٰہی بہ برکتِ قدمِ سید صاحبؒ کے کھانا بھی اس کثرت سے آتا تھا کہ سب آدمی سیر ہو کر کھاتے اور مَنوں بچ رہتا تھا۔ سید صاحبؒ کی داد و دہش کا یہ حال تھا کہ جس سائل نے جو مانگا وہی اس کو دلا دیا بقول شاعر ؎

نرفت لا بزبانِ مبارکش ہرگز
مگر بہ اشہدان لا الٰہ الا اللہ!!

شیخ عبداللطیف صاحب سوداگر مرزاپور جن کے ذمہ داد و دہش کا یہ کام سپرد تھا فرماتے تھے کہ کلکتہ میں سائلوں کو تقریباً دس ہزار روپے نقد دیئے۔

ایک ہندو سیٹھ کا خواب

صاحبِ مخزنِ احمدی اور نواب وزیرالدولہ مرحوم دونوں مورّخ باتفاق تحریر کرتے ہیں کہ شہر سلہٹ واقع بنگالہ میں ایک بڑا مالدار ہندو سیٹھ ہمسرِ قارون رہتا تھا۔ ایک رات کو اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک بڑی لمبی سیڑھی آسمان سے نازل ہوئی۔ وہ اس سیڑھی پر چڑھ کر آسمان پر گیا ایک دروازے سے آسمان میں داخل ہو کر اس نے ایک شخص خوش رو و خوش لباس کو ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا اور اس کے نزدیک جا کر بہ ادب تمام اسکو سلام کیا اور پوچھا کہ حضور کا اسم شریف کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام کل بنی آدم کا باپ ہوں۔ سیٹھ صاحب نے کہا کہ اس کرسی نشین سے باتیں کرنے کے وقت جو میری نگاہ بائیں طرف کو جا پڑی تو دیکھا کہ وہاں ایک دروازہ ہے کہ اس دروازے کے اندر سے عجیب شور و شر اور نالۂ و فریاد برپا ہو رہا ہے۔ جب میں نے غور سے اس کے اندر نگاہ کی تو دیکھا کہ آگ کے بڑے بڑے شرارے اور انگارے اچھل رہے ہیں اور دھوئیں کا دل بادل ہو کر سارے مکان کو گھیرے ہوئے ہے اس مکان کے اندر سے ایسی بدبو آتی ہے کہ دماغ پراگندہ ہوا جاتا ہے اور معذّبین کی آہ و فریاد اور نالہ و زاری سے دل پاش پاش ہوا جاتا ہے یہ کیفیت دیکھتے ہی میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ تب اس کرسی نشین نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ اس کو یہاں سے اٹھا کر داہنی طرف والے دروازے کی طرف لے جاؤ جب میں

وہاں لایا گیا۔ تو اس دروازہ کی نسیم عنبر شمیم نے میرے ہوش و حواس درست کر دیئے تب میں نے آنکھ کھول کر دیکھا کہ اس دروازہ کے اندر عمدہ عمدہ مکانات ہیرے، یاقوت، زمرد اور موتیوں سے بنے ہوئے ہیں درخت سبز انواع و اقسام کے میوؤں سے لدے ہوئے ان پر جانور چہچہا رہے ہیں۔ آبِ مصفّٰی کی نہریں نہایت لطافت و خوبی سے جاری ہیں یہ کیفیت دیکھ کر میرے دل کو بہت سرور ہوا۔ تب میں نے اس کرسی نشین کے پاس جا کر ان متضاد مکانوں کا حال پوچھا اس نے فرمایا کہ یہ داہنے طرف بہشتِ بریں جائے سکونت مومنین موحدین کی ہے اور بائیں طرف دوزخ زندانخانہ کفارِ اشرار کا ہے جو بتوں اور غیر اللہ کو پوجتے ہیں اور رسولوں کے حکم کو نہیں مانتے اور تو کہ زمرۂ کفار مشرکین سے ہے اگر تو اسی کفر پر مر گیا تو تیرا ٹھکانا یہی دوزخ ہے جس کو تو نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے چونکہ ابھی تیری موت نہیں آئی تجھ کو ابھی اختیار ہے کہ اپنے مرنے سے پہلے بت پرستی اور کفر سے تائب ہو کر مومن موحد ہو جائے اور بہشتِ بریں کو جس کا ابھی تو نظارہ کر چکا ہے اپنا ٹھکانا کر لیوے اس تفصیل و تشریح کے سمجھانے کے بعد دونوں مکانوں کے اس کرسی نشین نے فرمایا کہ اس وقت ایک ہادی من اللہ سید احمدؒ نام بارادہ حج بیت اللہ کلکتہ میں وارد ہے اور عنقریب ملک عرب جانے والا ہے تو جلد کلکتہ جا کر اس کے ہاتھ پر کفر سے توبہ کر کے مومنین موحدین میں داخل ہو جا۔

ہندو سیٹھ کا قبولِ اسلام

جب وہ سیٹھ یہ خواب دیکھ کر اٹھا تو اسی وقت بسواری ڈاک گاڑی سلہٹ سے کلکتہ کی جانب روانہ ہوا اور کلکتہ پہنچ کر فوراً حضرت کی خدمت شریف میں حاضر ہوا اور سارا قصہ خواب کا حضرت کے روبرو بیان کر کے کفر سے توبہ کر کے مومنین میں داخل ہو گیا حضرت نے حسبِ قاعدہ اس کی ختنہ کرا کر اول مختون خانہ میں داخل کرا دیا اور صحت پانے کے بعد حضرت کے ہاتھ پر بیعت کر کے اپنے گھر واپس چلا گیا۔

وعظ سننے کے لئے انگریزوں کی درخواست

انہیں دنوں جب شہرہ حضرتؒ اور حضرت کے خلفاء کے وعظ و نصیحت کا کلکتہ میں ہو رہا تھا انگریزوں کو بھی حضرتؒ کے کلمات نصیحت آمیز سننے کا شوق ہوا۔ ایک مشہور سوداگر حاجی جیون بخش کی معرفت اونچی خدمت بابرکت میں درخواست بھیجی کہ

ایک روز تکلیف فرما کر ہم مشتاقوں کو بھی اپنے کلمات ہدایت آمیز سے سرفرازی بخشئے حضرتؒ نے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کو ان کے پاس بھیجدیا اس دن تقریباً دس ہزار میم اور صاحب لوگ آپ کا وعظ سننے کو جمع ہوئے۔ مولوی صاحب کے ساتھ فقط ایک دو روز رفیق اور حاجی جیون بخش صاحب سوداگر تھے۔ مولانا نے سورۂ مریم کا بیان شروع کیا اور اس زور و شور اور فصاحت و بلاغت سے یہ بیان ہوا کہ دس ہزار سامعین کے روتے روتے ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔ رومال سے آنسوؤں کو پونچھتے پونچھتے رومال تر ہو گئے تھے وعظ کے اختتام پر انگریزوں نے بہت سی اشرفیاں بطور انعام کے آپ کو دینی چاہیں مگر مولانا نے قبول نہیں فرمائیں اور کہا کہ ہم لوگ محض خدا کے واسطے بیان کرتے ہیں اور اس کا عوض کسی سے نہیں لیتے۔

عبدالرحیم دہریہ کا کلکتہ سے فرار

قیامِ کلکتہ کے زمانے میں ایک بڑے مشہور دہریے فاضل عبدالرحیم معروف بہ عبدالرحیم سے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ نے بحث کر کے اس کو براہ راست پر لانا چاہا تھا۔ کیونکہ یہ عبدالرحیم مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا شاگرد اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ کا ہم سبق تھا اس کی طبیعت روزِ ازل سے نہایت پیچیدہ اور بلا کی تیز تھی اس کے تیزرتے اور پیچیدہ سوالوں کو سن کر شاہ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اس طالب علم سے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں دہریہ نہ ہو جائے سو اس پیشین گوئی کے مطابق علم معقول کی تحصیل کے بعد یہ شخص دہریہ ہو گیا تھا۔ خدا کا بھی قائل نہ تھا اور یہ کہا کرتا تھا کہ میرے نزدیک قابل تعظیم فقط سورج ہے جس سے بہت نفع عالم تکوین کو پہنچتا ہے اس کو جو کچھ سوجھا ہے اس کے سوا کوئی اور شے قابل عبادت و تعظیم نظر نہیں آتی۔ صبح شام یہ شخص سورج کو سلام کر لیا کرتا تھا ایسا بڑا عالم تھا کہ کلکتہ کے سب مولویوں کو طفلِ مکتب کہا کرتا تھا بلکہ ہندوستان بھر میں کسی مولوی کے علم کا قائل نہ تھا۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ کو کہا کرتا تھا کہ وہ ایک اچھا طالب علم ہے اور ذہین آدمی ہے۔ اس گھمنڈ سے سید صاحبؒ کی خدمت میں بھی حاضر نہ ہوا۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے ہم جماعت ہونے کی وجہ سے اس کو سمجھانے اور قائل کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر افسوس ہے کہ یہ شخص شقی ازلی تھا، مولانا کے اس ارادے سے واقف ہو کر کلکتہ سے بھاگ گیا اور جہاں تک مجھ کو علم ہے اسی عقیدۂ کفر پر مرگیا اور بمقابلہ نوشتۂ تقدیر کے وہ علم اور شاہ صاحب کی صحبت اس کو کچھ کام

نہ آئی بلکہ اس کے علم نے بھی نوشتۂ تقدیر کے اتباع نے اس پر اتنا اثر ظاہر کیا۔

سید صاحبؒ کی کلکتہ روانگی

تین مہینے کامل حضرتؒ کا قیام کلکتہ میں رہا جب تبلیغ احکامِ الٰہی بہمہ وجوہ پوری ہو گئی تب یہاں سے چلنے کی تیاریاں ہونے لگیں یہاں سے گیارہ جہاز کرایہ پر لئے گئے اور گیارہ ہزار روپے ان کو بطور پیشگی ادا کر دیے گئے حضرت نے ان جہازوں میں سوار ہونے کے لئے اہلِ قافلہ کو تقسیم کر دیا۔ اور ہر جہاز پر ایک ایک آدمی کو امیرِ قافلہ مقرر کیا اور بقدر بارہ ہزار روپے کے غلہ وغیرہ یہاں سے بحری سفر کے لئے زادِ راہ خرید کر جہازوں پر لادا گیا۔ ایک جہاز دریا بقی نامی میں جس کا ناخدا سید عبدالرحمٰن باشندۂ حضرموت اور معلم جہاز شیخ داؤد باشندۂ سورت تھا حضرتؒ مع قرابت داروں کے سوار ہوئے جب سب اہلِ قافلہ سوار ہو چکے تو جہازوں کا لنگر اٹھا دیا گیا دو رات دن جہاز گنگا ساگر کے میٹھے پانی میں رہے تیسرے دن گیلا گھیا سے گزر کر جہاز کھارے پانی میں پہنچے۔

سید صاحبؒ کی روح سمندر سے گفتگو

یہاں ایک عجیب و غریب واقعہ ظہور میں آیا اور وہ یہ ہے کہ سمندر کی روحانیت ایک ہیبت ناک صورت بن کر حضرت کے سامنے آئی اور بہت غرور اور تجبر سے بولی کہ تو نے اپنی جان سے سیر ہو کر ایسی جسارت کر کے میرے اندر ہلاک ہونے کو کیوں آیا ہے۔ تو نہیں جانتا کہ میں سمندر ہوں جس نے ایک لمحہ میں فرعونیوں کو ہلاک کر ڈالا تھا اور میں وہ ہوں کہ ہزارہا جہاز اور کشتیاں ہر سال میرے سامنے تباہ ہوتی ہیں اور میں وہ بحرِ محیط ہوں کہ ساری زمین کو مع ساکنانِ زمین کے گھیرے ہوئے ہوں اگر میں چاہوں تو ایک لمحہ میں سارے ساکنانِ زمین کو غرقِ آب کر دوں۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ تو اپنی جان سے بیزار ہو گیا ہے مگر اپنے ساتھ اس قدر خلقت کو کیوں ہلاک کرنا چاہتا ہے؟ سید صاحبؒ نے جب یہ کلماتِ نخوت آمیز سمندر سے سنے تو اسی وقت آپ کو یہ الہام ہوا کہ تو سمندر سے کہہ دے کہ تو کیسی غرور اور تکبر کی بات کرتا ہے۔ میں اور تو دونوں غلامانِ اسی جبار و قہار کے ہیں تو اللہ سے ڈر اور میرے روبرو اس قدر شیخی نہ لگا یہ کبر و منی صرف اسی رب الارباب کو شایاں ہے جس کے بحرِ قدرت کے سامنے ایک قطرۂ آب کے برابر بھی نہیں تیرا کیا اختیار ہے کہ تو کسی کو غرق کرے اس قہار کے حکم کے بغیر تو ایک حرکت کرنے پر بھی قادر نہیں ہے۔ جب حضرتؒ کے منہ سے یہ کلمات دلیرانہ اور موحدانہ سنے۔ جناب سمندر حباب کی طرح غائب ہو گئے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد مثل بید

کانپتے ہوئے حضرت کے سامنے حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ میں تو اس قادرِ کریم کے مخلوقات میں سے ادنیٰ مخلوق ہوں اور رات دن اس کے خوف سے تھر تھراتا اور اس کی عظمت کے سامنے سر جھکائے رہتا ہوں۔ میری کیا طاقت کہ اس کے حکم کے بغیر حرکت کر سکوں یا کسی کو ایذا پہنچا سکوں میں پہلی بار فقط آپ کا ایمان جانچنے کے واسطے حاضر ہوا تھا۔ جب میں نے آپ کو خوب پختہ پایا تو اب میں اظہارِ اطاعت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ آپ کا غلام، فرماں بردار اور خیر خواہ ہوں۔ اور یہ کہہ کر رخصت ہوا

جہاز میں مجلسِ مولود شریف

جب جہاز سمندر میں پہنچے تو مارے موجوں کے ہلنے لگے اس وقت حضرت نے سب لوگوں کو جمع کر کے بکمال تضرع و زاری اہلِ قافلہ کی حفظ و امان کے لئے دعاء کی اور حاضرین آمین کہتے تھے اس وقت حضرت کے اوپر ایک ایسی حالت اور رقت طاری ہوئی تھی کہ اس دعاء کی قبولیت کی صدا ہر در و دیوار سے نکلتی تھی اس دعاء کی برکت کی وجہ سے اسی وقت ہوائے موافق ہو کر تلاطم اور موجوں کا زور کم ہو گیا اور جہاز مثل برق کے اڑے چلے جانے لگے جب جہاز کچھ آگے بڑھے تو چاروں طرف سے پانی ہی پانی نظر آتا تھا زمین کا نشان نہ رہا۔ خلیج بنگال سے نکل کر جہاز جزیرہ لنکا کے سامنے پہنچے اس رات حضرت تمام شب بیدار رہے اور مانند پاسبانوں کے کبھی اوپر اور کبھی نیچے آتے جاتے رہے اور فرماتے تھے کہ عفاریت (دیو) اور شیاطین اس گروہِ قلیل پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ مگر خداوند تعالےٰ نے ان کو روسیاہ کر کے واپس کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو جہاز خطرناک مقام سے پار ہو گیا جہاز کے ناخدا نے اس کے شکریہ میں حلوا تیار کرا کے مجلسِ مولود شریف مرتب کی اور عربی قصائد مولود مسعود کے پڑھنے کے بعد حلوے کو تقسیم کرا دیا۔ یہاں سے آگے چل کر بندر کالی کٹ اور مالابار اور جزیرہ آمینی اور سقوطرہ میں ضرورت کے مطابق قیام کرتے ہوئے دریائے سندھ سے نکل کر بحرِ عرب میں جا پہنچے تھوڑے دن جہاز بحرِ عرب میں چل کر عدن پہنچ گئے۔

سیّد صاحبؒ کی میٹھے پانی کے لئے دعاء

بعض معتبر راویوں کا یہ بھی بیان ہے کہ اس بحری سفر میں ایک مرتبہ جہاز میں میٹھا پانی نہ رہا ناخدائے جہاز نے اس کی اطلاع حضرت کو دی۔ اور حضرت اپنے مالک حقیقی سے دعا کرنے کے لئے بیٹھ گئے۔ عین حالتِ دعاء میں آپ کو یہ الہام ہوا کہ اس مقام پر ہم نے سمندر کا پانی میٹھا کر دیا ہے جس قدر چاہو جہاز میں بھر لو حضرت نے مالکانِ جہاز کو یہ بشارت سنائی انھوں نے فوراً اپنی ضرورت کے مطابق وہاں سے پانی بھر لیا یہ پانی نہایت صاف شفاف اور

شہر میں تھا۔

قافلۂ حجاج کی غیبی مدد

عدن میں پہنچ کر بھی ایک عجیب و غریب واقعہ ظہور میں آیا۔ جب حضرتؒ مع چند آدمیوں کے ایک کشتی پر سوار ہو کر کنارے پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ شہر عدن بندر سے بہت فاصلہ پر ہے اس وقت گرمی بلا کی پڑ رہی تھی گرمی کی شدت کی وجہ سے ایک قدم بھی چلنا مشکل تھا وہاں کوئی سواری بھی موجود نہ تھی اور اکثر رفیق برہنہ پا تھے۔ جب سواری کی تلاش کی تو معلوم ہوا کہ سامنے والے پہاڑ سے اونٹ کرائے پر مل سکتے ہیں۔ مگر اس شدید گرمی میں اس پہاڑ تک جانا بھی اور اونٹ لانا محال بلکہ غیر ممکن تھا اس وقت سب ہمراہیوں نے لاچار ہو کر حضرت کی توجہ چاہی۔ آپ نے فرمایا کہ جس چیز کی ضرورت ہوگی اللہ رب العزت اس کو آپ پہنچا دے گا تم کچھ فکر نہ کرو لیکن ہر ایک آدمی سات سات بار سورۂ فاتحہ پڑھ لے۔ ہمراہیوں نے حضور کے ارشاد کے مطابق سورۂ فاتحہ پڑھنا شروع کیا اور ابھی عددِ مطلوبہ سورۂ فاتحہ کا پورا نہ ہوا تھا دیکھا کہ پہاڑ کی طرف سے چند اونٹ چلے آتے ہیں اور بغیر بلائے سیدھے آپ کے پاس چلے آئے اور بلا عذر سب کو سوار کرا کے شہر عدن میں لے گئے اور عجیب بات یہ تھی کہ آپ کے پہنچانے کے بعد وہ مع شتر بانوں کے کہیں غائب ہو گئے ان کو کرایہ دینے کے لئے ہر چند تلاش کیا مگر ان کا کہیں پتہ نہ چلا لاچار ہو کر قاضی شہر کے پاس گئے کہ وہاں کرایہ جمع کرا دیں تاکہ جب وہ شتر بان آئے تو قاضی شہر اس کو دیدیں۔ جب قاضی شہر سے شتر بان اور اونٹوں کا حال دریافت کیا تو وہ بولے کہ نہ ایسے حلیہ اور صورت کا کوئی شتر بان یہاں رہتا ہے اور نہ ایسے رنگ ڈھنگ کا کوئی اونٹ اس شہر میں ہے وہ کوئی مدد غیبی تھی جو تم کو پہنچا کر چلی گئی اگر اس شدید گرمی میں تم کو مدد غیبی نہ پہنچتی تو تم ہندی آدمی وہاں ہلاک ہو جاتے۔ اب ہم کرایہ تم سے لے کر کس کو دیں گے۔

سیّد عیدروس کے مرقد کی زیارت

عدن میں پہنچنے کے بعد حضرت سیّد صاحبؒ جناب سیّد عیدروس صاحبؒ کے مرقد مبارک پر جو اس شہر میں واقع ہے زیارت کے واسطے تشریف لے گئے اور تین روز عدن میں قیام رہا اور چونکہ اہلِ قافلہ جہاز پر گوشت نہ ملنے کی وجہ سے گوشت کو ترس گئے تھے یہاں تین روز ہر قسم کا گوشت کھا کر سیر ہو گئے۔ تین روز کے بعد جہاز عدن سے روانہ ہو کر سہ شبانہ روز میں مخا پہنچ گئے۔ اس مقام پر پہنچ کر سیّد عبد الرحمٰن ناخدائے جہاز نے اپنے گھر جانے کے لئے ایک مہینے

کی رخصت حضرت سے چاہی۔ حضرتؒ نے اس کی درخواست کو منظور کر کے ایک مہینے تک مخا میں قیام کرنے کا حکم دیا اور جو ایک حویلی متصل درگاہ شاذلی صاحبؒ تھی کرایہ پر لے کر اس میں فرو کش ہوئے۔

قافلۂ حجاج کی روانگی جدہ

ایک مہینے کے بعد سفر کا ضروری سامان خرید کر یہاں سے آگے کو روانہ ہوئے اور چار روز بندر ہکلا میں قیام کر کے یلملم کے روبرو جو اہل ہند کا میقات ہے پہنچے اس وقت ناخدائے جہاز نے خدمت شریف میں حاضر ہو کر عرض کیا حضور سارے قافلے کو حکم دیدیں کہ وہ غسل کر کے احرام باندھے تب حضرت نے سارے قافلے کو جمع کر کے غسل کرایا۔ احرام کے کپڑے پہنوائے اور اپنی ساری جماعت کے سامنے بیٹھ کر دونوں ہاتھ بلند کر کے بہت دیر تک رب الارباب کی حمد و ثنا نہایت زاری و انکساری سے کرتے رہے پھر سجدہ سے سر اٹھا کر بہت خنداں و فرحاں فرمایا کہ اے یارو تم اپنی اپنی مراد کو پہنچ گئے۔ یلملم سے چل کر تین چار روز میں جہاز جدہ میں داخل ہوئے

قافلہ حجاج کی مکہ معظمہ میں آمد

جہاز سے اتر کر جدہ میں پانچ روز تک قیام رہا جب سب لوگ بحری سفر کی تکلیف سے آسودہ ہو گئے پانچویں روز کی شام کو بعد ادائے نمازِ عشاء اونٹوں پر سوار ہو کر مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے اور حدیبیہ میں پہنچ کر سب یاروں کو ساتھ لے کر دعاؤں میں مشغول ہوئے اور حدیبیہ سے چل کر ۲۸ر شعبان المعظم ۱۲۳۷ھ میں گیارہ مہینے سفر کرنے کے بعد حرم محترم میں داخل ہوئے۔ مسجد بیت الحرام کو دیکھ کر اس قافلہ کے ہر آدمی پر اس قدر رقت و زاری طاری ہوئی کہ ہچکیاں بندھ گئیں کسی کو بات کرنے کی طاقت نہ رہی یہاں تک کہ معلّم اور مطوف وغیرہ جو وہاں موجود تھے وہ بھی سب رونے لگے اور کہنے لگے کہ ہم نے اپنی ساری عمر میں ایسا بابرکت قافلہ کبھی کسی ملک سے آتا ہوا نہیں دیکھا وہاں پہنچ کر ہر شخص نے سات سات طواف کر کے دو دو رکعت نماز مقام ابراہیم پر ادا کی اور براہِ باب الصفا حرم محترم سے باہر ہو کر اور میدان صفا و مروہ میں جا کر تسبیح و تکبیر کہتے ہوئے کمال خشوع و خضوع کے ساتھ سعی کی اس وقت حضرت نے سارے قافلے کے ساتھ بہت زاری و انکساری سے دعا کی اس وقت کوئی حلق اور کوئی قصر کرا کے احرام عمرہ سے باہر ہو گئے اور اپنا اپنا لباس معمولی پہن کر حضرت کے ساتھ مسجد الحرام میں جا کر سب کے سب بیٹھ گئے اور ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے۔

اس کے بعد رمضان المبارک کا چاند دیکھا گیا۔ بمجرد رویت ہلالِ رمضان المبارک کے، خادمانِ مسجدِ بیت الحرام نے اس قدر قندیلیں، چراغ اور جھاڑ و فانوس روشن کیے کہ جن کی روشنی افقِ آسمان تک پہنچ گئی اور بجائے شبِ تاریک کے روزِ روشن ہو گیا۔ رمضان المبارک کی راتوں میں ہفتے میں دو بار سیّد صاحبؒ تراویح کا عمرہ ادا کرنے کے واسطے مسجدِ تنعیم تک جو تقریباً تین میل کے فاصلے پر ہے جا کر اور وہاں سے احرام باندھ کر آتے اور طواف اور سعی کے بعد نمازِ صبح سے اوّل فارغ ہو جاتے اور صبح کی نماز اوّل وقت شافعی مصلے پر پڑھ کر اپنے مکان کو چلے آتے۔ بیسویں تاریخ ماہِ رمضان المبارک کو حضرت ممدوح مسجدِ بیت الحرام میں معتکف بیٹھ گئے اور عید کا چاند دیکھ کر ادائے مغرب کے بعد اپنے مکان کو تشریف لائے اور ماہ شوال و ذیقعدہ بھر مکۂ معظمہ میں رہ کر خانۂ کعبہ کا طواف کرتے رہے۔

مکۂ معظمہ میں سیّد صاحبؒ کی بیعت

ملکِ عرب کے بھی بہت سے لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے فیض یاب ہوئے۔ ملکِ بلغار کے قافلہ کا ایک بہت بڑا عالم جو فارسی زبان جانتا تھا حضرت کی بیعت سے مشرف ہوا اور حضرت نے اس کو ملکِ بلغار کی ہدایت کے واسطے اپنا خلیفہ کر کے سندِ خلافت اور ایک نقل کتاب صراط المستقیم کی عنایت کی اور شیخ محمد عمر مفتیٔ مکہ المعروف بہ عبد الرسول جو عبد اللہ سراج، شیخ العلماء کے استاد تھے اور سیّد عقیل اور سیّد حمزہ تینوں بزرگ بڑے صاحب کمال اولیاء مکۂ معظمہ سے تھے۔ جب سیّد صاحب مکۂ معظمہ میں پہنچے تو ان تینوں بزرگوں نے اپنے کشف سے سیّد صاحبؒ کا مرتبہ معلوم کر کے آپ کی اطاعت و فرماں برداری اختیار کی اور ان تینوں بزرگوں کا یہ حال تھا کہ جب سیّد صاحبؒ طواف کیا کرتے تو یہ بھی اس طواف میں شریک رہتے۔ کسی دل کے اندھے اہلِ عرب نے ان بزرگوں پر اعتراض بھی کیا تھا کہ آپ ایسے بزرگ اور ولی کامل ہو کر سیّد صاحبؒ کے ساتھ کیوں طواف کرتے ہو تو انھوں نے اس نا سمجھ سائل سے کہا تھا کہ ہم نے اپنے کشفِ باطن سے معلوم کر لیا ہے کہ اس بزرگ کا ہر ایک طواف مقبولِ بارگاہِ ایزدی ہے اور جو لوگ اس طواف میں آپ کے ساتھ رہتے ہیں ان کا طواف بھی مقبول ہے اس سبب سے ہم ہمیشہ ان کے طواف میں ساتھ رہا کرتے تھے۔

امیر الحجاج کا خطبہ

جب ہلالِ ماہِ مبارک عید الضحیٰ ۱۲۳۷ھ کا نظر آیا تو آٹھویں تاریخ یوم ترویہ کو امیر الحجاج نے جو سلطانِ روم کی جانب سے ہمراہِ قافلہ

روم و شام و مصر کے آیا تھا۔ منبرِ مسجدِ بیت الحرام پر چڑھ کر کمال فصاحت اور بلاغت سے ایک خطبہ مشتمل بر مناسک حج پڑھ کر سنایا اس وقت تقریباً ایک لاکھ افراد حاضر تھے اس دن عصر کی نماز کی ادائیگی کے بعد تمام اہل مکّہ اپنے اپنے گھروں کو مقفّل کر کے اور بدو لوگوں کو بطور پاسبان تعینات کر کے منا کو روانہ ہوئے اور دوپہر کے قریب ہر ایک حاجی میدانِ عرفات میں حاضر ہو گیا زوال کے بعد مسجد نمرہ میں ظہر کی اذان ہوئی اور سب حاجیوں نے اس مسجد عالی شان میں جاکر ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھا۔ نمازِ ظہر کے بعد امام الحاج نے جبلِ رحمت پر جاکر اور ایک سانڈنی پر سوار ہو کر خطبہ پڑھا اور دعا کی اس وقت دو تین آدمی بڑے بڑے رومالوں سے۔ اور چند آدمی نیزوں سے لبیک کہنے کا اشارہ کرتے جاتے تھے۔ جب سب حاجی ایک ساتھ ملکر لبیک کہتے تھے تو زمین ہل جاتی تھی اور آسمان تک اس کی آواز پہنچتی تھی۔

سیّد صاحبؒ کی دعاء

اس وقت سیّد صاحب نے جبلِ رحمت کے نیچے کھڑے ہو کر دعاء کے واسطے ہاتھ اٹھائے اس گروہ کے تمام حاضرین اور غائبین کے لئے کمال عجز و انکساری سے دعاء کی اور اس دعاء میں بھی ایسی رقت ہوئی کہ سامعین اور آمین کہنے والوں کے دل پر اس کی قبولیت کے اثرات منقّش ہو گئے۔ منجملہ ان دعاؤں کے جو اس وقت حضرت نے مانگی تھیں ایک یہ بھی تھی کہ اے خداوند کریم تو نے اس عاجز کو مستمند کو نیازمندوں کے قافلہ کے ساتھ محض اپنے فضلِ عمیم سے بے رو ریا اپنے عطیہ اور انعام سے معزز اور ممتاز فرما کر اس نعمتِ عظمیٰ میں شریک کیا ہے سو تو ہم میں سے کسی کو بھی ساتھ لقب حاجی کے ملقّب نہ فرمانا اور میدانِ قیامت میں تو ہی ان پر خاص نوازش کرنا۔ سب مورخ اس بات پر متفق ہیں کہ اس دعاء کی قبولیّت کی وجہ سے آج تک اس قافلہ کا کوئی آدمی بھی حاجی کے لقب سے ملقب نہیں ہوا اس واسطے امید قوی ہے کہ باقی دعائیں بھی حضرتؒ کی قبول ہوئی ہوں گی۔

فریضۂ حج کی ادائیگی

خطبہ کے بعد امیر الحاج نے ناقہ سے اتر کر ندائے حج مبارک کی ہر کسی کو پہنچائی اس وقت ہر ایک آدمی بکمال سرعت مزدلفہ کی طرف جس کو مشعر الحرام بھی کہتے ہیں اور جو عرفات سے مکّہ معظمہ کی جانب تقریباً تین کوس کے فاصلے پر ہے روانہ ہوا اور مزدلفہ میں نمازِ مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا اور وہیں سارے حاجیوں نے رات کو آرام کیا۔ بوقت طلوعِ صبح صادق کے نمازِ فجر ادا کر کے خطیب نے ایک

خطبہ میں حمد و ثنا اور نعتِ رسولؐ اور احکاماتِ قربانی اور مناسک کو مشرح اور مفصل کر کے بیان کیا۔ خطبہ سننے کے بعد سب لوگ بجانب منا جو مزدلفہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر قربانی اور رمی جمار اور حلق و قصر کر کے تین روز تک وہیں شب باش رہے چودھویں تاریخ ذی الحج سے نصف ماہ صفر تک حضرتؒ طواف اور صلوٰۃ اور ادائے عمرہ میں لگے رہے۔

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا خواب

اس عرصہ میں حضرت نے ایک خط بحضور پر نور جناب مرشدنا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ محدث دہلوی کے مکۂ معظمہ سے روانہ کیا تھا اور وہ خط آپ کے سفر کا لبِ لباب اور قابل دید ہے اس کتاب کے حصۂ مکتوبات میں اصل خط درج ہے وہاں ملاحظہ کرنا چاہیئے۔

چونکہ اب سید صاحبؒ ایک کامل شخص اولادِ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ سے اصلاحِ علومِ ظاہری اور باطنی کی یہاں مکۂ معظمہ میں ہونے والی تھی اس واسطے جن ایام میں یہ خط شاہ صاحبؒ کو پہنچا تو، ۲ ر ماہ رجب المرجب کو شاہ صاحبؒ موصوف نے ایک عجیب و غریب اور حیرت انگیز اور ہدایت آمیز خواب اس طرح دیکھا کہ ایک بڑا فراخ اور وسیع میدان ہے اس میں سفید فرش مثل براق نہایت عمدگی اور آب و تاب سے بچھا ہوا ہے اور اس فرش پر بہت سے آدمی نورانی چہرہ اور عمدہ شکلوں والے لباسِ فاخرہ پہنے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں شاہ عبدالعزیز صاحبؒ بھی جناب امیرؓ کی تشریف آوری کا حال معلوم کرنے کے لئے اسی فرش پر ایک جگہ بیٹھ گئے۔

خواب میں شاہ عبدالعزیزؒ کی حضرت علیؓ سے گفتگو

ناگاہ تھوڑی دیر کے بعد حضرت امیر جانب قبلہ سے نمایاں ہو کر اس مجلس میں رونق افروز ہوئے اور مولانا صاحبؒ کے روبرو دوزانوں بیٹھ گئے۔ اور مولانا ممدوح بپاسِ ادب آپ کے سامنے دوزانوں بیٹھے۔ حضرت امیرؓ نے سوائے شاہ صاحبؒ کے کسی سے کلام نہیں کیا۔ شاہ صاحبؒ نے جناب امیر کو اپنی جانب متوجہ اور مہربان پا کر اور اس موقع کو غنیمت جان کر چند سوال حسب ذیل عرض کئے۔

اوّل:- یہ چاروں فقہاؒ کے مذہب میں کون سا مذہب آپ کو پسند ہے اور مختار

لہ پوشیدہ نہ رہے کہ حضرات آئمۂ مجتہدینؒ کو بعض مسائل فروعی میں کسی قسم کا اختلاف واقع ہوا ہے۔ اوّل یہ کہ بعض حدیث ایک کو یاد کو ملی اور تیسرے اور چوتھے کو نہ ملی۔ (باقی ص ۱۵۴ پر)

ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ ان میں کوئی مذہب بھی مجھ کو پسند نہیں ہے اور فرمایا کہ ان میں کوئی مذہب میرے طور اور طریقہ پر نہیں ہے سب سے افراط و تفریط ہو گئی ہے۔

دوم :- آپ نے عرض کیا کہ ان مشہور طریق اولیاء اللہ میں کون سا طریقہ حضور کے طور پر ہے۔ جناب امیرؓ نے فرمایا کہ ان میں بھی کوئی طریقہ میرے طور پر نہیں ہے۔ ہر طریقے میں کچھ چیزیں میری مرضی کے خلاف لوگوں نے ایجاد کر لی ہیں اور اس وجہ سے سب کے سب ہمارے طور اور طریقہ سے دور جا پڑے ہیں۔ کیونکہ ہمارے عہد میں صرف تین طور کے شغل حصولِ تقرب الٰہی کے لئے یعنی ذکر، تلاوتِ قرآن مجید اور نماز تھے۔ اب ان لوگوں نے ذکر کو شغل مقرر کر لیا ہے اور تلاوتِ قرآن مجید اور نماز کو جو اصل اشتغال حصولِ تقربِ الٰہی کے ہیں شغل ہی نہیں جانتے پھر شاہ صاحبؒ نے عرض کیا کہ اگرچہ مجھ کو چند طریقوں کے ذریعہ انتساب اور توسل آپ کی جناب میں حاصل ہے لیکن امیدوار ہوں کہ بلا واسطہ حضور کے دستِ مبارک پر بیعت کروں اس وقت حضرت امیرؓ نے اپنے ہاتھ پھیلا کر ان سے بیعت لی اس بیعت سے بہت سے امور معظم کا القاء شاہ صاحبؒ کے باطن میں ہوا اس کے بعد شاہ صاحبؒ نے عرض کیا کہ اکثر صحابہ خصوصاً قریش نے آپ سے جھگڑے کئے ہیں اس کی اصل کیا ہے اور ان کے حق میں کیا حکم ہے۔ حضرت امیرؓ نے فرمایا کہ میری اور انکی شکایت برادرانہ تھی یا فرمایا کہ برادرانہ شکایت کی وجہ سے باہمی شکر رنجی ہو گئی تھی۔ مگر نافہم لوگوں نے اس کو بہت بڑھا لیا اور دور دور لے گئے۔ پھر شاہ صاحبؒ نے عرض کیا کہ فلاں جماعت اپنے کو سید اور آپ کی اولاد سے سمجھتی ہے۔ جناب امیر نے فرمایا کہ وہ جھوٹے ہیں میری اولاد سے ہرگز نہیں ہیں۔ پھر حضرت امیر نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کسی

(حاشیہ بقیہ صفحہ گذشتہ) جس کو ملی اس پر اس نے عمل کیا۔ جس کو نہ ملی اس نے نہ کیا۔ دوسرے یہ کہ کسی آیت اور حدیث کے معنی کسی کے سمجھ میں کچھ آئے اور کسی کے کچھ۔ تیسرے یہ کہ کسی مسئلہ میں حدیث کے نہ ملنے کے باعث لاچاری کو قیاس کیا۔ کسی کے قیاس میں کچھ آیا اور کسی کے قیاس میں کچھ اس اختلاف میں اہلِ تحقیق سب کو حق پر نہیں جانتے ہیں بلکہ ایک کو صواب اور دوسرے کو خطا مانتے ہیں اور حضراتِ ائمہ مجتہدین اس خطا کے ہو جانے میں معذور اور بے قصور ہیں۔ ان کو صواب اور خطا دونوں پر ہر طرح ثواب کی امید ہے اور اس اختلافِ بعض مسائلِ فرعی میں کچھ حرج نہیں۔ تعصب اور نفسانیت کو دور کر کے بنظرِ انصاف دیکھنا چاہیئے اور سب کی نسبت یکساں عقیدہ رکھنا چاہیئے افراط و تفریط سے دین میں بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہوئیں اور ہو رہی ہیں دینی اور دنیوی امور میں اوسط درجہ اختیار کرنا نیک ہے۔
خیر الامور اوسطہا ۱۲ منہ سلمہٗ ربہٗ۔

شخص نے ایک کتاب پشتو زبان میں تصنیف کی ہے اور اس میں میری حقارت کے کلمات لکھے ہیں۔ تم کو اس کی کچھ خبر ہے۔ شاہ صاحبؒ نے عرض کیا کہ میں نہ پشتو جانتا ہوں اور نہ اس کتاب کے حال سے واقف ہوں۔ مگر اس کی تحقیقات کر کے پھر عرض کروں گا۔ اس کے بعد اور چند باتیں ہوئیں جو شاہ صاحبؒ کو یاد نہیں رہیں۔ پھر حضرت امیرؓ یکایک اٹھ کر جدھر سے تشریف لائے تھے بہت جلدی سے ادھر رونق افروز ہو گئے اور شاہ صاحبؒ نے اس خواب کو تحریر کرا کے اس کی نقلیں جا بجا ارسال کر دیں تاکہ امور مستفسرہ میں خلائق غور کر کے راہِ اعتدال اختیار کرے اور افراط و تفریط سے باز آئے۔

والدۂ مولانا محمد اسمٰعیل کی بیعت کا واقعہ یہاں مکہ معظمہ میں انہیں دنوں میں ادائے حج کے بعد ایک اور عجیب اور غریب معاملہ عبرت انگیز واقع ہوا۔ نواب وزیر الدولہ مرحوم اور صاحب مخزن باتفاق لکھتے ہیں کہ مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ کی والدۂ شریفہ بھی اس سفر میں اپنے بیٹے کے ساتھ تھیں۔ اور ادائے حج کے بعد سخت بیمار ہو گئیں۔ اس وقت تک یہ مخدومہ سید صاحبؒ کی بیعت سے مشرف نہ ہوئی تھیں بلکہ آپ کی بیعت کرنے سے ان کو سخت انکار تھا اور اپنی خام خیالی کے سبب سے کہا کرتی تھیں کہ سید صاحبؒ نے ہمارے گھر میں بیعت کی ہے اب ہم الٹی ان کے ہاتھ پر کیسی بیعت کریں۔ حالانکہ ان کے شوہر مولوی عبدالغنی صاحب اور ان کے لائق بیٹے مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ بلکہ اس خاندان کے کل مرد و عورت سید صاحبؒ کی بیعت سے مشرف ہو چکے تھے۔ مولانا شہیدؒ نے ان کا وقتِ آخر دیکھ کر حضرتؒ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے بہت سمجھایا مگر ان کو کچھ ایسی اٹک ہو گئی کہ انھوں نے ہرگز قبول نہ کیا تب مجبور ہو کر مولانا خاموش ہو رہے اور بارگاہِ الٰہی میں ان کی ہدایت کے واسطے بہت دعا کی اور گڑگڑا کر عرض کیا کہ اے بارِ خدا اب ان کا وقت آخر ہے ایسی آنکھ دے کہ یہ سید صاحبؒ کو پہچانیں اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں اور اس بے معنی ہٹ سے باز آئیں۔ مولانا کا تیرِ دعا نشانۂ مراد کو پہنچا کہ اپنے مرنے سے پہلے ان مخدومہ نے میدانِ حشر کو خواب میں دیکھا کہ سوا نیزے پر سورج ہے اور خلقت مارے تپشِ آفتاب کے بے جان ہو رہی ہے۔ نہ کہیں سایہ ہے کہ جہاں ذرا آرام کریں اور نہ پانی ہے جس سے پیاس بجھائیں۔ یہ مخدومہ بھی بحالتِ زار و نزار سایہ اور پانی کی تلاش میں ادھر ادھر حیران و پریشان دوڑتی پھرتی تھیں ایسی تباہ حالت میں اس وقت انھوں نے دور سے دیکھا کہ ایک جگہ پر خلقت کثیر ایک عمدہ سایہ میں شاداں و فرحاں کھڑی ہوئی عیش و

عشرت کر رہی ہے۔ ان مخدومہ نے کسی آدمی سے پوچھا کہ یہ کون بالنصیب لوگ ہیں جو ایسے بقت میں زیرِ سایہ کھڑے ہوئے بہاریں اڑا رہے ہیں۔ اس آدمی نے جواب دیا کہ یہ مریدانِ حضرت سید احمد کا گروہ ہے۔ اگر تم بھی ان میں داخل ہونا چاہتی ہو تو حضرت کی بیعت سے مشرف ہو جاؤ ورنہ اس عیش و عشرت میں داخل نہ ہونے پاؤ گی۔ یہ خواب دیکھ کر وہ مخدومہ بدحواس ہو کر بیدار ہوئیں اور اسی وقت مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ کو بلا کر یہ خواب ان کو سنایا اور کہا کہ اسی دم سید صاحبؒ کو بلاؤ۔ غرض اسی وقت سید صاحبؒ رونق افروز ہوئے اور ان مخدومہ نے اپنے انکار پر معذرت کر کے بکمالِ صدق آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور بیعت کے ساتویں روز ساتھ خاتمۂ خیر کے راہی آخرت ہوئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

سید صاحبؒ کی روانگی مدینہ منورہ

اب مدینہ منورہ کے سفر کی تیاری ہونے لگی ایک سو بیس اونٹ معرفت احمد پاشا حاکمِ مکۂ معظمہ کے کرائے پر کر کے اور زادِ راہ ضروری ساتھ لے کر سارا قافلہ مدینہ منورہ کو روانہ ہوا۔ جب سے حضرت ملکِ عرب کو پہنچے تھے وہاں ہر خاص و عام میں یہ مشہور ہو رہا تھا کہ ایک سید زادہ بڑا مالدار ہندوستان سے آیا ہے اس کے ساتھ سات سو پچاس آدمیوں کا قافلہ ہے ان کا کل خرچ خوراک وغیرہ اس کے ذمہ ہے اس لئے عرب کے لٹیرے اور راہزن اس گھات میں تھے کہ مابین راہ مکہ اور مدینہ کے اِن کو لوٹیں گے اور جملہ اقوام بدّو اور قطّاع الطریق میں مدت سے اس لوٹ کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ یہ خبر سن کر مدینہ منورہ سے روانگی کے وقت حضرت نے بتوکلِ مولا اپنے ساتھ والوں کو حکم دیدیا تھا کہ کوئی آدمی سوائے قلم تراش کے کوئی ہتھیار اپنے ساتھ نہ لے جائے اگر لٹیرے ہم پر حملہ بھی کریں گے تو جو کچھ ہمارے پاس موجود ہے اس راہ میں فدا کر دیں گے۔ خیر مکۂ معظمہ سے روانہ ہو کر اوّل منزل وادیٔ فاطمہ میں ہوئی۔ اس وادی میں مرقدِ مبارک حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔ آدھی رات کے قریب حضرت چند رفیقوں کے ساتھ زیارت کے لئے وہاں تشریف لے گئے۔

سعد ڈاکو کی سید صاحبؒ سے ملاقات

صاحبِ مخزن احمدی لکھتے ہیں کہ ہم کو مرقدِ مبارک پر تازہ انگور کے خوشے غیب سے عنایت ہوئے حالانکہ اس وقت انگور کی فصل بھی نہیں تھی۔ دوسرا مقام جحفہ میں ہوا۔ جہاں مابین اہل قافلہ اور شتربانوں کے کچھ فساد ہو کر نوبت مار پیٹ کی بھی پہنچ گئی تھی۔ مگر حضرت نے فریقین میں صلح د

آشتی کرا کے فساد رفع کرا دیا ورنہ نوبت کشت و خون کی پہنچ جاتی۔

نصف راہ طے ہونے کے بعد یہ قافلہ اس پہاڑی کے سامنے پہنچا جہاں سعدؔ نام سردار قطاع الطریق اور راہزنوں کا رہتا تھا جو مدت دراز سے اس قافلہ کی آمد کا انتظار کر رہا تھا یہاں رات بھر ڈاکہ پڑنے کا ڈر رہا مگر اس قافلہ کا قافلہ سالار تو ایسا شخص تھا جس کی کفالت و وکالت کا وعدہ مقلب القلوب کر چکا تھا پھر یہاں کس راہزن اور لٹیرے کا حوصلہ تھا جو اس طرف منہ کرے۔ ڈاکوؤں کا سردار سعد اپنے بہت سے دوستوں کو ساتھ لے کر ڈاکہ زنی کی بجائے حضرت کی زیارت کے لئے آدھی رات کے وقت حاضر ہوا اور معانقہ اور معانقہ کے بعد بہت دیر تک مؤدب آپ کے سامنے بیٹھا رہا۔ جب رخصت ہونے لگا تو آپ نے چند تحفے اس کو عنایت کئے۔ اس کے چلے جانے کے بعد سارا قافلہ مطمئن ہو کر سو رہا۔

مقدس مزارات کی زیارت

وہاں سے دو منزل چلنے کے بعد وادیٔ صفرے میں حضرت شیخ عبدالرحیم یمنی اور حضرت ابو عبیدہ ابن الحارث ابنِ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو غزوۂ بدر میں زخمی ہو کر اس مقام پر شہید ہوئے تھے زیارت سے مشرف ہوئے یہاں ایک قیام بھی ہوا۔ یہاں سے روانہ ہو کر ایک ایسی جگہ پر مقام ہوا جہاں سے مدینہ منورہ صرف تین کوس رہ جاتا ہے۔

سید صاحبؒ کے قافلہ پر رہزنوں کا حملہ

اس روز سید صاحبؒ کو کسی قدر بخار اور دردِ سر لاحق ہو گیا تھا کہ نازک وقت میں کہ سردار قافلہ کے ہوش و حواس بجا نہ تھے چاروں طرف سے رہزنوں نے اس قافلہ پر حملہ کیا اور قریب تھا کہ لوٹ اور قتال شروع ہو اس وقت سردار شتربانانِ ہمراہیٔ قافلہ نے جو رہزنوں کے رئیس کا رشتہ دار تھا آگے بڑھ کر رہزنوں کے سالار سے ملاقات کی اور سلام اور معانقہ اور مصافحہ کے بعد رئیس ساربانوں نے اس سے کہا کہ اس قافلہ پر حملہ نہ کرو کیونکہ اس قافلہ میں سوائے سامانِ خوراک و پوشاک کے کچھ مال و اسباب نہیں ہے اور احمد پاشا نائب سلطانِ روم نے اس قافلہ کو میرے سپرد کیا ہے اور امن و امان سے پہنچانے کی ضمانت مجھ سے لی ہے۔ اگر تم کو لوٹنا ہے تو ہمارے پیچھے ایک قافلہ مغربی لوگوں کا آتا ہے جن کے پاس مال و اسباب اور نقد بے شمار ہے۔ یہ حال سنکر سردار قطاع الطریق وہیں سے لوٹ گیا۔

رسول اللہ صلعم کی زیارت

اس رات کو اثنائے راہ میں سید صاحب نے رسولِ خدا

صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضرت جمیعت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت خاتون قیامت اور حسنین رضی اللہ عنہم اجمعین کے آپ کی عیادت کے واسطے تشریف لائے اور ہر ایک بزرگ نے حضرت سید صاحبؒ کے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھ کر تسلی وتشفی کی اور آپ کو بہت سی بشارتیں دیں۔

سید صاحبؒ کی مدینہ میں آمد

خیر اسی رات کو آدھی رات کے قریب مدینہ منورہ میں پہنچ کر شہر سے باہر عید گاہ کے قریب ایک مناخہ میں قیام ہوا اور فجر کو دروازہ کھلنے کے ساتھ ہی شہر میں داخل ہوئے اور اسی وقت مسجد نبوی میں نماز اشراق ادا کی اور مرقد مبارک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ چند مکان کرایہ پر لے کر ایک مکان میں حضرت مسکن گزیں ہوئے اور باقی مکانات اہلِ قافلہ میں تقسیم کئے پچیس روز تک وہاں مکاناتِ متبرکہ کی زیارت میں مصروف رہے اور اس عرصہ میں بہت سے اہل مدینہ بھی آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔

مرقد رسولؐ پر سید صاحبؒ کا مراقبہ

چنانچہ منجملہ ان کے ایک خواجہ الماس صاحبؒ غوث مدینہ طیبہ اور سرتاج اولیا مسجد نبویؐ کے تھے ان کے ذریعہ سے سید صاحبؒ کو بہت دفعہ مرقدِ مبارک کی داخلی بھی اس طرح سے حاصل ہوئی کہ دو گھڑی تک سید صاحبؒ مرقدِ مبارک صلی اللہ علیہ وسلم پر مراقب بیٹھے رہے۔

مولوی معین الدین پھلتی کی وفات

جب سید صاحبؒ مدینہ منورہ میں رونق افروز تھے اس وقت مولوی معین الدین صاحب پھلتی جو بیماری کی وجہ سے اپنے فرزند مولوی وحید الدین صاحب کے مکہ معظمہ میں رہ گئے تھے انتقال کر گئے اور اسی انتقال کے روز سید عمر معروف بہ عبدالرسول جو اولیاء مکہ معظمہ اور معتقدان سید صاحبؒ سے تھے مولوی وحید الدین صاحب کو بشارت دی تھی کہ تم خداوند تعالیٰ کا شکر کرو کہ سید صاحبؒ کی بابرکت بیعت کی وجہ سے تمہارے والد کی مغفرت ہو گئی اور یہ ذکر مغفرت تمہارے والد کا میں نے ملاء اعلیٰ میں سنا ہے اور ادھر مدینہ منورہ میں مولوی معین الدین صاحبؒ کی وفات کے دن سید صاحبؒ نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ آج مولوی معین الدین صاحب کا انتقال ہو گیا اور ان کا ذکر ملاءِ اعلیٰ میں ہو رہا ہے۔ جب مدینہ منورہ سے سید صاحبؒ کا قافلہ مکہ میں آیا تو عند المقابلہ معلوم ہوا کہ جس روز سید صاحبؒ نے انکی وفات کی خبر دی تھی ٹھیک اسی دن ان کا انتقال ہوا

تھا۔ پچیس روز کے قیام کے بعد موسم سرما نے زور کیا اور حضرت کے اہلِ قافلہ کے پاس گرم کپڑے موجود نہ تھے اس سبب سے کسی قدر تکلیف ہونے لگی۔ مگر اس کے باوجود کوئی آدمی مدینہ چھوڑنے پر راضی نہ تھا۔

سیّد صاحب کی مراجعت مکہ

۲۶ رتاریخ ماہ ربیع الاول ۱۲۳۸ھ کو سید صاحبؒ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر خواب میں دیکھا اس وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا کہ اے احمدؒ اب تو جلد مکہ کو روانہ ہوجا کیونکہ تیرے اہلِ قافلہ کو شدتِ سرما سے سخت تکلیف ہوتی ہے اس خواب کو دیکھ کر حضرت نے واپسی مکہ معظمہ کی تیاری شروع کردی اور تین روز میں سفر کا ضروری سامان مہیا کرکے ۲۹ رتاریخ ربیع الاول ۱۲۳۸ھ کو مدینہ طیبہ سے کوچ کرکے ذوالحلیفہ میں پہنچ کر احرام عمرہ کا باندھا اور آخر کار گیارہ منزلوں کو طے کرنے کے بعد بخیریت تمام مکہ معظمہ کو واپس آئے۔ جب دوسرے روز رمضان المبارک کا چاند دیکھا تو حضرت سید صاحبؒ مثل رمضان اول کے ادائے صوم وصلوٰۃ اور عمرہ واعتکاف میں مشغول ہوئے۔ جب پندرہ روز شوال کے بھی گذر گئے اس وقت وطن مالوف کو مراجعت کا آپ کو الہام ہوا سو اس پندرہ روز بقیہ شوال میں بحری سفر کا ضروری سامان مہیا کرکے یکم ذی قعدہ ۱۲۳۸ھ کو بعد ادائے نماز مغرب اس شہرِ مقدس سے بادلِ محزون جانبِ وطن روانہ ہوئے اور رات بھر چل کر صبح کو جدہ پہنچے۔

مختلف ممالک کے حجاج کی سیّد صاحب کے ہاتھ پر بیعت

اس چودہ مہینے کے قیام ملک حجاز میں آپ کی ذاتِ مقدس سے اہلِ عرب، روم، مصر، شام اور بلغاریہ کو بہت فائدہ پہنچا جس کا کسی قدر ذکر ہم اوپر بھی کرچکے ہیں۔ خاص مکہ معظمہ میں ان بزرگان مذکورہ بالا کے علاوہ شیخ مصطفیٰ امام حنفی اور شیخ شمس الدین شطا مصری واعظ بیت الحرام بھی آپکی بیعت سے مشرف ہوئے مولوی عبدالحئی صاحبؒ نے حضرت کے حکم کے بموجب صراط المستقیم کا عربی ترجمہ کرکے ان لوگوں کو دیا تھا شیخ محمد علی ہندی ملاّ مدرس مکہ معظمہ اور حافظ مغربی شیخ احمد ابن ادریس وزیر شاہ مغربی جن کو صحیح بخاری مع قسطلانی حفظ کی تھی اور عمر بن عبدالرسول مشہور محدث حنفیہ اور شیخ بخارامی مدرس مدینہ منورہ اور ہزارہا عالم وعامی جو اطراف وجوانب سے حج کو آئے ہوئے تھے آپکی بیعت سے مشرف ہوئے اور اس ذریعہ سے ہر اسلامی ملک میں آپ کے خلفاء متعین ہوئے جن سے تبلیغ

احکامِ الٰہی کی بخوبی ہوئی اسی طرح جدّہ، حدیبیہ اور مخا وغیرہ میں ہزارہا خلقت نے آپ سے فیض پایا۔ اور خاص کر مخا کے بہت سے زیدیے اپنے عقائدِ باطلہ سے تائب ہو کر راہِ راست پر آئے۔

سیّد صاحبؒ کی مراجعتِ ہند

جدّہ میں واپسی کے وقت چھ روز قیام رہا اس عرصہ میں جہازوں وغیرہ کا بندوبست کر کے ساتویں روز جدّہ سے روانہ ہوئے اور سات روز کی دریائی مسافت طے کرنے کے بعد مخا میں پہنچے۔ فرقہ زیدیہ کی ہدایت کی غرض سے پندرہ روز تک قیام رہا۔ بہت معتبر راویوں کا بیان ہے کہ اس سفر میں بہت سے جنوں اور شاہ جنات کو مثل اپنے جدِّ امجد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ نے ہدایت کی اور لاکھوں جن آپ کی بیعت سے فیضیاب ہوئے چنانچہ نواب وزیرالدولہ مرحوم اس قصہ کو بہت مختصر کر کے اس طرح تحریر کرتے ہیں کہ جنّوں اور شاہ جنّات کا بیعت کرنے کا قصہ اور آپ کے سفر اور حضر میں ہزارہا جنات کے ساتھ رہنے کا واقعہ بہت طول و طویل ہے اس کی گنجائش اس کتاب میں نہیں ہے ؎

ہر کسے را خداش دارد دوست
جنّ و انس ہمہ مسخّر اوست

سیّد صاحبؒ کا بمبئی میں قیام

ان ایّام میں برسات کا موسم اور سمندر بہت گرم تھا آخر پندرہ روز کے بعد مخا سے روانہ ہو کر چودہ روز میں بمبئی پہنچ گئے جب جہاز ایسی سرعت سے ایسے خراب موسم میں بمبئی میں داخل ہوئے تو تمام اہلِ جہاز اور تجار کہتے تھے کہ چالیس برس سے ادھر ایسے موسم میں کوئی جہاز ایسی سرعت سے نہیں آیا۔ ساکنانِ بمبئی بھی مدت سے آپ کی تشریف آوری کے منتظر تھے۔ مثلِ کلکتہ کے یہاں بھی ہزارہا خلوق آپ کی بیعت سے مشرف ہوئی چونکہ یہاں پر آپ کو زیادہ قیام کرنا منظور نہ تھا اس واسطے علمائے شہر بمبئی سے چند خلیفے ترویج ہدایت کے لئے مقرر کر کے بمبئی سے پھر جہازوں پر سوار ہو کر ایک مہینہ بحری سفر طے کرنے کے بعد کلکتہ میں پہنچ گئے۔

سیّد صاحبؒ کی کلکتہ میں آمد

پھر دو مہینہ سے زیادہ دوبارہ کلکتہ میں مقام رہا اور مثلِ سابق ہزارہا خلقت اس دفعہ بھی آپ سے فیضیاب ہوئی۔ ایک شخص سیّد حمزہ نام جو برما کے ملک سے سونا اور جواہرات لے کر کلکتہ میں آیا ہوا تھا آپ کی بیعت سے مشرف ہوا اور سندِ خلافت اور ایک نقل صراط المستقیم کی

ساتھ لے گیا اور اپنے ملک میں جا کر ہزاروں خلقت کو راہِ راست پر لایا۔

مولوی راشد کی بیعت

بوقتِ واپسی جب سید صاحب کلکتہ میں مقیم تھے مولوی راشد نام کا ایک شخص بوجہ اپنے علم وفضل کے سید صاحبؒ کی طرف سے بالکل بے اعتقاد تھا ایک روز مولوی نعمت اشرف صاحب مولوی راشد صاحب کا ہاتھ پکڑ کر ان کو سید صاحبؒ کے پاس لے آئے سید صاحبؒ اس وقت ایک دعوت میں کھانا کھا رہے تھے سید صاحبؒ نے حسبِ عادت خود دونوں مولویوں کو السلام علیکم کہہ کر کھانے کی تواضع کی اور مولوی راشد کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ ہاتھ دھو کر شریک ہو جاؤ۔ جیسے ہی سید صاحبؒ نے مفتی راشد صاحبؒ کا ہاتھ پکڑا۔ راشد صاحبؒ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور جب ہوش میں آئے تو اپنے انکار سے توبہ کر کے بڑی حسنِ عقیدت سے سید صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور مفتی راشد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ محض سید صاحبؒ کے ہاتھ پکڑنے سے تمام علومِ خبیثہ یعنی منطق اور فلسفہ جو نزولِ انوارِ الہٰی کے مانع تھے میرے دل سے محو ہو کر ہدایت الہٰی میرے حال پر متوجہ ہو گئی۔

مولوی راشد کو عطیہ پیراہن

مولوی راشد صاحبؒ کو سید صاحبؒ ایک پیراہن دے آئے تھے جب سید صاحبؒ کے تشریف لے جانے کے بعد مفتیٔ عدالتِ عالیہ کلکتہ کا عہدہ خالی ہوا تو مفتی راشد صاحبؒ نے وہ پیراہن اپنے دونوں ہاتھوں پر رکھ کر بارگاہِ الہٰی میں دعا کی کہ اس پیراہن کی برکت سے میری دعا قبول فرما اور عہدۂ مفتیٔ عدالتِ عالیہ کا میرے نام مقرر ہو جائے چنانچہ اسی دم دعا قبول ہوئی۔ مفتی صاحب بلائے گئے اور سندِ تقرری اس عہدۂ جلیلہ کی ان کو مرحمت ہوئی۔

سید صاحبؒ کی بریلی میں آمد

دو مہینے کے قیام کے بعد کلکتہ سے کشتیوں پر سوار ہو کر براہ دریا گنگ مثلِ سفرِ اوّل ہر ایک ایک شہر و قصبہ لبِ دریائے گنگ پر حسبِ ضرورتِ موقع قیام کرتے ہوئے ۲۹ رشعبان المعظم ۱۲۳۹ھ کو دو سال اور گیارہ مہینے کی غیر حاضری کے بعد پھر اپنے وطنِ مالوفہ میں بخیر و عافیت نہضت فرما ہوئے۔ چنانچہ ایک بزرگ نے آپ کی واپسی کی تہنیت میں ایک قصیدہ کہا ہے جس کو ناظرین کے ملاحظہ کے لئے درج ذیل کرتا ہوں۔

قصیدہ

★

ہے گا اس نور سے پُر گنبذِ چرخِ اخضر
جس کے لمعان سے ہے کند فرشتوں کی نظر

نہ اسے روشنیٔ شمس و قمر سے نسبت
نہ ملے برق اسے اور نہ کوئی اختر

جلوۂ طور کہوں یا کہ شبِ قدر کا نُور
یا ترقی پہ ہوئی روشنیٔ تازہ سحر

جس طرف دیکھئے وہ نور نظر آتا ہے
عقلِ اوّل بھی جسے دیکھ کے رہ جا ششدر

آسماں پر جو نظر کی تو لبسانِ فانوس
مشتعل روشنیٔ عرش سے تھا اس کا گھر

کر کے میں غور جو پھر روئے زمیں کو دیکھا
تھی وہ خورشید سے بھی نور میں زیادہ افضل

تھا عجب طور کا کچھ روئے زمیں پر جلوہ
عرش پر جس کی تجلّی کا پہنچتا تھا اثر

شرق سے غرب تلک نور سے تھا مالا مال
عرش سے فرش تلک برق سے نہا روشن تر

کیا عجب ہے کہ اگر ہند کے نظّارہ کو
حورِ جنّت سے چلی آئے نکل کر باہر

اس ترقی پہ غرض دیکھ کے میں خطۂ ہند
سجدۂ شکر ادا میں نے کیا خوش ہو کر

تھی عجب طرح کی دل کو مرے اس دم فرحت
جسم ہرگز نہ سماتا تھا قبا کے اندر

تھا یہ دل سے میں تفتیشِ سبب کے درپے
کس کے انوار سے یارب ہے زمیں رشکِ قمر

کس کا باعث ہے کہ یوں ملک میں ہے آبادی
کیا خوشی ہے کہ یوں عیش و طرب ہے گھر گھر

شکلِ فردوس جو ہر سبز ہوا یہ خطّہ
یارب اس بھید سے کچھ مجھ کو بھی آگاہ کر

یک بیک غیب سے آئی یہ ندائے ہاتف
گوش سے پنبۂ غفلت کو ذرا باہر کر

اب تلک پہنچا نہیں مژدۂ جاں بخش تجھے
جس سے شاداں ہیں ملک خوش ہے ہر اک جن و بشر

آیا ہے قافلہ حج کر کے وہ اس ملک کے بیچ
جس میں ہر ایک ہے ولی عارفِ نیکو منظر

ان کے انوار سے روشن ہے زمیں تا بہ فلک
اُن کی ہمّت سے ہوئی دین کو سوزینت و فر

ہے ہر اک شخص وہاں آمرِ امرِ معروف
قامعِ بدعت و ناہیٔ اصولِ منکر

ماحیٔ کفر ز دل قاتلِ کفّار زجباں
قاطعِ رسم زبوں تابعِ حکمِ داور

ان میں ہر اک ہے فرید اور وحیدِ آواں
حافظ و عالم و عادل و سخی نظر

ظاہر آراستہ بر ملّتِ بیضائے نبیؐ!
باطن اس طور کا پاکیزہ ہو جیسا گوہر

کد و کاوش نہ کسی میں نہ ریا و کینہ — نہ حسد دل میں تکبّر نہ کسی کے اندر
کیا کروں قافلہ سالار کا میں اس کے بیاں — جس کے اوصاف ہیں تحریر و بیاں سے باہر
عادل و عالم و عابد شہِ والا ہمّت — اشجع و افصح و صابر و زیبا نظر
ترکِ تجرید و توکّل میں فریدِ دوراں — حلم اور خلقِ دیانت میں وحیدِ اکبر
معدنِ لطف و حیا مجمعِ جود و ہمّت — مخزنِ عفّت و الفت شرفِ نوعِ البشر
بحرِ جود و کرم گلشنِ عرفانِ نبیؐ — مشعلِ راہِ طریقت بحقیقت رہبر
صدق میں ثانی اثنینؓ[1] کی مانند قوی — جد اور جہد میں اسلام کے ثانیِ عمرؓ
شرم میں حضرت عثمانؓ ساجوں بحرِ حیا — اور صفِ جنگ میں ہم طرزِ علیؓ صفدر
طور اور طرز میں سب طینتِ اصحابِ نبیؐ — قافؓ[2] سے راہِ شریعت میں ہے مستحکم تر
وعظ میں اس کے یہ تاثیر کہ پڑھ لیں کلمہ — لات و عزّیٰ و منات اور ہبل بھی فرفر
سیّدِ صفدر و عالی نسب و زینتِ دیں — زیبِ اسلام و امامِ حق و عاجز پرور
سیّد احمد و عالی حسب و مخرِ زماں — رہبرِ راہِ شریعت خلفِ پیغمبر
ہوتا معصوم اگر بعد نبی کے کوئی !! — ہوتی اس عصر میں عصمت بھی اسی کے اندر
سینۂ صاف سے اس کے ہے خجل آئینہ — نورِ ایمان سے ہے قلبِ مصفّا گوہر
حق میں گمراہوں کے ہے تاثیر جو کچھ ہے اسکی — جوششِ خوں میں کرے کام نہ ایسا نشتر
ہو جو صحبت سے نری تخلیۂ تحلیہ — لاکھ چلّوں سے بھی باطن میں نہ ہو ایسا اثر
اسمِ اعظم کو جو پڑھ کر کرے وہ کوہ پہ دم — ہوں طلا جتنے ہیں کہسار کے سارے پتھر
خار کو ہاتھ لگائے تو وہ ہو گلدستہ — رشکِ الماس ہو جو ہاتھ میں لے کنکر
رنگ میں گو کہ رہے سرخ لسانِ یاقوت — سرد ہو یخ کی طرح ہاتھ میں اس کے اخگر
اسکی نظروں سے گرے مشک تو ہو اشک سے کم — کوئلہ ہاتھ میں اس کے ہو مثالِ عنبر
ناخدا جوئے حقیقت کا ہے یہ کشتی باں — بحرِ ذخّارِ طریقت کا حقیقی معبر
علم کو اس کے مگر علم لدنّی کہیئے — جو کہ آتا ہے اسے وہ ہے کسے مستحضر

---

[1] یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ۱۲۔

[2] یعنی کوہ قاف ۱۲۔

آب پاشی سے تری قوتِ بازو کے بزور
پھر کے سرسبز ہوا خشک شریعت کا شجر

فیض سے تیرے نمازی ہوئی خلقت یہاں تک
پڑھے بیمار بھی ہذیان میں سورۂ کوثر

جس طرف دیکھئے تعمیرِ مساجد ہیگی
ہے ہر ایک شخص کی تحقیقِ مسائل پہ نظر

آتی ہر سمت سے ہے بانگِ موذّن کی صدا
جس کو سنئے یہی کہتا ہے کہ اللہ اکبر

اس قدر عصر میں تیرے ہوئی افراطِ نماز
لاکھوں تیار ہوئے ملک میں پھوڑے منبر

قلعِ بدعات ہوئی فیض سے تیرے ایسی
ہند سے رسم بری اٹھ گئیں صد ہا یکسر

دیکھئے جسکو جو کرتا ہے کلام اللہ یاد!
باندھی ہر شخص نے تہذیبِ ہدایت پر کمر

تیری تائید سے ہر اک خلق ہوئی ہے تائب
تیری تنبیہ سے لاکھوں ہوئے فاسق اطہر

اک قدم دھرنے کی جگہ بھی نہیں وہاں ملتی
جو کہ ٹوٹی ڈھئی مسجد تھی پڑی صاف کھنڈر

مستحاضہ بھی نہا کر کے پڑھے پانچوں وقت
عین سرما میں بھی آیا ہو کہیں اس کے اگر

جھٹ نہا دھو کے تہجد کے لئے ہے تیار
اپنے شوہر سے ہوئی ہے جو کوئی ہم بستر

جو ملا تجھ سے ہوا راہِ خدا میں مصروف
جو پھرا تجھ سے جماعت سے ہوا جو باہر

تیری صحبت کے سوا ہو نہ کسی کا طالب
جس کو باطن کی ہوئی راہ کی ذرہ بھی خبر

فعل بالفعل ہے کچھ فرق نہیں ہے تجھ میں
دیکھا پچھلوں سے تجھے جس نے مطابق کر کر

تجھ سے باطن کے قوانین ہوئے ایسے درست
جیسے کاتب کوئی لکھنے کو بنا دے مسطر

منکشف تجھ پہ ہر شے کی ہے کمیّت
نہ فتاویٰ میں وہ حجت نہ کتب کے اندر

نہ ہدایا میں وہ علت نہ وقایہ میں نشاں
درِ مختار میں اس کا نہ سراجی میں اثر

نہ ہے سلم میں پتہ اور نہ توضیح میں کچھ
خالی ہے فقہ کا اس علم سے سارا دفتر

کچھ نہیں تیری شجاعت بھی بیاں کی محتاج
صاف چہرہ سے عیاں ہے تری شانِ حیدر

رستم و گیو تجھے دیکھ بزدرہ ہیجا
ہو رہا ڈھیلی نکل جائے گلے سے بکتر

دیکھے اکوان بھی گر خواب میں صورت تیری
پھینک دے تیغ و سپر خوف سے کانپے تھر تھر

پیش جا کچھ نہ ترے سامنے فرعون کی عون
رشید جمشید کا ہو جوں خطِ ناقص ابتر

تیری دہشت سے اٹھے گور میں نمرود کی دود
شدتِ خوف سے شداد کا ہو رنگ اصفر

ملے ہامان کو ہرگز نہ کہیں جائے اماں
کھینچے تو غصے سے گر قتل پہ اس کے خنجر

اس طرح توڑے گا تو حصنِ حصینِ کفار
جدِ امجد نے ترے جو کہ اکھاڑا خیبر

زہرۂ شیرِ ژیاں خوف سے ہو جا پانی
کھینچ کر تیغ کو جب وار کرے تو اسپر

قاش لیموں کی طرح ملکے کرے افسردہ
پکڑے جسکا تو صفِ جنگ میں مغز او رسر

ہیں درِ مسجدِ اقصیٰ ترے طاقِ ابرو
کلمہ پڑھتے ہیں انھیں دیکھ کے کافر اکثر

ہے یقیں دیکھے اگر شسپ تجھے روزِ مصاف
گر پڑے الٹا ہی میدان میں کھا کر چکر

جب کرے لشکرِ کفّار پہ تو عزمِ جہاد
نصرت و فتح ترے سر پہ ہو مانندِ چھتر

جو نہ کمبخت تری وعظ و نصیحت مانے
ہے بہائم سے بھی رُتبہ میں وہ احمق کمتر

کافروں کا ہو ترے سامنے یوں پتلا حال
جس طرح تند ہوا چلنے سے بھاگیں مچھر

خاکِ پا سے ترے اکسیر کو ہے کیا نسبت
آدمی کو تو فرشتہ کرے اور مس کو زر

فیض سے تیرے ہُوا دم میں وحیدِ دوراں
جس نے دروازہ پہ تیرے کیا آکر بستر

رکنِ دین مولوی عبدالحئیؒ و شاہ اسمٰعیلؒ
فیض سے تیرے ہوئے کاملوں کے سرِ دفتر

تیری صحبت نے ملائک کی کری خاصیت
گو کہ ظاہر میں نظر آتے ہیں ہمشکل بشر

حق میں کفّاروں کے ضیغم کی طرح ہے خونخوار
مومنوں کے ہے وہ شفقت میں پدر سے بہتر

فخرِ ابنائے زماں قبلۂ اربابِ صفا
کعبۂ اہلِ یقیں دادرسِ ہر مضطر

ذات سے تیری یتیموں کو بہت تقویت
زنِ بیوہ کے تو حق میں ہے سحابِ ممطر

تھا غضب ظلم کہ بیوہ نہ کرے عقدِ نکاح
کھوئی یہ رسمِ زبوں رحمتِ حق ہو تجھ پر

جس میں راضی ہو خدا ہے وہی ان کو منظور
آبرو کا نہ انھیں خوف نہ کچھ جی کا ڈر

جو مسلمان کرے ان سے ذرا سا بھی سلوک
اس کے بدلے میں نہ کوئی کرے ان سے بہتر

کیوں منافق نہ ہو صورت کو تری دیکھ کے غش
ٹھہرے کس طور سے خورشید کے آگے شپّر

حق تعالےٰ کرے اقبال ترا روز افزوں
تیرے انصاف سے آباد ہوں ساتوں کشور

تجھ پہ ہر لحظہ بلا ریب ہے امدادِ خدا
جلوہ گر ذات ہے تیرے ہے عجائب مظہر

چاہِ بیژن میں گرے یا چہِ بابل میں پڑے
کھا دے دشمن ترا اس طور کی بے ڈھب ٹھوکر

منہ میں دشمن کے ترے قند ہو حنظل کا مزہ
ہو محبّوں کے دہن میں ترے حنظل شکر

نوشدارو بھی اگر کھا دے بامیدِ شفا
منہ میں دشمن کے ترے ہوئے بجائے نشتر

یوں کہا غیب سے ہاتف نے یہ حج ہے (۱۲۳۷) منظور
فکرِ تاریخ میں جب میں نے کیا نیچے سر

اور گھر آنے کی تاریخ میں یہ بیت پڑھی
تہنیت دے کے مجھے اور تبسم کر کر

حاجیانِ حرمِ کعبہ بہ آدابِ مجید آئے حج کر کے بڑی دھوم سے اب اپنے گھر

ہو حسن بھی تیرے الطاف سے ممنون سدا

رہے جمعیتِ باطن سے نہایت خوشتر

باب ۴

جہاد کی تیّاری!

سکھوں کے خلاف ترغیب جہاد وطن میں پہنچ کر کچھ عرصہ تک تو مکانات کی مرمّت میں جو آپ کی ایّامِ غیر حاضری میں ٹوٹ پھوٹ گئے تھے آپ مصروف رہے اس سے فارغ ہو کر سفرِ جہاد کی تیاری کرنے لگے۔ اور مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ اور مولوی عبدالحیّ صاحبؒ وغیرہ کو ترغیبِ ہجرت اور جہاد کے مضامین بیان کرنے کے لئے اطرافِ ہندوستان میں روانہ کر دیا گیا۔ اس وقت سیّد صاحبؒ کے مکان پر مراقبہ اور مشاہدہ اور توجّہ دہی کی بجائے ہجرت اور جہاد کی فضیلت کا بیان اور تلوار اور بندوق کی صفائی اور قواعد و چاند ماری اور گھوڑ دوڑ ہوا کرتی تھی۔

درویشی کی بجائے سپاہیانہ روش اب صوفی و درویش کی بجائے ہر شخص سپاہی بن گیا تسبیح کے عوض ہاتھ میں تلوار اور فراخ جبّہ کی جگہ چست انگرکھا اور پیچدار سر بند لباس ہو گیا۔ جن لوگوں نے آپ کے تابعین کو پہلے درویشانہ شکل میں اور اب سپاہیانہ وضع اور لباس میں دیکھا تو ان کو سخت حیرت تھی ان دنوں میں جو کوئی تحفے تحائف آپ کے لئے لے کر آتا تو اکثر ہتھیار یا گھوڑے ہوتے تھے انھیں دنوں میں شیخ فرزند علی صاحبؒ غازی پور جھنیا سے دو نہایت عمدہ گھوڑے اور بہت سی وردی کپڑے اور چالیس جلد قرآن مجید تحفہ لے کر آئے اور سب سے عجیب تحفہ جو شیخ صاحب موصوف

لے کر آئے وہ امجد نام ان کا ایک نوجوان بیٹا تھا جس کو انھوں نے مثل ابراہیم خلیل اللہ، اللہ کی راہ میں نذر کر کے سید صاحبؒ کے حوالے کر دیا اور عرض کیا کہ اس کو اپنے ساتھ لے جایئے اور تیغِ کفار سے اس کی قربانی کرائیے۔

سکھوں کے خلاف خطبۂ جہاد

اس وقت ہر شہر، قصبہ و گاؤں برٹش انڈیا (یعنی انگریزی عملداری واقع ہند) میں علانیہ سکھوں پر جہاد کرنے کا وعظ ہوتا تھا۔ مگر براہِ دور اندیشی معرفت شیخ غلام علی صاحب رئیس اعظم الہ آباد کے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر اضلاع شمالی و مغربی کو بھی سکھوں کے خلاف جہاد کی تیاری کی اطلاع دی گئی تھی جس کے جواب میں صاحبِ ممدوح نے یہ تحریر فرمایا کہ جب تک انگریزی عملداری میں کسی فتنہ و فساد کا اندیشہ نہ ہو ہم ایسی تیاری کے مانع نہیں اس کے بعد سید صاحبؒ ملکِ، یاغستان میں پہنچ کر سکھوں سے جہاد میں مصروف تھے اس وقت ایک ہنڈی سات ہزار روپے کی بذریعہ ساہوکارانِ دہلی مرسلہ مولوی محمد اسحاق صاحبؒ بنام سید صاحبؒ روانہ ہوئی تھی ملک پنجاب میں وصول نہ ہونے پر اس سات ہزار روپے کی واپسی کا دعوی عدالتِ دیوانی میں دائر ہو کر ڈگری ہوئی اور پھر ہنگامِ اپیل عدالتِ عالیہ دیوانی (ہائی کورٹ) آگرہ میں بھی حکم ڈگری بحقِ مدعی بحال رہا۔

مولوی مرتضیٰ خاں صاحب کی خلجانی کیفیت کا خاتمہ

مولوی مرتضیٰ خاں صاحب لکھتے ہیں کہ جب سید صاحبؒ حج کو تشریف لے گئے تو ان کی غیبت میں مراقبۂ وحدانیت میں مجھ کو بہت خلجان ہوا کرتا تھا۔ الحاد کی نوبت پہنچنے والی تھی۔ اور سب سے زیادہ مشکل یہ تھی کہ اس کے ترک کرنے کا بھی مجھے اختیار نہ رہا تھا۔ رام پور وغیرہ کے سب صوفیوں اور درویشوں سے اس خلجان کا علاج پوچھتا پھرتا تھا کسی سے اس درد کی دوا نہ بن آئی۔ ایک باکمال درویش نے مجھ سے کہا کہ خاں صاحب سوائے سید صاحبؒ کے اس خلجان کا علاج کسی سے نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ اس وقت ساری دنیا کے صوفی اور درویش مثل ستاروں کے ہیں اور سید صاحبؒ مثل آفتاب کے سو جس وقت آفتاب طلوع ہوتا ہے تو سب ستارے چھپ جاتے ہیں۔ تم کو چاہیئے کہ سید صاحبؒ کی خدمت میں جاؤ۔ میں لاچار ہو کر سید صاحب کی تلاش میں کانپور تک گیا۔ وہاں جا کر مجھے معلوم ہوا کہ سید صاحب حج سے تشریف لے آئے۔ تب میں بریلی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا سید صاحبؒ

مجھ کو دور سے دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا۔ آؤ پٹھان بھائی آؤ۔ جب میں نزدیک گیا تو مجھ کو سینۂ مبارک سے لگایا۔ پس میرا آپ کے سینۂ انوار خزینہ سے ملنا تھا کہ وہ خلجان فوراً جاتا رہا۔

مجاہدین کی بریلی سے روانگی

اس وقت تقریباً دو ہزار شمشیر زن آپ کے پاس جمع ہو گئے تھے جن کو آپ نے تین جماعت کر کے ٹونک کو روانہ کر دیا تھا مولوی عبدالحئی صاحبؒ اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ وغیرہ خلفاء بھی اپنی اپنی خدمت ترغیبِ جہاد و ہجرت پوری کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تھے۔ اب آپ بریلی سے ٹونک کی جانب جہاد کے ارادہ سے روانہ ہوئے ان میں بیعت بھی ہجرت اور جہاد پر ہوا کرتی تھی۔ اگر لوگوں کو خطوط لکھے جاتے تو ان میں بھی یہی مضمون ترغیبِ ہجرت اور جہاد کا ہوتا تھا راہ میں بھی اسی ترغیب کا وعظ فرماتے ہوئے آپ ٹونک میں پہنچے۔

سید صاحبؒ کا علمِ لدُنی

صاحبِ مقالاتِ طریقت لکھتے ہیں کہ ان ایام میں آپ کے علمِ لدُنی کی یہ کیفیت تھی کہ مولانا محمد اسمٰعیل اور مولوی عبدالحئی جیسے فاضلِ اجل اپنے شبہاتِ علمی آپ سے حل کیا کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے مولوی وحیدالدین صاحب سے فرمایا کہ تم مجھ سے کوئی علمی بات نہیں پوچھتے۔ انھوں نے عرض کیا کہ جو مجھ کو مشکل ہوتی ہے اپنے استاد مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ سے دریافت کر لیتا ہوں اور میرا کیا حوصلہ اور لیاقت جو آپ سے پوچھوں۔ آپ نے باصرار تمام ارشاد فرمایا کہ کچھ تو دریافت کرو اس وقت بمجبوری مولوی وحیدالدین صاحب نے عرض کی کہ غُسل کے مقدمہ میں دو حدیثیں آپس میں معارض آئی ہیں۔

پہلی حدیث :۔ اِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ (یعنی انزال سے غسل واجب ہوتا ہے)

دوسری حدیث :۔ اِذَا جَاوَزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ فَوَجَبَ الْغُسْلُ (یعنی جب مرد کی شرمگاہ عورت کی شرمگاہ میں داخل ہوئی تو غسل واجب ہو گیا)

ان دونوں حدیثوں میں توفیق کس طرح ہے۔ سید صاحبؒ نے فرمایا کہ ان کی توفیق بہت آسان ہے۔ کیونکہ پہلی حدیث خواب سے تعلق رکھتی ہے یعنی جب خواب میں انزال ہو تو غسل واجب ہوتا ہے نہ صرف دخول دیکھنے سے اور دوسری حدیث بیداری سے تعلق رکھتی ہے اور دونوں حدیثوں کا مطلب صحیح ہے۔

حجرِ اسود کا بوسہ لینے کی وجہ

پھر مولوی وحید الدین صاحب نے پوچھا کہ: اَلْحَجَرُ الْاَسْوَدُ یَمِیْنُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ یُصَافِحُ بِھَا عِبَادَہٗ۔ کَمَا یُصَافِحُ اَحَدُکُمْ اَخَاہٗ (یعنی حجرِ اسود مثل اللہ تعالیٰ کے داہنے ہاتھ کے زمین پر ہے اس ہاتھ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے مصافحہ کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے مصافحہ کرتا ہے)۔

اس حدیث کا مطلب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ حدیث متشابہات سے ہے جیسے یدؔ اور وجہ۔ قرآن و حدیث میں آیا ہے۔ ویسے ہی یہ بھی ہے۔ اور دوسری بات اس میں یہ ہے کہ کعبہ عوام کے واسطے ثواب کی جگہ ہے جیسے کہ فرمایا ہے مَثَابَۃً لِّلنَّاس (یعنی ثواب کی جگہ واسطے لوگوں کے۔) سو وہاں جانے اور طواف کرنے سے گناہ دور ہوتے ہیں اور ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اور خواص کو ایک نسبت خاص ہے جو عوام کو نصیب نہیں پس اس نسبت کو اس طرح سمجھنا چاہیئے کہ مرید مرشد کے روبرو بیٹھتا ہے اور مرشد کے انوار و برکات مرید کی استعداد کے مطابق مرید پر اثر کرتے ہیں تو مرید کا باطن انوار سے مالامال ہو کر ذوق و شوق سے بے قرار ہو جاتا ہے۔ پس جب مرید بے قرار ہو کر چاہتا ہے کہ مرشد پر فدا ہو جائے اور قدم چومے اس وقت مرشد اس کا شوق و ذوق دیکھ کر اپنا ہاتھ بڑھا دیتا ہے تاکہ وہ بے قرار دست بوسی کر کے اپنی تسکین کرے اسی طرح سے اربابِ نسبت جب طواف میں مشغول ہو جاتے ہیں تو ان کا باطن ذوق و شوق سے نہایت بے قرار ہو جاتا ہے وہ لوگ اس وقت حجرِ اسود کا بوسہ لے کر اپنی تسکین کر لیتے ہیں۔

سکھوں پر جہاد کرنے کا سبب

یہ بھی ایک صحیح روایت ہے کہ جب آپ سکھوں سے جہاد کرنے کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ اتنی دور سکھوں سے جہاد کرنے کو کیوں جاتے ہیں انگریز جو اس ملک پر حاکم اور دین اسلام سے کیا منکر نہیں ہیں۔ گھر کے گھر میں ان سے جہاد کر کے ملک ہندوستان لے لو یہاں لاکھوں آدمی آپ کے شریک مددگار ہو جائیں گے کیونکہ سیکڑوں کوس سفر کر کے سکھوں کے ملک سے پار ہو کر افغانستان میں جانا اور وہاں برسوں رہ کر سکھوں سے لڑنا یہ ایک ایسا امر محال ہے جس کو ہم لوگ نہیں کر سکتے۔ سید صاحب نے جواب دیا کہ کسی کا ملک چھین کر ہم بادشاہت نہیں کرنا چاہتے اور نہ ہی انگریزوں اور سکھوں کا ملک

لینا ہی ہمارا مقصد ہے۔ بلکہ سکھوں سے جہاد کرنے کی صرف یہی وجہ ہے کہ وہ ہمارے برادرانِ اسلام پر ظلم کرنے اور اذان وغیرہ فرائض مذہبی ادا کرنے پر مزاحم ہوتے ہیں اگر سکھ اب یا ہمارے غلبہ کے بعد ان حرکات مستوجبِ جہاد سے باز آجائیں تو ہم کو ان سے لڑنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ اور انگریزی سرکار گو منکرِ اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کوئی ظلم و تعدّی نہیں کرتی اور نہ ان کو فرائضِ مذہبی اور عبادات لازمی سے روکتی ہے۔ ہم ان کے ملک میں اعلانیہ وعظ کہتے اور ترویجِ مذہب کرتے ہیں وہ کبھی مانع و مزاحم نہیں ہوتی۔ بلکہ اگر ہم پر کوئی زیادتی کرتا ہے تو اس کو سزا دینے کو تیار ہیں۔ ہمارا اصل کام اشاعتِ توحیدِ الٰہی اور احیائے سُننِ سیدالمرسلین ہے سو ہم بلا روک ٹوک اس ملک میں کرتے ہیں پھر ہم سرکارِ انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور اصولِ مذہب کے خلاف بلا وجہ طرفین کا خون کرادیں۔ یہ جواب باصواب سن کر سائل خاموش ہوگیا اور اصلی غرض جہاد کی سمجھ لی۔

ہندو گوالوں کا قبولِ اسلام

صاحبِ مقالاتِ طریقت لکھتے ہیں کہ جن ایام میں آپ ٹونک میں تشریف رکھتے تھے ایک روز گھوڑے پر سوار ہوکر کہیں باہر تشریف لے جاتے تھے بہت سے مرید اور خادم بھی ہمراہِ رکاب تھے اس وقت آپ کا گذر ہندو گوالوں کے محلّے میں سے ہوا۔ وہ گوالے بھی اپنے مکانوں سے نکل کر حضرت کی زیارت کے ارادہ سے باہر کھڑے ہوگئے ان لوگوں کا نصیب جو چمکا تو آپ کی نظرِ ہدایت اثر ان لوگوں پر پڑ گئی اسی وقت وہ سب لوگ مع زن و فرزند مسلمان ہوکر آپ کی بیعت سے مشرّف ہوگئے اور دولتِ کونین پر فائز ہوئے ؎

ہیں درِ مسجدِ اقصیٰ ترے تاقِ ابرو
کلمہ پڑھتے ہیں انھیں دیکھ کے کافر اکثر

نواب وزیرالدولہ مرحوم لکھتے ہیں کہ سیّد صاحبؒ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ مجھ سے خلقت کو جو فیضِ ایمانی پہنچا ہے روز بروز ترقی پر رہے گا اور انشاءاللہ تعالےٰ ہندوستان اور خراسان چرگ شرک اور پلیدئ بدعت سے میرے ہاتھ سے یکسر پاک و صاف ہوکر انوارِ اسلام سے منوّر اور دیانت و امانت سے مالا مال ہوکر رشک افزائے زمن بن جائیں گے۔

سیّد محمد یعقوب کی روایت

سیّد محمد یعقوب آپ کے بھانجے سے روایت ہے کہ بروقتِ روانگیٔ خراسان آپ اپنی ہمشیر یعنی والدہ

سید محمد یعقوب سے رخصت ہونے لگے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ اے میری بہن میں نے تم کو خدا کے سپرد کیا اور یہ بات یاد رکھنا کہ جب تک ہند کا شرک اور ایران کا رفض اور چین کا کفر اور افغانستان کا نفاق میرے ہاتھ سے محو ہو کر ہر مردہ سنّت زندہ نہ ہو جائے گی اللہ ربّ العزت مجھ کو نہیں اٹھائے گا۔ اگر قبل از ظہور ان واقعات کے کوئی شخص میری موت کی خبر تم کو دے اور تصدیق پر حلف بھی کرے کہ سید احمد میرے روبرو مر گیا یا مارا گیا تو تم اس کے قول پر ہرگز اعتبار نہ کرنا کیونکہ میرے رب نے مجھ وعدہ واثق کیا ہے کہ ان چیزوں کو میرے ہاتھ پر پورا کر کے مارے گا۔

آپ کے سفر جہاد سے پہلے (غالباً سفر حج میں) آپ کو یہ الہام ربانی ہوا تھا کہ ملک پنجاب آپ کے ہاتھوں پر فتح ہو کر پشاور سے دریائے ستلج تک مثل ملک ہندوستان کے رشک افزائے چمن ہو جائے گا چنانچہ ان متواتر وعدہ ہائے فتح سے آپ کا ہر ایک مرید واقف تھا۔

رسالدار عبدالحمید خاں کی بیعت

نواب وزیر الدولہ مرحوم یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ جب سید صاحبؒ بارادۂ جہاد ٹونک سے روانہ ہوئے تو اس وقت ایک شخص عبدالحمید خاں نام رسالدار رامپوری جو تمام لشکر ٹونک میں بد معاش اور شریر برادر شیطان کے نام سے مشہور تھا سواری میں چلتے وقت سید صاحبؒ سے دوچار ہو گیا اس وقت جو اس کے بخت خفتہ بیدار ہوئے تو سید صاحبؒ نے اسی حالت سواری میں ہاتھ پھیلا کر اس کو اور اس کے ایک ہم مشرب رفیق کو فرمایا کہ اٹھو خان صاحب بیعت کر لو ان دونوں نے اسی وقت ہاتھ پھیلا کر آپ سے بیعت کر لی۔ پس بیعت کے الفاظ کا ختم ہونا تھا کہ ان دونوں بد معاشوں کا حال اسی گھڑی بدل گیا اور اب وہی حیدر خاں سرگروہان اوباشان سر آمد متقیان و پرہیز گاران بن گیا۔ اور اس کی معصیت طاعت اور سرکشی صوم وصلوٰۃ سے بدل گئی طغیان و ہذیان کی جگہ مناجات بر زبان اور بجائے خندہ زنی گریان اور بجائے ہذل و جدل تسبیح گو ہو گیا اور بعض مجلس جہاد و صحبتِ اہل صلاح و تقویٰ اور علمائے اہل یقین کا جویان ہوا یہاں تک جاذبہ عشق الٰہی کی نوبت پہنچی کہ سرکار ٹونک کی ملازمت چھوڑ کر ملک خراسان چلا گیا اور وہاں بمقابلۂ درّانیان دادِ شجاعت دے کر شہید ہوا۔

گروہِ رجال الغیب کی رفاقت

وہی نواب مرحوم تحریر کرتے ہیں کہ ٹونک سے اجمیر تک میں سید صاحبؒ کے ہمراہ رکاب تھا اس سفر

میں بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ جب فقط میں اور بعض خاص خدّام حضرت کے ساتھ ہوتے تھے تو کبھی آپ ایک طرف مخاطب ہو کر سلام علیک کرتے اور کبھی سلام کا جواب دیتے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ ظاہرا یہ سلام یا سوال وجواب رجال الغیب یا ارواح یا جنّوں سے ہوتا تھا کیونکہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ایک گروہ رجال الغیب کا خداوند تعالےٰ کی طرف سے ہمیشہ سفر اور حضر میں میرے ساتھ رہتا ہے اور اس گروہ کا عجیب حال یہ ہے کہ جس کسی ملک یا شہر میں ارادہ انتشار اور ترویج ہدایت باری تعالےٰ کا ہوتا ہے تو یہ جماعت قدسیہ بہت کثرت سے وہاں جمع ہو جاتی ہے۔ اور یہ بھی آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس جماعتِ قدسیہ کا دوسرا حال یہ ہے کہ ہمارے مقام کے وقت یہ جماعت ہمارے لشکر سے تھوڑے فاصلے پر اترتی ہے اور جب ارادہ الٰہی ہمارے کسی طرف کوچ کرنے کا ہوتا ہے تو یہ جماعت اسی طرف کو چلنے لگ جاتی ہے۔ تب انکی روانگی کو دیکھ کر میں بھی خود بخود اس طرف کو چل پڑتا ہوں اور یہی وجہ تھی کہ آپ بعض جگہ مہینوں تک ٹھہرے رہتے تھے اور پھر یک بیک چل دیتے تھے۔

یک ذرہ نیست ہمچو حنا اختیارِ ما ۔۔۔ در دستِ دیگریست سکون و قرارِ ما

سیّد صاحبؒ کی ایک سوار پر عنایت

اسی سفر کے ضمن میں صاحبِ مقالاتِ طریقت لکھتے ہیں کہ ایک روز سیّد صاحبؒ اپنے لشکر سے نکل کر قضائے حاجت کے لئے جنگل کی طرف جا رہے تھے اس وقت آپ نے دیکھا کہ ایک سوار اپنے گھوڑے کا زین پوش بچھائے ہوئے اس پر بیٹھا ہوا ہے اور یہ شعر پڑھ رہا ہے ؎

اے صبا نکہتے از کوئے فلانے بمن آر ۔۔۔ زار و بیمار منم راحت جانے بمن آر

حضرت نے اس سے پوچھا کہ میاں سوار اس کے معنی بھی جانتے ہو؟ اس نے عرض کیا کہ نہیں تب آپ نے فرمایا کہ ہم تم کو اس کے معنے سمجھاتے ہیں یہ فرما کر اس کے پاس بیٹھ گئے اور اس کو اپنی چھاتی سے لگایا اور تھوڑی دیر متوجہ رہے تب وہ اسی وقت عشقِ الٰہی میں مستغرق و از خود رفتہ ہو کر حقیقی راحت کو پہنچ گیا۔

مفتی الٰہی بخش کا بیان

صاحبِ مقالاتِ طریقت یہ بھی لکھتے ہیں کہ مفتی الٰہی بخش ساکن کاندھلہ جنھوں نے ساتواں دفتر مثنوی مولانا روم علیہ رحمۃ کا لکھا ہے فرمایا کرتے تھے کہ ساٹھ برس سے جو ہم نے پیسا تھا (یعنی پڑھا تھا) وہ سب دلیا لیا تھا اب سیّد صاحبؒ کی بدولت کل میدہ ہو گیا یہ مفتی صاحب علم و فضل میں ایسے یگانہ تھے کہ اس

دریا میں آپ کا ثانی نہ تھا۔ سید صاحبؒ کی نعلین برداری کو اپنا شرف جانتے تھے صاحبِ مقالات موصوف یہ بھی لکھتے ہیں کہ جیسی شوکت و منزلت خدائے تعالیٰ نے اگلے بڑے بڑے بزرگوں کو عنایت کی تھی وہ سب سید صاحبؒ کی ذاتِ بابرکت میں جمع تھی۔ شعر

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

سید صاحبؒ اجمیر سے چل کر دہلی پہنچے اور وہاں سے سہارنپور وغیرہ میانِ دوآب کے شہروں میں گشت کرتے ہوئے براہِ پانی پت و کرنال و تھانیسر ۱۲۴۱ھ مطابق ۱۸۲۴ء سکھ قوم سے جہاد کے ارادہ سے یاغستان روانہ ہو گئے۔

گٹھیا کے مریض کی صحت یابی

ایک سیاح پانی پتی کا بیان ہے کہ جب آپ پانی پت میں پہنچے تو میں مرض گٹھیا میں مبتلا ہو کر بے دست و پا ہو رہا تھا اپنے بستر پر سے اٹھ نہیں سکتا تھا۔ جب میرے کچھ نصیب چمکے تو سید صاحبؒ سے دوچار ہو گیا اس وقت آپ نے فرمایا کہ اے جوان اٹھو اور ہمارے ساتھ جہاد کے واسطے چل میں فوراً اسی وقت اچھا ہو گیا گویا کبھی مریض ہی نہیں ہوا تھا اور آپ کے ساتھ ہو لیا اور بہت سے معرکوں میں شریکِ جہاد رہا۔

مولوی نجم الاسلام کی روایت

مولوی نجم الاسلام صاحب پانی پتی روایت کرتے ہیں کہ ایک روز سید صاحبؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی بصیرت عنایت کی ہے کہ دیکھ سکتا ہوں کہ یہ بہشتی ہے یا دوزخی اس وقت مولوی صاحب موصوف نے پوچھا کہ حضرت میں کس فریق میں ہوں آپ نے فرمایا کہ تم تو شہیدؒ ہو چنانچہ اس پیشین گوئی کے بموجب بایامِ غدر ۱۸۵۷ء بعارضہ اسہال مولوی صاحبؒ کو شہادت نصیب ہوئی اور وَالْمَبْطُوْنُ شَہِیْدٌ کی بشارت میں داخل ہوئے۔

باب ۵

تعلیماتِ احمدیہ

علمِ لدنّی میں آپ کے سپاہیانہ اور بہادرانہ کارناموں کے شروع کرنے سے پہلے آپ کی پر زور تاثیرات کا سبب اور عجائب تعلیمات کے نکات کا کسی قدر یہاں بیان کرتا ہوں کیونکہ آپ کی درویشانہ زندگی کے صدہا واقعات کا یا پلٹ اور تاثیر مقلبِ ماہیت کو دیکھ کر ناظرین کو عجیب حیرت ہوئی ہو گی کہ یہ دلکش اور دلربا علم آپ نے کس مدرسہ میں سیکھا ہوگا۔ سوائے ناظرین با تمکیں۔ آپ پر مخفی نہ رہے کہ اس علم کو علمِ لدنّی کہتے ہیں۔ ظاہری تعلیم کا اس سے کوئی تعلق نہیں اس کا معلّم خود خالقِ ارض و سما ہوتا ہے۔ مثل حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور ان کے حواریینؑ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء اور بہت سے انبیاء سابقین اسی مدرسے سے تعلیم پا کر پہلے دنیا میں آ چکے ہیں۔ جنھوں نے لکھوکھا اور کروڑہا خلقت کے آبائی دین بت پرستی کو یک لخت چھڑوا کر موحّد اور خدا پرست بنا دیا تھا۔ یہ بھی ایک قدیم قاعدہ ہے کہ جس سینے میں یہ علم آتا ہے وہ سینہ پہلے سے علمِ ظاہری۔ خصوصاً علمِ حکمت (فلسفہ و منطق) سے پاک و صاف ہوتا ہے۔ ان کے دلائل منطقیہ طور پر نہیں ہوتے۔ اس مدرسہ کے متعلموں کی تعلیم کا نرالہ ڈھنگ ہوتا ہے اسی واسطے ان کا ہر ایک لفظ دلنشین تیر دلدوز دلوں

کو چھید کر دل سے پار ہو جاتا ہے۔ اس مدرسہ کے تعلیم یافتہ افراد کی زبردست تاثیر کو دیکھ کر ہمیشہ دنیا کے لوگ ان کو ساحر کہتے ہیں ان بزرگوں کا رنگ ڈھنگ سیدھا سادا اور ہر عمل و فعل تکلّف و تصنّع سے پاک ہوتا ہے۔ ان کے کلام میں اکثر سیدھی سادھی مثالیں شامل ہوتی ہیں جس سے سامعین جلد سمجھ سکتے ہیں۔ ایثار یعنی ہمدردی اور خیر خواہی خلائق ان کے رگ و پے میں سمائی ہوتی ہے۔ دنیائے دلفریب سے بے رغبتی کرنا اور محبت الٰہی کو دلوں میں جمانا ان کا سب سے اوّل کام ہوتا ہے۔

سید صاحبؒ کی زبردست تاثیر

سب مؤرخ اس بات پر متّفق ہیں کہ سید صاحبؒ کی زبردست تاثیر اور دلرُبا نصائح کا یہ رنگ تھا کہ آپ کی زبانِ مبارک سے یہ کلمہ سن کر کہ "اللہ سے ڈرو" روتے روتے کلیجہ منہ کو آجاتا تھا بڑے بڑے بدکار اور فاسقوں کی اسی وقت کایا پلٹ ہو جاتی تھی اسی زبردست تاثیر کے سبب آپ کے مخالف اور اشقیاء (باتّباع قاعدۂ قدیم) آپ کو جادوگر کہتے تھے اور آپ کے روبرو آنے سے ڈرتے تھے اور کہتے تھے کہ جو کوئی آپ کے سامنے جائے گا وہ مسحور ہو کر گرویدہ ہو جائے گا۔

کفّار کا قبولِ اسلام

مولوی عبدالاحد ابو سعد لکھتے ہیں کہ حضرت سید احمد صاحبؒ قدس سرّہ کے ہاتھ پر چالیس ہزار سے زائد ہندو وغیرہ کفّار مسلمان ہوئے اور تیس لاکھ مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور جو سلسلہ بذریعہ بیعت آپ کے خلیفوں اور خلیفوں کے خلیفوں کے اس وقت تک تمام روئے زمین پر جاری ہے اس کا سلسلہ تو کروڑوں آدمی کی بیعت میں داخل ہو کر اس بشارتِ حضرت کے مستحق ہو چکے ہیں

سید صاحبؒ کا وہبی علم

جب یہ مقدّس لوگ اس مدرسۂ وہبی کے تعلیم یافتہ تشریف لاتے ہیں تو ان کے ساتھ آسمان سے برکت نازل ہو کر انسانوں کے دلوں میں داخل ہو جاتی ہے اس وقت خود بخود ہر سعادت مند طلبِ حق کے واسطے جوش مارتا ہے اور ہر واعظ اور ناصح کے کہنے کو بہ دل سنتا ہے اور اعمالِ شاقّہ کی ہمّت ان کے دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے ان کی تشریف آوری سے پہلے گو ہزاروں عالم موجود ہوتے ہیں۔ مگر اپنے علموں کو مثل افسانے کے سیکھ کر طلبِ

ہزار داستان کی طرح چہکتے پھرتے ہیں۔ پھر وہی عالم ان بزرگوں کی تشریف آوری کے وقت اپنے علموں کی اصل حقیقت پر آگاہ اور ہوشیار ہو کر عمل کو ضمیمہ علم کا اور اخلاص کو نتیجہ فہم کر کے سخن آرائی اور تکلم سے بیزار ہو جاتے ہیں اور بہت سے زاہد خلوت گزیں اور درویشانِ چلّہ نشیں ان کی تشریف آوری کے وقت اپنے مفاسدِ مکنونہ سے آگاہ ہو کر اصلاحِ نفسِ امارہ اور حصولِ رضائے الٰہی کو مدِ نظر کر لیتے ہیں اور نام و نشان اور حبِ جاہ کو اس وقت پسِ پشت پھینک دیتے ہیں اور ان مقدس انسانوں کے ظہور سے قبل گو واعظانِ چرب زبان منبروں پر چڑھ کر بہتیری فریاد و فغاں کرتے رہتے ہیں۔ مگر ان کا اثر لوگوں کے دلوں پر جیسا ہونا چاہیئے نہیں ہوتا اور ان کے کلام کو افسانے سے زیادہ نہیں سنتے۔

امانت

جب برکت کے نزول کا زمانہ آتا ہے۔ طلبِ حق کا ہر کس و ناکس کے دلوں میں ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ اس وقت ہر آدمی ان کے وعظ و نصیحت کو القاء سمع اور حضورِ دل سے سنتا ہے اور ہر محفل میں حق طلبی کا چرچا شروع ہو جاتا ہے صرف اشقیاءِ ازلی ہی اس سعادت سے محروم رہ جاتے ہیں۔ چنانچہ اس انتشارِ برکت کو حدیث شریف میں بلفظِ امانت تحریر فرمایا ہے، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاَمَانَۃَ نَزَلَتْ فِیْ جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ ثُمَّ عَلِمُوْا مِنَ الْکِتَابِ ثُمَّ عَلِمُوْا مِنَ السُّنَّۃِ (یعنی) امانت یعنی برکت لوگوں کے تہِ دل میں اترتی ہے اس وقت قرآن مجید اور حدیث شریف کے اصل مطلب کو سمجھنے لگتے ہیں) اسی طرح سید صاحبؒ کی تشریف آوری کے وقت بھی وہ برکت مصرحۂ حدیث نازل ہوئی تب مولوی محمد اسمٰعیل شہیدؒ وغیرہ کو تقویت الایمان وغیرہ کتابیں لکھنے کی سمجھ پیدا ہوئی اور کتاب و سنت کو لوگ سمجھنے لگے۔ چنانچہ اسی برکت کا اثر اس وقت تک اکثر دلوں پر برابر چلا آتا ہے اور بعض دل اس سے خالی ہوتے جاتے ہیں۔

سید صاحبؒ کی تعلیمات

سید صاحبؒ کی تعلیمات بھی مثل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بہت سیدھی سادی تھیں جن سے عالم و جاہل دونوں برابر مستفید ہوتے تھے۔ قرآن و حدیث پر عمل کرنا، دنیا سے بے رغبت ہونا، اللہ سے محبت کرنا، توحید اور اتباعِ سنت پر قائم ہونا، شرک اور بدعت سے بچنا۔ شکر و توکل و تقویٰ میں کامل ہونا آپ کی تعلیمات کا خلاصہ اور لبِ لباب ہے۔ تنبیہ الغافلین میں آپ فرماتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کی خدمت میں عموماً اور جن لوگوں نے میرے ہاتھ پر یا میرے خلیفوں کے

ہاتھ پر اس سلسلہ میں بیعت کی ہے خصوصاً میری یہ عرض ہے کہ اس ناپاک دنیا کی حقیقت کو سمجھ کر اس کے گرد نہ پھٹکیں اور اس کی محبت کو اپنے دل میں ذرّہ برابر جگہ نہ دیں اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو ہر حال میں مقدم رکھیں اور یہ سمجھ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلنے سے حاصل ہوتی ہے۔ پس اوّل کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو (یعنی سوائے خدا کے کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں ہے) سمجھ کر یہ اعتقاد رکھیں کہ اولاد وہی بخشتا ہے۔ اور مرادیں وہی پوری کرتا ہے۔ غرض ہر قسم کا نفع نقصان اسی کے ہاتھ میں ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (یعنی محمد اللہ کے سچے رسول ہیں) سمجھ کر کوئی بات یا کام خواہ دینی ہو یا دنیوی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے خلاف اختیار نہ کریں۔ ہر امر میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو مقدم جانیں۔

مقدمۂ صراط المستقیم

مقدمۂ صراط المستقیم میں لکھا ہے کہ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ شریعت وطریقت کا ثمرہ اور حقیقت اور معرفت کی بنیاد صرف اللہ تعالےٰ کی محبت حاصل کرنا ہے چنانچہ حدیث کَانَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا (یعنی اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت تمام دنیا ومافیہا سے بڑھ کر ہوئے) اور یہ آیۂ کریمہ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (یعنی ایمان والے اللہ کی محبت میں جو ہیں) اسی محبت اور عشقِ الٰہی کا بیان ہے۔ اگرچہ اس مسئلہ محبت الٰہی پر تمام صوفیائے کرام بلکہ ساری خلقت متفق ہے لیکن اس میں ایک نکتہ ایسا باریک ہے کہ اس زمانے کے لوگ اس نکتہ کو نہیں سمجھتے اور وہ نکتہ حبِّ عشقی اور حبِّ ایمانی کے درمیان ایک تمیز اور فرق ہے اسی ناواقفیت کی بنا پر اس کے علاوہ کسی کو اختیار اور تصرف نہیں ہے بعض عوام صوفیاء انبیاء علیہ السلام کے حالات کو ساتھ احوال اہلِ عشق اور مواجید کے مطابق نہ پاکر لعنت کی سر دردی اٹھاتے ہیں۔

طریقِ انبیاء وراہِ اہلِ عشق

اگرچہ یہ دونوں طریق انبیاء علیہم السلام اور راہِ اہلِ عشق ومواجید اللہ کی راہوں میں سے ہیں۔ مگر ان دونوں کے حصول کے طریقہ اور رسومات اور آثار وثمرات علیحدہ علیحدہ ہیں جیسے کہ ایک یونانی حکیموں کا علاج اور ایک ڈاکٹر کا علاج دونوں حصولِ صحت کے طریقے ہیں۔ مگر ان کے نسخے اور مسہلات اور طریق استعمال اور آثارِ صحت علیحدہ علیحدہ ہیں سو ان دونوں محبتوں کی تفصیلی تمیز اس طرح ہے کہ مرادِ عشق اور حبِّ نفسانی سے ایک قلق اور شورش ہے۔ مطلوبہ شئے اور محبوب کے نہ ملنے

کی وجہ سے انسان کے باطن میں پیدا ہو کر تمام قوائے باطنیہ میں سرایت کر جاتی ہے۔ مطلوبہ شئے کا حصول اور وصالِ محبوب اس کی انتہا ہے اور یہ عشق اول قلب میں جو مقام تمام کیفیاتِ نفسانی کا ہے جگہ پکڑ کر سارے باطن میں پھیل جاتا ہے اور آدمی کو دیوانہ اور مجنون بنا دیتا ہے اور جب شئے محبوب مل جاتی ہے تو شعلۂ فراق ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور عشقی کیفیت زائل ہو جاتی ہے۔

حبِّ عقلی

اور حبِ ایمانی یعنی حبِ عقلی سے یہ مراد ہے کہ کوئی آدمی کسی شئے کے فوائد اور منافع اور اس کی طرف اپنے محتاج ہونے پر آگاہ ہو کر اس شئے کے حاصل کرنے کا شوق اس کے دل میں پیدا ہوا اور یہ شوق یہاں تک بڑھتا ہے کہ تمام تکلیفیں اور مشقیں جو اس کے حاصل کرنے میں پیش آتی ہیں اس پر آسان ہو جاتی ہیں۔ اس سبب سے کمر ہمت چست باندھ کر ہر قسم کے جتنے اس کے حاصل کرنے کے واسطے کرتا ہے اور اس کی طلب میں اپنے کو اختیاراً نہ اضطراراً مٹا دیتا ہے۔ اور یہ حب اول عقل میں جو خزانہ معلومات کا ہے جگہ پکڑتی ہے اور جیسے پانی درختوں کی جڑ اور شاخوں اور پتوں اور پھلوں میں سرایت کرتا ہے ویسے ہی یہ حب تمام قوائے باطنیہ میں پھیل جاتی ہے۔ تب جو فکر اور تدبیر عقل میں آتی ہے اس کے حاصل کرنے کے واسطے اور ہر طرح کے ارادے اور ہمتیں اس کی طلب کے واسطے قلب سے اٹھتی ہیں اور اس کے واسطے ہر قسم کی مشقتیں اور ترکِ مالوفات اس کے واسطے گوارا کرتا ہے اور نتیجہ حبِ عشقی کا عقل و شعور کا زائل ہونا ہے۔ سوائے محبوب کے ثمرہ حبِ ایمانی کا ہمت و ارادہ کا فنا ہونا ہے۔ کہ وہ جو کچھ کہتا ہے محبوب سے کہتا ہے اور جو کچھ سنتا ہے محبوب سے سنتا ہے محبوب کی رضامندی کے حصول کے علاوہ ہر ایک چیز اس کو فضول نظر آتی ہے۔

حبِّ عقلی اور حبِّ عشقی کا موازنہ

اور چونکہ حبِّ عقلی کا جائے قرار عقل ہے اس واسطے کسی معارض کو اس میں گنجائش نہیں ہے اور حبِّ عشقی محض وصالِ محبوب کے ساتھ زائل ہو جاتی ہے مگر حبِّ ایمانی یعنی حبِّ عقلی وصالِ محبوب سے بڑھ کر ہزار گنی ہو جاتی ہے کیونکہ حبِّ عشقی محبوب سے نہ ملنے کی وجہ سے تھی اس کے ملنے پر زائل ہو جاتی ہے اور محبوب کے کمالات اور منافع و فوائد جاننے کے لئے جو اس سے اپنی احتیاج تھی حبِّ ایمانی ہے اور یہ مطلب وصال میں اور زیادہ واضح ہو جاتا ہے کیونکہ محبت کے آغاز میں صرف علم الیقین تھا اور اب وصالِ محبوب پر محبوب کے ان کمالات کا عین الیقین ہو گیا جب دونوں کی محبت کے درمیان یہ فرق ذہن نشین ہو گیا تو جاننا چاہیے کہ اللہ تعالےٰ

نے بعض بندوں کو ان محبتوں میں سے ایک محبت کے واسطے روزِ ازل سے پسند کیا ہے سو وہی ازلی برگزیدہ ان محبتوں کے آثار اور ثمرات اور نتائج سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔ حبِ ایمانی کے مقامات اور نتائج اور ثمرات کی انتہا نبوت تک ہے اس واسطے اسے سلوکِ راہِ نبوت کہتے ہیں اور حبِ عشقی اور اس کے احوال اور مقامات اور نتائج اور ثمرات کی انتہا حقائقِ اشیاء قدرتِ الٰہی میں مضمحل ہو کر اس کی معرفت کا حاصل کرنا ہے اس واسطے اس کو سلوکِ راہِ ولایت کہتے ہیں۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ ائمۂ طریقت اور پیشوایانِ حقیقت پہلے قرآن اور حدیث کو تحصیل کر کے اس کے نتائج اور ثمرات سے متمتع ہو کر سلوکِ راہِ نبوت میں پختہ ہو جایا کرتے تھے تب اس کے بعد سلوکِ راہِ ولایت اور عشق کو شروع کرتے تھے۔

حُبِّ عشقی کا بیان

تمہید | اسبابِ تحصیلِ حبِ عشق کی تفصیل اس طرح سے ہے کہ آگ جو سب عناصر سے لطیف اور صاف ہے اور جس کا کرہ سب عناصر کے اوپر ہے اجزائے لطیفۂ زمین کے ساتھ جس کو بخار کہتے ہیں مل کر اس بخار کو اپنے کرہ میں جو سب کروں کے اوپر ہے جذب کرنا چاہتی ہے۔ تاکہ اس بخار کو اپنے اندر فنا کر کے آثار اور اجسام میں اپنا ہم رنگ بنا لے۔ مگر غبار جو تہ بہ تہ ہو کر کرہ آتش اور خاک کے مابین جمع ہوا ہے اس بخار کو کرۂ نار کی طرف چڑھنے سے رکاوٹ پیدا کرتا ہے تو اس سبب سے بخار اور نار میں مزاحمت اور تعرض واقع ہو کر کڑک اور بجلی حادث ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اجزائے نار اپنی شدت اور حدت کی وجہ سے روک کرنے والی چیزوں کو پاش پاش کر کے زمین کی طرف پھینک دیتے ہیں۔ یا زمین اور آسمان کے درمیان پریشان کر دیتے ہیں تاکہ اجزائے لطیفۂ نادیہ کو اپنے ساتھ کھینچ کر لے جائے اور اپنے میں فنا کرے۔ اسی طرح مبارک اللہ کا لفظ جو کہ تجلیٔ حق جل وعلا کی ہے جب حلق اور زبان اور گوش اور دماغِ ذاکر کو بذریعہ ذکرِ جہری کے اور روح کو رقیق کرنے کے لئے اور اطمینانِ خاطر صوفیوں کے ہاں مقرر ہے نور اور سکینہ اور لذتوں سے مالا مال کرتا ہے نیز ذکرِ سری سے جو حصولِ لذت کے واسطے ان کے یہاں مقرر ہے بذریعہ

خلوت نشینی اور سکوت اور نفرتِ مخالطت اور ترکِ کلام ان لوگوں کے ساتھ ذاکر کے وہم اور خیال کو اضمحلال اور پژمردگی حاصل ہوتی ہے تب خواہ اسی لفظِ مبارک اللہ سے ساتھ ملانے یا کسی دوسری صفات کے طالب اس لفظِ مبارک کے مفہوم کا تصوّر کر کے اس طرف اپنی طبیعت کو منتقل کرتا ہے اور وہ مفہوم تجلّی حضرتِ حق کی ہے جو سب تجلیوں سے زیادہ لطیف اور سب تجلیوں سے برتر اور حضرتِ حق کے قریب ہے اور چونکہ یہ تجلّی یعنی اس لفظ مبارک کا مفہوم جو کہ بسیط محض اور مجرد بحت ہے اس طرح سے اس کے ذہن میں قرار پکڑتی ہے کہ بصرِ بصیرت اس کی ہر وقت اس مفہوم کی جانب رہتی ہے اور اسکی تمام قوّتِ دراکہ آنکھ کی مثل اس مفہوم پر ٹکٹکی لگائے رہتی ہے اور اس کے علاوہ کسی کی طرف ہرگز التفات نہیں کرتی۔

حبِ نفسانی اسی کا نام ان کے یہاں فکر ہے۔ پس جب طالب اپنی ہمت سے اس مفہوم میں استغراقِ قوی حاصل کرتا ہے اور وہ تجلّی اس کی جان کا پیوند ہو جاتی ہے تو اس وقت سب سے زیادہ لطیف اجزائے سالک سے جو کہ روحِ الٰہی ہے اس مفہوم یعنی تجلّی کے ساتھ مل جاتی ہے تو وہ تجلّی روح کی اصل کی طرف اس کو کھینچتی ہے نورِ لفحِ الٰہی جو عالمِ پاک سے ہے اور جسکی شان میں قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ (یعنی روح رب کا ایک حکم ہے) آیا ہے۔ بند ہو جانے کی وجہ سے اس جسمِ خاکی میں اپنی اصل کو بھول گئی ہے اور اس کے آئینۂ ادراک نے زنگ پکڑ لیا ہے پس جب نور کے سبب اس کے زنگ خوردہ ادراک کی صیقل اور صفائی ہوتی ہے اور حق کے کمالات کا عکس اپنے اندر دیکھنے لگتی ہے جیسے کہ آیا ہے اِنَّ اللہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ (یعنی اللہ تعالےٰ نے آدم کو ہمشکل اپنی تجلّی کے بنایا ہے) تب اپنے فراموش کردہ اصلی وطن کو یاد کر کے اپنے اصل کی طرف ملنا چاہتی ہے اور حظیرۃ القدس کی طرف چڑھنے کا مائل ہوتا ہے۔ اس وقت روح اور نفس کے درمیان مزاحمت واقع ہوتی ہے اس سبب سے اس روحِ طبّی میں شورش اور گرمی پیدا ہو کر طالب دیوانہ اور مستانہ بن جاتا ہے اور عقل اور فکر برباد ہو جاتی ہے اور ایسی حالت میں اکثر وقت قانونِ شریعت اور ادب سے بھی باہر ہو جاتا ہے اور مجلسوں اور مکانوں سے اس کو وحشت پیدا ہو جاتی ہے اور آہ و فغاں اور زردیٔ رنگ اور اشکباری اس کو شروع ہو جاتی ہے پس اس کیفیت کا نام عشق ہے اور چونکہ یہ کیفیت روحِ حیوانی کو حاصل ہوتی ہے اس واسطے اس کا نام حبِ نفسانی اور عشق رکھا گیا۔

مؤیداتِ حبّ عشقی

حبّ عشقی کے عمدہ مؤیدات ریاضت یعنی کم سونا اور کم بولنا اور لوگوں سے کم ملنا ہے۔ کیونکہ روحِ حیوانی کو ریاضت سے رقت اور لطافت حاصل ہوتی ہے۔ نیز مؤیداتِ حبِ عشقی سے اچھی آوازوں اور شوق آمیز قصص اور عشق انگیز اشعار کا سننا ہے اور نیز اس کے مؤیدات سے ہے اور جن چیزوں سے روح طبعی میں کثافت پیدا ہوتی ہے ان کو ترک کرنا جیسے کثرتِ طعام و مداومت بر اغذیہ کثیفہ۔

آثارِ حبّ عشقی

یہ حب بالذّات یہ چاہتی ہے کہ روحِ الٰہی حجابِ بشری کو توڑ کر اپنی اصل تک پہنچ جائے پس اس سبب سے روح طبعی میں شورش اور قلق پیدا ہوکر پھر نہ وہ قانونِ شرع کی اور نہ قانونِ ادب کی پابند رہتی ہے اور نہ طالب رضائے حق کی اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ اربابِ عشق مواجید قانونِ شرع اور ادب کے پابند نہیں رہتے اور نہ طالبِ رضائے مولا اور نہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع بلکہ اس بیان سے مقصد یہ ہے کہ یہ حب صرف مشاہدۂ ذوالجلال میں اضمحلال جس طرح سے حاصل ہو اس میں اس کو کسی قانون اور طریق کی خصوصیت نہیں رہتی اگر اس طالب کو اپنے مطلب کا گمان حصولِ استماعِ مزامیر اور عشق مجازی اور شغلِ برزخ اور ترکِ اذکار و عبادات میں ہو تو اس کی طبیعت کا اس کی طرف میلان ہوگا۔ اگرچہ دین داری کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو زبردستی امورِ ممنوعہ سے روکے رکھے اسی حبّ کے آثار میں سے ہے تفرّد اور قطعِ تعلق کرنا ما سوائے محبوب سے کاروبار و اشغالِ دنیا سے تنگ دل اور بیزار ہونا۔ اور متفرقہ امور کی ترتیب و انتظام کا برقرار نہ رہنا مثل سیاستِ مدنی و منزلی و امامت جماعات و اقامتِ اعیاد و جمعات و ایفائے حقوقِ اہلِ قرابت سے اور نکاح سے نفرت کرنا۔ اور اسی کے آثار میں سے ہے مرشد کے ساتھ شدّت سے قلبی تعلق کیونکہ متعلق اس عشق کا وہی مرشد ہے چنانچہ بعض بزرگانِ صاحبِ عشق نے کہا ہے کہ اگر اللہ تعالےٰ میرے مرشد کے سوا کسی دوسری صورت اور ہیئت میں تجلّی فرمائے تو میں کبھی اس کی طرف التفات نہ کروں گا۔ اور اسی آثار میں سے ہے کہ علم اور طاعاتِ ظاہری کی کچھ پروا نہ رکھنا اور اس علاقہ پر جو ظاہر اور باطنِ شرع میں ہے کچھ التفات نہ کرنا

ثمراتِ حبّ عشقی

جب بہ سبب حدّت و شدّتِ کیفیتِ عشقیہ اور کمالِ جذبِ روحِ الٰہی کے عالمِ شہادت اور مثال کا سا گھیرا منکشف ہو جاتا ہے اور پردہ

نورانیہ اور ظلمانیہ چھٹ جاتے ہیں تو حسب وعدہ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا (یعنی جو کوئی میری راہوں کو تلاش کرتا ہے میں اس کو اپنی راہیں دکھلا دیتا ہوں) فَاذْكُرُوْنِیْ اَذْكُرْكُمْ (یعنی مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا) حضرت ذوالجلال کا جمالِ لایزال کا مشاہدہ ہاتھ آتا ہے اور بفحوائے حدیث اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَكَرَنِیْ (میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں اور میں اسی کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھ کو یاد کرتا ہے) قلق اور اضطراب کے عوض جو کہ جدائی میں اٹھایا تھا خلعتِ مکالمہ اور خوشی اور سرور اس کو حاصل ہوتا ہے اور اس کی وحشت، انسیت سے بدل جاتی ہے اور پردۂ اختفا سے مقاماتِ فنا اور بقا کے ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اس وقت دریائے وحدت میں ڈوب کر اس کی عجب حالت ہو جاتی ہے اور کلمۂ انا الحق (یعنی میں خدا ہوں اور لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَی اللّٰہ (یعنی میرے جبّہ میں سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں ہے) کہنے لگتا ہے چنانچہ اس کی مثال یہ ہے کہ جب ایک لوہے کے ٹکڑے کو آگ میں ڈالتے ہیں اور آگ چاروں طرف سے اس پر احاطہ کرتی ہے تو اجزائے لطیفہ آگ کے نفس وجوہر لوہے میں اثر کر کے اس کو اپنا ہم شکل اور ہم رنگ اور ہم صفات بنا لیتے ہیں تب جلانا اور بھوننا جو آگ کی خاصیت ہے اس لوہے کو حاصل ہو جاتا ہے اور ظاہر میں بھی وہ لوہا آگ کے اتصال سے سُرخ ہو کر مثل آگ کے بن جاتا ہے اگرچہ دراصل وہ لوہے کا لوہا ہی ہے لیکن بہ سببِ ہجوم آگ کے صرف آثار اور احکام آگ کے اس کو حاصل ہو گئے ہیں گو وہ آثار اور احکام ابھی تک آگ ہی کے ہیں لیکن اگر اس وقت لوہے کو زبان ہوتی تو وہ ضرور پکار اٹھتا کہ میں آگ ہوں جس سے طبّاخوں اور لہاروں اور سناروں وغیرہ اربابِ صنائع کے کاروبار انجام پاتے ہیں۔

پس اسی طرح سے جذبِ کوشش رحمانی نے نفس کاملہ اس طالب کو بحرِ احدیت کی طرف کھینچتی ہے تو پھر یہ مشیت خاک پارۂ آہن کی طرح اپنی اصلیت کو فراموش کر کے کلمۂ انا الحق وغیرہ کہنے لگتا ہے کیا تم نے قرآن مجید میں نہیں پڑھا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا تھا وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ (یعنی کشتی کا توڑنا وغیرہ میں نے خود نہیں کیا۔) اور جیسے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ میں اس وقت اپنے بندہ کا کان بن جاتا ہوں کہ سنتا ہے مجھ سے اور میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں کہ دیکھتا ہے مجھ سے اور میں اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں کہ پکڑتا ہے مجھ سے اور میں اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں کہ چلتا ہے مجھ سے اور میں اس کی زبان ہو جاتا ہوں کہ بولتا ہے مجھ سے گرچہ بات بہت

باریک اور مسئلہ نہایت نازک ہے اس کے پیچھے پڑنا نہیں چاہیئے۔ لیکن جب کسی سالک پر یہ باتیں ظاہر ہوں تو اس سے انکار بھی نہ کرے کیونکہ جب وادیٔ مقدس میں آگ نے کہا تھا اِنَّا اللّٰہُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ (یعنی میں رب جہانوں کا ہوں) اگر اس اشرفِ موجودات کا نفسِ کاملہ جو نمونہ ذاتِ الٰہی کا ہے کلمۂ انا الحق کہے تو جائے تعجب نہیں ہے۔

اس مقام پر پہنچ کر ایسے بزرگوں سے خرقِ عادات اور قبولِ دعوات اور دفعِ بلیّات ظاہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ حدیثِ قدسی میں آیا ہے کہ "اگر بندہ (ایسے حال میں) مجھ سے کچھ مانگے گا تو میں اس کو عنایت کروں گا اور اگر وہ پناہ چاہے گا تو میں اس کو پناہ دوں گا" اور ایسے بزرگوں کے دشمنوں پر غضبِ الٰہی اور وبال نازل ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیثِ قدسی میں آیا ہے کہ جو کوئی میرے دوست سے مخالفت کرے گا تو گویا وہ میرے ساتھ جنگ کرتا ہے" اور ایسے بزرگوں کے ساتھ یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ جملہ موجودات کا قیام صرف ذاتِ واحد باری تعالےٰ کی وجہ سے ان پر کھل جاتا ہے جیسے کہ آیۂ کریمہ میں ہے۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ اس مقام کے لوازمات میں سے ہے۔ دوم وحدتِ وجود کا مارنا اور لب معارفِ الٰہیہ پر کھولنا۔

بیانِ سلوکِ راہِ نبوت یا حُبِّ ایمانی

تمہید اسبابِ تحصیلِ حُبِّ ایمانی کے حسبِ ذیل ہیں۔ سو جاننا چاہیئے کہ آدمی مثل اپنی اصل پیدائش میں چند چیزوں پر مفطور رہے سوان چیزوں کا حاصل کرنا اور ان کے خلاف سے بچنا آدمی کے اندر امانت رکھا گیا ہے۔

منعم سو اوّل اور عمدہ ان فطرتی چیزوں کی محبت اور منعم کی تعظیم ہے اور منعم اس کو کہتے ہیں کہ جو کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کو بجا بدل دیا کرے اور ہر طرح سے انعام و اکرام اور سلوک کیا کرے پس ایسے شخص سے طبعاً ہر آدمی محبت رکھتا ہے اور اس کے لئے جان دینے کو تیار ہوتا ہے پس خداوند تعالےٰ جو منعمِ حقیقی ہے اس کے ماسوا پر اس کو ترجیح دینا اور ان کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا اور اس کی رضا جوئی میں مشقتوں کا اٹھانا اور اپنے آرام کی چیزوں کو اس کی رضامندی کے واسطے ترک کر دینا اور اپنے تئیں اس کے غلاموں میں شمار کرنا اور اپنی ذات کو اس کے مقابلہ میں ناچیز

محض جاننا اور اپنی زبان سے اس کی حمد وثنا کرنا اور اپنے اعضاء کو اس کی خدمت میں لگانا اور اس کے احسانوں کے مقابلہ میں شکر کے ساتھ اپنی گردن جھکانا اور اس کے احسانوں کو قولاً اور فعلاً ظاہر کرنا اور اس کی فرماں برداری میں اپنی مرغوبات سے اجتناب برتنا اور احکاماتِ منعم کی تعمیل کے لئے اپنے ارادوں کو مستحکم اور مضبوط بنانا اور اس کے پاک کلامِ مجید اور اس کے گھر شریف اور دوسرے شعائر کی تعظیم کرنا۔

جوّاد دوسرے ان فطرتی چیزوں میں سے ایک محبت جوّاد کی ہے اور جوّاد اسے کہتے ہیں جو امورِ منافع کو بلا غرض اور بلا عوض لوگوں میں پھیلائے پس خداوند تعالےٰ کے سوا اور کوئی جوّادِ مطلق نہیں ہے کیونکہ اس کے علاوہ ہر کسی کو امورِ نافع کے جاری کرنے میں ضرور کوئی نہ کوئی دینی یا یا دنیوی غرض ہوتی ہے۔

صَمَدُ تیسرے اُن فطرتی چیزوں میں سے محبت اور تعظیم صَمَدُ کی ہے۔ اور صمد اس کو کہتے ہیں جو نرادھار (سہارے کا محتاج نہ ہو) اور بے نیاز ہو اور اس کے غیر سب اس کے محتاج ہوں سو یہ بے نیازی بھی سوائے خداوند تعالےٰ کے کوئی نہیں ہے۔ فطری محبت کی ان تینوں قسموں کی غرض یہ ہے کہ آدمی جس کسی کے اندر صفاتِ منعم اور جوّاد اور صمد کی پاتا ہے بہ تقاضائے فطرت طبعاً اس کو دوست رکھتا ہے اور جب اپنے معبود کے منعم اور جوّاد اور صمد ہونے پر آگاہ ہوتا ہے اور اس پر سے وہ غفلت اٹھ جاتی ہے تو وہ محبت اسکی جوش مارتی ہے۔

اہلِ کمال کی تعظیم و محبت چوتھے ان چیزوں میں سے ایک محبت اور تعظیم اہلِ کمال کی ہے سو کمال بھی سب اللہ پر ختم ہیں اب یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ عذابِ اخروی سے آدمی کا نجات پانا اور مدارجِ علیا کا حاصل کرنا بلا تحصیلِ محبت اس منعمِ حقیقی اور صمد و جوّادِ حقیقی کے نہیں ہو سکتا سو اللہ ربّ العزت نے اپنی محبت کو حصولِ نجات اور ترقی درجات کا ذریعہ اپنے رسولوں کی معرفت انزالِ کتب کے ذریعہ ہم کو مطلع کر دیا اور سبحان اللہ یعنی اللہ پاک ہے اور اللہ اکبر یعنی اللہ بہت بڑا ہے یہ دونوں کلمے اس کی صمدیت اور نرادھار ہونے کی خبر دیتے ہیں اور الحمد للہ یعنی سب تعریف واسطے اللہ کے ہے مخبر اس کے انعامات کا ہے اور لا الہ الا اللہ یعنی سوائے خدا کے کوئی لائقِ عبادت نہیں ہے جو اس کے اکیلا معبود ہونے کا مظہر ہے ہم کو تعلیم کر دیا اور آیاتِ الٰہی جو عالم میں پھیلی ہوئی ہیں اور اجرامِ علوی اور اجسامِ عنصری میں جو عجائبات موجود ہیں۔

منعم، جواد اور صمد ہونے کی دلیل

خصوصاً انسانوں میں کہ ان کی ایجاد میں کیا کیا تبدیلیاں اور تغیرات واقع ہوتے ہیں یعنی پہلے ماں کے پیٹ میں نطفہ کا قرار پانا اور پھر اس نطفے سے لہو بن کر جم جانا۔ اور پھر اس لہو سے ایک گوشت کا لوتھڑا بن جانا اور پھر اس لوتھڑے سے ایک تصویرِ انسانی کا پیدا ہونا اور اس میں ایک قسم کا رنگ نورانی کا لانا اور اعضائے مناسب اور مخالف قوتیں ظاہر ہونا اور اس میں جان پڑنا اور نادلالت اس کو پیٹ کے اندر مناسب غذا پہنچانا اور اس کو روز بروز بڑھانا اور پھر وقت مقررہ پر تین پردے چیر کر اس کو باہر لانا اور پھر صغر سنی میں پھر اس کے بعد جوانی میں اور پھر بڑھاپے میں اس کو پالنا اور مناسب غذا ہر وقت اس کو پہنچانا جیسے پیدا ہونے سے پہلے ماں کی چھاتیوں میں دودھ کا تیار رکھنا پھر اس کو بڑھانا اور اس کو ہر وقت مناسب قوت اور ضعف عطا کرنا اور اس پر سے بلاؤں کا ٹالنا اور اس کی مشکلوں کو حل کرنا اور عاجزوں، مظلوموں اور بے قراروں کی دعاؤں کو قبول کرنا اور ان کی ہدایت کے واسطے پیغمبروں کا بھیجنا اور کتابوں کا اتارنا ان کے منعمِ حقیقی اور جواد و صمد ہونے پر دلیلِ قاطع ہیں۔

تعظیم و محبت کرنے کی وجہ

اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ محبت اس منعم اور جواد کی اور تعظیم اس صمد کی اگرچہ امورِ طبعیہ سے ہے لیکن محبت انگیز اقوال اور تعظیم آمیز افعال اس محبت کو دو بالا کر دیتے ہیں پس مردِ سلیم الفطرت جو روزِ ازل میں اہلِ سعادت میں لکھا گیا ہے جب دیکھتا ہے کہ منعمِ حقیقی میرا نہایت مرتبۂ صمدیت میں اور اعلیٰ مناسب جود میں واقع ہے اور کامل صفتوں سے موصوف اور ہر قسم کی نقصان اور زوال سے پاک ہے اور یہ شخص ہر ساعت ہر کام میں اس کی طرف محتاج ہے اور اس کی نعمتیں کمالِ استغنائی کے باوجود اور صمدیت کے مثلِ باران ہر گھڑی اس پر برس رہی ہیں تو اس فطرتی محبت کو جو اس کے اندر امانت ہے ایک جنبش پیدا ہوتی ہے اور اس کا سینہ بھر جاتا ہے اور اس منعم کی محبت اس کے تہِ دل میں ہوتی ہے تب اس کی تعظیم اور ادائے شکر قولاً و فعلاً کرتا ہے۔ اور اس کی رضا کے حصول کے لیے مال خرچ کرتا ہے اور تسبیح و تحمید و تکبیر و تہلیل کو نہایت خشوع اور تعظیم سے کہتا ہے اور قرآن مجید کو ساتھ کمال تعظیم اور تدبر اور معنی سمجھنے کے پڑھتا ہے اور ان ذکروں کی لذتیں اور حلاوتیں اور خصوصاً قرآن مجید کی اس کے قلب اور عقل کو مالامال کر دیتی ہیں اور شیرینیٔ الفاظ اور لذتِ مضامین اس کے دل کو شکار کر لیتے ہیں اور اس کا جوش

اور عقل بروشن ہو جاتے ہیں اور خیالات منتشرہ اور پراگندہ اندیشے اور آرزوئیں باطل اور قصدِ گناہ اور محبت غیر اللہ اس کے دل سے فنا ہو جاتی ہے اور اس کی عقل اور قلب حیوانی لگاؤ سے پاک ہو جاتا ہے۔

ذکرِ ایمانی سو سالکانِ راہِ نبوت کا ذکر ہے اور اس کو ذکرِ ایمانی کہتے ہیں پس اس ذکر سے اس نور کو جو اس کے اندر امانت رکھا گیا ہے بہت چمک دمک پیدا ہوتی ہے اور الفت و تعظیم جدید و لذیذ دلِ ذاکر سے مثلِ فوارہ جوش مارتی ہے تو مضمونِ تہلیل (یعنی لا الٰہ الا اللہ) کہ جس سے وحدانیت اور یکتائی ثابت ہے۔ دلِ ذاکر میں فضائل ذاتیہ باری تعالیٰ کے ساتھ قرار پکڑتا ہے یہاں تک کہ ہر موجودات اور کائنات کا جو عالم میں موجود ہیں سب کو اس کی قدرتِ کاملہ سے بلا واسطہ دے کر خیال کرتا ہے اور ہر انعام کو جو اس کو یا دوسروں کو پہنچے ہیں سب کو آثارِ تربیتِ بالغہ اس کے کا بلا حجاب خیال کرتا ہے اور ہر کمال کو جو موجودات میں چمکتا ہے اس کے جمالِ لا یزال کا عکس سمجھتا ہے اور ہر نقصان کو بارگاہِ جلالِ اس کے اعتقاد سے دور کرتا ہے پس لمحہ بہ لمحہ اس کے عجائباتِ قدرت کے سمندر میں غوطہ مار کر حیرت کے سوا کچھ نہیں پاتا۔ اور اس کے انعامات کو دیکھ کر سوائے مضمونِ عجز و خجالت بوجہ عدم ادائے شکر اس کی نعمتوں کے اور کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

مراقبۂ ایمانی سو یہ سالکانِ طریقۂ نبوت کا فکر ہے اور اس کو فکر یا مراقبۂ ایمانی کہتے ہیں اور جب یہ فکر اپنے کمال کو پہنچتا ہے تو اس کے دل سے نہایت تعظیم کے ساتھ یہ الفت اٹھتی ہے۔ اور اس کے تمام قوائے باطنیہ کو مضمحل کر دیتی ہے اگر اوپر کو دیکھتا ہے تو اس کے تمام آیاتِ عظمت و انعام پاتا ہے اور اگر نیچے دیکھتا ہے تو اس کے انعام و عظمت کے سوا اور کچھ نہیں دیکھتا اور ایسے انعامات کے مقابلہ میں اپنے آپ کو سراسر تقصیر اور ناشکرا جان کر دریائے شرمندگی میں ڈوب جاتا ہے بلکہ اپنے اعضا اور جوارح کو بھی اس کے انعامات سے خیال کر کے ان کی محبت اس کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ بموجب بیت کے ؎

نازم بچشمِ خود کہ جمالِ تو دیدہ است — افتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است
بر دم ہزار بوسہ زنم دستِ خویش را — کو دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

اور جس وقت اللہ کا اسمِ مبارک اس کی زبان سے نکلتا ہے تو اس کا تمام باطن عظمت اور حلاوت اس اسمِ عظیم سے مثلِ بید نسیم سحری سے کانپنے لگتا ہے اور اس کے ہر بُنِ مُو سے

ندائے عجز و احتیاجِ خود و آوازۂ استغنائی اور بے نیازی اس ذاتِ پاک جل شانہٗ فوارہ جوش مارتا ہے پس اس الفت کو حبِ ایمانی کہتے ہیں ۔

مؤیّداتِ حبِ ایمانی

قبولیّتِ ازلی سو اوّل اور افضل مؤیداتِ حبِ ایمانی کے اجتبائے اور قبولیتِ ازلی ہے جس میں استعداد ازلی نہ ہوگی وہ کبھی اس محبت کی تحصیل کا ارادہ ہی نہ کرے گا۔

اتباعِ شریعت دوسرے اتباعِ شریعت پر نہایت بڑے استحکام سے دلی جزم کرکے نہایت سرگرمی سے سنّت پر چلنے کی رغبت و بدعت سے کمال نفرت اس کے تہِ دل میں پیدا ہو جائے اور اپنے ظاہر و باطن کو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پورا متبع کر دے اور اللہ ربّ العزت کی رضا جوئی پر کمرِ ہمّت چست باندھے اس طرح سے کہ اپنا جان و مال اس کی رضا جوئی میں صرف کر دینا اور اپنا کل مال و متاع تعمیل احکاماتِ الٰہی میں وقف کر دینا۔ اس کی عالی ہمّت کے سامنے ایک جَو کے برابر بھی وزن نہ لائے اور اس کی خوشنودی کی تحصیل میں ہر عائق و مانع کو ایک ذرہ کے برابر بھی نہ جانے اور اس کے قلب کو اتباعِ شریعت پر استحکامِ کلّی حاصل ہو اس مقام پر کچھ کثرتِ عبادت درود و وظائف وغیرہ مراد نہیں ہے بلکہ اصل غرض یہ کہ عقائدِ شرعیہ پر اس کے قلب کو طمانیتِ کلی حاصل ہو اور امرِ شرعی کی تہِ دل سے محبّت اور رغبت اور تعظیم اس کے اندر پیدا ہو جائے اور رضا جوئی حضرتِ حق میں کسی کی موافقت اور مخالفت کی کچھ پروا نہ کرے۔

نفس پر قابو اور ایثار تیسرے اپنے نفس پر جانبِ حق تعالےٰ کو ترجیح دینا جیسے کوئی خوش خوراک اور چٹورا آدمی عین شدت بھوک کی حالت میں اپنا خوش ذائقہ اور لذیذ کھانا محض خدا کے واسطے کسی اور بھوکے کے حوالے کرکے آپ بھوکا رہنا گوارا کرے اور اسی طرح سخت پیاس کے وقت خود پیاسا مرنا اختیار کرکے اپنے سرد پانی کا پیالہ خالصاً لوجہ اللہ کسی دوسرے پیاسے کو دیدینا اور اسی طرح کثرتِ رغبتِ طرفین کے باوجود عدم مانع کسی کے معشوقۂ صاحبِ جمال سے محض بخوفِ الٰہی ترکِ زنا اور مصاحبت کرنا وعلیٰ ہذا القیاس ۔

سنتِ مردہ کا احیاء

چوتھے کسی اہم موقع پر کوئی فعل بتائید شرع کسی سنتِ مردہ کے زندہ کرنے یا کسی بدعت کے مٹانے یا کسی مظلوم و بے کس کی اعانت کرنا یا لوگوں کے اندر صلح و آشتی کرا کے کسی فساد کو دفعہ کرا دینا۔ یا کسی مذہبی مقدمہ میں ثابت قدم رہنا یا کسی مقبولِ خدا کی اعانت کرنا یا کسی ایسے کام میں سعی کرنا جس سے نفع عام ظاہر ہو یا کسی طریقۂ حقہ کی اشاعت کرنا جیسے تعلیماتِ احمدیہ۔

آثارِ حبِ ایمانی

رضا جوئی حضرتِ حق میں ہمت اور عزیمت کا فنا ہو جانا اور ربُّ العزت کی اطاعت اور فرماں برداری کی دعوت دینا اور ان کے استغراق ہمت اور فناءِ ارادہ کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ علاقے حُب اور بغض ماسوائے اللہ کے ان کے دل سے باطل اور محو ہو جاتے ہیں اور ان کو پورا توکل ذاتِ باری تعالےٰ پر حاصل ہو جاتا ہے اور یہ نہ سمجھو کہ اس توکل سے مراد اسبابِ ظاہری ترک کرنا ہے سو یہ ہرگز نہیں بلکہ اسبابِ ظاہری پر اعتماد نہ کرنا توکل کی اصل ہے بموجب اس بیت کے ؎

گفت پیغمبر بآوازِ بلند　　　بر توکل زانوئے اشتر بہ بند

دوسرے بلاؤں اور مصیبتوں کے سہنے پر اپنے اندر شجاعت پانا اور یہ بات جنسِ صبر سے نہیں ہے بلکہ صبر سے بہت اعلیٰ ہے کیونکہ سالکِ حُبِّ ایمانی کا کام ہمیشہ شکر در شکر ہے اسکی نوبت کبھی صبر تک نہیں پہنچتی۔ بلکہ یہ سالک ہر بلا اور ہر مصیبت کو انہی کے ہزارہا انعامات کے مقابلہ میں ترغیب و تادیب کی قسم سمجھتا ہے۔ تیسرے اچھے کھانے پینے اور پہننے اور دیگر حظوظِ نفسانیہ کے ترک کو اپنے کمالات سے نہیں سمجھتا اور قصداً ان کو ترک نہیں کرتا اور اگر کسی دینی غرض یا مولا کی رضاجوئی میں ان کے ترک کی نوبت آپڑے تو اس وقت کمال جرأت سے ان کے ترک کرنے کو اپنے کمالات سے سمجھتا ہے۔ ورنہ لذیذ کھانوں اور نفیس کپڑوں اور دیگر حظوظِ نفسانیہ سے صاحب اس حب کو ترقی ہوتی ہے۔ چوتھے نماز اور دعا اور مناجات میں لذت اور حلاوت کا پانا۔ پانچویں فوائدِ متعدیہ کو اپنے نفس کی تکمیل پر ترجیح دینا جیسے اصلاح بین الناس اور انتظامِ سیاستِ منزلی و مدنی اور خدمتِ خلق اللہ اور ان کی تعلیم و تربیت میں مشقتوں کا برداشت کرنا۔ چھٹے تقویٰ میں پکا ہونا اور تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ اپنے نفس کو امرِ الٰہی اور احکامِ شریعت کا تابعدار کرنا اور جو وضو اور طہارت میں لوگ لغو وسوسے کرتے ہیں تقویٰ میں شامل نہیں ہے اور تقویٰ کے بھی تین درجہ ہیں

ایک کو اذعانِ عقلی کہتے ہیں یعنی گو نواہی کا مرتکب ہو جاتا ہے مگر ان کو بُرا جانتا ہے اور یہ سب سے ضعیف درجہ کا تقویٰ ہے اور جس میں یہ بھی نہیں وہ مسلمان نہیں۔ دوسرا اذعانِ افعالی ہے یعنی نواہی کا مرتکب تو نہیں ہوتا مگر ان کی خواہش اپنے اندر پاتا ہے۔ تیسرا اذعانِ قلبی ہے یعنی نہ نواہی کا مرتکب ہوتا ہے اور نہ ان کی خواہش اپنے اندر پاتا ہے بلکہ نواہی کو دیکھ کر اس کے بدن میں رعشہ اور دل میں خوف اور دماغ میں بے ہوشی ہو جاتی ہے۔ یہ سب سے اعلیٰ درجہ تقویٰ کا ہے۔

ثمراتِ حُبِّ ایمانی

شہید اور حواریین جب اعلیٰ درجہ کی محبتِ الٰہی اپنے کمال کو پہنچتی ہے تو منعمِ حقیقی کی رضاجوئی اس کے ظاہر اور باطن اور جوارح اور قویٰ کو ساتھ انوار و آثار کے روشن کردیتی ہے تو شکر اور توکّل اور تقویٰ اس کے دل میں جگہ پکڑ لیتا ہے اور توحید افعالی جو کہ خلاصہ ایمان بالقدر کا ہے اس کے ذہن نشین ہو جاتی ہے اور یہ کیفیت اس پر یہاں تک غالب ہوتی ہے کہ اپنے تمام مال و اسباب کو اپنی ملک نہیں جانتا بلکہ اپنی عبادت کو بھی محض اس کے فضل سے جان کر اس پر بھی کبھی نازاں نہیں ہوتا اور ربّ الارباب کی ربوبیت کے ساتھ اس کا سینہ کھل جاتا ہے اور آثار محبّتِ الٰہی کے اس پر ظاہر و باہر ہو جاتے ہیں اور تمام عقائد شرک و بدعت اور الحاد اور کج راہوں اور بد طریقوں اور افراط و تفریط سے اللہ ربّ العزت اس کو محفوظ رکھ کر طریقۂ محمدیؐ اور دینِ حنیفی کی خود تعلیم دیتا ہے اور انوار رضامندی الٰہی کے اس پر جلوہ گر ہو جاتے ہیں اور پھر خداوند تعالیٰ اس کو اپنی حمایت و ولایت میں لے کر خود اس کی ترتیب کرتا ہے ایسے بزرگوں کو شرع میں شہید اور حواریین کہتے ہیں۔ ایسے بزرگ اپنی طلب حاجت میں محض دعاء اور توجہ بغیب پر عمل کرتے ہیں اور اس فرقہ سے اہلِ خدمات اقطاب اور اوتار کے مثل مقرر ہوتے ہیں اور جب یہ بزرگ مدعولہٗ کے انکشاف کے بعد کسی چیز کے لئے دعا کرتے ہیں تو ہمیشہ ان کی دعاء تیر بہ ہدف ہوتی ہے۔

صدیق شہید اور حواریین سے بڑھ کر مقام ایمان حقیقی کا ہے بعض بزرگوار اس پر منظور ہوتے ہیں ایسے بزرگوں کو صدّیق کہتے ہیں اور یہ فرقہ رضا اور غیرہ

رضائے حق کے افعال و اقوالِ مخصوصہ میں اور عقائدِ خاصہ میں صحت اور بطلان اور اخلاق اور ملکاتِ شخصیہ میں محمودیت و مذمومیت اور اصلاح و فساد اور انتظام واجب الحفظ وقائع اور جزوی معاملات میں اپنے نورِ جبلی سے خود معلوم کر لیتے ہیں اور ان کے اخذ کا طریقہ ایک شعب شعبِ وحی سے ہے کہ اس کو وحیٔ باطنی کہتے ہیں۔ پس رضائے حق انکی رضا میں اور اتباعِ حق ان کے اتباع میں اور غصہ ان کے غصہ میں منحصر ہوتا ہے۔

نیابت عن اللہ اور ان دونوں یعنی شہید اور صدیق سے بڑھ کر مقام نیابت عن اللہ ہے ان کو مفہیین بھی کہتے ہیں اور ان تینوں سے برتر مقام موسوم بہ حج اللہ ہے اور ان کل سے بڑھ کر مقام ریاست ادوار و اطوار ہے اور ان کو فاتحین اور خاتمین بھی کہتے ہیں اور یہ تینوں آخری مقام بالذات انبیاء علیہ السلاۃ والسلام کے ہیں یا ان کے اتباع نے بعض کامل شخصوں کو بھی ان مقامات کا ظلی عطا ہوتا ہے اس واسطے ان تینوں آخرالذکر مقامات کی پوری تفصیل اور تشریح اور ان کے اسرار مکنونہ لکھنے سے قلم عاجز اور ذہن قاصر ہے۔

کشف و شہود اور یہ واضح رہے کہ اعمال و اشغال سے سلوکِ راہِ ولایت میں کشف اور شہود جو مشق سے حاصل ہوتا ہے اس میں کافر اور مومن اور مشرک اور موحد اور بدعتی اور متبعِ سنت سب شریک ہیں یعنی جو شخص ان اعمال و اشغال کی مشق کرتا ہے اس کو کشف حاصل ہوتا ہے جیسے ہندو جوگی وغیرہ ان کشف و شہود میں اوّل درجہ کے استاد ہوتے ہیں۔ لیکن جیسے ان طلسماتی نظاروں سے جو کشف و شہود میں حاصل ہوتے ہیں مومن کا ایمان اور اتباعِ سنت کا عزم بڑھتا ہے ویسے ہی کافر کا کفر اور ملحد کا الحاد اور مشرک کا شرک اور بدعتی کی بدعت بھی اس سے دوچند ہو جاتی ہے پس صرف اس کشف و شہود کو وہ کمال جو انسان سے مطلوب ہے سمجھنا سراسر غلطی ہے اس غلطی میں بہت سے مشرک اور بدعتی صوفی پڑ کر تباہ ہو گئے۔

تہذیبِ اخلاق طالب کا اول سبق اور پہلی منزل تہذیبِ اخلاق ہے کیونکہ فیضِ رحانی اور عنایاتِ یزدانی کا سب سے زیادہ مانع نزول نفس کے اندر موجود ہونا رذائلِ اخلاق مثل بخل اور حسد وغیرہ کے ہے۔ سو طالب حق کو چاہیئے کہ ان سب رذائل دہ گانہ کو اپنے دل سے بالکل دور کر دے تاکہ کچھ ان کا اثر باقی نہ رہے ؎

خواہی کہ شود دلِ توچوں آئینہ
دہ چیز برون کُن ز درونِ سینہ
حرص و طمع و بخل و حرام و غیبت
کذب و حسد و کبر و ریا و کینہ

صراط المستقیم میں ان دہ گانہ کو بطور بیماری کے قائم کر کے علیحدہ علیحدہ علاج بیان کئے ہیں جب سالک کے قلب سے یہ رذائلِ مذکورہ ہمیشہ کے واسطے یک قلم دور ہو جائیں گے۔

خواہی کہ شوی بمنزلِ قرب مقیم
دہ چیز بر نفس خویش فرما تعلیم
صبر و شکر و قناعت صدق و یقین
عفت و جود توکل و شجاعت و تسلیم

یہ خوب یاد رکھو کہ جب تک کوئی طالب الیٰ رذائل دہ گانہ یعنی بخل اور حسد وغیرہ سے بالکل پاک ہو کر فضائل دہ گانہ یعنی صبر و شکر و قناعت وغیرہ سے متصف نہ ہوگا انعام حق اس پر کبھی نازل نہ ہوگا خواہ مثالِ جنت اور دوزخ اور عرش اور کرسی اور کشفِ قبور وغیرہ اور ارواح اور ملائک کو دیکھتا پھرے کیونکہ یہ طلسماتی نظارے محض اعمال و اشغال کی مشق کا ثمرہ ہے تقرب الٰہی سے ان کو کچھ بھی واسطہ نہیں پس جس شخص پر مراتب سلوک کے طے کرنے کے باوجود عنایاتِ الٰہی کے آثار ظاہر نہ ہوں تو ان مذکورہ بالا رذائل و سوسوں میں سے کوئی رذیلہ اس کے اندر موجود ہوگا۔

تعظیم اوامرِ شرعیہ اس واسطے سالک حق کو چاہیئے کہ جس طرح اشغال اور مراقبے حصول معرفتِ الٰہی کے واسطے کرتا ہے اسی طرح ان رذائل کے دفعیہ کے لئے بھی مراقبے کرتا جائے۔ مگر رذائل کا معلوم کرنا اور اس کے دفعیہ کا تدارک قرآن و حدیث کے جاننے کے بغیر ممکن نہیں ہے اس واسطے سالکِ راہِ حق کو لازم ہے کہ پہلے کسی قدر قرآن و حدیث کو بامعنی پڑھے اور اس طرح سے حقیقتِ فضائل اور رذائل سے آگاہ ہو کر پھر اس یادداشت پر جو طریقۂ نقشبندیہ میں مقرر ہے یعنی ہر گھڑی حضرت حق کی ذات کا خیال پیشِ نظر رکھے جب اس ملاحظہ میں پختہ ہو جائے تو اس کے بعد اوامرِ شرعیہ کی تعظیم کا

ملاحظہ اور ان سے بچنے کا قصد اس ملاحظہ اول کے ساتھ ملا کر ہر دم اور ہر جگہ خلوت اور جلوت اور کوچہ و بازار اور مسجد و خانقاہ میں اور کھانے پینے اور بول و براز اور ملاقات دوستوں اور روزگار و معاش کے وقت غرض ہر حال میں اس خیال کو اپنے دل میں قائم کرکے نواہی شرعیہ کی طرف ذرا سا میلان اس کے دل میں نہ گذرے اور اہتمام اوامر شرعیہ پر اس کے دل کو چستی اور چالاکی اور فرحت و شادمانی ہر وقت رہتی ہے اور اوامر شرعیہ میں بھی خاص کر نماز اور تلاوتِ قرآن مجید کا سب سے زیادہ لحاظ رکھے اور ہر حال میں اس کے دل کا تعلق نماز کے ساتھ رہے پس جب وقت نماز کا پہنچے یا اذان سنے تو پھر اس کی طرف سے غفلت نہ کرے اور کسی کام کا تہیہ نماز کے اوپر مقدم نہ رکھے جیسے کہ جب کسی کا محبوب اور معشوق آجاتا ہے تو وہ اس وقت کسی دوسرے کام میں مشغول نہیں ہوتا۔ خواہ ہزاروں کام اس وقت فوت ہو جائیں پس حسبِ فوائدِ حدیث قُرَّۃُ عَیۡنِیۡ فِی الصَّلٰوۃِ یعنی نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، نماز کو راحت کا اصلی موجب سمجھ کر کسی دنیوی کام کو اس پر مقدم نہ کرے پس اسی طرح دوسرے ارکان مثل روزہ زکوٰۃ اور حج اور جہاد کا بھی مثل نماز کے اہتمام کرتا رہے۔ جب ایک مدت تک اس طرح سے محافظ رکھے گا تب اس کی کل عادات عبادات ہو جائیں گی مثلاً کھانا نہ کھائے گا جب تک اس میں ارادہ اور نیت موجب رضامندئ حق کا نہ ہو اور نہ سوئے گا جب تک اس کا دل گواہی نہ دے گا کہ اس وقت سونا خدا کی رضامندی کا باعث ہے وعلیٰ ہذا القیاس۔

شرعی امور میں مہارت کامل

چونکہ اموراتِ اور منہیاتِ شرعی بہت ہیں ان کے واقف ہونے کے واسطے یا تو قرآن مجید کو حفظ کرے اور اگر حفظ نہ کر سکے تو اس کی تلاوت کی مہارت کامل پیدا کرے اور اس کے ترجمہ سے واقف ہو کر بہت تدبر اور تفکر سے تلاوتِ قرآن مجید کیا کرے اور یہ سمجھ کہ تلاوتِ قرآن مجید کی بہترین عبادات اور سب سے زیادہ وسیلۂ حصولِ تقرب بارگاہِ ایزدی کا اس طرح سے ہے کہ گویا تلاوت کے وقت اللہ رب العزت سے بات چیت کر رہا ہے صرف غفلت ایک حجاب اکبر ہے جب وہ غفلت کا حجاب اٹھ گیا تو اس کے ساتھ واصل ہوا۔ قرآن مجید کو بغیر معنی سمجھنے کے پڑھنا یا قرآن مجید کی بجائے وظیفہ اشغال کرنا یا تسبیح کھٹکھٹانا نادانی سے خالی نہیں۔

علوم نبوی

اعمال میں چاروں مروجہ مذہبوں میں سے کسی مذہب کی اتباع کرنا بہتر اور خوب ہے لیکن علوم نبوی کو کسی ایک مجتہد میں منحصر نہ جانے بلکہ یوں

.... سمجھے کہ علومِ نبوی تمام دنیا میں پھیل کر حسبِ مقتضائے وقت ہر ایک مجتہد کو پہنچا۔ مگر جب مجتہدین کے بعد کے زمانے میں بخاری و مسلم وغیرہ کتبِ حدیث جمع ہوئیں اس وقت علومِ نبوی کی جمعیت ظاہر ہوئی پس جس مسئلہ میں حدیث صحیح صریح غیر منسوخ پائی جائے اس حدیث پر بلاتامل عمل کرے۔ اور ایسے حال میں کسی مجتہد کا اتباع نہ کرے اور اہلِ حدیث کو اپنا پیشوا تصوّر کر کے دل سے ان کے ساتھ محبت رکھے اور ان کی تعظیم کو لازم اور ضروری جانے کیونکہ اہلِ حدیث حاملانِ علمِ نبوی کے ہیں اور اس خدمت کی وجہ سے ان کو ایک قسم کی مصاحبت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاصل ہو کر اس جنابِ رسالت مآب کے مقبولِ نظر ہوئے ہیں۔

تکبر اور فساد سے پرہیز

ہر مسلمان کو دو چیزوں سے پرہیز کرنا لازم ہے ایک تکبّر سے کہ آدمی اپنے آپ کو دوسروں سے بلند تر تصوّر کرے اور تکبر کی یہ خصلت اتنی بری ہے کہ آدمی کو کفر تک پہنچا کر برہمنوں کا بھائی بند بنا دیتی ہے۔ دوسرے مسلمانوں کی جماعت میں فساد اور خرابی ڈلوا دیتی ہے سو اس خصلت پر اس زمانے کے بہت سے مولویوں کا عمل ہو رہا ہے جو ذرا ذرا سے فروعی اختلافات پر مسلمانوں کی اہانت اور غیبت کر کے ان کو مسجدوں سے نکلواتے اور ہر وعظ میں اس فساد اور جھگڑے کے شرارے چھوڑتے رہتے ہیں ایسے مولوی بدترین خلائق میں سے ہیں حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا نہ خبر دوں میں تم کو ایک ایسے عمل کی جو روزے اور صدقے اور نماز سے افضل ہے صحابہؓ نے عرض کیا کہ کیا ہے وہ یا رسول اللہ صلعم۔ آپ نے فرمایا کہ لوگوں میں فساد کو رفع کرا کر صلح کرا دینا سب سے افضل عمل ہے اور مسلمانوں میں فساد ڈلوانا ایمان کو بے زینت کرتا ہے۔

راہِ نبوّت اور راہِ ولایت کا موازنہ

اور یہ بھی یاد رہے کہ راہِ نبوت اور راہِ ولایت میں دراصل کوئی تفاوت اور ضد نہیں ہے اس کو سمجھنا چاہیئے کہ راہِ نبوّت سالکِ طریق رحمانی کی اصل جڑ اور بنیاد اور پیوندِ جان ہے اور حبِ عشقی اور راہِ ولایت قبیلِ حالات اور ارادات سے ہے سو حبّ ایمانی اور سلوکِ راہِ نبوت بمنزلہ بنیادِ مکان مثل اینٹ اور لکڑی وغیرہ مادۂ عمارت کے سمجھنا چاہیئے اور حبِ عشقی اور طریقِ ولایت اور اس کے ثمرات شور انگیز کو مثل بوٹے دلکش کے تصور کرنا چاہیئے عمارت کی تیاری کے بعد اس پر نقش کئے جاتے ہیں نہ کہ عمارت سے پہلے مگر اب جاہل فقرا اور نادان سالکینِ زمانۂ حال نے ثانی کو بجائے اوّل مقرر کر کے سلوکِ راہِ نبوت کو بالکل ہاتھ سے دیدیا اور شروع ہی سے تحصیلِ راہِ ولایت اور حبِ عشقی میں پڑ کر برباد ہو گئے حالانکہ آمنُ ثم جاہدُ (یعنی پہلے ایمان لا پھر جہاد کر) کی

مشہور حدیث ہے۔

طریقہ اصحاب الیمین جو کچھ حالات سلوک سے اوپر بیان ہوئے اس کے دو طریق ہیں۔ ایک طریقہ کو طریقۂ اصحاب الیمین کہتے ہیں۔ سو اس کی تفصیل یہ ہے کہ مرد مسلمان اپنے اقوال اور افعال کو شرع کے مطابق کر کے ضرورت کے مطابق اور فرصت کے تخلیہ اور تحلیہ سے حاصل کر کے امید وار اجر جزیل کا رہے اور حظوظ نفسانیہ مباحہ اور لذات جسمانیہ جائزہ سے فائدہ اٹھائے اور جس قدر چاہے مال جمع کرے مگر اس میں سے حق اللہ اور حق العباد ادا کرتا رہے پس۔ اس کی کوشش مشکور اور وہ اپنے اعمال کے مطابق ماجور ہوگا۔

طریقۂ سابقین دوسرا سابقین کا طریقہ ہے اور یہ لوگ قدر ضروری تخلیہ اور تحلیہ پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ماسوی اللہ سے قطع تعلق کر کے بڑی عالی ہمت رکھتے ہیں یہاں تک کہ اپنے مال و عیال اور جوارح و اعضاء اور مساعی اور اعمال سے بھی قطع تعلق کر کے ان سب کو از آں منعم حقیقی اپنے کا جانتے ہیں اور اپنے مال کو اپنے مالک کا مال جان کر اس کی مرضی کی جگہ خرچ کرتے ہیں اگر انکے سب اعمال کسی کافر مرتد کو دیئے جائیں یا بلا سبب ضبط ہو جائیں تو وہ اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتے اور ان کے دل سے رحمت ربانی و خیر خواہی جمہور انام مثل فوارہ کے جوش مارتی ہے جیسے شیخ شہاب الدین سہروردی کا قول شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نقل کرتے ہیں کہ وہ ایک شب کو اپنی مناجات میں رو رو کر عرض کر رہے تھے ۔

چہ بودے کہ دوزخ زمن پُر شدے
مگر دیگراں را رہائی شدے

جو کوئی ان مقامات اور حالات اور فضائل سے جو اوپر مذکور ہوئے متصف ہو یا صرف ان حالات کو پڑھ کر کچھ فائدہ اٹھائے تو تعظیم و تکریم عاطلین اور غافلین ان فضائل سے بھی کوتاہی نہ کریں بلکہ حسب حال ہر مسلمان کی تعظیم کیا کریں کیونکہ کوئی مسلمان خدا تعالےٰ کا پاک نام لینے سے قاصر نہیں ہے پس فقط اس پاک نام کی جہت سے اس کی تعظیم و تکریم کرنی ضروری ہے اور اس کے علاوہ اپنے آغاز و انجام کا حال بھی ملاحظہ کرے کہ ہر ایک آدمی اول پیدائش میں بے عقل اور ناکارہ محض تھا اور اپنا انجام بھی کسی کو معلوم نہیں کہ کیا ہوگا۔ اور نیز اس کی رحمت عالمہ اور قدرت کاملہ ملاحظہ کرے کہ جس کو چاہے ایک لمحے میں قطب کر دے اور جس کافر کو چاہے ایک دم میں مسلمان کر کے ولی اور مقبول کر دے۔

جو کچھ تہذیبِ اخلاق اور تخلی رذائل اور تحلّی بفضائل اور اصلاحِ اعمال و عبادات سے اوپر بیان ہوا اس شخص عالی ہمّت کے واسطے ہے جو رضائے حق کا طالب ہو کر قبولیت اور عزت و اعتبار بارگاہِ الٰہی میں حاصل کرے لیکن نجات کا مدار لا الٰہ الا اللہ ہے کہ اس کا صدقِ دل اور درست اعتقاد سے اقرار کرے اور کفر سے محترز ہو گو گناہِ کبیرہ اس سے صادر ہو جاتے ہوں لیکن جس کسی نے صدقِ دل سے کلمہ کہا ہے وہ ضرور نجات پائے گا اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جو کوئی دل سے مضمونِ کلمہ کا معتقد اور مصدّق لابدّ ہو وہ گناہ کو گناہ سمجھے گا اور اس سے بیزار اور پشیمان ہو گا گو گناہ کو ترک نہ کرے بلکہ اس کا مرتکب ہر روز سو بار ہوا کرے مگر خداوند کریم کو رحیم جان کر گناہ کرنے پر دلیر نہ ہو جائے کہ یہ سب سے زیادہ خراب صورت ارتکابِ گناہ کی ہے

قواعدِ حصولِ سُلوک راہِ ولایت

بیان اشغال طریقۂ قادریہ جن کو سید صاحبؒ نے کسی قدر تغیر کر کے سہولتِ سلوک کے بموجب اور سرعتِ حصولِ مطلب کر دیا ہے۔

ذکر اوّل قبلہ رو مثل نماز کے بیٹھ کر یک ضربی اس طرح سے شروع کرے کہ لفظ مبارک اللہ کا بہت اونچی آواز سے وسطِ سینہ سے نکال کر اپنے منہ کے سامنے ضرب کرے اور تلفظ کرنے کے وقت اس لفظ کے ایسا خیال کرے کہ ہمراہ اس لفظ مبارک کے ایک نور اس کے منہ سے باہر نکلا ضرب مذکور تمام ہونے کے بعد ایک لمبی آواز بطور گھڑیال کے خیال میں جائے پس اس پچھلی خیالی آواز کو زیادہ کھینچتا جائے اور اس کے ساتھ ہی اس خیالی نور کو بھی بڑھا کر مثل نورانی چادر کے اپنے منہ کے سامنے سے سر پر لے آئے کہ تمام بدن پر سر سے پاؤں تک وہ نورانی چادر چھا جائے پھر اس خیالی آواز سے سکوت اور خاموشی اختیار کر کے ایسا سمجھے کہ وہ نورانی چادر اس کے منہ سے داخل ہو کر وسط سینہ میں جمع ہو گئی اور پھر چند بار تکرار کرنے سے تہ بہ تہ ہو کر سارے جسم کے بجائے وہی نور قائم ہو گیا اور اس سکوت میں اپنا لحاظ ذاتِ بحت کی طرف متوجہ کرے اور اس کی مشق بار بار کرتا جائے یہاں تک کہ قابو میں آ جائے۔ جب ذاکر کو ایک ضربی میں مشق ہو جائے تو بطریق مذکور ذکرِ دو ضربی شروع کرے اور اس کا طریق یہ ہے کہ بطور نماز قبلہ رو بیٹھ کر لفظ مبارک اللہ کا وسطِ سینہ سے نکال کر

بہت زور کے ساتھ داہنے زانوں میں ضرب کرے اور مثلِ سابق اس کے پیچھے ایک آواز خیال کر کے آہستگی سے اس کو داہنے مونڈھے تک لے جا کر وسط سینے تک پہنچا دے اور یہ خیال کرے کہ اس لفظ کے ہمراہ ایک نور نکل کر زانو اور پہلو اور شانہ اور دستِ راست کو تمام نور کر گیا یعنی یہ سب اعضاء باطل ہو کر ان کی بجائے نور قائم ہو گیا پھر تھوڑی دیر سکوت کرنے سے جب یہ خیال نور خوب قائم ہو جائے تو اس لفظ مبارک کو ہمراہ اس نور کے وسطِ سینہ سے تا شانہ راست لے جا کر اپنے قلب پر بہت زور سے ضرب کر کے خیال کرے کہ جو نور جانب اعضاء راست پر محیط ہوا تھا قلب میں اتر گیا پھر تھوڑے سکوت کے بعد یہ خیال کرے کہ وہ نور جو قلب میں اتر گیا تھا اس کے سارے بدن پر چھا گیا۔

اس کے بعد ذکرِ سہ ضربی ہے کہ چار زانوں بیٹھ کر مذکورہ بالا قاعدہ کے مطابق ایک ضرب داہنے اور ایک ضرب بائیں اور تیسری ضرب قلب پر مارے اس کے بعد چار ضربی ذکر ہے کہ بطریق مذکورہ بالا چار زانوں بیٹھ کر مذکورہ بالا قاعدہ کے مطابق ایک ضرب جانبِ راست دوسری جانبِ چپ تیسری ضرب جانبِ قلب اور چوتھی اپنے منہ کے روبرو مارے اور ان ضربوں کے ساتھ یہ ملاحظہ کرتا جائے کہ ان لفظوں کے ہمراہ نور نکل کر نیچے کی طرف بڑھتا ہوا اس شخص کے سارے بدن کو اپنے میں غرق کر گیا بلکہ بدن کے بجائے یہ شخص ہی نور ہو گیا۔ اس ذکر کی غایت یہ ہے کہ اسمِ ذاتِ باری تعالےٰ کے ذکر کا اثر تمام بدن پر اجمالاً و تفصیلاً محیط ہو کر بشریت تمام بدن سے عموماً اور اعضائے مذکورہ سے خصوصاً خارج ہو جائے اور فنائے جسمانی کی ایک تمہید قائم ہو جائے کہ جس سے فکر کے ہمراہ ذکر مخلوط ہو کر ذکر سے فکر میں انتقال کرنے کو اقرب و آسان ہو جائے پس جب آثار اذکارِ چارگانہ کے ظاہر ہو جائیں تو فکر یعنی مراقبہ میں مشغول ہو جائے۔

فکر سب سے اوّل وحدانیت کا مراقبہ ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ وحدانیتِ حق تبارک وتعالےٰ کی کہ وہ لاشریک لہٗ ہے ہر جگہ لحاظ کرے اور ہر دم ہر مکان میں وہی ذاتِ پاک یگانہ ہے۔ مگر ہر چیز کو نفی کر کے اس کی بجائے صرف حق تعالیٰ کا وجود نہ سمجھے اور نہ حق تعالےٰ کے وجود کو عین ان چیزوں کا خیال کرے بلکہ اس کے وجود کو یگانہ غیر تمام اشیاء کا ہر جگہ تصور کرے یعنی نہ اس چیز کو بالکل نفی کرے اور نہ عین حق جانے بلکہ حق تعالےٰ کو مثل لفظ ہستی اور لفظ ہے کے خیال کرے کہ نہ کوئی چیز اس لفظ سے خالی ہے اور نہ یہ لفظ عین کسی چیز کا ہے پس جب مراقبۂ وحدانیت میں مشق ہو جائے تو مراقبہ صمدیت کا شروع کرے اس مراقبہ کی ابتداء

اجمالاً یہ ملاحظہ کرے کہ ہر چیز اس کی طرف محتاج ہے اور وہ کسی شے کا محتاج نہیں بلکہ ہر شے سے مستغنی ہے اور اس کی انتہا یہ ہے کہ اپنی احتیاج امورِ معاش اور معاد میں شرح دار نہایت محبت اور الفت اور غایت تضرع اور عجز سے ملی ہوئی اس طرح خیال کرے کہ میں ہر چیز میں اس کا محتاج ہوں اور میرا کوئی کام اسکی عنایت کے بغیر سرانجام نہیں پاتا اور اس خیال کو یہاں تک پاوے کہ اس کو ایک محبت اور الفت اور جناب کبریائی کی راہ میں اس طرح سے ثابت ہو جائے کہ جان و مال عزت و آبرو اس کی مرضی کی جگہ بلکہ اس کے نام پر قربان کر دینا اس پر آسان ہو جائے اور اس کو کمال افتخار اور عزت کا موجب خیال کرے اس مراقبہ میں آیت:۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۔ (یعنی تجھی کو عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں) کے معنی خوب ثابت اور محقق ہو جاتے ہیں اور اس مراقبے کے ثمرات سے ہیں کہ کثرت افعال اور اقوال کے باوجود اس مراقبہ کرنے والے کو توحیدِ باری تعالےٰ کا انکشاف ہو کر صرف ایک ہی فاعل اور ایک ہی محرّک کہ وہ ذاتِ فاعلِ حقیقی ہے ہر فعل اور ہر جنبش اور سکون میں ظاہر ہو جاتی ہے اس کے بعد مراقبۂ شغل دورہ کا کرے اور ارکان اس شغل کے چار اسم صفاتِ باری تعالےٰ کے ہیں یعنی سمیع، بصیر، قدیر اور علیم ان ہر ایک کے ساتھ اسمِ ذات یعنی لفظ مبارک اللہ کو بھی ملائے پس بطور مراقبے کے بیٹھ کر خاطر کو جمع اور دل کو حاضر کر کے اپنے خیال میں کہے کہ اللہ سمیع ہے اور اس کو ناف سے کہ لطیفہ نفس کا ہے وسطِ سینہ تک کہ مقام لطیفہ سر کا ہے لائے اور ایسا جانے کہ اس کی روح جمع ہو کر ہمراہ ذکر مذکور کے ناف سے وسطِ سینہ تک پہنچ گئی۔ اور اگر ناف سے وسط سینہ تک روح کا لے جانا مشکل ہو جائے تو ایسا خیال کرے کہ روح ان دونوں اسموں یعنی اللہ اور سمیع کے درمیان اس طرح سے ہے کہ لفظ اللہ اوپر اور سمیع اس کے نیچے ہے پس اس تدبیر سے روح کا انتقال ان اسموں کے ہمراہ آسانی سے ہو جائے گا۔

اس کے بعد روح کو اللہ اور بصیر کے ہمراہ بطریقِ مذکورہ بالا لطیفۂ اخفیٰ تک کہ مقام اس کا سر ہے تالو کے سامنے پہنچائے اس کے بعد اللہ اور قدیر کے ساتھ لطیفۂ اخفیٰ سے چہارم آسمان تک روح کو لے جائے اس کے بعد اللہ اور علیم کے ہمراہ آسمانِ چہارم سے عرش معلیٰ تک پہنچا دے اور چاہیے کہ آسمانِ چہارم اور عرش معلیٰ پر روح کو بقدر آدھی گھڑی یا ایک گھڑی کے جس قدر ممکن ہو ٹھہرائے رکھے اور وہاں دائیں بائیں روح کو دورہ کرائے اور یہ بھی یاد ہے کہ کبھی کبھی ان مقاموں پر روح کا ٹھیرنا دشوار ہو جاتا ہے اور کسی سنگین چیز کی طرح نیچے کو گرنے

لگتی ہے سو اس کا علاج یہ ہے کہ روح کے چڑھنے کے وقت جو آسمانوں میں سوراخ ہو گیا تھا تھا اس کو بند کرتا جائے تاکہ روح وہاں ٹھہر سکے پھر ان مقامات عالی سے ترتیب وار لطیفۂ نفس تک اتر آئے اور آہستہ آہستہ اس میں مشق پیدا کر کے اس کو بڑھا جائے تاکہ اس کے آثار ظاہر ہو جائیں اور اس کے آثار میں سے ہے کہ روح ذاکر میں نورانیت پیدا ہو جائے اور ارواح انبیاء اور اولیا اور ملائکہ کے ساتھ ملاقات ہونے لگے اور سیر جنت و دوزخ اور سدرۃ المنتہیٰ و بیت معمور اور لوح محفوظ اور کشف وہاں کے وقائع کا نصیب ہو جائے اور اس واسطے وہاں روح کو ٹھہرانا اور ادھر ادھر پھرانا چاہیئے۔ اور وہاں کے عجائب کو دیکھنا مختلف طور پر ہے ہر آدمی اپنی استعداد اور حال کے مطابق دیکھتا ہے۔ اور ہر وقت ملاقات ارواح اور ملائکہ کی اس سے بات چیت بھی ہوتی ہے۔

اور مشق کے بعد روح کو لطافت اور قرب اور انسیت ذاتِ باری تعالےٰ سے ہو جاتی ہے اور جسم سے بیگانگی حاصل ہو کر اس میں نورانیت پیدا ہو جاتی ہے جس سے اب اگلی منزل نفی میں مدد ہو کر وہ آسان تر ہو جائے گی۔ ہر چند روحِ بشری عالم قدس اور آسمانوں پر چڑھنے کے قابل نہیں ہے لیکن ذکر الٰہی اس کا رہبر ہو کر جہاں روح کے جانے کی طاقت نہیں ہے وہاں اس کو پہنچا دیتا ہے۔ اس کے بعد شغلِ نفی شروع کرے حسب مفوائے آیتِ کریمہ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (یعنی اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا) مثل وجود ہستی باری تعالےٰ کے جیسے کہ مراقبۂ وحدانیت میں بیان ہوا اسی طرح سے انوارِ الٰہی کا ہونا بھی ثابت ہے ہر مکان میں موجود سمجھے کیونکہ اس کے وجود کو انوار بھی لازم ہیں جہاں اس کا وجود ہے وہاں انوار الٰہی کا ہونا بھی ثابت ہے گو کہ انوار ہر جگہ موجود ہے لیکن قوتِ دراکہ انسان کی اشیاء کثیفہ ظلمانیہ کے کہ وہ اجسامِ فلکی اور عنصری ہیں اس کے معلوم کرنے سے محروم ہے اس واسطے ان مذکورہ خیالات سے پاک و صاف ہونا چاہیئے۔ تاکہ اس کو انوارِ الٰہی معلوم ہوں پس جب اس کا آئینۂ ادراک مذکورہ زنگِ خیالات سے صاف ہو گا تو پھر انوارِ الٰہی ہر جگہ موجود ہیں اور ان کے پاک اور صاف کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے شغلِ نفی کرے اور اپنے خیالات سے اشیاء کے نیست کرنے کو نفی کہتے ہیں اگر فی الحقیقت نہ کوئی شئے ہے نہ ہوگی اس سبب سے نیست کو نیست جاننا ایک خیالِ باطل ہے کیونکہ جو کچھ موجود ہے وہ سب اس مالک حقیقی کی ایجاد سے موجود ہے اور وہ اس کے پاک ہونے کے باوجود ایک خاص ربط ہر ایک چیز موجودہ کے ساتھ اس کو حاصل ہے۔

پس اس صورت میں نفیِ وجودِ ان اشیاء کی فی الواقع ممکن نہیں ہے مگر اس مشقِ نفی سے محض اپنی قوتِ مدرکہ کا صاف ہونا ہے گو تمام عالم کا نفی کرنا ایک دشوار بات ہے مگر ان سب سے زیادہ دشوار اپنے وجود کی نفی کرنا ہے اس واسطے اوّل تمام عالم کی نفی کر کے پھر اپنے بدن کی نفی کرے اور بدن میں جس عضو کی نفی کرنا دشوار ہو اسی عضو سے اس طرح پر نفی شروع کرے کہ کلمہ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا فَاعِلَ اِلَّا اللّٰہُ کے معنی سمجھ کر ساتھ قوتِ خیال کے اس جگہ ضرب کرے تو فوراً اس کی نفی ہو جائے گی اور جب شغلِ نفی کی خوب مشق ہو جائے تو اس کے بعد شغلِ یادداشت شروع کرے۔ اور اس شغل کی حقیقت یہ ہے کہ ہر وقت بیٹھنے اٹھنے اور کھانے پینے اور کام کاج کے وقت اپنا التفات اس ذات بے چون اور بے چگون کی طرف رکھے۔ یہاں تک کہ کوئی امر اس کے التفات کا مانع نہ ہو ملکۂ یادداشت کے بعد حقِ یادداشت کو اس کے ساتھ ملائے اس کے بعد شغلِ نفی النفی اور فناء الفنا کا شروع کرے بعد اتمام نفی کے دو صورتیں پیش آتی ہیں کبھی اس پر توحیدِ صفاتی کھل جاتی ہے اور گاہے رنگارنگ انوار اس کو نظر آنے لگتے ہیں اور یہی صورت حصولِ راہِ مقصد طالب کی ہے اور وہ انوار و ذات بحت کے پہنچ جاتا ہے اور وہاں پہنچ کر عمدہ حالات اور مختلف اطوار اس کو پیش آتے ہیں چنانچہ اس کا نام سیر فی اللہ اور حسبِ منطوق کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِی شَاْنٍ وہاں پہنچ کر جُدا جُدا تماشے قدرت الٰہی کے اس پر جلوہ گر ہوتے ہیں۔

اشغالِ طریقۂ چشتیہ

جن کو سید صاحبؒ نے بطرزِ جدید موجبِ قوّتِ اثر و سرعتِ ظہورِ فوائد بہ ازمنۂ قلیلہ اور آسان کر دیا ہے۔

ذکر با وضو دو زانوں بطور نماز کے بیٹھ کر اوّل فاتحہ بنامِ اکابر اس طریق کے یعنی حضرت خواجہ معین الدینؒ سنجری اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ وغیرہما کے کر کے ان بزرگوں کے توسط سے جناب باری میں نہایت عجز اور زاری کے ساتھ دعاء کشودِ کارِ خود کر کے ذکرِ دو ضربی شروع کرے اور طریقہ اس کا یہ ہے کہ لفظ مبارک اللہ کا دو بار متصل کہے اور بہت زور سے اس کو سینہ سے نکال کر شدّت اور مدّ کے ساتھ کہے اور آخر کو اوّل سے زیادہ جہر اور شدّت

اور مدّ اور قوت میں زیادہ کرے۔ پہلے لفظ اللہ کے ساتھ خیال کرے کہ ایک نور اس کے سینے سے نکل کر اس کے لب پر پہنچ کر ٹھہر گیا اور دوسرے لفظ کے ساتھ ایک اور نور نکلا اور دونوں نور جمع ہو کر اور اس کے منہ سے نکل کر اس کے سر پر جا پہنچے پھر یہ خیال کرے کہ وہ نور اس کے سر پر ایک ہاتھ اونچا ٹھہرا ہوا ہے اس وقت اس ذکر کو حضوریٔ دل سے بار بار کہے اور حضوری کے واسطے یہ خیال کافی ہوگا کہ یہ اسم مبارک اس ذاتِ پاک کا ہے اور وہ اپنے اسم کے ساتھ ہر دم اور ہر جگہ موجود ہے پس یہ ذکر اس کثرت سے کرے کہ گویا وہ نور چتر کی طرح اس کے سر پر قائم ہو گیا اور پھر وہ نور توبہ تو ہو کر اس کے بدن پر پہنچا اور اس کا تمام بدن اس میں گم ہو گیا۔

ذکرِ دوضربی

جب ذکرِ دوضربی میں مشق ہو جائے تو دوسرا ذکر اِلّا اللہ کا بطور مذکورہ بالا ساتھ قوت اور شدّت اور جہر کے کرے مگر اتنا فرق ہے کہ اس کلمۂ اِلّا اللہ کو پیچھے کی طرف درمیان دونوں زانو کے ضرب کرے اور جیسے ذکرِ اوّل میں نور کو اوپر کی طرف خیال کیا تھا اس میں نیچے کی طرف خیال کرے اور پھر اس کو بھی نیچے سے اوپر کی طرف لے جائے تاکہ دونوں نور بمنزلہ ایک ستونِ نورانی کے اس میں اس کا سارا بدن گم ہو گیا ثابت ہو جائے جب اس دوسرے ذکر میں مشق ہو جائے تو تیسرا ذکر آہستگی اور ملائمت سے شروع کرے۔

ذکرِ خفی

اس ذکر میں بلا شدّت اور جہر کے لفظ مبارک اللہ کا بار بار کہہ کر یہ خیال کرے کہ اس نور میں جو بجائے اس کے بدن میں قائم ہو رہا ہے اس ذکرِ خفی کے جھاڑو کے طور پر گردش ہو رہی ہے تاکہ اگر اس نور میں کچھ کدورت ہو تو صیقل ہو کر صاف ہو جائے اور چمکنے دیکھنے لگے۔ پس جب اس صیقل سے وہ نور اس قدر صاف ہو جائے کہ اس کی شعاعیں ہر طرف دور دور پڑنے لگیں اور اس کی صفائی اس کے قابو میں آجائے تو پھر چوتھا ذکر شروع کرے۔

ذکرِ نفی و اثبات

اور چوتھا ذکر نفی و اثبات کا ہے اور اس کو ساتھ کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے اس طرح سے کرے کہ پہلے لفظ لا کو اپنے خیال میں کھینچ کر محیطِ زمین و آسمان کر دے اور یہ تمام دورہ کر کے لفظ اللہ کو اپنے اندر تمام کر دے اور شروع میں لفظ لا کو اپنے منہ کے سامنے بہت وسیع اور پھیلا ہوا خیال کر کے عرشِ مجید تک پہنچا دے اور پھر اس کو اس طرح پر متحرک تصور کرے کہ تمام عالم کو جنبش اور حرکت دیتا ہوا بطور دائرہ کے ہو کر پھر اپنے مقام پر پہنچا دے پھر ساتھ لفظ الا اللہ کے بجانب فوق بالائے عرشِ مجید کے ضرب کرے اور لا الٰہ کا لفظ کہنے کے وقت نفیِ معبودیت ہر چیز کی اور نیز اپنے وجود اور تمام کائنات کی نفی اپنے

خیال میں مضبوط اور مستحکم خیال کرے اور بوقت ضرب الا اللہ کے اشارہ بذاتِ بحت باری تعالیٰ کے کرے کہ حسب اشارہ آیہ کریمہ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (یعنی رحمٰن طرف عرش کے متوجہ ہوا، اس ذکر کو بار بار کرنے سے اس ذاتِ بحت کا نور بالائے عرشِ مجید کے ضرب کرے بہت کثرت کے ساتھ۔ مثل دریائے ذخّار کے جوش مارتا ہوا آکر تمام عالم کے محیط ہو جائے گا بلکہ جس طرح ذکرِ اول میں ذاکر کا فقط جسم گم ہوا تھا اس طرح تمام عالم گم ہو جائے گا۔

منزل مقصود کی جانب منتقلی

پس جب اس ذکر میں مشق کامل ہو جائے تو اب منزل مقصود کی طرف انتقال کرنے کا ارادہ کرے اور طریق انتقال کا یہ ہے کہ اس ذکر کو چھوڑ کر اسی نور میں جو عرش سے نکل کر تمام عالم پر محیط ہوا ہے اس طرح سے مراقبہ کرے کہ وہ نفی جو نور آمدۂ عرش سے ہوئی تھی اس کے قابو میں آجائے مگر پہلے اس نور کا لحاظ کئے بغیر نفی اپنے جسم اور نفی تمام کائنات کی اس پر آسان ہو جائے گی کہ اس نور سے نفی علیحدہ نہیں ہوتی۔ لیکن طالب کو چاہیئے کہ نفی کو اپنا اصلی مقصد سمجھ کر شغلِ نفی کو مستحکم اور مضبوط کرے کیونکہ مستحکم ہو جانے کے بعد شغل نفی کے یا توحیدِ صفائی اس پر ظاہر ہو جائے گی یا انوارِ الٰہی اس پر ظاہر ہو جائیں گے اور ان انوار کا ظاہر ہونا ہی منزلِ مقصود تک پہنچنا ہے پس یکے بعد دیگرے ان پردہ ہائے نور کو طے کرتا ہوا پردۂ بے رنگی تک پہنچ جائے۔ اور جب پردۂ اخیر سے پار ہو گا تو وہی وصول ذاتِ بحت باری تعالےٰ ہے جس سے منتہائے سلوک کا محقّق ہو جائے گا۔

آسمانوں کے حالات کھلنے کے واسطے اور ارواح و فرشتوں سے ملاقات اور سیر جنّت و دوزخ اور وہاں کے حقائق معلوم کرنے اور مطلع ہونے لوح محفوظ پر یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ کا ذکر اس طرح پر کرتے ہیں کہ لفظ یاحیُّ کو سینہ کے درمیان سے اپنے لب تک لاتے ہیں اور اپنی روح کو اس کے نیچے چھپاں کرکے پھر لفظ یا قیّوم کو سینے سے نکالتے ہیں اور چونکہ اس لفظ اخیر کا تلفظ متصل پہلے لفظ کے واقع ہو گا تو ضرور ہے کہ ان دونوں اسم مبارک کا اثر جمع ہو کر قوت پکڑے پس ان دونوں لفظوں کے بیچ میں روح کو رکھ کر عرش تک پہنچا دے اور وہاں پہنچ کر تھوڑا توقف کرکے ادھر ادھر اور سیر کرے اور جب چاہے ذکرِ خیالی کی مدد کے ساتھ یاحیُّ کے ہتیۂ انتقال کا اس جگہ سے کرے اور بمصاحبت یا قیّوم کے تدریجاً اپنے مکان پر واپس پہنچ جائے۔

کشفِ قبور قبروں کے کشف کے واسطے سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلٰئِکَۃِ وَالرُّوْحِ مقرر ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ذکرِ خیالی کی مدد کے ساتھ اسم سُبُّوحٌ کے ساتھ ناف سے لطیفۂ اخفیٰ تک پہنچ جائے اور ساتھ اسم قُدُّوسٌ کے بالائے عرشِ مجید کے پہنچ کر ساتھ اسم رب الملائکۃ والروح کے وہاں سے انتقال کر آئے اور بطور ضرب کے دل پر مار کر دل کے اوپر کے دروازہ سے داخل ہو کر نیچے کے دروازہ سے نکل کر قبر کی طرف متوجہ ہو اور اگر ایک بار میں یہ مدعا حاصل نہ ہو تو حضوری اور توجہ اور التجا و زاری کے ساتھ کوشش کرتا رہے امید ہے کہ بفضل الٰہی کشفِ قبور کا مطلب حاصل ہو جائے گا نا واقف لوگ اس کشفِ قبور کو قرب الٰہی کا موجب جانتے ہیں اور فی الحقیقت وہ مورث دوری کا ہے۔

اشغالِ طریقۂ نقشبندیہ کی تحصیل

لطائف ششگانہ طالب کو پہلے تمام لطائف ششگانہ کے معلوم کرنا چاہئیں۔ سو لطیفۂ قلب زیر پستانِ چپ اور لطیفۂ روح زیرِ پستانِ راست اور لطیفۂ سر ان دونوں لطیفوں کے بیچ میں وسطِ سینہ پر اور لطیفۂ نفس عین ناف میں اور لطیفۂ خفی پیشانی پر جہاں ماتھا ختم ہو کر بال شروع ہوئے اور لطیفۂ اخفیٰ تالو کی جگہ جہاں بچوں کے سر میں حرکت ہوتی ہے واقع ہیں اس ترتیب سے ان لطیفوں کو ایک دوسرے کے بعد ذاکر کرے۔ اور ان کا ذکر اس قدر ہونا چاہیئے کہ طالب خود اس ذکر کو معلوم کر سکے اور سکھلانے والے کو چاہیئے کہ اپنے لطیفوں کو ذاکر کر کے بہمت تمام طالب پر القا کرے اور نہایت عجز و زاری سے ان کے ذاکر ہونے کی خداوند تعالےٰ سے دعا کرے اوّل ایک حرکت نبض کی حرکت کی طرح مقامِ لطیفہ پر محسوس ہونے لگے گی اسی حرکت کو اللہ اللہ کی آواز خیال کرے اوّل ہر لطیفہ کو جداگانہ ذاکر کر کے پھر ایک بارگی کل کو ذاکر کرے کہ سب کا ذکر ایک ہی وقت میں معلوم ہونے لگے اور اس میں ایسی مشق ہو جائے کہ جب چاہے بلا تکلف ان کو ذاکر کرے۔ چونکہ ہر ایک لطیفہ کے واسطے ایک نور مقرر ہے پس وہ نور ذاکر پر ظاہر ہونے لگے گا۔

حبس نفس کے ساتھ نفی و اثبات کا شغل چنانچہ جب ذکر لطائف میں مشق ہو جائے تو حبسِ نفس کے ساتھ نفی اور اثبات کا

شغل شروع کرے اور اس شغل کا طریقہ یہ ہے کہ مؤدب دو زانوں قبلہ رو بیٹھ کر اپنے دم کو بند کرے اور زبان کو تالو سے لگا کر لَا کو لطیفۂ نفس (مقام ناف) سے کھینچے اور لطیفۂ سر اور لطیفۂ خفی پر تھوڑا توقف کر کے لطیفۂ اخفیٰ پر جا پہنچے اور لفظ اِلٰہ کو لطیفۂ اخفیٰ سے کھینچ کر لطیفۂ روح پر متوجہ ہو اور اِلَّا اللّٰہ کو لطیفہ قلب میں دم کرے مگر ان خیالی حرکات میں ظاہری حرکت کسی عضو پر مثل سر اور منہ اور لب اور زبان کی نہ ہونے پائے اور اس شغل کو بعد وطاق عمل میں لایا کرے جیسے کہ ایک بار ذکر کر کے پھر نفس کو چھوڑ دے اور اطمینان اور قرار نفس کے بعد دوسری بار پھر عمل کرے اور جس قدر حبسِ نفس کا تحمل زیادہ ہوتا جائے اسی قدر عدد ذکر کو بڑھاتا جائے یہاں تک کہ ایک حبس میں اکیس بار تک پہنچ جائے اور جب اس کی مشق ہو جائے گی تو پھر سینکڑوں تک نوبت پہنچے گی۔

سلطان الذکر

اس شغل سے ایک قسم کی گرمی اور صفائی اس کے قلب میں پیدا ہو جائے گی جب یہ شغل اپنے کمال کو پہنچ جائے گا تو ایک شعلۂ جوالہ طالب کو معلوم ہونے لگے گا کہ جو سارے لطائف کو احاطہ کر کے خطِ آتشیں کے مثل پھیل جائے گا۔ نفی اور اثبات کی مشق کے بعد سلطان الذکر شروع کرے سو یاد رکھنا چاہیئے کہ انسانی جسم کا ہر ایک حصہ ایک ایک علیحدہ علیحدہ چیز ہے جیسے کہ ہر ایک حصہ کے علیحدہ علیحدہ نام مقرر ہیں اور قرآن مجید میں وارد ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ یُّسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ (یعنی ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے مگر تم ان تسبیح کو نہیں سمجھتے) سو حسب مفحوائے اس آیت کے انسانی جسم کا ہر ایک عضو ذکر الٰہی میں مصروف ہے مگر پردہ غفلت کی وجہ سے انسان ان کے ذکر کو سمجھ نہیں سکتا پس اس سلطان الذکر میں ہر ایک عضو کے ذکر سے طالب آگاہ ہو جاتا ہے اس وقت سارے اجزائے جسم کو ایک ایک علیحدہ لطیفہ خیال کر کے مثل لطائف کے ذاکر کرے اور تلقین کرنے والے کو بھی چاہیئے کہ خود اپنے سلطان الذکر کو جاری کر کے لطائفِ تشنگانہ کے مثل طالب پر القا کرے اور اس ذکر کے آثار سے یہ ہے کہ طالب کے بدن میں ایک حرکت نمایاں معلوم ہونے لگے گی یہاں تک کہ اس کے ہاتھ پاؤں اور دوسرے اعضا اس کے ارادے کے بغیر اپنی جگہ سے منتقل ہونا شروع ہوں گے اور کبھی رعشہ کی طرح سارے بدن میں حرکت ظاہر ہو جائے گی اور گاہے چیونٹیاں سی پھرتی ہوئی اس کے بدن پر معلوم ہوں گی اور تمام بدن میں ایک قسم کی سبکی اور خنکی محسوس ہو گی اور ایسا معلوم ہونے لگے گا کہ اس کے تمام بدن کی آلائش نکل کر

جسم نہایت ہلکا اور سبک ہو گیا اور تمام بدن اور در و دیوار خس و خار اور خاشاک سے آواز ذکر جہری کی بلا اشتباہ اس کے کانوں میں پہنچنے لگے گی اور اگر طالب کا درجہ زیادہ بڑھ گیا تو اس کے ہم نشین بھی اس ذکر کو سن سکیں گے۔ اور کبھی ایک نور بھی اس کو معلوم ہونے لگے گا۔

شغل نفی النفی جب سلطان الذکر قابو میں آجائے تو شغل نفی کو شروع کرے اور شغل نفی کے ساتھ شغل یادداشت کو بھی ملائے اس کے بعد شغل نفی النفی عمل میں لائے یہاں تک پہنچنے کے بعد سالک پر یا تو توحیدِ صفاتی ظاہر ہو جائے گی اور یا نورانیت کے پردے کھل جائیں گے اور نورانیت کے پردوں کا ظاہر ہونا یہی طریق مطلب تک پہنچنے کا ہے۔ جب یہ نورانی پردے ظاہر ہوں تو مراقبۂ صمدیت مشق کرے اور سب پردوں کو طے کرتا ہوا پردۂ بے رنگی تک پہنچ جائے اور پردۂ بے رنگی تک پہنچنا ہی حصولِ معرفت ذات بحت کی ہے اس وقت سلوک متعارف ختم ہو کر سیر فی اللہ پیش آتی ہے جس میں عجیب و غریب معاملات پیش آتے ہیں

کشف ارواح اور ملائکہ وغیرہ اس طریق میں کشفِ ارواح اور ملائکہ اور سیرِ زمین و آسمان اور جنت و نار اور اطلاع بر لوح کے واسطے وہی شغل دورہ کرتے ہیں جو اوپر مذکور ہوا اور وقائع آئندہ کے کشف کے لئے سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ تہجد کے وقت دو رکعت نماز بہ نیت کھلنے واقعہ مطلوب کے پڑھے اور ہر رکعت میں تین بار سورۂ فاتحہ اور تین بار آیت الکرسی اور پندرہ بار سورۂ اخلاص پڑھے سلام کے بعد سر کو سجدہ میں رکھ کر نہایت خشوع و خضوع و عجز و زاری سے ایک سو بار یا خبیرُ اَخبِرنی کہے اور پھر سجدے سے سر اٹھا کر بہت عاجزی سے اس واقعہ کے کھلنے کی دعا کر کے سو رہے امید واثق ہے کہ خواب میں یا صراحۃً یا کنایتاً اس پر اس واقعہ کا حال کھل جائے گا۔

اصطلاحاتِ طریقۂ مجددیہ

لطائف ششگانہ وسلطان الذکر اس طریقہ میں مقام لطیفۂ قلب کا زیرِ پستانِ چپ اور روح کا زیرِ پستانِ راست اور لطیفۂ سر بقدر دو انگشت بالائے پستانِ چپ مائل بوسطِ سینہ اور مقام لطیفۂ خفی بقدر دو انگشت بالائے پستانِ راست مائل بر

وسطِ سینہ اور لطیفۂ اخفیٰ درمیان سینہ اور لطیفۂ نفس کی بجائے شروع پیشانی کے واقع ہے۔ اوّل لطائف کو ذاکر کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ طالب مؤدب باوضو ساتھ خشوع و خضوع اور التجا تمام کے روبرو مرشد کے بیٹھے اور اپنی خاطر جمع اور خیالات کو دور کر کے زبان اور دوسرے کل اعضاء کو حرکت سے باز رکھے اور دل سے اسم مبارک اللہ کا کہے اسوقت مرشد کو چاہیئے کہ اپنے لطائف کو ذاکر کر کے تمام ہمت کے ساتھ القا لطائف طالب میں کرے پس جب لطائف ششگانہ جاری ہو جاویں تو واسطے حصول سلطان الذکر کر کے لطیفۂ نفس پر بہت توجہ کرے۔ صرف لطیفۂ نفس پر کثرت سے توجہ کرنے پر سلطان الذکر حاصل ہو جائے گا۔

دائرۂ امکان جب سلطان الذکر میں کمال حاصل ہو جائے تو ذکر لا الٰہ الا اللہ کو نفی و اثبات کے واسطے عمل میں لائے۔ اوّل نفی تمام عالم کی کر کے پھر اپنے بدن کی نفی اس طرح کرے کہ لفظ لا کو ناف سے کھینچ کر دماغ تک پہنچائے اور جہاں جہاں سے لفظ لا گزرتا جائے اسی جگہ نفی خیال کرتا جائے اور لفظ الٰہ کو لطیفہ روح میں پہنچا کر لفظ الا اللہ کو قلب میں ضرب کرے اور مقام لطیفۂ روح اور اس کے اطراف کو ہمراہ لفظ الٰہ کے نفی کر دے اور ساتھ لفظ الا اللہ کے مقام لطیفۂ قلب اور تمام بدن کو نفی کر کے اثبات ذاتِ حضرتِ حق کا ملاحظہ کرے اور یہ نفی اور اثبات محض قوّتِ خیالیہ کے ساتھ عمل میں لائے اور زبان سے کچھ تلفظ نہ کرے اس شغل کی مشق سے نفی اپنے جسم بلکہ نفی تمام عالم کی اس کی قوّتِ خیالیہ میں ہر دم قائم رہے اس کے بعد نفی النفی اور فنا الفنا کی مشق کرے اس کے بعد مراقبۂ احدیت سے شغل دوائر کا شروع کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ذاتِ مقدس حق تعالیٰ کی وحدانیت ملاحظہ کرے اور اس ملاحظہ کو قلب سے اٹھا کر عرش مجید تک پہنچا دے تاکہ اس کا اثر ظاہر ہو اور اس کا اثر ظاہر ہونا ایک نور ہے کہ قلب کے اوپر سے ظاہر ہو کر ایک ستونِ نور بن کر عرش مجید تک پہنچ جاتا ہے اور اس کی شعاعیں تمام عالم کو گھیر لیتی ہیں اور چونکہ اس نور نے نہایت وسیع اور فراخ ہو کر تمام عالمِ امکان کو گھیر لیا ہے اس واسطے اس کا نام دائرہ امکان ہے۔ اور دائرۂ قلبی کا یہ پہلا دائرہ ہے۔

دائرۂ ولایتِ قلبی اور دوسرا دائرہ ولایتِ قلبی موسوم بہ ولایت صغریٰ ہے۔ اور اس دائرہ میں اقربیت کا مراقبہ لیا جاتا ہے اس دائرہ میں تحت قلب کا بھی کھل جاتا ہے اور تمام قلب مثل آفتاب کے درخشاں ہو جاتا ہے کہ چاروں طرف

سے اس کے انوار چمکتے دمکتے ہیں اور یہ دائرہ موجوداتِ ممکنہ سے تجاوز کر کے حدِّ لامکاں تک پہنچ کر غیر متناہی ہو جاتا ہے صرف اصل قلب باقی رہ جاتا ہے۔

دائرۂ ولایت کبریٰ

اس کے بعد تیسرا دائرہ موسوم بہ ولائیتِ کبریٰ ہے اور یہ ولایت مشتمل تین دائروں اور ایک قوس یعنی نصف دائرہ کے ہے ولایت کبریٰ کے اوّل دائرے میں مراقبۂ معیّت ذات پاک باری تعالےٰ کا کرتے ہیں اور اس کا شروع یہ ہے کہ ہر وقت خدا تعالےٰ کو اپنے ہمراہ اور قریب خیال کرتے ہیں اور اپنے تئیں اس سے دور اور غائب نہیں جانتے بلکہ ہر کام میں شریک اور شامل تصور کرتے ہیں جیسے کہ آیۂ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (یعنی اللہ ہمارے ساتھ ہے) میں معیّت باری تعالےٰ کی ثابت ہے پس کمال رسوخِ معیّت کی علامت یہ ہے کہ خلوت اور جلوت میں ہر دم اس کو اپنے ساتھ جانیں اور تنہائی میں معصیت کرنے پر اس سے شرم کرے اور جب مراقبۂ معیّت میں پختہ ہو جائے تو یہی علامت ولایتِ کبریٰ کی ہے۔ اور اس دائرہ کا نور پہلے دائرہ سے زیادہ ہوتا ہے۔

مراقبۂ محبت

اس کے بعد مراقبۂ یُحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ (یعنی دوست رکھتا ہے وہ ان کو اور دوست رکھتے ہیں وہ اس کو) کا ہے۔ اس مراقبہ میں اپنی محبت اللہ سے اور اس کی محبت اپنے ساتھ خیال کرے اور اس مراقبۂ محبّت میں بھی دو دائرے اور ایک قوس یعنی نصف دائرہ ہے۔ کیونکہ محبّت کے بھی تین مرتبے ہیں اوّل مرتبہ ابتدائے محبّت کا بمنزلہ شروع آشنائی کے ہے کہ ابتدائے محبت میں مُحبّ اپنا نفع اور فائدہ محبوب کی رضا جوئی وخوشنودی دونوں خیال کرتا ہے۔ سو محبّت اللہ کا یہ دائرہ اوّل ہے اور جب محبّت ترقی کر جاتی ہے اور مُحِبّ کو اضمحلال اور فنا ہونا شروع ہوتا ہے تو یہاں سے دوسرا دائرہ محبّت کا شروع ہوتا ہے اس دائرہ میں محبوب کے نفع اور فائدہ کو اپنے فائدہ پر ترجیح دینے لگتا ہے۔ مگر یہ ترجیح عقل اور علم سے نہیں ہوتی کہ نفع اور نقصان کا موازنہ کر کے اور سمجھ بوجھ کر ترجیح دی گئی ہو۔ بلکہ اس سے مراد وہ ترجیح ہے کہ محبّ کے تہِ دل سے مثلِ فوّارہ جوش مارتی ہے اور جب فنا اور اضمحلال اپنے کمال کو پہنچا اور محبّ کی جانب سے کوئی نشان باقی نہیں رہا۔ تو یہاں پر دوسرا دائرہ بھی تمام ہوا اور قوس یعنی نصف دائرہ کا شروع ہوا۔

مراقبۂ اسم الظاہر

اس نصف دائرہ میں پہنچ کر محبّ فناء الفنا ہو کر نسیًا منسیًّا ہو جاتا ہے اسکی تکمیل کے بعد اسم الظاہر حق کا مراقبہ ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ

کا ایک اسم الظاہر اور ایک اسم الباطن ہے اور اس کے ہر نام کے بیشمار مظاہر ہیں منجملہ اس کے مظاہر کے تمام عالم اور اجسام اور افعال اور احکام ہیں جو تکوین اور تشریع میں ظاہر ہوتے ہیں اور کارخانۂ رزاقیت اس کے مظاہر کا ایک مظہر ہے اور علیٰ ہذا القیاس کارخانۂ ہدایت اور ارسالِ رسل اور انزالِ کتب اور توفیق کلمۂ پند آمیز کہنے کی جو ایک عام مسلمان سے صادر ہوتی ہے ایک دوسرا مظہر ہے اور اسی طرح ایک مظہر اضلال یعنی گمراہ کرنے کا ہے جو پیدائش ابلیسِ لعین سے لے کر تا سرود سرائی یعنی گانے بجانے تک ہے سو یہ سب مظاہر اس کے اسم الظاہر کے ملاحظہ کر کے اس اسم مبارک کی طرف اسم سمجھے کہ وہ ذاتِ پاک اس کی ہے مراقبہ کرے۔

مراقبۂ اسم الباطن

اس کے بعد اسم الباطن کا مراقبہ کرے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ تمام ظاہری چیزوں کا ایک باطن بھی ہے جیسے انتظام سلطنت کا ایک ظاہری چیز ہے اور بادشاہ کی عقل اور اس کی تدبیر اس کا باطن ہے اس واسطے اس مراقبہ کو ولایت علیا موسوم کرتے ہیں۔ کیونکہ ولایتِ ملاء اعلیٰ ہے اور ملاء اعلیٰ سے مراد ملائکہ مدبرات الامر اور القا کرنے والے ہیں اس کے بعد وہ حکم دنیا میں ظاہر ہوتا ہے اس سبب سے وہ فرشتے گویا باطن تمام عوالم اجسام کے ہیں اور ان کا تعلق اسم الباطن سے زیادہ تر ہے اور نیز مورد فیض اس مراقبہ کے تینوں عناصرِ باطنی بھی ہیں یعنی آگ اور ہوا اور پانی کیونکہ یہ تینوں عناصر بھی جسدِ انسانی میں باطن ہیں اور چوتھا عنصر یعنی خاک اس میں ظاہر ہے پس جب یہ مراقبہ اپنے کمال کو پہنچتا ہے تو تجلّیات اسم باطن کی اس سیر میں ظاہر ہو جاتی ہیں اس کے بعد سیر تجلّی ذاتی دائمی کی ہے کہ وہی انتہا سلوکِ متعارف کا ہے۔

سلوکِ متعارف کی تکمیل

جب طالبانِ ناقص بمقام معرفت ذاتِ بحت کے پہنچتے ہیں اور سلوکِ متعارف ختم ہو جاتا ہے تو وہ سمجھتے ہیں کہ ہم لوگ ہم پایہ اور ہم مقام اولیاء عظام کے ہو گئے اور یہ صریح غلط فہمی ہے کیونکہ بوجہ کسبِ اشغال اور مشقِ افعال کی وجہ سے ایک کافر اور بدعتی اور ملحد کو بھی ممکن ہے چنانچہ ہندو جوگی اور ساکنانِ حبشِ قدیم سے ان فنون کے استاد اور مشاق ہیں اور علم مقناطیس حیوانی جس کا اس وقت یورپ میں بڑا زور ہے انھیں اشغال کا ایک شعبہ ہے

پس اس میں شک نہیں کہ ان اشغال کی جو کوئی مشق کرے گا اس پر وہ مقاماتِ متعارفہ سلوک کے کھل جائیں گے۔ لیکن رد اور قبول ایک دوسری چیز ہے۔ مردودانِ بارگاہِ الٰہی کا وہاں تک پہنچنا بمنزلہ اس کے ہے کہ جیسے کوئی قزاق سعی اور کوشش کرکے دربارِ شاہی تک پہنچ جاوے گر قریب ہے کہ اگر اپنے فعلِ قزاقی سے تائب نہ ہوگا تو غضبِ سلطانی میں گرفتار ہو جائے گا اور یہ بھی یاد رہے کہ مقامِ معرفتِ ذاتِ الٰہی تک پہنچنا سلوک میں بمنزلہ ابجد خوانی کے ہے کچھ کمال کی بات نہیں ہے اگرچہ مقبول لوگوں کو مقامِ معرفتِ ذات تک پہنچنے میں اور ترقیاں بھی ہوتی ہیں۔

امر و نہی میں اتباعِ شرع

جب سالک جمالِ یزدانی کے مشاہدہ کے مرتبہ پر پہنچتا ہے تو اس کو لازم ہے کہ ہر امر و نہی میں اتباعِ شرعِ شریف کو اپنے ایمان کا لازمہ جانے اور یہ اتباعِ شریعت دل اور جوارح دونوں سے کرے۔ مثلاً قرآن مجید کا ادب اس قدر کرے کہ کبھی بے وضو اس کو نہ چھوئے اور جب مصحفِ مجید کو ہاتھ میں لے تو کسی دوسرے کام میں متوجہ نہ ہو اور عظمت قرآن مجید کی دل سے جان کر قدر اس نعمتِ عظمیٰ کی پہچانے کہ مجھ ناچیز اور کمینے کے ہاتھ میں ایسی معظّم اور مطہر چیز بفضلِ الٰہی پہنچی ہے ورنہ مجھے ایسی نعمتِ عظمیٰ کے حاصل ہونے کی لیاقت کہاں تھی اور ایسے تصور سے سینہ اس کا مالامال ہو جائے اگر ایسا خیال خود بخود اس کے ذہن میں آئے تو بہتر ہے ورنہ بہ تکلف ایسا احساس اپنے دل میں کرے اور اسی طرح عظمتِ نماز اور روزہ اور حج اور جہاد اور شعارِ شرعی پر اعتقاد رکھنا چاہیے اور نیز مال کو اس کی راہ میں خرچ کرنا اور طریقۂ ایثار کو اختیار کرنا اور نوافل کا مثل تہجد وغیرہ کے اہتمام کرنا اور اسی طرح سے منہیات سے بچنے کا بھی اہتمام کرے مثلاً زنا کا وسوسہ اس کے خیال میں گزرے تو اس سے ایسا متنفر ہو کہ گویا اس کے کھانے کے واسطے گندگی کا ٹوکرا اس کے سامنے رکھا گیا ہے اور اسی طرح انبیاء اولیاء بلکہ تمام مسلمانوں کی تعظیم میں کوشش کرے کہ وہ سب اس کے شافع اور ساعی ہوں اور ہر مسلمان کی خاطر داری اور تواضع اور ادب دل سے کرے

اللہ کا مراقبہ

اس مقام پر پہنچ کر وجہ اللہ کا مراقبہ کیا جاتا ہے یعنی اللہ رب العزت کا اپنے بندے کی طرف متوجہ ہونا جیسے کہ قرآن مجید میں آیا ہے اَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰہِ (یعنی جدھر تم منہ کرو وہیں اللہ موجود ہے) مثلاً بندہ اپنی آنکھ اور بینائی میں غور کرے تو بالیقین اس کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے حال پر متوجہ ہو کر میری طرف توجہ کی تو یہ نعمتِ عظمیٰ بینائی چشم کی بلا استحقاق و بلا درخواست و بلا شفاعت مجھ کو

عنایت ہوئی۔ پس اسی طرح سے دوسری ہزاروں نعمتوں کو خیال کرے بلکہ جس قدر چیزیں عالم میں موجود ہیں ان میں غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ ہر ایک شے اسی کے واسطے ایک نعمت ہے اور ہر ایک چیز افلاک سے لے کر خس و خاشاک تک اس کے ساتھ ایک خصوصیت رکھتی ہے پس اس طرح سے اللہ تعالےٰ کی نعمتوں میں غور کرکے ہر دم ان کو پیش نظر رکھے۔

نورِ ازلی پس جب اس طرح سے رحمتِ الٰہی بلا غرض بندہ کی طرف متوجہ ہے تو اسی طرح بندہ کو چاہیئے کہ خداوند تعالےٰ کی طرف محض حصولِ رضا کے واسطے بلا تمنا کسی مرتبہ اور عزت اور جاہ و اقتدار کے، اور بلا توقع حصولِ ثوابِ جنت و نجاتِ عذابِ نار کے اس کی طرف متوجہ ہو چنانچہ اس کا مراقبہ یہ ہے کہ کسی شانِ الٰہی پر متوجہ ہو کر ہر دم اس شان پر ٹکٹکی لگائے رکھے اور زبانِ حال و قال سے اس شان کے کھلنے کا ملتجی رہے پس جب یہ مراقبہ وجہ اللہ کا بخوبی سر انجام کو پہنچیگا تو وہ بندہ مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہو کر ایک نورِ مقدس ازلی جو ہر مومن کے حصے میں آیا ہے اس کو مرحمت ہو جائے گا اور وہی نور عقل کا تخم ہے اور عقل اس تخم کا شجر اور ایمان اس شجر کا ثمر ہے چنانچہ آیہ کریمہ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا میں اس نورِ ازلی کی طرف اشارہ ہے پس اس مراقبۂ وجہ اللہ کے کرنے والوں کو وہ نور پہلے پہل دور سے مثل ستارہ کے چمکتا ہوا دکھائی دینے لگتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ نزدیک ہوتا جاتا ہے آخر کو پیشانی پر بمقام سجدہ پہنچ کر تمام بدن میں پھیل جاتا ہے اور جیسے آدمی نورِ بینائی سے سب ظاہری چیزوں کو دیکھتا ہے ویسے ہی اس نورِ ازلی سے خداوند تعالےٰ کی مرضی یا نامرضی کو معلوم کرنے لگتا ہے۔

پس جب یہ طالب کسی کا کام قصد کرتا ہے یا کسی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس تجلی میں ہر ایک قسم کا تغیر بطور اظہار رضامندی یا نارضامندی حق تعالےٰ کے پیدا ہو جاتا ہے اور بعض کم درجہ لوگوں کا نور قلب سے تجاوز نہیں کرتا وہ لوگ جب قصد کسی کام کا کرتے ہیں پس اگر رضائے الٰہی اس کام سے متعلق ہے تو اس وقت ایک قسم کی بشاشت اور انشراح ان کے دلوں میں اور اس کام کی طرف رغبت خود بخود ان کے اندر پیدا ہو جاتی ہے اور اگر نارضامندی الٰہی اس کام میں شامل ہے تو ایک قسم کا انقباض اور نفرت اس کام کی طرف سے ان کے دل میں لاحق ہو جاتی ہے اور یہ دریافت رضا یا نارضا باری تعالےٰ کی کچھ اجتہاد یا قیاس سے نہیں ہوتی بلکہ بمنزلہ چشم ظاہری کے یہ شناخت ان کو حاصل ہو جاتی ہے اس مقام کے لوازمہ سے ہے خلعتِ مکالمہ سے سرافراز ہونا اور کسی خدمتِ ولایت کا اس کے تفویض ہونا۔

طریقۂ توبہ

منہیاتِ شرعیہ سے اجتناب جو شخص طالبِ راہِ ولایت کا ہو اس کو بعد تہذیبِ اخلاق واداۓ عبادات پہلی چیز جو ضروری ہے وہ توبہ کا حاصل کرنا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ طالبِ راہِ نبوت کو چاہیئے کہ منہیاتِ شرعیہ کو خواہ قبیلِ اعتقادات سے ہوں خواہ قسمِ افعال اور اقوال سے خواہ اخلاق اور ملکات سے خواہ جنسِ افراط و تفریط عبادات سے ہوں۔ ان سب کو قرآن و حدیث سے تنقیح اور تفتیش کرکے ٹھیک کرے اور اس کے بعد خلوت میں بیٹھ کر غور کرے کہ ایسے منعمِ حقیقی اور بے نیازِ تحقیقی کی ناراضگی میرے حق میں کیسی بلا ہوگی جس سے میرا سر سے پاؤں تک احتیاج سے بھرا ہوا ہوں بری اور قبیح ہوگی اور اس خیال کو اپنے ذہن میں ایسا مستحکم کرے کہ اس منعمِ حقیقی کی عظمتِ ناخوشی اس کے ذہن میں جگہ پکڑ لے کہ جب اس کی ناخوشی کا تصور کرے تو اس کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور منہیاتِ شرعی کی بلائی اس کے قلب اور عقل کو گھیرے اور اس کے باطن میں خوف و دہشت پیدا ہو جائے۔

قرآن پاک کی عظمت پس جب اس مراقبہ میں مشق پیدا ہو جائے تو پھر عظمتِ قرآن مجید کا خیال کرے کہ (یعنی قرآن مجید) ایک صفت صفاتِ ازلیہ ربانیہ سے ہے اسکو اس عالمِ امکان میں کسی طرح بھی مناسبت نہ تھی مگر اس رب العزت نے محض اپنی عنایت سے عربی زبان کے لباس میں اس کو نازل فرماکر اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان ایک واسطہ ٹھہرا دیا ہے۔ القصہ اس کلامِ پاک کی عظمت بھی اس کے ذہن میں ایسی مستحکم ہو جائے کہ جس وقت اپنی نظر مصحفِ مجید پر ڈالے تو مارے عظمت کے اس کی آنکھیں چندھیا جائیں اور اس کا سینہ پاش پاش ہو جائے۔

توبہ کرنے کا طریقہ پس جب اس کلامِ پاک کی عظمت بھی کما حقہٗ جگہ پکڑ لے تو اس وقت توبہ کا قصد کرے کہ کسی مبارک دن میں مثل جمعہ یا عرفہ کے مصحفِ مجید کو ساتھ لے کر کسی خالی مکان میں داخل ہو اور جنابِ باری تعالیٰ میں بہت عاجزی سے عرض کرے کہ بارِ خدایا میں ہر طرح سے عاجز ہوں اور تو ہر چیز پر قادر ہے توبہ جو کہ قدمِ اوّل راہِ نبوت کا ہے مجھ کو عنایت فرما اور میری بے لیاقتی پر نظر نہ کر کیونکہ لیاقت دینا بھی تیرے ہاتھ میں ہے بموجب بیت ؎

تو گر ساقی شوی در و تنگ ظرفی نمی آید بقدرِ بحر باشد وسعتِ آغوشِ ماحلہا

اس کے بعد صلوٰۃ التسبیح گناہ زائل ہونے اور حصولِ توبہ کی نیت سے نہایت خشوع اور خضوع اور حضوریٔ قلب سے ادا کرے۔ بعد ادائے نماز و بجا انعاماتِ حق اور اللہ کی ناخوشی اور غضب کے برے نتائج اور منہیات شرعیہ سے اپنی کمال بیزاری اپنے دل میں حاضر کرے اگر اس وقت عظمت اور خوفِ الٰہی اس پر ظاہر اور غالب ہو کر اس کے خیال اور قلب اور وہم اور ظاہر و باطن کو گھیرے تو بہتر ورنہ پھر کسی دن باقاعدہ مذکورہ بالا عمل کرے اور جس دن وہ حالت پیدا ہو جائے تو اسی اثناء میں کلام مجید کی عظمت اور اسی کو ایک درمیانی واسطہ اپنے اور اللہ ربّ العزت کے درمیان ایسے چست طور پر ملاحظہ کرے کہ سینہ اس کا اس خیال سے بھر جائے اس وقت تعظیمِ قلبی کے ساتھ ایک نظر مصحفِ مجید پہ ڈال کر کہے کہ بارِ خدا میں نے اس تیرے کلام پاک کو تیرے حضور میں اپنا شفیع کیا اور اس حبلِ متین کے ساتھ میں نے اپنے کو مضبوط باندھا۔ پھر سارے گناہوں سے توبہ کرکے اور قرآن مجید کو ایک توسّل قرار دے کر زبان سے عرض کرے بارِ خدایا تیری عنایت پر توکّل اور بھروسا کرکے اتّباعِ شریعت کو ہر حال میں میں نے اپنے اوپر لازم کر لیا اور جانبِ شرع کو اپنے نفس اور جان و مال اور آبرو اور فرزند و عیال اور استاذ اور پیر اور آقا غرض تمام مخلوقات پر میں نے ترجیح دی اے بار خدا میں عاجزِ محض ہوں تیری عنایت پر توکّل کرکے اس امرِ عظیم کا التزام میں نے اپنے اوپر کر لیا ہے پس تو محض اپنے کرمِ عمیم سے اس عہد کو مجھ سے پورا کرا۔

بعد ازاں اس ملکہ اور اقرار کا ہمیشہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ ایسے شہنشاہِ عالیجاہ سے میں نے عہد باندھا ہے مبادا اس میں سر مو فرق ہو کر داغ نقضِ عہد کا دائم میری پیشانی پر لگ جائے۔ اس کے بعد اگر ممکن ہو تو اس توبہ کو کسی ایسے بزرگ کے ہاتھ پر جو اتّباعِ قرآن و حدیث اور اجتنابِ بدعات میں اس زمانے میں مشہور ہو ظاہر کرے لیکن ہر حال میں قرآن مجید کو مرشدِ حقیقی اور اس بزرگ کو شیخ ظاہری خیال کرے۔

ذکرِ ایمانی اور مراقبۂ ایمانی کی مشق

جب طالب راہِ نبوت کو مقامِ توبہ میں کامل رسوخ حاصل ہو جائے تو ذکرِ ایمانی اور مراقبۂ ایمانی کی جیسے اوپر مذکور ہوا مشق پیدا کرے اور اس ذکر سے کچھ کثرتِ ذکر یا مجاہدۂ نفس یا ضبطِ اوقات مراد نہیں ہے مگر وہ حالت جو اوپر مذکور ہوئی اس میں پیدا ہو جایا کرے اور یکبارگی ایسی کثرت بھی نہ کرے جس سے طبیعت ملول ہو جائے بلکہ بتدریج نفس کو اس کا عادی بنائے

پس اسی طرح سے کچھ وقت ذکر میں اور کچھ وقت فکر میں صرف کیا کرے اور اس کے عمدہ مؤیدات سے خلق اللہ کی خدمت کرنا ہے۔ خصوصاً تیموں اور مسکینوں اور مفلسوں اور مریضوں اور محتاجوں کی اور حبِ ایمانی اپنے کمال کو پہنچے گی تو منزلِ فنا ارادہ کو جو اس طریق کی اظہر علامت ہے پہنچ جائیگا اور فنا ارادہ کی بھی اس طریق میں دو قسم ہیں۔ ایک وہ جو مبادیٔ سلوکِ راہِ نبوت میں حاصل ہوتی ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ اپنے ارادہ کو حق تعالیٰ کے ارادہ کا تابع کر دے۔

مراقبۂ عظمت دوسرے جو انتہائے سلوک میں سالکین کو نصیب ہوتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ برائے انتظار در ود امر از جانب مولائے خود اپنے ارادہ کو معطل کر دے اور ان بزرگوں پر رحمتِ ربانیہ اور حکمتِ یزدانیہ منکشف ہو جاتی ہے اور جو حکم مولا کی طرف سے صادر ہوتا ہے اسی کو چستی اور چالاکی سے عمل میں لاتے ہیں اور جب فنا ارادہ اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو ایسے بزرگ زمرۂ محدثین اور شہداء میں داخل ہو جاتے ہیں اس کے بعد مراقبۂ عظمت اختیار کرے اور معیت اور قربِ علمی کو اپنے پیشِ نظر رکھے پس ہر حرکت اور سکون جو اس سے یا اس کے غیر سے صادر ہو خیال کرے کہ حق تبارک وتعالےٰ اس کو جانتا اور دیکھتا ہے اور اپنے تئیں خلوت اور جلوت بلکہ ساری حالتوں میں تنہا نہ رہ جائے اور اس کا خیال ایسا ہو جائے کہ گویا اس کے ہمراہ ہر وقت ایک ایسا شخص موجود ہے جو علاقۂ پدری اور علاقہ تربیت اور ولایت اور علاقۂ سلطانی و آقائی و آبائی واستادی و پیری اور نیز علاقۂ محبت اس کے ساتھ رکھتا ہے۔ محض قرب وجودی پر اکتفا نہ کرے۔ بلکہ یہ بھی ذہن نشین کرلے کہ وہ شخص دیکھ کر اور سن کر مطیع کی اطاعت اور مخلص کا اخلاص قبول فرماتا ہے اور اس پر تحسین و آفرین کرتا ہے اور قرب وجاہت دنیا میں اور ثوابِ جزیل عقبیٰ میں عطا فرماتا ہے اور گناہ گار کے گناہ دیکھ کر اس پر لعنت ونفرین کرتا ہے اور ذلت وخواری دنیا میں اور عذابِ شدید عقبےٰ میں کرتا ہے اور نکتہ گیری اور نکتہ نوازی اس کی شان ہے۔

مراقبۂ عظمت کا کمال اور یہ اذعان اس طرح اس پر غالب آئے کہ اس شخص کی مانند اس کا حال ہو جائے کہ جس کو کسی نے پکڑ کر دریائے ذخار کے اوپر لٹکا رکھا ہے پس جب وہ شخص دریا کو دیکھتا ہے تو معلوم کرتا ہے کہ میں گرا اور غرق ہوا اور جب آسمان کو دیکھتا ہے تو وہاں تک اپنا پہنچنا محال نظر آتا ہے پس نجات اور حیات اپنی اس شخص کے سوائے جس نے اس کو لٹکا رکھا ہے کسی کے ہاتھ میں نہیں دیکھتا پس تہ دل سے جانتا ہے کہ جب تک میرا ہاتھ

پکڑے ہوئے ہے امواجِ بحرِ زخّار اور گردبادِ ہوا مجھ کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتی اور جب اس نے میرا ہاتھ چھوڑا تو ہر ایک چیونٹی، مکھی اور ایک چھوٹی سی موجِ دریا اور ایک ہلکا سا جھونکا میری ہلاکت کے لئے کافی ہے اسی واسطے اس طریق کے بزرگان نے سلاطین جابرہ سے اپنے مددگاروں کی قلت کے باوجود کھلم کھلا مقابلہ کیا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ اور ہارون علیہ السلام کا مقابلہ فرعون جیسے زبردست بادشاہ سے مشہور ہے اور اس جزو زمان میں جب مقدمۂ خادمانِ سید صاحبؒ عدالتِ انبالہ میں پیش ہوا تو وہ مسلمان ملزم بھی بلا خوف ایسی بہادری اور جرأت سے حاکمِ عدالت کو جواب دیتے رہے جن کو سن کر سامعین حواس باختہ ہوئے جاتے تھے پس جب مراقبہ عظمت کا اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو توکّل کی اصل اور روح ان کے ہاتھ آجاتی ہے اور بعض بزرگ اس مقام پر اہلِ خدمات سے مقرر ہو جاتے ہیں۔

میں نے یہاں تک سلوکِ راہِ نبوت اور سلوکِ راہِ ولایت کا ایک لبِّ لباب آپ کی تعلیماتِ عجیبہ سے منتخب کر کے لکھدیا ہے جس کو زیادہ شوق ہو وہ صراطِ مستقیم آپ کے اصلی ملفوظات کا ملاحظہ کرے۔

باب ۶

سکھوں سے جنگ

سید صاحبؒ کی جہاد کے لئے روانگی!

اب میں آپ کی درویشانہ تعلیمات کو بیان کرنے کے بعد آپ کی سپاہیانہ اور بہادرانہ کارروائیوں کا ذکر شروع کرتا ہوں۔ ناظرین نے اس سوانح کے شروع میں پڑھا ہوگا کہ اس سفرِ جہاد سے سات برس پہلے جب آپ نے بمقام رام پور چند نو واردا انگریزوں کی زبانی کئی مسلمان عورتوں کو سکھوں کا زبردستی فرار کر کے اپنی بیویاں بنا لینے کا حال سنا تھا اسی وقت حمیتِ اسلامی اور دردِ ایمانی سے آپ کا خون جوش مار رہا تھا اور آپ دل سے چاہتے تھے کہ کسی طرح مسلمانانِ پنجاب کو سکھوں کے ہاتھوں سے نجات حاصل ہو اب ادائے حج کے بعد جب کسی قدر مسلمان آپ کے ساتھ سر دینے کو تیار ہو گئے تو آپ نے محض فی سبیل اللہ سکھوں کی ایک زبردست قوم سے جن سے اس وقت انگریزی سرکار بھی احتیاط کرتی تھی جہاد کرنے اور مسلمانانِ پنجاب کے واسطے اپنی جان دینے کا ارادہ کیا اس وقت آپ کے ساتھ تقریباً دس بارہ ہزار ہندوستانی جاں نثار ہو گئے تھے جنھوں نے آپ کے پسینہ پر اپنا خون بہانے کا عہدِ واثق آپ کے ساتھ کر لیا تھا ۱۲۴۱ھ کے شروع میں آپ براہِ تھانیسر (جائے ولادت جامعِ کتاب ہذا) مالیر کوٹلہ۔ ممدوٹ۔ بہاولپور۔ حیدرآباد سندھ۔ شکارپور۔

جاگن۔ خان گڈھ۔ درۂ ڈھادر۔ درۂ بولن۔ پشین۔ قندہار۔ کابل پھر خیبر کے راستے پنجاب کے راستہ داخل ہو کر پشاور آئے اور پشاور سے ہشت نگر واقع ملکِ یوسف زئی میں پہنچ کر کچھ عرصہ تک موضع خویشگی میں ٹھیرے پھر نوشہرہ میں ٹھہرے۔

سید صاحبؒ کا احترام

مورخوں نے جو آپ کے ہمراہ رکاب تھے آپ کے اس دورِ دراز سفر کے ہر ایک مقام کا حال اور ہر ایک مقام پر ہزارہا خلقت کا آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے آپ کی اطاعت کرنا بڑی وضاحت اور صراحت کے ساتھ لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان جنگی اقوام میں سے جو آپ کو راستے میں ملی تھیں لاکھوں خلقت آپ کے ساتھ سر دینے کو تیار ہو گئی تھی جب آپ ملکِ یوسف زئی میں پہنچے تو ملک کے تمام مرد اور عورت مثل پروانہ کے آپ پر فدا ہونے لگے جس شتر پر آپ سوار ہو کر وہاں پہنچے تھے ہزارہا عورتیں اس کی زین پوش کے جھاڑ تبرکاً لے گئیں اور جب تار باقی نہ رہے تو اونٹ کے بال تبرکِ خلائق بن گئے اور کوئی اونٹ کے نیچے کی خاک اپنے سر اور آنکھوں کو ملتا تھا پہلا مقام ہشت نگر میں ہوا جہاں تین تین غازیوں میں ایک ایک تاملوٹ غلہ بطورِ رسد تقسیم ہوا اس عسرت کے باوجود پھر بھی ہر شخص نہایت شاداں و فرحاں تھا۔ سید صاحبؒ نے جماعتِ مجاہدین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم لوگ کھانے پینے کی نسبت کچھ تشویش اور فکر نہ کرو وہ پیدا کرنے والا ... خزانۂ غیب سے تم کو برابر روزی پہنچائے گا۔

بوقتِ شب شعار مقرر ہو کر ہر ایک سردار کو اس سے اطلاع دی گئی سب غازی بلا امتیازِ مراتب مثلِ پروانہ آپ کے گرداگرد بسترے کر کے سو رہے۔ بوقتِ تہجد سارے لشکر نے اٹھ کر نماز پڑھی اور حضرت کی دعا میں شریک ہوئے۔ طلوعِ آفتاب کے بعد سردار سید محمد خاں برادرِ خورد امیر دوست محمد خان بہت سے آدمیوں کے ساتھ آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے

سردار بدھ سنگھ کی اکوڑہ میں آمد

جب آپ کے ارادے اور جمعیتِ لشکر کی خبر لاہور کے دربار میں پہنچی تو سردار بدھ سنگھ معہ دس ہزار لشکر کے آپ کے مقابلہ کے واسطے بھیجا گیا اس سردار نے بمقام اکوڑہ جو نوشہرہ سے سات آٹھ کوس پر واقع ہے اپنا لشکرگاہ قائم کیا۔ لشکرِ مجاہدین اور لشکرِ سکھوں کے درمیان دریائے لنڈہ حائل تھا۔

سید صاحبؒ کی سکھوں کو مشروط پیشکش

سید صاحبؒ نے جدال و قتال شروع

کرنے سے پہلے ایک تحریری اعلام نامہ دربارِ لاہور کو حسبِ قاعدۂ شریعت اس مضمون کا بھیج دیا "یا تو تم اسلام قبول کرو۔ اس وقت ہمارے برابر ہو جاؤ گے اور ہم بجائے جنگ و جدال کے ہر طرح تمہاری اعانت کریں گے۔ کسی کو جبراً اسلام میں داخل کرنے کا حکم نہیں ہے۔ اگر تم کو بخوشی اسلام قبول کرنا منظور نہ ہو تو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ تم اپنے وطن و مذہب پر قائم رہ کر ہماری اطاعت اختیار کر کے جزیہ دینا قبول کرو اس حالت میں بھی جب تک تم مطیع رہو گے ہم تمہارے جان و مال کی حفاظت مثل اپنے جان و مال کے کریں گے۔ اور اگر یہ دونوں امر مذکورہ بالا تم کو منظور نہ ہوں تو پھر جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ اور یہ بھی یاد رکھو کہ گو ہم اس وقت تعداد میں تھوڑے ہیں مگر ملک یاغستان اور سارا ہندوستان راہِ خدا میں جان دینے کو تیار ہے اور ہم لوگ موتِ شہادت کو ایسا دوست رکھتے ہیں جیسا تم شراب کو۔" دربارِ لاہور نے براہِ نخوت اس اعلام کا کچھ جواب نہیں دیا بلکہ اعلام لانے والے قاصد کو دربار سے نکلوا دیا اس سبب سے اب جنگ کی تیاری شروع ہوئی۔

سردار بدھ سنگھ کے جاسوس کی سید صاحبؒ کی بیعت

سردار بدھ سنگھ نے شمشیر نامی ایک مسلمان کو بطمع اپنا جاسوس بنا کر سید صاحبؒ کے لشکر میں جاسوسی کی غرض سے خبریں لانے کے لئے بھیج دیا قندھاریں کی ایک جماعت نے جو دو سو آدمیوں کے قریب آپ کے لشکر میں تھے اس جاسوس کو گرفتار کر کے سید صاحبؒ کے حضور میں حاضر کیا جب سید صاحب نے بوقتِ شب اس کو تنہائی میں لے جا کر پوچھا تو اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ مجھ کو سردار بدھ سنگھ نے جاسوس مقرر کر کے بھیجا ہے مگر اب میں بری نیت سے تائب ہو کر حضور کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں اور اب لشکرِ اسلام کی جاسوسی کی بجائے لشکرِ کفار کی خبریں حضور میں لایا کروں گا چونکہ آپ کے مزاج میں رحم بھرا ہوا تھا آپ نے اس کو معاف کر کے معرفت اللہ بخش جمعدار بوقتِ شب سردار بدھ سنگھ کے لشکر میں صحیح سلامت بھجوا دیا۔

امیر خاں رئیس اکوڑہ کی اطاعت

دوسرے دن صبح کو امیر خاں سردارِ قوم خٹک رئیسِ اکوڑہ سید صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پہلے اس نے سید صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت کی پھر عرض کیا کہ خواص خاں پسرِ

فیروز خاں میرا بھتیجا جو مدت سے میرا مخالف ہے سردار بدھ سنگھ کو ترغیب دے کر چڑھا لایا ہے سردارِ مذکورہ اکوڑہ میں مقیم ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ ملکِ سمہؔ میں آکر لشکرِ اسلام سے جدال و قتال شروع کرے سو سردار بدھ سنگھ کا ملک سمہؔ میں بڑھ آنا بہتر نہیں ہے بلکہ مصلحتِ وقت یہ ہے کہ اگر بندگانِ عالی کے نزدیک مناسب ہو تو لشکرِ اسلام پیش قدمی کر کے دریائے لنڈہ سے پار اتر کر اس کی پیشقدمی کی مزاحمت کرے اس مصلحت کو سید صاحب نے پسند کر کے ہشت نگر سے کوچ کیا۔ اکوڑہ کی جانب موضع خویشگی میں قیام فرمایا لیکن خویشگی ایک چھوٹا سا گاؤں تھا وہاں دو ایک وقت کی رسد کا پہنچنا بھی دشوار تھا یہاں تک کہ رسد نہ ملنے کی وجہ سے اس شام کو لشکر میں فاقہ کی نوبت پہنچ گئی تب آپ نے فضل الٰہی پر بھروسہ کر کے جنابِ باری میں مومنین کے لئے روزی پہنچانے کی دعا کی دعا کو ختم ہوئے تھوڑا عرصہ ہوا تھا کہ عشاء کی اذان کے وقت ایک اجنبی آدمی نے سید صاحبؒ کے حضور میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ایک کشتی آٹے سے بھری ہوئی دریا کے کنارے موجود ہے آپ اپنے آدمی بھیج کر آٹا منگوا لیجئے۔ آپ نے چند آدمی آٹا لانے کے لئے بھیج دیئے اور بقیہ آدمیوں کے ساتھ نمازِ عشاء باجماعت پڑھی تقریباً پندرہ من پختہ آٹا کشتی سے آیا سید صاحبؒ نے اس آٹے میں سے تھوڑا سا آٹا اٹھا کر برکت کی دعاء مانگ کر پھر اس آٹے کو انبار میں ڈال دیا اور تقسیم کرنے کا حکم دیا گو ایسے لشکرِ کثیر کے مقابلہ میں آٹا بہت کم تھا۔ مگر سید صاحبؒ کی دعا کی برکت سے سارے لشکر کی ضرورت پوری ہو گئی اور سب نے خوب سیر ہو کر کھایا۔

جنگِ اکوڑہ

مجاہدین کی فوجی ترتیب اس وقت آپ کا لشکر آٹھ جماعتوں یا پلٹنوں میں منقسم تھا جماعتِ اوّل خاص حضرت امیرالمومنینؒ کی تھی جس کے نائب سردار مولوی محمد یوسف پھلتی تھے اور یہ جماعت ہمیشہ رائٹ ونگ یعنی لشکر کا میمنہ رہا کرتی تھی جماعت دوم مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ کی تھی یہ جماعت ہمیشہ ایڈوانس گارڈ یعنی مقدمۃ الجیش رہا کرتی تھی۔ جماعت سوم سید محمد یعقوب صاحب کی تھی اس جماعت کے نائب سردار شیخ بڈھن تھے اور یہ جماعت ہمیشہ لیفٹ ونگ یعنی لشکر کا میسرہ رہا کرتی تھی۔ جماعت چہارم اللہ بخش

خاں صاحب کی تھی یہ جماعت ہمیشہ ریئر گارڈ یعنی ساقۃ العسکر رہتی تھی۔ پانچویں جماعت کے سردار ملا لال محمد قندھاری تھے۔ چھٹی جماعت کے سردار ملا قطب الدین ننگرہاری۔ ساتویں جماعت کے سردار میرزا احمد بیگ پنجابی۔ آٹھویں جماعت کے سردار جعفر خاں قندھاری تھے یہ چاروں جماعتیں آخرالذکر قلبِ لشکر میں تعینات رہتی تھیں۔ ان جماعتوں کے سوا مجاہدین کا ایک گروہ بطور ڈپو یعنی فاضل معین لشکر کا رہتا تھا جن کا کام خیمے کھڑے کرنا اور متفرق کام تھے سید صاحبؒ مع وزراء خود قلبِ لشکر میں چلا کرتے تھے۔ لشکر خویشگی سے کوچ کر کے نوشہرہ میں پہنچا۔

مجاہدین کو مسلح رہنے کا حکم

لشکرِ اسلام کے نوشہرہ پہنچتے ہی جاسوسوں نے یہ خبر حضور میں پہنچائی سردار بدھ سنگھ مع لشکر کفار کے اکوڑہ میں داخل ہو گیا ہے اور لشکرِ اسلام پر حملہ کی تیاریاں کر رہا ہے اس وقت سید صاحب نے حکم دیا کہ کوئی آدمی کمر نہ کھولے بلکہ ہر شخص مسلح رہے اور سورج غروب ہونے سے پہلے ہر آدمی اپنے کھانے پینے سے فارغ ہو جائے سید صاحبؒ نے بوقتِ ظہر اپنے مشیروں سے مشورہ کر کے سب جماعتوں میں سے جوان، تندرست اور چست چالاک اور شجاع آدمیوں کو منتخب کر کے ایک سریہ تیار کیا۔ اللہ بخش خاں جمعدار کو اس سریہ کا امیر مقرر کر کے اپنی دستارِ مبارک ان کے سر پر بندھوا دی اور فرمایا کہ تم تھوڑے سے آدمیوں کو بطور طلایہ لے کر دریا کو عبور کر کے اس کنارۂ دریا پر قیام گاہ مقرر کر آؤ۔

مجاہدین کی اکوڑہ کی جانب پیشقدمی

چنانچہ جمعدار مذکور بعد عبور قیام گاہ لشکر مقرر کر کے پھر نوشہرہ کو لوٹ آیا اور لشکر آہستہ آہستہ پار اترنے لگا جب سب آدمی سریہ کے عبور کر چکے تو جمعدارِ مذکور بھی حضرت سے آخری رخصت حاصل کر کے شریک سریہ ہو گیا حضرت نے جمعدار سریہ کو یہ بھی فرما دیا کہ جب تم آگے بڑھنے لگو تو ہر ایک آدمی کو گیارہ گیارہ بارہ بارہ سو لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ پڑھنے کا حکم دو اس سریہ میں تقریباً نو سو آدمی تھے اور سردار بدھ سنگھ کا لشکر اس سے دس گنا یعنی نو ہزار سے بھی زیادہ تھا۔ جب یہ سریہ لشکرِ اسلام سے جدا ہونے لگا تو ہر ایک آدمی شہادت کی موت کا دل سے خواہاں تھا۔ ہر آدمی نے اپنے اپنے ساتھیوں سے قصور معاف کرا کے یہ وصیت کی تھی کہ زندگی ہے تو یہاں ورنہ میدانِ حشر میں پھر ملاقات ہو گی آدھی رات کے

قریب یہ سریّہ جانب اکوڑہ روانہ ہوا۔

مجاہدین کی سکھوں سے پہلی جنگ

اس تاریک شب میں ملکی آدمی اس کے رہبر تھے واقعہ ۲۰ رجادی الاولیٰ ۱۲۴۲ھ مطابق ۲۱ر دسمبر ۱۸۲۶ء یہ پہلی جنگ سکھوں سے ہوئی۔ دو تین گھڑی رات باقی رہے یہ سریہ لشکر گاہ دشمن پر بمقام اکوڑہ پہنچ گیا اور وہاں جاکر دیکھا کہ سکھوں نے اپنے لشکر کے چاروں طرف خار بندی کر رکھی ہے جب یہ سارا سریّہ دشمن تک جا پہنچا تو دفعتاً سارے لشکر نے باواز بلند تکبیر کہہ کر یکبارگی خاربندی کے اندر حملہ کیا۔ دشمن سراسر غافل تھے۔ آوازِ تکبیر نے ان کو خواب غفلت سے جگایا جب حملہ آور لشکر خاربندی کے اندر داخل ہوا تو سب سے پہلے ایک سنتری نے بندوق چلائی جس سے شیخ باقر علی عظیم آبادی سب سے اوّل شربت شہادت نوش کرکے زمین پر گر پڑے اس وقت سب غازی سکھوں کے قتل میں معروف ہوئے ملکی لوگ جو ساتھ گئے تھے لوٹ پر ٹوٹ پڑے ہر ایک غازی نے بقدرِ ہمّت وجرأت خوب دادِ شجاعت دے کر صدہا سکھوں کو واصلِ جہنم کیا چنانچہ عبدالمجید خاں جہاں آبادی کے ہاتھ سے چودہ ۱۴ کافر مارے گئے چودھویں وار ان کی تلوار بھی ٹوٹ گئی۔ مگر انھوں نے پھرتی سے مولوی احمد دین صاحب سے جو دو تلواریں باندھے ہوئے تھے ایک تلوار لے کر قطع و برید شروع کی۔ چنانچہ اس دوسری تلوار سے بھی انھوں نے بہت سے کافروں کو مارا۔ عبداللہ یا ہدایت اللہ مخنث نے جس کا قصہ اوپر بیان ہو چکا ہے سات آٹھ کافروں کو تہ تیغ کیا اللہ بخش و شمشیر خاں و غلام رسول خان وحید رخاں و شیخ ہمدانی و ملی حسن و شیخ بڈھن و شیخ رمضان نے بڑی دادِ شجاعت دی۔

کفّار کے توپ خانے پر قبضہ

یہ سب شجاعانِ لشکرِ اسلام مثل شیر جس طرف حملہ کرتے تھے خون کی ندیاں بہادیتے تھے انکی آوازِ تکبیر سے کافروں کو غش آجاتا تھا۔ لشکر کفّار میں بھگدڑ مچ گئی غازیوں نے لشکرِ کفّار کے توپخانہ پر بھی حملہ کیا اور قبضہ کرلیا گولہ انداز کے ہاتھ سے جلتی ہوئی مہتابی چھین لی اس ہڑبڑاہٹ میں خود سردار بدھ سنگھ نہایت تیزی سے اپنے خیمے سے نکل کر بھاگ گیا اس وقت ملکی لوگ کفّار کا مال لے کر بھاگ رہے تھے جس سے مجاہدین کی ترتیب جنگ ابتر ہو گئی سردار بدھ سنگھ نے موضع اکوڑہ میں پہنچ کر نقّارہ بجوانا شروع کیا جس سے سکھوں کا پراگندہ لشکر جمع ہو گیا۔ تب سکھوں کی قواعددان پلٹنوں نے جمع ہو کر چند باڑھیں حملہ آوروں پر

ایسی ماریں کہ جس سے اکثر شجاع تلوار باز پیش رو مجاہد شہید ہو گئے۔

جمعدار اللہ بخش کی شہادت

اس موقع پر اللہ بخش جمعدار نے چاہا تھا کہ خار بندی سے باہر نکل جائیں مگر دوسرے تشنگانِ شہادت نے ان کو للکارا اور شرم دلائی اور اسی دم معہ پچاس ساٹھ آدمیوں کے مثلِ شیر کے پھر لوٹ پڑا اسس وقت دونوں لشکروں میں دست بدست جنگ شمشیر بازی و نیزہ بازی کی شروع ہوئی اللہ بخش خاں جمعدار نے پیٹھ نہ موڑی بلکہ اپنے ہمراہیوں سمیت اس میدان میں کام آیا اس عرصہ میں صبح نمودار ہونی شروع ہوگئی تھی اس وقت اکبر خاں کے حکم پر لشکرِ مجاہدین خار بندی کفار سے باہر نکل آیا لشکرِ کفار نے خار بندی سے باہر قدم رکھ کر تعاقب کا ارادہ نہیں کیا بلکہ اپنی جان کا بچانا غنیمت سمجھا۔ مجاہدین کے لشکر نے خار بندی کفار سے دو میل دور ہٹ کر اذان اور اقامت سے نمازِ صبح ادا کی اور ایک گھڑی دن چڑھے کے قریب یہ لشکر مظفر و منصور کنارۂ دریائے لنڈہ پر آگیا۔ جس کے دوسرے کنارے پر سید صاحب اسکے خیر مقدم کے لئے منتظر تھے اسی دم کیفیتِ جنگ اور حالِ شہداء من و عن سید صاحبؒ کے حضور عرض کیا حضرت نے شہداء کے واسطے دعائے خیر کر کے مجروحین کی مرہم پٹی اور تیمارداری کا حکم دیا سردار بدھ سنگھ اسی دن خوف کے مارے اکوڑہ کو چھوڑ کر تین کوس پیچھے ہٹ کر سیدو نام ایک بستی میں جا اترا۔

جنگ اکوڑہ کے شہدا کے اسمائے گرامی

اس پہلی جنگ میں حسب ذیل ۲۷ نفر ہندوستانی مجاہدین شہید اور قریب ۳۵ آدمیوں کے مجروح ہوئے اور سکھوں کے لشکر کے سات سو آدمی جان سے مارے گئے اور اسی قدر زخمی ہوئے شہدائے اکوڑہ کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

اللہ بخش خاں مورانوی، امیر سریہ شیخ باقر علی قاسم علہ، عبد المجید خاں جہاں آبادی شمشیر خاں جمعدار مورانوی، شیخ بڈھن، شیخ رمضانی مورانوی، شیخ ہمدانی خالص پوری، علی حسن گنگوہی۔ غلام حیدر خاں خالص پوری، غلام رسول خاں خالص پوری، خدا بخش خاں ممبئی شادل خاں خیرآبادی، کریم بخش بڈھانوی۔ میاں جی احسان اللہ بڈھانوی، شیخ معظم جگدیش پوری، دین محمد رہرستانوی بیسواڑہ، عباد اللہ میو، قاضی طیب، امام خاں خیرآبادی، اولاد علی ماڈھوی، ہمایوں بیگ لکھنوی، امام الدین خاں رام پوری، باز خاں خالص پوری، سید محمد لہاروی، محمد کمال خورم پوری، فہیم خاں حسین پوری بڈھانوی، سید عبد الرحمٰن سیالی، شیخ

مخدوم مسجد فتحپوری دہلوی، غلام نبی خاں گوالیاری، عبدالرزاق دیوبندی، جواہر خاں لکھنوی منور خاں ملیح آبادی، عبدالجبار موہانوی، حیات خاں بریلوی برکت اللہ بنگالی، سید عبدالرحمٰن سندھی، حسن خاں سندھی۔

سردار بدھ سنگھ کا فرار سردار بدھ سنگھ اس جنگ کی وجہ سے اسقدر ہراساں ہوا تھا کہ وہ لاہور بھاگ جانا چاہتا تھا۔ مگر قلعہ دار اٹک نے اسے منع کیا اور کہا کہ تمہارے بھاگ جانے سے لشکر خلیفہ خیرآباد اور اٹک تک پہنچ کر اس ملک کو اپنے قبضہ اور تصرف میں کرے گا

ایک مذہبی ناتجربہ کار گروہ کی سکھوں کی قواعددان دس گنی فوج کے مقابلہ میں یہ پہلی جنگ تھی کہ جس کا تہلکہ لاہور تک پڑ گیا۔ مسلمانوں کے دل بڑھ گئے بڑی بڑی امیدیں قائم ہو گئیں اگرچہ مسلمانوں کے بڑے بڑے نامی شجاع اس جنگ میں کام آئے مگر بہرحال مسلمانوں کا شہرہ اس جنگ نے تمام ملک میں پھیلا دیا۔ ملکی سردار جوق در جوق آکر مبارکباد دینے لگے ہندوستان کو اس فتح نمایاں کی نوید لکھ کر روانہ کی گئی۔

خادی خاں کی اطاعت اس جنگ کے دو روز بعد خادی خاں سردار قلعہ ہنڈ نے آکر حضرت سے بیعت کی اور سب لشکر کو مع حضرت کے ہنڈ لے گیا ہنڈ ایک بادشاہی وقت کا پرانا قلعہ دریائے اباسین کے کنارے پر نہایت رونق اور پرفضا مقام تھا اسی جگہ لشکر مجاہدین کا قیام ہوا۔ اس وقت لشکر مجاہدین کی تعد قریب پانچ ہزار آدمیوں کی تھی۔

شبخون حضرو

حضرو کا بازار اسی مقام پر اباسین کے دوسرے کنارے پر تین چار کوس کے فاصلہ پر حضرو نامی بازار واقع تھا جس میں نہایت مالدار مہاجن کاروبار کرتے تھے۔ یہ حضرو بازار سکھوں کے قبضہ میں تھا۔ حضرو کے قریب سکھوں کی ایک گڑھی تھی جس میں ایک توپ رکھی ہوئی تھی۔ اسی سے اس گھاٹ اور بازار کی نگرانی کی جاتی تھی۔

خادی خاں اور اس نواح کے دوسرے سرداران نے سید صاحبؒ سے عرض کیا کہ بازار

حضرو ہر قسم کے مال و اسباب سے بھرا ہوا ہے اور سکھوں کا ایک مرکز ہے اگر بوقتِ شب اس بازار پر ایک سریّہ بھیجا جائے تو بہت مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آئے گا۔ سید صاحبؒ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ بمقام اکوڑہ بہت سے غازی شہید اور مجروح ہو گئے اور ہمارے ساتھی ابھی تک اس ملک کی راہ و رسم اور نشیب و فراز سے بھی واقف نہیں ہیں۔ اگر تم کو یہ کام کرنا منظور ہے تو تم خود کر سکتے ہو۔ ان لوگوں نے حضرت کی زبانِ مبارک سے اشارۂ اجازت پا کر عرض کیا کہ ہمارا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہندوستانی مجاہدین کی ہم کو مدد ملے۔ آپ ہمارے واسطے دعا فرمائیں ہم اس کام کو بخوبی انجام دے لیں گے۔ اس گفتگو کے بعد ملکیوں نے شب خون حضرو کی تیاری شروع کی۔ ہندوستانی مجاہدین میں سے ایک آدمی بھی شریک نہیں ہوا۔ مگر قندھاریوں میں سے کہ وہ بھی لالچی افغان تھے چھیالیس آدمی حضرت سے اجازت طلب کر کے شریک ہو گئے مگر سید صاحبؒ نے اس شرط پر قندھاریوں کو اجازت بخشی تھی کہ اگر اس بازار اور قریہ میں کوئی مسلمان ہو اور وہ دعوتِ جہاد سے ناواقف بھی ہو اس کی جان و مال کو گزند نہ پہنچانا۔

حضرو پر شب خوں

جب ایک تہائی رات گزر گئی اس ملکی سریّہ نے کشتیوں کے ذریعہ اور جالوں اور شناس کے ذریعہ اباسین سے پار اتر کر آدھی رات کے قریب بازار حضرو پر شب خوں مارا اور خوب مال لوٹا۔ جب سید صاحبؒ نمازِ صبح سے فارغ ہوئے اس وقت ایک آدمی مع ایک عمدہ گھوڑے کے سید صاحبؒ کے حضور حاضر ہوا اور حضرو اور گڑھی کی فتح کی مبارک باد دے کر کہا کہ قندھاریوں نے تسخیر کرنے کے بعد بازار حضرو کے گڑھی اور دشمن کی توپ پر بھی قبضہ کر لیا ہے اور یہ گھوڑا اسی مالِ غنیمت میں سے بطورِ ہدیہ حضور کے پاس بھیجا ہے۔ سید صاحبؒ نے اس ہدیہ کو قبول فرما کر پھر اسی لانے والے کو واپس عنایت کر دیا جب صبح روشن ہوئی تو دیکھا گیا کہ بازار حضرو کی طرف سے ولایتی لوگ بہت سامان سروں پر رکھے چلے آتے ہیں اور ان کے پیچھے قندھاریوں کی جماعت بھی جو اس حملہ میں شریک ہوئی تھی بھاگتی اور بندوقیں سر کرتی ہوئی چلی آتی ہے پھر دیکھا کہ ان قندھاریوں کے تعاقب میں پندرہ سولہ سکھوں کے سوار بندوقیں چلاتے ہوئے بڑے جوش و خروش سے آ رہے ہیں اباسین سے تھوڑے فاصلہ پر قندھاریوں نے ایک چھوٹی سی نہر کے کناروں کی آڑ پا کر ان دشمنوں کے سواروں کو روکنا چاہا۔ وہ سوار مخالفین تھوڑی دیر کے لئے رُکے تھے کہ اس عرصہ میں قریب پانچ سو سوار اور پیادوں کے دشمن کے جا بجا سے جمع ہو کر اپنے پندرہ سواروں کی مدد کو آن پہنچے

اس پچھلی کمک کی فوج کے ساتھ دو شاہین بھی تھیں۔ مگر اس فوج نے ان قندھاریوں اور پندرہ سواروں کو اپنے حال میں چھوڑ کر ان ملکیوں پر جو مال مفروقہ لے کر آگے بڑھ گئے تھے شاہین چلانا شروع کیا۔ ملکی لوگ شاہین کی گولیوں سے پراگندہ اور بے قرار ہو کر کوئی شناس پر اور کوئی گھاس کے گٹھے پر سوار ہو کر مع مال مفروقہ پار ہونے لگے ۲۶ نفر قندھاریوں کے سوا دفعِ دشمن پر کوئی بھی متوجہ نہ تھا ملکی لوگ حسبِ عادتِ قدیمہ خود مالِ مفروقہ لے کر بھاگنے لگے ملکیوں کے آگے دریائے قہار اباسین اور پیچھے دشمن کی شاہین تھیں۔ یہاں ملکیوں کو لینے کے دینے پڑ گئے اس افراتفری میں بہت سے ملکی لوگ بدحواس ہو کر مع مال مفروقہ کے اباسین کی نذر ہو گئے۔

مجاہدین کی کمک

سید صاحبؒ نے جب یہ کیفیت دیکھی تو سردار خادی خان کو بلا کر حکم دیا کہ جلد اپنے آدمیوں کو زیر حکم انور شاہ کے قندھاریوں کی مدد کے واسطے روانہ کرو اس وقت وہ چند قندھاری پانچ سو دشمنوں کا مقابلہ کر رہے تھے خادی خاں کے آدمیوں کے ساتھ تقریباً پچاس نفر ہندوستانی بھی بلا حکم و اجازت سید صاحبؒ کے اباسین سے پار اتر گئے۔ جب خادی خاں کے آدمی عبور کر گئے تو سید صاحبؒ نے ہندوستانی فوج کو حکم دیا کہ سب لوگ کمر باندھ کر اباسین کے اس کنارے پر کھڑے ہو جاؤ۔ اب ان پچاس ہندوستانیوں نے جو خادی خاں کے آدمیوں کے ساتھ قندھاریوں کی امداد کو گئے تھے اپنی بھرمار شروع کی اور ایک لمحہ میں اپنی بھرمار کے زور سے پانچسو کافروں کو شکست فاش دے کر پیچھے ہٹا دیا۔ بلکہ چند میل تک ان کا تعاقب کر کے ان کو حضرو کی دیواروں کے اندر داخل کر دیا۔ برکت اللہ بنگالی اور حیات خاں دو آدمی اس حملہ میں شہید ہو گئے اور چند آدمی خفیف سے زخمی ہوئے مگر کفار کے سینکڑوں آدمی ان چند لمحوں میں دارالبوار کو پہنچے۔ اکوڑہ اور حضرو کے ان دونوں واقعوں کے بعد سید صاحبؒ کو معلوم ہو گیا کہ اس ملک کے آدمی طامع اور خود رائے ہیں اپنی طمع اور خود رائی سے جنگ کو بے زیب و زینت کر کے ہندوستانیوں کے گلے ڈال دیتے ہیں ان دونوں سریوں میں اگرچہ لاکھوں روپے کا مال ولائیتوں کے ہاتھ آیا مگر حسب قاعدۂ شریعت تقسیم نہ ہوا۔ جو جس کے ہاتھ آیا اپنے گھر کو لے گیا حضرو کے وقوعہ کے بعد سردار خادی خاں نے چاہا کہ سب مال جمع کر کے حسب شریعت تقسیم ہو مگر ملکی قابضِ مال مقابلہ

کو کھڑے ہو گئے اور کسی کی نہ سُنی۔

سید صاحبؒ کی امامت وخلافت پر بیعت

اس واسطے باتفاق جملہ علماء ورؤساء ہندوستانی اور ولایتیوں کے ۱۲ تاریخ جمادی الثانی ۱۲۴۲ھ کو سید صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعتِ امامت وخلافتِ حقہ کی گئی تاکہ امام برحق آئندہ انتظامِ جہاد اور تقسیم غنائم اور اقامتِ جمعہ اور دیگر احکامِ شریعت اور نصبِ قاضی اور محتسب وغیرہ کا کر کے خلافتِ حقہ کو جاری کرے اور اس صورت میں سب مسلمانوں پر انکی اطاعت وفرماں برداری فرض اور واجب ہو جائے اور اس حکم کی نافرمانی کرنے والا خاطی اور جہنمی اور باغی قرار دیا جائے۔ تمام ہندوستانی اور ملکی علماء اور رؤساء نے آپ کی امامت پر تجدیدِ بیعت کی اور نماز جمعہ قائم ہو کر خطبہ آپ کے نام کا پڑھا گیا سردار یار محمد خاں اور سلطان محمد خاں اور سردار پیر محمد خاں حاکمانِ پشاور نے بذریعہ خطوط آپکی امامت کو دل جان سے قبول کر لیا۔ اسی تاریخ کو ایک خط مع تشریح وبیان کل گذشتہ واقعاتِ نصبِ امام برحق کے تحریر کر کے علماء ہندوستان کو بھی خبر کر دی گئی۔ جب یہ خط ہندوستان میں پہنچا تو علمائے ہندوستان نے بھی آپکی امامت کو تسلیم کر لیا سردارانِ پشاور کی قبولیت اور تسلیم کو لوگ دغا اور دھوکہ دہی سمجھتے تھے اور سید صاحبؒ سے کہتے تھے کہ یہ لوگ دغاباز ہیں ضرور کوئی دغابازی کر کے اپنی قدیمی چال دھوکہ بازی کو کسی بھاری موقع پر اظہار کریں گے اس کے جواب میں سید صاحب فرماتے تھے کہ ہر کسی کا دل اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے اگر وہ لوگ دغا کریں گے تو اس کا ثمرہ خدا سے پائیں گے۔ نصبِ امام کے واقعہ کی خبر دربار لاہور میں بھی پہنچی جس سے ہر ایک قسم کی ہیبت سکھوں پر غالب ہو گئی۔ آگے آنے والے واقعات اس بات کے شاہد ہیں کہ دربار لاہور نے سردارانِ پشاور سے سازش کر کے سید صاحب کی ذاتِ مقدس کا دفعیہ کسی حیلہ بے ایمانی سے کرنا چاہا تھا

سردارانِ پشاور کی پیشکش

اس واقعۂ بیعتِ امامت کے بعد ہر سہ سردارانِ پشاور مع لشکر واسلحہ جات کے نوشہرہ کے قریب موضع سرمائی میں پہنچ کر سید صاحبؒ کو خبر دی کہ ہم معہ اس قدر سامانِ حرب وضرب کے آپکی تائید اور نصرت کے واسطے حاضر ہیں آپ مع لشکرِ مجاہدین تشریف لا کر سکھوں سے جنگ شروع کیجئے یہ خبر سن کر سید صاحبؒ نے سردار اشرف خاں اور سردار خادی خاں کو مع پانچ سو آدمیوں کے سردارانِ پشاور کی ملاقات کے لئے نوشہرہ روانہ کیا۔ جب یہ دونوں سردار مرسلۂ سید صاحبؒ

سرداران پشاور سے ملاقات کر کے ہنڈ کو واپس آئے اس وقت ایک خط سکھوں کے جنرل سردار بدھ سنگھ کا سید صاحبؒ کے حضور میں پہنچا جس میں بعد اظہار بڑے لمبے چوڑے القاب کے یہ درخواست تھی کہ شبخوں سے جیسے کہ اکوڑہ اور حضرو پر ہوا کچھ فائدہ نہیں ہے اگر آپ اصل سید اور بہادر ہیں تو ہم سے میدان میں جنگ کر کے فیصلہ کر لیں جس کے جواب میں سید صاحب نے اپنی نیت اور ارادہ اور ما فی الضمیر سے اس سردار کو اپنے خط کے ذریعہ آگاہ کیا چنانچہ وہ اصل خط سید صاحبؒ کا بنام سردار بدھ سنگھ کتاب کے حصۂ مکتوبات میں درج ہے۔

ان ایام میں بھی لشکرِ مجاہدین روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے بلا کی تنگی میں مبتلا تھے اکثر فاقے مست رہتے تھے۔ درختوں کے پتوں اور گھاس پات پر ان کی گزران تھی۔

سکھوں کا حملہ حضرو

حضرو کے شب خوں کے بعد دو تین ہزار سکھوں پر مشتمل فوج دریائے اباسین کے کنارے ہنڈ کے سامنے جمع ہو گئی اور اس لشکر نے دو تین توپ اور چھ سات شاہین کو اپنے عقب میں چھپا رکھا تھا تاکہ نادان حملہ آوروں پر یک بیک ان کو سر کر کے بدلہ لیں۔ جب لشکرِ کفار کی آمد کی خبر سید صاحبؒ کو پہنچی تو آپ نے اپنے آدمی بھیج کر سب کشتیوں کو اپنے قبضہ میں کر لیا اور سردار اشرف خاں نے سید صاحبؒ کے حضور میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ملکی فوج سے دشمنوں پر حملہ کر کے ان کو پسپا کر دیں آپ تبرکاً چند ہندوستانی مجاہدین ہمارے حوالے کر دیں تاکہ ان کے وجودِ مقدس کی برکت سے ہم کو غلبہ اور نصرت حاصل ہو۔ سید صاحبؒ نے سردارِ مذکور کی درخواست کو منظور کر کے چند آدمیوں کی بجائے بہت سے آدمی ان کے ساتھ کر دیئے۔ جب یہ حملہ آور لشکر کنارۂ دریائے اباسین پر دشمنوں کے مقابل ہوا تو انھوں نے اپنی مخفی توپوں اور شاہین کو سامنے کر کے گولہ باری شروع کر دی۔ توپوں کی آواز سنکر ملکی لوگ کافور ہو گئے ہر چند سردار اشرف خاں نے ان کو فرار ہونے سے روکا مگر کوئی تخویف یا تدبیر ان کو فرار سے نہ روک سکی جب یہ کیفیت ہوئی تو آخرکار ہندوستانی مجاہدین نے اباسین سے عبور کر کے دشمنوں پر حملہ کرنا چاہا۔ ابھی مجاہدین کی کشتیاں اور خیک (مشک)، دریا کے منجدھار میں پہنچی تھیں کہ دشمن پر مجاہدین کی ایسی ہیبت غالب ہوئی کہ وہ فوراً بے سروسامانی کے بعد فرار ہو گئے اور مقابلہ کی نوبت نہ آئی

معرکۂ سیدو

اس واقعہ کے بعد سید صاحب مع لشکرِ مجاہدین و سردارانِ سمہ کے بجانب لشکرِ سرداران پشاور نوشہرہ تشریف لے گئے اس وقت تقریباً بیس ہزار

فوج مع آٹھ ضرب توپوں و سرداران پشاور کے دریائے لنڈہ کے اس پار خیمہ زن تھے سید صاحب بھی دریا سے عبور کر کے سرداران پشاور کے لشکر میں شامل ہو گئے اس مرتبہ سرداران پشاور سید صاحبؒ کی بڑی تواضع و مدارات کرتے تھے۔ ہر روز قسم قسم کے میوے اور کھانے سید صاحب کے واسطے بھیجتے تھے اور وہیں سیدو کے میدان میں سکھوں سے جنگ کی تیاریاں ہو رہی تھیں اس وقت مع افواج سرداران پشاور اور سرداران سمہ اور مجاہدین کے قریب ایک لاکھ فوج کے سید صاحبؒ کے زیر حکم تھی۔ مسلمانوں میں بڑا جوش پیدا ہو رہا تھا۔ سکھوں کی چھاتیاں کانپ رہی تھیں صبح کو ایک جنگِ عظیم ہونے والی تھی۔

سید صاحبؒ کی علالت

اس جنگ عظیم کے بذریعہ نذر محمد اور ولی محمد کشمیری جو شیعہ اور سردار یار خاں کے نوکر تھے سید صاحبؒ کے واسطے کھانا لانے پر مقرر تھے۔ کھچڑی اور گنڈیریوں میں زہر ہلاہل کھلایا گیا۔ تقدیر سے اس شب کو خلافِ عادت خود اس زہر آمیز کھانے میں سے سید صاحب نے ایک لقمہ کسی کو نہیں دیا سب کا سب آپ نوش جان فرما گئے۔ زہر اگرچہ قاتل تھا مگر اللہ رب العزت نے سید صاحبؒ کی ذات مقدس کو اس کی قوی تاثیر سے محفوظ رکھا لیکن پھر بھی شب کو آپ سخت علیل ہو گئے علی الصباح دونوں لشکر صف آرائی کر کے سیدو کے میدان میں مقابل ہوئے سردار یار محمد خاں نے سید صاحبؒ کی سواری کے واسطے ایک لنگڑا ہاتھی بھیجا۔ جس کے جہادت وغیرہ آپ کے درِ دولت پر حاضر ہو کر سوار ہونے کے سخت متقاضی ہوئے۔ جب مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ سید صاحبؒ کی خواب گاہ میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ سید صاحبؒ بے ہوش پڑے ہیں اور آپ کو خود بخود قے ہو رہی ہے جس سے زہر بتدریج خارج ہو رہا ہے۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے آپ سے عرض کیا کہ جنگ شروع ہو گئی اور آپ کی سواری کے لئے ہاتھی درِ دولت پر حاضر ہے آپ نے اس تنگ حالت میں بھی یہی فرمایا کہ مجھ کو ہاتھی پر سوار کر کے میدانِ جنگ میں پہنچا دو چنانچہ چند آدمیوں کے سہارے سے اسی حالت میں آپ ہاتھی پر سوار ہوئے اور میدانِ جنگ میں پہنچے صرف چند آدمی آپ کی علالت سے واقف تھے آپ کے ہاتھی کو دیکھ کر مسلمان میدانِ جنگ میں شیر ہو گئے اور کفار پر حملہ شروع ہو گئے۔ سکھوں کے سنگھر یعنی خار بندی کے اندر تک حملے کرتے ہوئے سردارانِ سمہ پہنچ گئے۔

سردارانِ پشاور کی دغابازی

اس وقت بظاہر دنۃً انہوں نے سردارانِ پشاور کی فوج

بھی دامنِ کوہ میں مسلمانوں کی مدد پر حاضر تھی اور تفنگ زنی اور توپوں کی سبھر مار کر رہی تھی۔ مگر بندوق اور توپوں میں خالی بارود بھری جاتی۔ گولے اور گولیاں نہیں ڈالی جاتی تھیں شاہزادہ گدڑی شاہ نام ایک بڑا شجاع آدمی حملہ کرتا ہوا سکھوں کے خیموں تک پہنچ گیا اور وہیں کام آیا سمہ کے سردار بھی اس وقت بڑی بہادری اور شجاعت سے حملہ کر رہے تھے ہر طرف سے مسلمانوں کی فتح کے آثار نمایاں تھے۔ جب جنگ خوب گرم ہوئی تو دو سوار سردارانِ پشاور کے لشکر سے نکل کر بے روک ٹوک سکھوں کے لشکر میں چلے گئے اور وہاں کے سپہ سالار سے ملاقی ہو کر جیسے گئے تھے ویسے ہی بے گزند واپس چلے آئے اور سردارانِ پشاور کے پاس جاکر کچھ ان سے سرگوشی کی۔

سردارانِ پشاور کا میدانِ جنگ سے فرار

اس وقت سردارانِ پشاور، میدانِ جنگ سے لشکر و توپوں سمیت خود فرار ہو گئے جب سردارانِ سمہ نے درانیوں کو بھاگتے دیکھا وہ بھی شکستہ دل ہو کر بھاگنے لگے اب ساری جنگ بیچارے ہندوستانیوں پر آپڑی وہ اس وقت اپنے مقدور بھر خوب دل توڑ کر لڑے جب سکھوں کو درانیوں کے حسب اشارہ سیّد صاحبؒ کا ہاتھی معلوم ہو گیا تو انھوں نے اس لنگڑے ہاتھی کو اپنی کل توپوں کا نشانہ بنالیا۔ صدہا گولے تیں تیں کرتے ہوئے ہاتھی مذکور کے پاس جاتے تھے مجاہدین بھی جو غالباً دغابازی کے رازدار تھے ہاتھی کو میدانِ جنگ سے نہ ہٹاتے تھے اس وقت مجبوری لوگوں نے سیّد صاحبؒ کو ہاتھی سے اُتار کر گھوڑے پر چڑھادیا اس دغابازی کے سبب سے لشکرِ اسلام تتر بتر ہو گیا اور میدانِ جنگ سکھوں کے ہاتھ رہا۔

سیّد صاحبؒ کی صحت یابی

اس وقت بصلاحِ سردار فتح خاں کے سیّد صاحبؒ کو موضع چند لٹی میں لے گئے۔ کچھ عرصہ تک آپ اس گاؤں میں مقیم رہے زہر کھانے کی تاریخ سے آٹھویں روز آپ کو ہوش آیا اس وقت آپ نے مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ سے سب حال دریافت فرمایا۔ مولانا ممدوحؒ نے کل کیفیت زہر خورانی اور سردار یار محمد خاں کی دغابازی اور سردارانِ سمہ کا فرار اور لشکر مجاہدین کی ابتری مفصل آپ سے عرض کی آپ نے ارشاد فرمایا کہ سب مجاہدین کو یک جاجمع کرلو۔ اور فرمایا کہ جو کچھ مجھ پر گزرا وہ بسبب مواخذہ بعض میری خطاؤں کا تھا جو اللہ تعالےٰ نے اس ذریعہ سے ان خطاؤں سے مجھ کو پاک کر دیا تم سب مجاہدین کو تسلی دے کر کہو کہ اس تکلیف کے بعد اللہ رب العزت بہت راحت دے گا۔ اور

جن لوگوں نے مجھ کو زہر دیا وہ بھی حکمت سے خالی نہ تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اس ذریعہ سے میرے جدِّ امجد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کو مجھ پر جاری کرا دیا۔ اس کے بعد سید صاحبؒ نے جناب باری میں بہت الحاح وزاری سے دعاء کی موضع چندلئی سے اخوند میر آپ کو موضع نکدرئی میں لے گئے۔ اسی جگہ پر دلی محمد اور نذر محمد کشمیری جنھوں نے آپ کو زہر دیا تھا۔ گرفتار ہو کر آپ کے سامنے لائے گئے۔ مگر آپ نے براہ حلم وترحّم بندگانہ ان سے کچھ مواخذہ نہیں کیا۔ بلکہ دوسرے لوگ ان کے قتل پر مستعد ہوئے تو آپ نے مخفی طور پر بوقت شب ان کو فرار کر دیا۔

سرداران پشاور کے خلاف فتویٰ سردار یار محمد خان وغیرہ کی اس دغابازی کے بعد باتفاق تمام علماء ورؤساء ورؤساء ہندوستانی اور ولائیتوں کے سردارانِ مذکور کے نفاق پر شرعی دلائل کے ساتھ ثابت کر کے ایک فتویٰ تحریر ہو کر اس پر مہریں ثبت ہوئیں اور ایسے منافقوں کا خون بحل کیا گیا۔ اس لڑائی کے بعد بھی غازیوں کی تنگیٔ خرچ کی وجہ سے سوائے بے خانمانی کے فاقہ کشی کی سخت تکلیف تھی سردی کا موسم تھا۔ ملک میں برف پڑ رہی تھی۔ غازیوں کے پاس نہ رہنے کو مکان تھے نہ اوڑھنے کو کپڑا اور نہ کھانے کی کوئی چیز تھی اکثر کڑاکے کے چار چار فاقے پڑ کر کسی دن کسی گاؤں میں دعوت ہو گئی۔ یا کسی درخت کی پتیاں ابال کر اور نمک ملا کر بھوک کو دبا دیا مگر اس پر بھی بوجہ جوشِ ایمانی ہر ایک غازی نہایت شاداں وفرحاں اور صابر وشاکر تھا بعض دن فی غازی ایک ایک مٹھی جوار کی مل جاتی جس کو پیس کر بطور نشاشتہ پانی میں جوش دے کر اور نمک ملا کر پی لیتے اور اس کو دنیا کی ہزاروں نعمتوں سے بہتر سمجھ کر شکر باری تعالےٰ کی حمد از حد کرتے تھے۔ سید صاحب نے لشکر کے گزران کی یہ کیفیت دیکھ کر واسطے فراخیٔ رزق مومنین کی دعاء کی جس کی برکت سے جب آپ مع لشکر موضع لواگئی میں پہنچے تو اس ملک کے لوگوں نے کھانے اور کپڑوں وغیرہ سے حتی المقدور مجاہدین کی خوب تواضع کی اور اس کے بعد مجاہدین کو گھروں میں تقسیم کر دیا۔ یہاں سے چلکر آپ نے ملک بنیر اور سوات کا خوب دورہ کیا تقریباً یہ دونوں علاقے آپ کے حلقۂ بیعت میں داخل ہو گئے۔

مولوی محمد یوسف پھلتی کی وفات اسی سفر میں بمقام کوٹ گرام مولوی محمد یوسف پھلتی کا انتقال ہوا جب یہ خبر انتقال آپ کو پہنچی آپ مسجد میں تھے آپ نے انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون پڑھ کر اور آسمان کی طرف نگاہ کر کے

فرمایا کہ دنیا ایک بڑی مصیبت کی جگہ ہے۔ جو یہاں سے ثابت قدم گیا وہی مراد کو پہنچا پھر مولوی محمد اسمٰعیل کی طرف مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا کہ یوسف جی اس لشکر کے قطب تھے آج یہ لشکر قطب سے خالی ہو گیا۔ پھر فرمایا کہ یوسف جی بڑے قانع اور متوکل اور زاہد و مستقل مزاج اور مستقل حال تھے سید صاحبؒ نے خود ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور اپنے دستِ مبارک سے قبر میں اتارا اس وقت تک ہندوستان کے قافلے سندھ و قندھار کابل کا لمبا چکر لگا کر مدتوں میں پہنچتے تھے سید صاحبؒ اس وقت تک اس دورہ سیر میں تھے کہ بہت سے قافلے ہندوستان سے پہنچ گئے۔

مولوی قلندر اور مولوی عبدالحئی کی آمد!

چنانچہ مولوی قلندر اور احمد اللہ اور مولوی عبدالحئی صاحب اور میاں مقیم رامپوری کے قافلے مع ضروری خرچ کے یکے بعد دیگرے پہنچ گئے جب مولوی عبدالحئی صاحب کے آنے کی خبر آپ کو پہنچی اور ان کو لانے کے واسطے ایک منزل تک آپ نے اپنا جپان (محافہ) بھیج دیا اور لبِ دریا تک ان کا استقبال کر کے ان کو لائے اور اپنے پاس ہی مکان میں ان کو اتارا۔ اس دورہ سیر سے فارغ ہو کر قبل از عید الضحیٰ ۱۲۴۲ھ آپ مع لشکرِ مجاہدین پنجتار میں لوٹ آئے اور پنجتار کو اپنا ہیڈ کوارٹر (یعنی لشکر گاہ) بنایا۔

مجاہدین کی محنت و مشقت

اس وقت لشکرِ مجاہدین پر بہت فراخی تھی کہ فی کس ایک ایک تاخوٹ غلہ روزانہ ملتا تھا جس سے آدمی خوب سیر ہو کر کھا لیتا تھا بروز بقر عید فی نفر ایک ایک سیر گوشت تقسیم ہوا کپڑا دھونے کے لئے صابون بھی سرکار سے ملتا تھا لیکن اتفاقاً خشک موسم کی آمد کی وجہ سے پنچکیاں بند ہو گئیں تھیں لوگ اپنا اپنا آٹا اپنے اپنے ہاتھوں سے بخوشی پیس لیتے تھے اور اپنے واسطے لکڑیاں جنگل سے آپ لے آتے تھے اور اپنے کپڑے اپنے ہاتھ سے دھو لیتے اس وقت بہت سے پنجابی آدمی تنخواہ دار نوکر بھی تھے جن کو پانچ پانچ روپے ماہوار اور کھانا سرکار سے ملتا تھا۔ مجاہدین کی آپس میں بہت محبت اور ارتباط اور ہمدردی اور اخوت اسلامی تھی ایک دوسرے پر جان دینے پر تیار تھا بیماروں کی گندگی اور قے وغیرہ اپنے ہاتھوں سے صاف کرتے کسی شخص کو کسی کام سے کچھ عار نہ تھا ہر شخص کو پوری نفس کشی حاصل ہو چکی تھی بڑے بڑے متبحر مولوی مخدوم زمان اپنے ناخواندہ اور جاہل ساتھیوں کی خدمت کو اپنا فخر اور کمال سمجھتے تھے کبر و منی کی بیخ کنی ہو گئی تھی

گوئی اور بدکلامی کا نام نہ رہا تھا اصل تہذیب اور اخوت اسلامی کا پورا پورا ظہور ہو رہا تھا ایک روز مولوی الٰہی بخش رامپوری چکی پیس رہے تھے کہ سید صاحبؒ بھی اس وقت وہاں تشریف لے آئے اور ان کے ساتھ پیسنے بیٹھ گئے اور ایک سیر سے زیادہ گیہوں ان کے ساتھ پسوائے جب غازی لوگ پہاڑ پر لکڑیاں لانے کو جاتے تو بارہا سید صاحبؒ بھی ان کے ساتھ جا کر گٹھڑ لکڑیوں کا اپنے سر پر رکھ کر لاتے تھے۔

حبیب اللہ کی سید صاحب سے امداد طلبی

ان دنوں ہر چہار طرف سے خوانین اور سرداران ملک کی عرضی پر عرضی آرہی تھیں کہ مع لشکرِ مجاہدین یہاں تشریف لا کر بمقابلہ سکھوں یا قومی دشمنوں کے ہم کو مدد دو اس عرصہ میں حبیب اللہ خاں رئیس پکھلی کا ایک وکیل معہ ایک عرضی کے پہنچا جس میں لکھا تھا کہ ایک گروہ پر سکھوں نے حملہ کر کے میرے بیٹے کو محصور کر لیا ہے اس کی مخلصی کے واسطے ایک سریہ مجاہدین اس طرف روانہ کریں اس واسطے اب مجاہدین کا ایک سریہ مظلوم و محصور مسلمانوں کی مدد کے لئے بھیجنا لازمی ہوگیا۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ کو اس سریہ کا امیر مقرر کر کے میاں محمد مقیم رامپوری کو مع ایک سو نفر آمدۂ رامپور اور کچھ بعض تجربہ کار پرانے آدمیوں کو بجانب پکھلی روانہ کر دیا یہ سریہ بخیریت تمام پکھلی پہنچا سردار ہری سنگھ نلوہ ناظم پکھلی اور بیچ ہزار نے خبر آمد لشکرِ مجاہدین کی سنکر پھول سنگھ نامی اپنے کسی افسر کو مع دو تین ہزار کے مجاہدین کے مقابلہ کے لئے موضع ڈمگلہ میں بھیج دیا۔

ڈمگلہ پر شب خوں

جب مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ کو لشکر کفار کی آمد کی خبر موضع ڈمگلہ میں معلوم ہوئی تو آپ نے خوانینِ پکھلی سے مشورہ کر کے ایک شب خوں کی تیاری کی۔ منجملہ سو آدمیوں اہل سریہ کے پچاس نفر مجاہدین مع ڈیڑھ ہزار ملکیوں کے زیر حکم میاں محمد مقیم کے بوقت شب ڈمگلہ کو روانہ کئے گئے اور مولوی خیرالدین شیرکوٹی میاں محمد مقیم کے نائب مقرر کئے گئے اور اس شبخوں کا شعار عبداللہ تجویز ہوا۔ مجاہدین کی جائے قیام سے ڈمگلہ صرف ایک میل ہوگا۔ ڈمگلہ تک پہنچنے میں ان ڈیڑھ ہزار ملکیوں میں سے صرف تین سو آدمیوں کے قریب باقی رہ گئے اور باقی سب کافور ہو گئے اور پھول سنگھ کے لشکر میں تقریباً چھ ہزار ملکیوں کا تخمینہ کیا گیا تھا حسبِ دستور سکھوں کے لشکر کے گرد سنگھر یعنی خار بندی ہوئی تھی میاں مقیم نے وہاں پہنچنے کے ساتھ ہی قلعہ بندی کے اندر کود کر

بآوازِ بلند تکبیر کہی جس سے کفاروں کے دل ہل گئے اور سپر بندوقوں اور قرابینوں کی بھرمار اس پھرتی اور سرعت سے شروع کی کہ کفاروں کو مشکل سے نقارہ بجانے کی مہلت ملی نقارہ کی آواز پہ کافر دو صف ہو کر دونوں طرف سے بندوقیں سر کرنے لگے میاں مقیم اور اس کے کل پچاس نفر ہمراہیوں نے پے در پے چار حملے کر کے چھ ہزار کافروں کو خار بندی سے باہر نکال دیا۔ جب لشکر کفار سب مال واسباب چھوڑ کر خار بندی سے باہر ہو گیا تو ملکیوں نے کافروں کا مال لے کر بھاگنا شروع کیا۔

مجاہدین کی مراجعت کافروں نے ڈمگلہ کے گاؤں میں جا کر دم لیا۔ حملہ آوروں کی کیفیت اور تعداد معلوم کرنے کے لئے چند چھپر کے گھروں میں آگ لگادی جن کی روشنی سے انھیں معلوم ہو گیا غازی بہت تھوڑے اور ملکی اسباب لے کر بھاگ رہے ہیں۔ دشمن قریب تھے کہ خار بندی کے چاروں طرف سے حملہ کریں یہ کیفیت دیکھ کر بمشورہ مولوی خیرالدین میاں محمد مقیم اپنے زخمیوں کو اٹھا کر فوراً خار بندی سے باہر ہو گئے کفار اس قدر کثرتِ لشکر کے باوجود مجاہدین کی بھرمار سے ایسے شکستہ دل اور ہیبت زدہ ہو گئے تھے کہ مجاہدین کی واپسی میں کوئی بھی مانع اور مزاحم نہ ہوا۔ اس سریہ کے چھ سات آدمی شہید اور اسی قدر زخمی ہوئے۔ کفار کے تین سو آدمی قتل ہونے کی خبر سنی گئی جب یہ سریہ فتح ڈمگلہ کے بعد خوشی بخوشی واپس چلا آرہا تھا راہ میں انھوں نے بندوقوں کی آواز سن کر معلوم کیا کہ قیام گاہ پر مابین محمد اسمٰعیل کے جنگ ہو رہی ہے یہ لوگ جلدی جلدی قدم اٹھا کر قیام گاہ کو واپس آئے۔ وہاں پہنچنے سے پہلے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب نے کفار کو ایک یادگار سبق دے کر پسپا کر دیا تھا۔

جنگِ شنگاری

مولوی محمد اسمٰعیلؒ صاحب کے سریہ میں دو روز پہلے سے فاقہ تھا مگر شب خون ڈمگلہ کی شام کو کچھ غلہ میسر آگیا تھا سریہ ڈمگلہ کے روانہ ہونے کے بعد بقیہ مجاہدین میں سے کوئی کھانا پکا رہا تھا اور کوئی دوسرے روز کے واسطے خمیر کر رہا تھا اس وقت ایک سکھوں کا لشکر گڑھی شنگار سے جو قیام گاہِ مجاہدین سے تھوڑے فاصلے پر تھی گشت کے بہانے سے باہر نکلا مولوی

محمد اسمٰعیل صاحبؒ امیر لشکر کو جنکی نگاہ اس گروہی کی طرف تھی یہ گمان ہوا کہ دشمن مقابلہ کو آتے ہیں آپ نے جھٹ پٹ اپنے لوگوں کی کمر بندی کرکے ایک دو باڑھ مار کر ان پر حملہ کر دیا اور فرمایا کہ یارو جانے دو کفّار نے بھاگنا شروع کیا اس وقت ایک شخص نے لشکرِ کفار کے عقب میں سے اپنے ساتھیوں کو پکار کر کہا کہ یہ تھوڑے سے آدمی ہیں تم کیوں بھاگتے ہو۔ یہ پکار سن کر لشکرِ کفار پھر لوٹ آیا اور مقابلہ شروع ہوا اس وقت مولانا محمد اسمٰعیل کے ہمراہ صرف بارہ آدمی تھے باقی آدمی لشکر کے نگراں تھے۔ مگر یہ بارہ آدمی جن کے سردار مولانا محمد اسمٰعیل غازی تھے مثل دیوارِ سیسہ کے وہیں جم گئے اس وقت ایک کافر تلوار کھینچ کر مولانا پر حملہ آور ہوا آپ نے قبل از ضربِ شمشیر اس کو گولی سے ختم کر دیا۔ جب آپ دوسری بار بندوق بھر رہے تھے، اس وقت دوسرے کافر نے تلوار سے آپ کے قتل کا ارادہ کیا اس کو بھی آپ نے گولی سے دارالبوار کو پہنچایا پھر آپ تیسری بندوق بھر کر پیالہ میں رنجک ڈال رہے تھے اس وقت ایک کافر کی گولی آپ کی انگلی پر لگی اس کے صدمہ سے آپ کا ہاتھ پیالہ بندوق سے جدا ہو گیا اس حالت میں آپ نے وہ بندوق تو چلادی مگر جب آپ نے چوتھی بار بندوق بھرنے کا ارادہ کیا تو اس مجروح انگلی سے اتنا خون بہنا شروع ہوا کہ جس سے بارود بھی تر ہو گئی اور ہاتھ میں بندوق بھرنے کی طاقت بھی نہ رہی اس حالتِ بے بسی میں ایک کافر نے ننگی تلوار سے مولانا پر حملہ کیا۔ مولانا نے کمال ہوشیاری سے اس کے ڈرانے کے واسطے خالی بندوق اس کے سامنے کر دی جس کے خوف سے وہ فوراً بھاگ کھڑا ہوا اور مولانا اس کی ضرب سے بچ گئے۔ اس کے بعد کفّار کے پاؤں اکھڑ گئے۔ مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ بارہا اس انگلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ قبول فرمائے تو یہ انگشتِ شہادت میری کی ہے ورنہ بہت سے زخم لگتے ہیں اور ان کا کوئی ثواب نہیں ہوتا اسی شب میں ایک سو سکھ ان بارہ آدمیوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔

پسر حبیب اللہ خاں کی رہائی

اسی شب کو سردار حبیب اللہ خاں کا بیٹا جو سکھوں کے محاصرہ میں محصور تھا کسی حیلہ سے صحیح وسالم محاصرہ سے باہر نکل آیا۔ سردار حبیب اللہ خاں کے بیٹے کی رہائی کے بعد جس کے چھڑانے کے واسطے یہ سریہ گیا تھا اب اس ملک میں مجاہدین کی مدد کی ضرورت نہ رہی اس واسطے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مع اپنے سریہ کے مظفر و منصور پنجتار کو لوٹ آئے۔

ہندوستان سے مجاہدین کی آمد

مولانا ابھی تک پنجتار نہ پہنچے تھے کہ راہ میں خبر آمد قافلہ سید احمد صاحبؒ کے ہمشیرہ زادہ سید احمد علی اور قافلہ مولوی مظہر علی صاحب عظیم آبادی اور قافلۂ خرم علی صاحب بلہوری اور مولوی محمد علی صاحب رامپوری اور مولوی محبوب علی صاحب دہلوی وغیرہ کی آمد کی خبر جن میں چھ سو نئے آدمی ہوں گے سنی اور یہ بھی سنا کہ مولوی محمود علی صاحب ایک فسادِ عظیم برپا کرکے بہت سے آدمیوں کے ساتھ ہندوستان کو واپس بھی چلے گئے۔ پنجتار میں پہنچ کر مولوی محبوب علی صاحب کی واپسی کا حال اس طرح سے سنایا گیا کہ جب مولوی محبوب علی صاحب مع دیگر قافلوں کے بسبب سدِّ راہ ہونے درّانیوں کے مقام کندو میں ٹھہرے ہوئے تھے تو سید صاحب ہمیشہ خط پر خط بھیج کر ان کی تسلی کرتے رہتے تھے کہ میں جلد راہِ امن کی تجویز کرکے تم کو بلا لیتا ہوں اس عرصہ میں مولوی مظہر علی صاحب عظیم آبادی گھاٹ والوں پر بطور حاکمانہ جبر اور تعدّی کرکے مع اپنے قافلے کے سید صاحبؒ تک پہنچ گئے مولوی محبوب علی صاحب جو بڑے تیز مزاج اور خود رائے آدمی تھے درّانیوں کے سدِّ راہ ہونے کی وجہ سے خفا ہو کر نشیب و فرازِ زمانہ دیکھے بغیر مقام کندو سے لکھنے لگے کہ سکھوں کا پیچھا چھوڑ کر پہلے ان کلمہ گو کافروں یعنی درّانیوں سے جنگ و پیکار شروع کرو۔ خیر مولوی صاحب بھی مع دیگر قافلوں کے بخیریت تمام پنجتار پہنچ گئے۔ لیکن مولوی محبوب علی صاحب جو راہ کی سختیوں اور درّانیوں کی رکاوٹ سے برافروختہ ہو رہے تھے پنجتار میں پہنچ کر بھی وہ برافروختگی ختم نہ ہوئی بلکہ نفس اور شیطان کی شراکت اور ترغیب سے روز بروز اس کا شعلہ بڑھتا گیا۔

مولوی محبوب علی کے سید صاحبؒ پر اعتراضات

پنجتار میں پہنچ کر مولوی محبوب علی صاحب مجاہدین کی جماعت میں شریک نہیں ہوئے۔ بلکہ اپنا خیمہ لشکر سے الگ کرکے کھڑا کیا اور رہنے لگے اور تحقیق و تفتیش کئے بغیر دیوانوں کی مانند خود سید صاحب پر انہوں نے اعتراضات شروع کر دیئے۔ ان کا اوّل اعتراض یہ تھا کہ سید صاحبؒ کا علیحدہ باورچی خانہ کیوں ہے۔ اس کے جواب میں سید صاحب نے فرمایا کہ یہ علیحدہ باورچی خانہ مہمانوں کے لئے ہے جو لگاتار روزانہ چلے آتے ہیں کچھ میری ذات کے واسطے نہیں ہے۔ مگر میں حسبِ قاعدہ سنّتِ نبوی مہمانوں کی خاطر داری اور تواضع کے واسطے شریک طعام ہوتا ہوں اور صرف دہی غلّہ اور بکری اور مرغی وغیرہ جو لوگ

خاص میری ذات کے واسطے لاتے ہیں اس میں پکتا ہے کچھ بیت المال سے اس میں صرف نہیں ہوتا۔ مولوی محبوب علی صاحب نے کہا کہ وہ سب تحائف بھی مجاہدین پر برابر تقسیم ہونے چاہئیں۔

مولوی محبوب علی صاحب کے اعتراضات کا جواب

تب سید صاحب نے فرمایا کہ بہت بہتر میں اس کام کا انتظام آپ کے سپرد کرتا ہوں اور اس کام کو آپ بذاتِ خود جیسا تصور کریں انجام دیں اور یہ کیجئے میرے مہمانوں کے ساتھ آپ ہی شریکِ طعام ہو کر ان کی خاطر اور تواضع کریں کیونکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکیداً فرمایا ہے کہ ایمان والے کو لازم ہے کہ اپنے مہمانوں کی تواضع اور تکریم کرے (فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ) پس جب اس اعتراض میں مولوی صاحب مذکور لاجواب ہو گئے تو انھوں نے آپ کی امامت پر قدح کرنا شروع کیا اور اس کے جواب میں سید صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر آپ کے نزدیک میں اس کام کے لائق نہیں ہوں تو خود آپ کہ سید اور عالم اور مہاجر جامع بہ جمیع صفات ہیں اس بارِ گراں کو اختیار کریں آپ امام اور میں آپ کا تابعدار ہوں مجھ کو کچھ سرداری یا ریاست کرنا منظور نہیں ہے بلکہ اس کام کا انصرام منظور نہیں ہے۔ اب آپ ہی اس کام کو انصرام کریں۔

مولوی محبوب علی کا جہاد کے خلاف پروپیگنڈہ

جب مولوی مذکور کا یہ اعتراض بھی کچھ نہ چلا تو انھوں نے نفس اور شیطان کی نیابت اختیار کر کے در پردہ اور اعلانیہ غازیوں کو بہکانا شروع کیا کہ تمہارے اوپر زوجہ، بچوں اور والدین کے حقوق ہیں تم ان سب حقداروں کے حقوق تلف کر کے یہاں بیٹھے ہو۔ جب لوگوں نے کہا کہ جہاد کے واسطے بیٹھے ہیں تو مولوی صاحب نے کہا کہ جہاد کہاں ہے اور کس دن تم نے کون سے کافر کو قتل کیا ہے اور کون سے ملک میں تمہارا عمل دخل ہے صبح سے شام تک تم کھانے پکانے کی فکر میں رہتے ہو۔ جہاد کا نام لینا ایک دیوانہ پن ہے بعض لوگ اس حیلے سے یہاں عیش کرتے ہیں اور تمہاری دنیا و آخرت دونوں خراب ہیں بہت سے کچے لوگ ان کے بہکانے میں آ گئے اور ہر جماعت میں اس کا چرچا شروع ہوا جو لوگ صاحبِ استقامت تھے ان کو یہ لغو بیانی سراسر ناگوار گذری انہوں نے اس کی شکایت مولوی محمد حسن صاحب رامپوری سے کی مولوی محمد حسن نے پہلے سید صاحبؒ سے اجازت لے کر ایک روز

بعد نماز جب سارا قافلہ حاضر تھا۔ مولوی محبوب علی سے پوچھا کہ تم یہاں کے لوگوں کو کس دلیل سے خارج از جہاد سمجھتے ہو اور یہاں کے رہنے کو کس طرح بے فائدہ اور لغو قرار دیتے ہو مولوی محبوب علی نے کہا کہ تم کو کس کافر سے جنگ درپیش ہے۔ مولوی محمد حسن صاحب نے فرمایا کہ جنگ کا نام جہاد نہیں ہے۔ جنگ کو قتال کہتے ہیں اور وہ گاہے گاہے پیش آتی ہے اور جہاد جو کہ اعلائے کلمۃ اللہ میں کوشش کرنا ہے مدت دراز تک باقی رہتا ہے یہ صرف آپ کی غلط فہمی ہے کہ قتال کا نام جہاد رکھا ہے اور ان کوششوں کو جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے لوگ کر رہے ہیں آپ بے فائدہ اور عبث قرار دیتے ہیں میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ اس وقت جہاد کا انکار کر کے دہلی اپنے وطن مالوفہ کو تشریف لے جاتے ہو شاید بہ تقدیر الٰہی ہم کو کسی دن کفار سے مقابلہ اور قتال کہ جس کو آپ جہاد کہتے ہو پیش آجائے تو آپ اس وقت کون سی کرامت سے اڑ کر اس دور دراز راستے کو طے کر کے داخلِ جہاد ہو جاؤ گے۔

مولوی محبوب علی کی مراجعت ہند مولوی محبوب علی صاحب اس تقریر کو سن کر لاجواب ہو گئے مگر نفسِ امارہ اور شیطان نے ان کو ایسا دل برداشتہ کر رکھا تھا کہ ان کو اس تقریر سے سوائے ساکت ہو جانے سے علاوہ کچھ فائدہ نہیں ہوا اور مثل نائب شیطان بہت سے آدمیوں کو بہکا کر پھر دہلی کے پلاؤ قورمہ پر ہاتھ مارنے کو ہندوستان واپس ہو گئے افسوس ہے کہ اس وقت تک مولوی محمد اسمٰعیل صاحب جنگ پکھلی سے واپس نہ آئے تھے ورنہ مولوی محبوب علی صاحب کو مشکل سے دوبارہ دہلی کے کھانوں کے لائق رکھتے۔

مولوی محبوب علی صاحب کے اغواء سے جو کاروبارِ جہاد کو صدمہ پہنچا ویسا صدمہ اس لشکر کو آج تک کسی سکھ یا درانی کے ہاتھ سے نہ پہنچا تھا۔ مولوی محبوب علی کے فتنہ کے بعد مدت تک ہندوستان سے قافلوں کا آنا بند ہو گیا۔ اکثر معاونینِ جہاد سست ہو گئے جب بہت سے خطوط مولوی محبوب علی کی تکذیب میں لشکرِ مجاہدین سے ہندوستان میں آئے تب مدتوں کے بعد مولوی محمد اسحٰق صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب معاونین جہاد کی سعی سے یہ فتنہ مجوبی رفع ہو کر خرچ اور قافلوں کی روانگی دوبارہ شروع ہوئی۔

مولانا عبدالحئی کی وفات ان دنوں کے قابلِ تحریر واقعات میں سے ایک واقعہ جانکاہ وفات مولانا عبدالحئی صاحب کا ہے جو مقام خہر ہر شعبان

سنہ ۱۲۴۳ھ روز یکشنبہ کو واقع ہوا سارے لشکر کو ان کی وفات کا صدمہ ہوا آخری کلمہ مولوی صاحب مرحوم کی زبانِ مبارک پر یہ تھا۔ الحقنی برفیق الاعلیٰ۔

سید صاحبؒ کا نکاح انھیں ایام میں سید صاحب کا نکاح اس کاشغر والی بی بی سے ہوا جس کو سلیمان شاہ بادشاہ ولایت کاشغر نے آپ کے نکاح کے واسطے بھیجا تھا۔ یہ بی بی آپ کی دختر ہاجرہ کی والدہ ہے اور واقعہ بالاکوٹ کے بعد یہ بی بی ٹونک چلی آئی تھی اور سنہ ۱۳۰۱ھ میں بمقام ٹونک ان کا انتقال ہوا۔

جنگِ آتمان زئی

سردارانِ پشاور کی آتشِ عداوت سکھوں کے اشتعال کی وجہ سے روز بروز بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ سردارانِ مذکور چار ہزار فوج اور دو توپ لے کر دریائے لنڈہ سے عبور کر کے بمقام آتمان زئی مجاہدین پر حملہ کرنے کے واسطے آن پہنچے ان ایام میں سید صاحبؒ بمقام خہر مقیم تھے۔ ارباب بہرام خاں و ارباب جمعہ خاں و دیگر خوانین و سردارانِ سمہ سوات کے درانیوں کے مقابلہ کی تیاریاں شروع ہوئیں تقریباً ایک ہزار مجاہدین اور ملکیوں کی فوج درانیوں کے مقابلہ کے واسطے روانہ کی گئی۔ سید صاحب اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب بھی بذاتِ خود اس لشکر کے ساتھ آپ نے آتمان زئی کے قریب پہنچ کر . . . چند ملکی جاسوس کے ذریعے لشکرگاہ اور قوت و ہوشیاری اور غفلت درانیوں کا حال دریافت کر کے اپنے لشکر کو دو حصے کر دیا ایک حصہ فوج کا ہمراہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ کے کر کے ان کو حکم دیا کہ دشمن کے میمنہ کی طرف سے شب خوں مارو۔ دوسرے حصہ فوج کو آپ نے اپنے ہمراہ رکھ کر دشمن کے میسرہ پر آتمان زئی کے گاؤں کی طرف سے حملہ کی تیاریاں کیں نیز دونوں لشکروں کو یہ حکم دیا کہ جو شخص درانیوں میں سے ہتھیار سے تمہارا مقابلہ کرے اس کو قتل کر دو اور جو کوئی اماں طلب کرے اس کو چھوڑ دو اور جو بھاگ جائے اس کا تعاقب نہ کرو۔

مولانا محمد اسمٰعیلؒ کا توپ خانہ پر قبضہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب بڑی دانائی سے اپنے سریہ کو لے کر دشمن کے میمنہ پر بقدر فاصلہ ایک گولی کی مار کے پہنچ گئے۔ وہاں سے صرف سواروں کو ایک دوسرے کے پیچھے رکھ کے اپنے ساتھ لئے ہوئے آپ آگے بڑھے جب عین دشمن کے لشکر پر پہنچ گئے اس

وقت سنتری نے آپ کو للکارا۔ آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ دوسری بار للکارا آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ تیسری للکار کا جواب پانے پر سنتری نے اپنی بندوق سر کر کے شور مچایا اور اپنے لشکر کی طرف بھاگا۔ اس وقت مولانا نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ باواز بلند تکبیر کہہ کر حملہ کیا اور توپوں پر جا پہنچے۔ گولہ انداز نے مہتابی روشن کر کے چاہا کہ توپ چلائے مولانا نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور ڈانٹ کر فرمایا کہ توپ کو درانیوں کے لشکر کی طرف پھیر دو اس نے مارے خوف کے آپ کے حکم کی تعمیل کی اس کے بعد آپ نے دوسری توپ پر بھی قبضہ کر لیا اور گولہ انداز کو تلوار سے قتل کر دیا

درانیوں کی پسپائی

جب دشمن کے لشکر میں بھگدڑ شروع ہوئی تو گاؤں کی طرف سے سید صاحبؒ بھی مع لشکر کے آن پہنچے دونوں طرف سے فتح کی مبارک باد کی آوازیں بلند ہوئیں اور سجداتِ شکر ادا ہوئے۔ اس عرصہ میں صبح صادق نمودار ہوئی درانیوں نے اپنے لشکر گاہ سے بھاگ کر ایک مستحکم ٹیلے پر مورچا بنا کر پناہ لی ادھر سے بھی ایک بلند جگہ پر مورچہ تیار کر کے اس میں توپیں لگادی گئیں آدھے لشکر نے سید صاحبؒ کے ساتھ جماعت سے نماز ادا کی اور آدھا لشکر دشمن کے مقابل رہا۔ ادائے نماز کے بعد یہ حصہ دشمن کے مقابلہ پر قائم ہوگیا اور باقی آدھے لشکر نے اپنی نماز ادا کر لی۔ اس دن صبح سے شام تک یہ جنگ جاری رہی رات کے حملے میں یا دن کو سید صاحبؒ کی طرف کا ایک آدمی بھی مجروح یا مقتول نہیں ہوا مگر توپ کے گولوں سے دشمن کی طرف کا بہت نقصان ہوا جماعت ظہر، عصر اور مغرب و عشاء بھی لنوبت بہ لنوبت جماعت سے ادا ہوئیں، شام کے وقت کچھ کمکی فوج اور شاہین دشمن کی مدد کو پہنچ گئے مگر توپوں نے سب کو ٹھنڈا کر دیا اور کسی کی چلنے نہ دی۔

منافق سردار عالم خاں کی کارگزاری

لیکن افسوس کہ سردار عالم خاں رئیس آتمان زئی اور اہلِ خیبر جنھوں نے سید صاحبؒ کی مدد کا عہد و پیمان کیا تھا درانیوں سے مل گئے اب سید صاحب نے فیصلہ کیا کہ اسی رات فوجِ مجاہدین براہ حبلالہ اپنے مقام کو ایسے طور پر واپس چلی جائے کہ دشمن کو اطلاع نہ ہونے پائے سید صاحبؒ نے سردار عالم خاں منافق رئیس آتمان زئی کو طلب کر کے فرمایا کہ سید خاں برادر یار محمد خاں جو دوآبہ سے درانیوں کی مدد کو آتا ہے اس پر شب خوں بھیجنا چاہیے اور یہاں درانیوں کے مورچے کے عقب سے بھی شب خوں کی تیاری کرنی چاہیئے تم کچھ اپنے آدمی بھی ان دونوں سرداروں کی رہبری کے واسطے کر دو

عالم خاں جو درانیوں سے ملا ہوا تھا فوراً درانیوں کے پاس گیا اور کہا کہ آج کی رات سید بادشاہ کے دو شبخون آئیں گے تم ہوشیار ہو جاؤ۔

مجاہدین کی آتمان زئی سے مراجعت

ادھر اپنے مورچے سے بوقت شب سید صاحب نے اپنی فوج براہِ جبلالہ واپس کرنی شروع کر دی صرف راجہ رام نامی ایک راجپوت ہندو جو مولوی احمد اللہ کے ساتھ بیواڑہ سے جا کر شریکِ لشکرِ اسلام تھا مورچے میں باقی رہ گیا جو صبح تک تنہا دونوں توپوں کو چلاتا رہا بوقت صبح راجہ رام بھی بمقابلہ جبلالہ اپنے لشکر سے آملا ادھر درانی مارے خوفِ شبخوں کے اپنے مورچے چھوڑ کر رات کو بھاگ گئے اور دوپہر تک واپس نہ آئے اس عرصہ میں لشکرِ اسلام مظفر و منصور بہت دور نکل گیا تھا گاؤں والے اگرچہ لشکرِ اسلام کی روانگی سے واقف تھے مگر یہ سمجھتے تھے کہ شبخوں کے بعد وہ پھر یہاں واپس آئیں گے اس واسطے انہوں نے بھی مارے ڈر کے درانیوں سے اسلامی مورچے کے خالی ہونے کی اطلاع نہیں کی اس جنگِ آتمان زئی میں جان و مال سے درانیوں کا بہت نقصان ہوا مگر بفضلِ الٰہی لشکرِ اسلام کا ایک بال بھی بیکا نہیں ہوا اور درانیوں کو ایسا سبق مل گیا جس سے ان کو ایک مدت تک شرارت سے باز رکھا۔

اس جنگ کے بعد مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کے مشورہ سے سید صاحبؒ نے میاں نظام الدین چشتی کو بجمعیت نو آدمیوں کے ایک نامہ بنام امیر بخارا دے کر بخارا کو روانہ کیا اور ایک قرآن مجید مطلّا بطور ہدیہ اپنے نامہ کے ساتھ امیر بخارا کے پاس بھیجدیا۔ اس خط کی نقل بھی کتاب کے حصۂ مکتوبات میں شامل ہے۔

شرع محمدی پر عمل کرنے کا تحریری معاہدہ

غرہ ماہ شعبان ۱۲۴۴ھ میں بروز جمعہ تقریباً دو ہزار علماء اور کئی سو خوانین اور ہزار ہا رعایا نے جمع ہو کر جملہ احکاماتِ شرع محمدی پر چلنے کا تحریری عہد کر لیا ان معاہدین میں سبقت کرنے والا نمبر اوّل سردار فتح خاں رئیس پنجتار کا تھا۔ جا بجا قاضی اور محتسب وغیرہ مقرر کئے گئے ان تمام علاقوں میں جن کے باشندوں نے یہ عہد کیا تھا کوئی مرد عورت بے نمازی نہ رہا اور تمام تنازعے اور مقدمے از روئے شرع محمدی قاضیوں کے فیصل ہونے لگے تھوڑے ہی دنوں میں یہ ملک رشکِ عرب ہو گیا۔ چوری چکاری زناکاری اور قتل و خون وغیرہ جرائم کا نام نہ رہا شریعت پر چلنے کی برکت سے لوگوں کے دلوں میں ایسا

ایمان اور اخلاص پیدا ہوا کہ انھوں نے خود بخود لشکر اسلام کو اپنی پیداوار کا عشر دسواں حصہ دینا قبول کر لیا سردار خادی خاں رئیس ہنڈ ان برکات سے محروم تھا بلکہ اجرائے احکام شریعت سے اس کو یہاں تک نفرت اور عداوت پیدا ہوئی کہ اس نے درخواست کر کے سکھوں کا لشکر اپنے ملک میں بلا لیا۔

فرانسیسی جنرل انٹورا کی فوج کشی

سردار خادی خاں کے حسب الطلب سکھوں کی فوج کا ایک فرانسیسی جنرل انٹورا صاحب مع فوجِ کثیر کے پہلے حضرو میں پہنچا سردار خادی خاں ایک گھوڑا اور بازہ اور چند کتے معمولی نذرانے لے کر حضرو میں اس کے پاس حاضر ہوا اور دیگر خوانینِ سمہ کی شکایت کر کے درخواست کی کہ حضور دریائے اباسین عبور کر کے ملکِ سمہ میں رونق افروز ہوں اس وقت سب سردارانِ سمہ اطاعت اختیار کریں گے انٹورا صاحب دریائے اباسین سے عبور کر کے اوّل ہنڈ ریاست خادی خاں میں آیا۔ اور وہاں سے پنجتار تک آنے کا قصد کیا انٹورا صاحب کے ساتھ تقریباً دس پندرہ ہزار فوج اور توپیں اور شاہین تھیں۔ جب سید صاحبؒ کو اس کے آنے کی خبر پہنچی تو آپ نے ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان جہاں سے پنجتار میں آنے کی راہ تھی ایک دیوار طویل تقریباً قد آدم تیار کرا کے اس میں مورچے اور برج بنوائے اس دیوار کی تیاری میں خندق مدینہ کی طرح خود سید صاحبؒ اپنے ہاتھوں سے کام کیا کرتے تھے

جب یہ دیوار تیار ہو گئی تو جا بجا ہندوستانی اور قندھاری آدمیوں کے اس پر چوکی پہرے مقرر کیے گئے ایک رات کو سو سوارانِ طلایہ نے خبر دی کہ لشکر کنارہ دره کوہ تک آ پہنچا۔ سکھوں کی آمد کی خبر آگ کے شعلے اور دھواں ہوتا تھا۔ جس قدر وہ آگے بڑھتے تھے گاؤں اور بستیوں کو پھونکتے اور مسجدوں اور مدرسوں کو گراتے جاتے تھے۔ چنگیز خاں، ہلاکو اور تیمور لنگ وغیرہ پرانے ظالموں کی راہ کی علامت بھی مورخوں نے یہی آگ اور دھواں لکھی ہے اور ہماری مہذب سرکار نے بھی ملک یاغستان کے واسطے آتش زدنی کا وہی چنگیز خانی قاعدہ اختیار کر رکھا ہے اللھم زد فزد۔

مجاہدین کی پیش قدمی

اس وقت مجاہدین کی تعداد مع قندھاریوں کے قریب نو سو آدمیوں کے تھی۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ نے آیۂ بیعت الرضوان پڑھ کر اس کا بیان وضاحت اور فصاحت سے کر کے ہر کسی کو اسی قسم کی بیعت جاں نثاری کرنے

کی ترغیب دی چنانچہ اسی وقت ہزارہا آدمیوں نے سیّد صاحبؒ کے ہاتھ پر یہ بیعت کی کہ جب تک ہمارے تن میں جان ہے مقابلہ کفّار سے منہ نہ پھیریں گے اس بیعت کے بعد آپ نے سر برہنہ ہو کر اپنا ضعف اور بیچارگی جنابِ باری میں ظاہر کر کے بڑی تضرّع اور الحاح اور زاری سے ثابت قدمی اور استقامت اور نصرتِ الٰہی کو طلب کیا اس وقت ہر کوئی اپنے اپنے دوستوں سے اپنی تقصیریں معاف کرا کے مرنے پر مستعد ہو گیا اس دن سیّد صاحب بھی عمدہ جنگی لباس اور ہر قسم کے اسلحہ سے آراستہ پیراستہ ہوئے آپ کے لشکر کے تین نشان تھے پہلے نشان کا نام صبغۃ اللہ تھا اس پر زرد سفید ریشم سے وَمَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِلَّۃِ اِبْرَاہِیْمَ تا آخر پارہ نہایت خوشخط حرفوں سے لکھا ہوا تھا یہ نشان دادا ابوالحسن نصیر آبادی کے پاس رہتا تھا اور دوسرا نشان جس کا نام مطیع اللہ تھا اس پر رکوع اخیر سورۂ بقرہ تا آخر سورہ لکھا ہوا تھا اور یہ نشان ابراہیم کے پاس رہتا تھا۔ تیسرا نشان فتح اللہ تھا اس پر سورۂ صف کا رکوعِ اخیر لکھا ہوا تھا وہ محمد نامی ایک عرب کے پاس رہتا تھا جب لشکرِ کفّار موضع تالی کے پنجتار کے سامنے پہاڑی پر پہنچا۔

فرانسیسی جنرل انٹورا کا فرار

اس وقت انٹورا صاحب نے دوربین لگا کر لشکرِ اسلام کا جائزہ لینا شروع کیا۔ لشکرِ اسلام کو دیکھ کر اس کے دل میں ہیبت پیدا ہو گئی۔ چنانچہ اسی وقت خادی خاں کو بلا کر کہا کہ تو نے ازراہِ فریب اور دغا بازی ہم سے بیان کیا تھا کہ پنجتار میں تھوڑے آدمی ہیں اب تو دیکھ کہ سامنے کا سارا وسیع میدان سوار اور پیادوں اور نشانوں سے بھرا ہوا ہے اب یہ کہاں سے آ گئے یہ کہہ کر محض بخوف مہاراجہ رنجیت سنگھ، انٹورا صاحب طوعاً و کرہاً مع فوج خود پہاڑ سے نیچے اتر کر پہلے نئی دیوار کے قریب پہنچا اور اس دیوار کو گرانا شروع کیا۔ مرزا احمد بیگ نے جو اس دیوار کی نگرانی پر متعین تھے پہاڑ پر چڑھ کر لشکرِ اسلام کو اس حملہ کی اطلاع دی سیّد صاحبؒ نے اس حملۂ کفّار سے مطلع ہو کر سواروں کو آگے بڑھایا اور مرزا حسین بیگ گولہ انداز اور افسر شاہین کو حکم دیا کہ شاہین چلانا شروع کرو تاکہ کفّار آگے نہ بڑھنے پائیں۔ دیوار پر حملہ کرنے والے چند سکھ شاہین کے گولوں سے ختم ہو گئے اس وقت تمام لشکرِ اسلام نے بڑے وقار اور انتظام سے آگے بڑھنا شروع کیا۔ انٹورہ صاحب نے یہ یورش اور جوش لشکرِ اسلام دیکھ کر اسی دم پسپا ہونا شروع کیا۔ غازیوں نے انتہائے درہ تک ان کا تعاقب کیا اور اپنی چالاکی بھرمار سے بہت سے بھاگتے ہوئے دشمنوں کو واصلِ جہنم کیا سیّد صاحب نے یہ نصرتِ الٰہی دیکھ کر سجدۂ شکر ادا کیا اور

انٹورا صاحب کے دل پر ایسی ہیبت غالب ہوئی کہ فوراً دریائے اباسین سے عبور کر کے لاہور کو بھاگ گیا۔

تسخیر قلعہ ھُنڈ

خادی خاں منافق کے خلاف فتوے

خادی خاں رئیس ہنڈ کی منافقت، دغابازی اور لشکرِ اسلام کی مخالفت حد سے گزر گئی تھی اس شخص نے سب سے پہلے سید صاحبؒ کے ہاتھ پر امامت اور خلافت واطاعت بیعت کر کے اور پھر امامتِ وقت اور خلیفۂ برحق کی بغاوت اختیار کی اور اسی مخالفت کی وجہ سے احکام شریعتِ محمدی کو خلاف اور اسی دیار کے رؤسا نے اپنے ملک میں جاری نہیں ہونے دیا اور یہاں تک اس کا زور چلا کہ بہت خلائق کو امامِ وقت سے برگشتہ کر دیا۔ انٹورا صاحب کو مجاہدین اور امامِ برحق کے مقابلہ کے لئے حضرو سے لے کر آیا ان لوگوں کے جو سید صاحب کے مطیع اور فرماں بردار تھے۔ صدہا گاؤں جلوا دیئے اور مساجد اور مدرسوں اور خانقاہوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے کفار کے ہاتھ سے تباہ کرا دیا اور مجاہدین کے مقابلہ کے واسطے درۂ پنجتار تک انٹورا کے ساتھ آیا اس واسطے باتفاق رائے جملہ علماء و رؤسا یہ شرعی فتویٰ تیار ہوا کہ اس منافق اور باغی کو سب سے پہلے سبق دیا جائے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو اور پھر کوئی مدعیٔ اسلام ایسی حرکت کرنے پر جرأت نہ کرے اس فتوے سے ایسے منافق اور باغی کا قتل اور غارتِ مال جائز بلکہ واجب ٹھیرایا گیا۔

قلعہ ہنڈ پر مجاہدین کا حملہ

اس تجویز کے بعد ایک لشکرِ اسلام اس منافق کی تعذیر اور تادیب کے لئے تیار ہوا اس لشکر کے امیر شیر خدا مولوی محمد اسمٰعیل غازی مقرر ہوئے مولوی صاحب موصوف براہ موضع بازار و گرھی امان زئی پہلے زکی نام ایک موضع میں جو ہنڈ دارالریاست خادیخاں سے سات کوس ہے پہنچے اس مقام پر قلعہ ہنڈ میں داخل ہونے کے واسطے سیڑھیاں تیار کرائی گئیں اس تیاری کی خبر خادی خاں کو بھی اکثر پہنچا کرتی تھی۔ مگر وہ مغرور اور متکبر یہ کہا کرتا تھا کہ وہ فقیر میرا کیا کر سکتے ہیں۔ جب میں ان کو آتے سنوں گا راہ میں جا کر تہِ تیغ کر دوں گا ایک شام کو اندھیری رات میں پنجتار جانے کا بہانہ کر کے یہ لشکر موضع زکی سے چل کر ______ اور راہ میں سے چکر کھا کر ہنڈ کو

روانہ ہوگیا۔ اس لشکر میں تقریباً سات سو آدمی تھے تقدیر الٰہی سے راہ بھول بھلا کر آخر قریب طلوعِ صبح کے دہم صفر ۱۲۴۵ھ کو یہ لشکر قریب قلعہ ہنڈ کے پہنچ گیا۔ راستے میں آدھا لشکر راہ بھول کر مولانا سے جدا ہوگیا۔ مولانا نے قریب قلعہ ہنڈ کے پہنچکر دیکھا کہ طلوع صبحِ صادق کا شروع ہوگیا اب حاجت سیڑھیوں سے حملہ کرنے کی نہیں رہی اس واسطے آپ نے فوراً پچیس آدمی عمدہ قرابین چی اور تفنگچیوں کو سب سے اوّل روانہ کرکے حکم دیا کہ جلدی سے نزدیک دروازہ قلعہ کے جاکر مخفی ہو جاؤ اس وقت اہلِ قلعہ پاخانہ اور پیشاب کے واسطے دروازہ کھول کر باہر آئیں گے۔ دروازہ کھلنے کے ساتھ ہی ایک باڑھ مار کر دروازہ کے اندر گھس جانا اور دروازہ پر قبضہ کرکے پھر مار شروع کردینا۔ مگر جو باہر نکلنا چاہے اس کو نہ روکنا۔ پس جب دروازۂ قلعہ کھلا مجاہدین کا یہ اوّل گروہ ایک باڑھ مار کر قلعہ کے اندر گھس گیا۔ پہلی باڑھ کی آواز سنکر مولانا صاحبؒ بھی یورش کرکے مع سارے لشکر کے قلعہ میں داخل ہوگئے اس وقت صرف ایک سو پچاس آدمی آپ کے ساتھ تھے۔ چند دشمن جو مقابلہ پر آئے مارے گئے باقی افتاں وخیزاں خالی ہاتھ بھاگ گئے۔

خادی خاں کا قتل

مولانا نے دروازۂ قلعہ کا پورا بندوبست کرکے باقی لشکر کو اس منافق کی خواب گاہ اور محلسرا روانہ کیا قرابین اور بندوقوں کی باڑھ نے اس کو خوابِ استراحت سے جگا کر اس خدائی مار سے مطلع کیا۔ اس وقت اس نے اٹھ کر اپنے لشکر کو کمر بندی اور مقابلہ کا حکم دیا۔ مگر بے سود۔ کیونکہ اس وقت اس کی تمام فوج نہتی یعنی خالی ہاتھ تھی اور شہر سے بھاگ چکی تھی اور تمام ہتھیار اور قلعہ مسلمانوں کے ہاتھ آچکا تھا آخر اس حیص وبیص اور اضطراب میں کوٹھے پر پھرتا ہوا یہ منافق بھی مسلمانوں کی گولی سے ختم ہوگیا۔ مسلمانوں نے اس کے مال ومنال اور نقد اور جنس پر دست درازی نہیں کی مگر تھوڑے اونٹ اور ہتھیار جو سامان حرب وضرب کے وہاں پائے گئے سب غازیوں کے تصرف میں آئے مولانا نے اس منافق کے جنازہ کی نماز پڑھنے سے انکار کیا۔ مگر ملکی ملاّؤں نے بطمعِ دنیا بوقتِ شب اس پر نماز پڑھ کر چپکے سے اس کو دفن کردیا۔

قلعہ ہنڈ پر مجاہدین کا قبضہ

خادی خاں کے مرنے کے بعد اس ملک میں مجاہدین کی مخالفت روز بروز بڑھنے لگی یہاں تک کہ پنجتار اور ہنڈ کی آمد ورفت کا راستہ بند ہوگیا۔ ڈاک بھی بڑی مشکل سے آتی جاتی تھی۔ مولوی صاحب

فتح ہنڈ کے بعد بدستور قلعہ ہنڈ پر قابض رہے اگرچہ بیرونِ قلعہ ایک دو کوس تک آدمیوں کا بلا جماعت جانا بھی دشوار تھا اس واسطے خود سید صاحب بھی مع فتح خاں وغیرہ دیگر رؤساء اس ملک کے بمقام زیدہ جو قلعہ ہنڈ سے دو کوس ہے تشریف لے گئے۔ امیر خاں برادرِ خادی خاں از راہِ نفاق ایک طرف سید صاحبؒ سے عرض کرتا تھا کہ مجھ کو قلعہ ہنڈ مرحمت ہو جائے میں احکاماتِ شریعت کو قبول کر کے ہمیشہ آپ کی اطاعت اور فرماں برداری میں رہوں گا چنانچہ اس چاپلوسی اور دھوکہ میں خود سید صاحبؒ بھی آ گئے تھے کہ ایک فرمان بنام مولانا محمد اسمٰعیل صاحب واسطے دخل دہانی امیر خاں مذکور بر قلعہ ہنڈ تحریر کر کے آپ نے بھیج دیا تھا۔ مگر مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ نے اس کا ضرر بیان کر کے اس حکم کو پھر منسوخ کرایا اور ایک طرف یہی امیر خاں برادرِ خادی خاں یار محمد خاں رئیس المنافقین حاکمِ پشاور کو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بارہ ہزار روپیہ رشوت کی ادائیگی کے وعدے پر کمک کے واسطے بلاتا تھا۔

یار محمد خاں کی موضع ہریانہ میں آمد یار محمد خاں مذکور نے جو سید صاحب کا جانی دشمن تھا اس موقع کو غنیمت جان کر تین سو سوار مع چار سرداروں کے موضع ہریانہ دار الریاست امیر خاں برادر خادی خاں کو بھیج دیئے۔ سنا ہے سلطان محمد خاں برادر یار محمد خاں نے یار محمد خاں کو سید صاحبؒ کے مقابل ہونے سے منع کر کے سمجھایا تھا کہ سید صاحبؒ وہ شخص ہے جس کے مقابل پنجاب کا انٹورا سا نامی جنرل پندرہ ہزار فوج کی موجودگی کے باوجود کترا کر بھاگ گیا اور کبھی اس طرف منہ نہیں کرتا مگر یار محمد خاں نے اس نصیحت کو نہ سنا اور دوسرے کی مصیبت خود خرید لی جس کے برے نتیجے میں اس نے جان و مال و آبرو سب برباد کر دی ان دنوں میں (جبکہ درانی سوار ہریانہ میں مقیم تھے) مابین لشکر امیر خاں اور مجاہدین کے چند بار چھیڑ چھاڑ ہوئی لیکن ہمیشہ لشکرِ مجاہدین کو غلبہ رہا اور مخالفین ہر بار سخت نقصان اٹھا کر بے نیل و مرام پسپا ہو گئے اس وقت تک درانیوں کا لشکر جو قلعہ ہریانہ میں مقیم تھا مجاہدین کی پھرتیوں اور بھرمار کا تماشا دیکھا کرتا تھا کبھی شریکِ معرکہ نہیں ہوا اس عرصہ میں خود سردار یار محمد خاں مع لشکرِ عظیم اور چھ ضرب توپ اور چند شاہین اور دو ہاتھیوں اور بہت سے اونٹوں وغیرہ سامانِ حرب و ضرب کے موضع ہریانہ میں پہنچ گیا اور اپنی ہریانہ میں سلامتی سے داخل ہونے کی خوشی میں بہت سی توپیں سر کرا کے ملک میں اپنی آمد کا دہونہ ڈلوا دیا چنانچہ ملکی لوگ توپوں کی آواز سن کر ہیبت زدہ و ہراساں ہو گئے جو مخالف تھے وہ فوراً درانیوں سے جا ملے اور جو موافق

تھے وہ بھی توپوں کے خوف سے مجاہدین کی اعانت سے پہلو تہی کر کے پہاڑوں پر بھاگ گئے یا اپنے گھروں میں چھپ کر بیٹھ رہے۔

مولانا محمد اسمٰعیل کی زیدہ میں طلبی

اس وقت صرف فتح خاں پنجتاری اور ارسلان خاں زیدہ والا اور کچھ مومنینِ ملک بسمہ مجاہدین کے شریک تھے۔ یار محمد خاں کے ہریانہ میں پہنچنے پر سید صاحبؒ نے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کو مع سارے لشکرِ مجاہدین کے قلعہ ہنڈ سے اپنے پاس زیدہ میں طلب کر کے صرف مولوی مظہر علی صاحب عظیم آبادی کو مع دو سو آدمیوں کے قلعہ ہنڈ کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا جب لشکر اسلام کی مین آرمی یعنی فوجِ کلاں زیدہ میں جمع ہوئی تو مخالفوں نے بوقتِ شب قلعۂ ہنڈ کے قریب ایک پہاڑی پر مورچہ بنانا شروع کیا کہ کل یہاں سے قلعۂ ہنڈ میں گولہ باری کریں گے۔ مولوی مظہر علی صاحب قلعہ دار قلعۂ ہنڈ کو جاسوسوں کی زبانی منافقین کی اس کاروائی کا حال معلوم ہو گیا انھوں نے اسی وقت ایک جماعت بندوقچیوں کی ساتھ دے کر مورچہ بندی کرنے والے کو جا دبایا اور چند باڑھیں بڑی پھرتی سے مار کر بہتوں کو واصلِ جہنم کر دیا اور جو باقی رہے تھے وہ سب سامان مورچہ کا وہیں چھوڑ کر فرار ہو گئے اور ایسی ہیبت ان پر غالب ہوئی کہ پھر ہنڈ کے ارد گرد مورچہ بندی کرنے کا ان کو حوصلہ نہ ہوا۔

جنگِ زیدہ

پندرہ تاریخ ربیع الاوّل ۱۲۴۵ھ بروز دوشنبہ لشکرِ یار محمد خاں مع توپوں اور شاہین وغیرہ سامانِ حرب و ضرب کے زیدہ کے مقابل پہنچ گیا ادھر لشکرِ اسلام بھی ان کے مقابلہ کے واسطے آمادہ و تیار ہو گیا اور قریب تھا کہ اسی وقت جنگ شروع ہو جائے مگر دشمنوں نے اپنے مورچے وغیرہ کی تیاری کی غرض سے وہ دن صلح کے پیام بھیج بھیج کر ضائع کرا دیا جب تمام تک ان کے مورچے تیار ہو گئے تو رات کو صاف جواب دیدیا کہ ہم ہرگز صلح نہ کریں گے بلکہ جو سید صاحبؒ کی طرف سے صلح کا پیام لائے گا ہم اس کا سر قلم کر دیں گے یہ جوابِ نخوت آمیز سنکر سید صاحبؒ کی بھی حمیت ربانی اور غیرتِ حقانی جوش میں آئی اسی وقت ایک لشکرِ جرّار ہمراہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ کے تیار کر کے ان پر شب خوں مارنے کے واسطے روانہ کر دیا اس لشکر کی تیاری میں ایسی سرعت ہوئی کہ یار محمد خاں کا قاصد جو نخوت آمیز جواب دے کر گیا تھا

اور یہ لشکر غالباً ایک ہی ساتھ آگے پیچھے یار محمد خاں کے لشکر گاہ میں پہنچے ہوں گے اس لشکر میں چھ سو آدمیوں کی جماعت تھی صرف دو تین سو آدمی کمر بند سید صاحب کے پاس رہ گئے تھے۔

اس وقت رات کا ایک بجا تھا مولوی صاحبؒ شیر خدا نے زیدا سے باہر ہو کر مقدماتِ جنگ اور وضعِ رفتار وغیرہ ہر ایک کو سمجھا دی ہندوستانی بندوقچیوں اور قرابین چیوں کی ایک جماعت علیحدہ کر کے سب سے آگے روانہ کر دی ولائیتوں کو سب سے پیچھے رکھا جب یہ لشکر دشمن کے قریب پہنچا سوارانِ دشمن کا ایک طلایہ دکھائی دیا اور مجاہدین کو آتے دیکھ کر اپنے لشکر کی طرف بڑھا۔ مجاہدین نے تیز قدمی کر کے دشمن کے سواروں کا تعاقب کر کے جب ان کو گولی کی زد پر خیال کر کے اور تکبیر کہہ کر ان پر ایک باڑھ ماری جس میں بہت سے سوار مارے گئے اور باقی ہراسیمہ اپنے لشکر کی طرف بھاگ گئے جن کے لشکر میں پہنچنے پر گولہ انداز جو کنارۂ لشکر پر تھے ہوشیار ہو کر توپوں اور شاہین سے مقابل ہوئے مگر مجاہدین نے جرأت اور پھرتی سے کام لے کر بڑی دلاوری کے ساتھ سب سے پہلے دشمن کی توپوں کو چھین لیا توپوں پر قبضہ کرنے کے بعد مجاہدین نے آگے بڑھ کر بھرمار شروع کی پے درپے چند باڑھ سر ہونے کے بعد دشمن کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔

یار محمد خاں کی شکست وفرار

مجاہدین نے دشمن کے گولہ اندازوں کو پکڑ کر انھیں کے ہاتھ سے بھاگتے ہوئے لشکر پر گولہ باری شروع کرائی تھوڑی دیر میں سارے لشکر گاہِ دشمن پر مومنین کا قبضہ ہو گیا پلاؤ کی دیگیں پکی ہوئی تیار تھیں۔ مولانا کے حسب اجازت مجاہدین نے نوش جان فرمائیں دو تین جوان عورتیں بھی یار محمد خاں کے خیمہ میں پائی گئیں۔ معلوم ہوا کہ کسی ملحقہ گاؤں سے بدکاری کے لئے ان کو پکڑ لائے تھے ان کو اسی دم رخصت کیا گیا۔ ملکی مخالفوں کو توپوں اور شاہین کی آواز سے فتحِ مخالفین کا گمان ہوا۔ وہ سب نقارے بجاتے اور خوشی کرتے ہوئے لشکر گاہِ دشمن کی طرف مبارکباد دینے کو بڑھے مگر لشکرِ اسلام نے توپ اور شاہین کی باڑھ سے ان کی تواضع کر کے ان پر ثابت کرا دیا۔ کہ میدانِ جنگ مجاہدین کے ہاتھ میں ہے اور درانی شکست کھا کر فرار ہو گئے اس رات کو دشمنوں پر ایسی آفت آئی کہ ایک تنکا بھی لے جانے نہیں پائے۔ یہاں تک کہ ان کے پاؤں کے جوتے بھی وہیں چھوٹ گئے۔ مجاہدین نے صرف توپیں اور شاہین اور اونٹ، ہاتھی، گھوڑے اور خیمے وغیرہ سامانِ حرب وضرب لے لیا۔ باقی لاکھوں روپے کا مال ملکی لٹیرے لوٹ کر لے گئے۔

یار محمد کا انتقال

جب سید صاحب کو اس فتح کی خبر پہنچی۔ سجداتِ شکرِ باری تعالیٰ بجا لا کر مظفر و منصور مع سارے لشکر کے پنجتار (اپنے ہیڈ کوارٹر) کو لوٹ آئے جس جس گاؤں میں سید صاحبؒ پہنچے گاؤں کی عورتوں نے مبارکباد کی دف بجا کر سید صاحبؒ سے انعام لیا اس جنگ میں خود یار محمد خاں ایسا سخت زخمی ہوا تھا کہ پشاور کو بھاگتا ہوا موضع ہرمان اور دوڈھیر کے درمیان ذلت وخواری کے ساتھ مرگیا اور تقریباً تین سو درّانی مع بہت سے نامی سرداروں کے مارے گئے۔

مالِ غنیمت کی تقسیم

سید صاحبؒ نے پنجتار میں پہنچ کر سارے ملکی اور مجاہدین کو جمع کرکے لوٹ کی برائیاں سنائیں اور فرمایا کہ عین معرکۂ جنگ میں لوٹ کھسوٹ کرنے سے انتظامِ جنگ خراب ہو جاتا ہے اور لیٹروں کے اعمالِ صالح ختم ہو جاتے ہیں اور مالِ غنیمت کا چور قیامت کے دن اس چوری کے مال کو لے کر دوزخ میں داخل ہوگا۔ اس وعظ کی تاثیر سے ڈیڑھ سو گھوڑے اور بہت سے خیمے اور ظروف وغیرہ لیٹروں نے واپس کرکے سید صاحبؒ کے حضور میں حاضر کر دیئے۔ تمام مال کا خمس نذر اللہ نکالنے کے بعد حسب قاعدۂ شریعت سوار کو دو حصّے اور پیادہ کو ایک حصّہ کرکے تقسیم ہو گیا۔ ادھر مولوی مظہر علی صاحب نے امیر خاں برادر خادی خاں اور دوسرے منافقوں کے قلعوں پر حملہ کرکے بہت سا مالِ غنیمت حاصل کیا تھا وہ بھی اسی قاعدے پر تقسیم ہو گیا اس جنگِ زیدہ میں مجاہدین میں سے صرف چار آدمی درجۂ شہادت کو پہنچے اور سات آدمی زخمی ہوئے اس واقعہ کے بعد بہت سے منافق مثل امیر خاں خٹک وغیرہ غضبِ الٰہی میں گرفتار ہو کر فنا ہو گئے۔ جس سے معلوم ہوا کہ منافقوں کی ہلاکت اور تباہی کا یہ سال تھا۔

سلطان محمد خاں کی مہاراجہ رنجیت سنگھ کو اسپ لیلیٰ اور مروارید کی پیشکش

سلطان محمد خاں برادر یار محمد خاں مغضوب نے اس واقعہ کے بعد اسپ موسوم لیلیٰ و مروارید جس کو مدت سے مہاراجہ رنجیت سنگھ طلب کر رہا تھا اور یہ سردار اُن کے دینے سے انکار کرتا تھا اب سید صاحبؒ سے خائف ہو کر مہاراجہ رنجیت سنگھ کو نذر کرکے طالبِ اعانت ہوا۔

سید صاحبؒ کا پشاور جانے کا اعلان نامہ

جنگِ زیدہ کے بعد تمام ساکنانِ پشاور اور اطرافِ پشاور نے متفق

ہو کر سید صاحبؒ کو پشاور میں طلب کیا۔ اس وقت پشاور کا یہ حال تھا کہ اگر سید صاحبؒ وہاں تشریف لے جاتے تو بے روک ٹوک اس شہر پر آپ کا قبضہ ہو جاتا۔ مگر سید صاحبؒ کو منظور نہیں تھا کہ اعلان نامۂ شرعی کے ارسال کے بغیر دھوکہ بازی سے اس شہر پر قابض ہو جائیں۔ اس واسطے واقع ۶ ربیع الاول ۱۲۴۶ھ باتفاق رائے جملہ علماء و روساء ایک اعلام نامہ شرعی بنام سلطان محمد خاں حاکم پشاور اور اس کی نقول بنام ساکنانِ پشاور اور اطرافِ پشاور کے روانہ کی گئیں۔ یہ اعلام نامہ بخطِ فارسی بہت طول طویل ہے جس کو میں یہاں درج کرنا نہیں چاہتا۔ مگر اس کا ایک فقرہ جو مجھ کو نہایت پسند ہے بعینہ نقل کرتا ہوں۔ یہ فقرہ صفحہ ۵۶۲ منظورۃ السعداء مؤلفہ مولوی جعفر علی نقوی میں درج ہے سید صاحبؒ لکھتے ہیں :-

"نہ با کسے از امراء المسلمین منازعت داریم و نہ با کسے از رؤساء مومنین مخالفت با کفارِ لیام مقابلہ داریم نہ با مدعیان اسلام، صرف با دراز مویان (یہاں اقوام سکھ جو سر پر بہت لمبے بال رکھتے ہیں مراد ہے) جویان مقابلہ ایم نہ با کلمہ گویان و اسلام جویان و نہ با سرکار انگریزی کہ او مسلمان رعایائے خود را برائے ادائے فرائض مذہبی شاں آزادی بخشیدہ است"۔

میاں نظام الدین کی مراجعت

جنگ زیدہ کے زمانے میں میاں نظام الدین چشتی اپنے ساتھیوں کے ساتھ خود بخیریت تمام بخارا کی سفارت سے واپس آ گئے انھوں نے بیان کیا کہ وہ نامۂ مشمولہ ترغیب جہاد وغیرہ جو بنام شاہ بخارا ہمارے ساتھ اپنی راہ میں ہم نے شاہ کوکڑ حاکم کاشغر اور حاکم فیض آباد و محمد مراد بیگ حاکم قندھار وغیرہ اور بہت سے رئیسوں کو بھی دکھلا کر مجاہدین کی اعانت کے لئے آمادہ کیا ہے چنانچہ ہر رئیس نے قیام جہاد کی اس نوید کو سن کر بہت خوشی ظاہر کی اور بر وقت طلب اپنی شرکت اور اعانت کا وعدہ کیا اور جب ہم بخارا میں پہنچے تو شاہِ بخارا نے بھی اس نامۂ فیض شمامہ کو پڑھ کر خوشی کے نقارے بجوائے اور نہایت اخلاق اور تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ آخر میں شاہ بخارا کے امیروں نے اور مشیروں نے براہِ حسد شاہِ موصوف کو ورغلا کر یہ دھوکہ دیا کہ یہ دراصل مرسلہ نصاریٰ (انگریز) حکام ہندوستان کے سفیر ہیں اور براہِ دھوکہ بازی امیر المومنین سید صاحبؒ اور جہاد کا نام لے کر یہاں کے خبر اخبار لینے کو آئے ہیں ان کو جلد رخصت کر دینا چاہیئے تب شاہِ بخارا نے ایک اسپ ترکی اور کچھ دینار اور دو عمامہ یا بو بطور ہدیہ دے کر مع جواب نامہ اس سفارت

کو رخصت کر دیا۔

جنگِ تربیلا

ان ایام میں عبدالحمید خاں رسالدار رامپوری جس کا ذکر خیر بمقام ٹونک اوپر ہو چکا ہے ہندوستان سے پہنچا۔ سیّد صاحبؒ نے بھی عبدالحمید خاں مذکور کو ایک خلعتِ فاخرہ عنایت کر کے اپنے یہاں رسالدار مقرر کر دیا انہیں دنوں میں حسب الطلب خان زمان خان رئیس کنکری کے کچھ سوار مع رسالدار مذکور اور چند شاہین اور پیادے ساتھ لے کر سیّد صاحبؒ موضع تربیلا پر جس پر سکھ قابض تھے بذاتِ خود حملہ کرنے کو تشریف لے گئے اور آسانی سے ایک ہی حملہ میں تربیلا پر قابض ہو گئے۔ مگر اس قبضہ کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فوج کا ایک نامی جنرل ہری سنگھ نلوہ جو اس وقت پانچ ہزار فوج کے ساتھ علاقہ سکندرپور میں تعینات تھا اس خبر کو سنتے ہی اپنی کل فوج کے ساتھ تربیلا پر چڑھ آیا۔ کچھ عرصہ تک تو غازیوں نے ایسے لشکر عظیم کا بہت استقامت اور دلاوری سے مقابلہ کیا۔ لیکن آخر کار کو تربیلا چھوڑ دینا پڑا۔ تربیلا سے واپس آکر سیّد صاحب سید اکبر شاہ کے ستھانہ میں مہمان ہوئے اور وہاں سے چلکر پایندہ خان رئیسِ انب اور عشرہ سے بھی حضرت امیر المومنین کی ملاقات ہوئی۔

سلطان محمد خاں کا قلعہ ہنڈ پر قبضہ

سیّد صاحبؒ ابھی تک انھیں اطراف میں تھے کہ سلطان محمد خان حاکم پشاور اپنی والدہ کے اس طعنہ سے کہ اتنی بڑی فوج اور خزانہ کا مالک ہو کر سیّد صاحبؒ جیسے ایک فقیر سے اپنے بھائی کے قتل کا بدلہ کیوں نہیں لیتا ایک فوج عظیم کے ساتھ جس کے افسر کیول صاحب نامی ایک فرنگی تھے قلعہ ہنڈ پر چڑھ آیا۔ قلعہ ہنڈ میں اس وقت صرف پچاس یا ساٹھ غازی موجود تھے جنھوں نے بہت دلاوری اور بہادری سے ایک ہفتہ تک قلعہ کے اندر محصور ہو کر دشمن کا مقابلہ ہوا جب سلطان محمد خان حملوں سے قلعہ کو خالی نہ کرا سکا تو اہلِ قلعہ پر رسد اور پانی بند کرا دیا پس جب اہلِ قلعہ کے پاس رسد نہ رہی تو سلطان محمد خاں نے کیول صاحب کی معرفت اہلِ قلعہ کو صلح کا پیام بھیجا اور بضمانت و ذمہ داری کیول صاحب موصوف کے یہ شرطِ صلح ٹھہری کہ غازی خالی ہاتھ قلعہ سے باہر ہو جائیں اور جہاں چاہیں چلے جائیں کوئی ان سے مزاحم نہ ہوگا پس اس عہد و پیمان کے بعد غازی قلعہ سے باہر ہوئے تو سلطان محمد خاں نے عہد شکنی

کرکے ان سب کو گرفتار کر لیا اور کہا کہ اپنے بھائی یار محمد خاں کی قبر پر لے جا کر تم سب کو ذبح کروں گا اس بد عہدی اور بے ایمانی پر کیوں صاحب جو غالباً کوئی انگریز تھا ناراض ہو کر سلطان محمد خاں کی نوکری سے علیحدہ ہو گیا۔

مقامی باشندوں سے سیّد صاحبؒ کی ناراضگی

جب سیّد صاحبؒ کو یہ خبر وحشت اثر پہنچی تو اسی وقت آپ پنجتار کو لوٹ آئے اور پشاور پر حملہ کی تیاری شروع کی مگر جب سلطان محمد خان کو پشاور پر حملہ کی اس تیاری کی خبر پہنچی تو وہ فوراً قلعہ ہنڈ کو خالی کر کے پشاور کی طرف بھاگا اور غازی قیدیوں کو بھی ساتھ لے گیا اور راہ بمقام ہشت نگر یہ غازی جو ایک مکان میں قید تھے رات کو نقب لگا کر فرار ہو گئے اور بخیریت تمام پنجتار پہنچ گئے۔ جب قلعۂ ہنڈ خالی ہو گیا تو سکھوں نے حسبِ درخواست امیر خاں برادر خادی خاں کے آکر اس پر قبضہ کر لیا اس وقت بھی سمہ کے علاقہ کا معاملہ دگرگوں ہو گیا تھا اور ملکیوں نے چاروں طرف سے باغوائے سردارانِ پشاور راہِ مخالف آغاز کر دی تھی اس سبب سے سیّد صاحبؒ نے ناراض ہو کر چاہا تھا کہ اوّل مولوی محمد اسمٰعیل کو کشمیر بھیج کر اس علاقہ میں لشکرِ اسلام کے قیام کا انتظام کریں اور وہیں سے جہاد کا کاروبار شروع کریں جب مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ مع ایک جماعتِ مجاہدین کے تیار ہو کر براہِ پکھلی کشمیر کی جانب روانہ ہوئے تو پایندہ خان حاکمِ انب وعشرہ نے جس کے علاقہ میں یہ راہ جاتی تھی مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ کو آگے جانے نہیں دیا اس سبب سے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب پھر پنجتار کو لوٹ آئے تب سیّد صاحب نے پایندہ خان کو لکھ کر بعجز تمام اس کے علاقہ سے کشمیر جانے کی راہ مانگی مگر براہِ شرارت اس نے بڑے زور و شور سے انکار کیا اور لکھا کہ اگر آپ اس طرف آئیں تو حرب و ضرب سے تیار ہو کر آئیں۔

جنگِ انب

پایندہ خان کا یہ متمردانہ جواب پہنچنے کے بعد ملکیوں کی زبانی معلوم ہوا کہ پایندہ خان اپنے ملک میں جنگ کی تیاری کر رہا ہے اس واسطے سیّد صاحب کے لئے بھی لازم ہو گیا کہ ایک لشکرِ اسلام اس طرف روانہ کریں۔ اس وقت سیّد صاحبؒ نے اپنے حرمِ محترم کو

موضع ڈگھاڑہ میں چھوڑ کر اس مہم کا مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ کو امیر مقرر کر کے بجانب آنب روانہ کر دیا اور مولانا ممدوح کو یہ ہدایت کر دی کہ اپنی طرف سے جنگ کی ابتدا نہ کریں اگر پایندہ خاں مقابل ہو تو سیف و سنان سے جواب دینے کا اختیار رہے۔ یہ لشکر دو حصے ہو کر ایک حصہ زیر حکم سید احمد علی ہمشیر زادہ سید صاحبؒ کے عشرہ کو گیا۔ اور ایک حصہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ کے ساتھ فروسہ میں پہنچا اور خود سید صاحبؒ بھی پنجتار سے روانہ ہو کر اسی نواح کے لوگوں کو لشکرِ اسلام کی تائید کے واسطے آمادہ کرتے تھے۔ پایندہ خان نے جب چاروں طرف سے اپنے تئیں لشکرِ اسلام کے محاصرہ میں دیکھا تو ایک عرضی بحضور سید صاحب اور ایک خط بحضور مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ مشعرِ اظہارِ انقیاد اور اپنی فرماں برداری تحریر کر کے صلح کی درخواست کی۔ مولانا ممدوح اس عرضی کو پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ہمارا مطلب پایندہ خاں سے صرف یہی تھا۔ ہمیں اس سے جنگ کرنا ہرگز منظور نہیں ہے اور اسی وقت مولانا سید احمد علی صاحبؒ کو بھی جو عشرہ والے دستے کے سوار تھے تاکیداً لکھ دیا کہ آپ بلا حکمِ ثانی، پایندہ خان پر حملہ نہ کریں۔ جب لشکرِ اسلام حملہ سے رک گیا پایندہ خان نے دستۂ اسلام متعینہ آنب کو غافل پا کر خود ان پر حملہ کرنا چاہا۔ مگر صلح کے انتظار میں اسلامی فوج کچھ غافل نہیں ہو گئی تھی اس نے پایندہ خان کے لشکر کو آتے دیکھ کر وہ سبق دیا کہ ان کو خائب اور خاسر ہو کر پسپا ہونا پڑا۔ ادھر سے بندوقوں اور جزائلوں کی آواز سن کر دستۂ متعینۂ عشرہ بھی آکر شامل ہو گیا۔

قلعہ انب پر مجاہدین کا قبضہ

اس دستۂ دوم کے پہنچنے تک پایندہ خان چتر بائی کے راستے دریائے اباسین عبور کر کے فرار ہو گیا اس کے فرار ہونے کے بعد قلعہ آنب بھی مسلمانوں کے ہاتھ میں آگیا۔

اس جنگ آنب میں چھ غازی شہید ہوئے۔ اسی دم اس فتح کا مژدہ سید صاحب کو پہنچایا گیا۔ اسی جگہ یعنی قلعہ آنب میں سید صاحبؒ نے اپنے حرم محترم کو بھی بلا لیا تھا اس ملک میں بھی احکامِ شریعت جاری ہو کر جابجا قاضی اور محتسب مقرر ہو گئے اور ترکِ نماز اور میدان میں ننگے نہانے پر (جیسے کہ پہلے سے ولایتی نہایا کرتے تھے) تعزیر مقرر کی گئی۔ دفتر وغیرہ سب آنب میں آگیا اس وقت سید صاحبؒ کے دفتر میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ اور مولوی محمد حسن صاحب رامپوری سید صاحبؒ کے وزیر تھے سید صاحب کی مہر پر اسمہٗ

اُحمَدُ کھدا ہوا تھا۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ کے ہاتھ میں اور گاہے گاہے منشی محمدی صاحب میر منشی کے ہاتھ میں رہتی تھی۔ ہر نامہ اور مراسلہ کے خاتمہ پر مُہر ثبت ہوا کرتی تھی مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کی مہر جس پر وَاذْکُرْ فِی الْکِتَابِ اِسْمٰعِیْلَ کندہ تھا منشی فضل الرحمٰن کے پاس رہتی تھی۔

اہلِ کشمیر کو دعوتِ جہاد

ان ایام میں سید صاحبؒ نے مولوی نظام الدین صاحب چشتی کو اپنی طرف سے خلیفہ مقرر کر کے کشمیریوں کی ہدایت کے لئے کشمیر روانہ کیا ملک کاغان میں جو کشمیر سے ملحق ہے بہت لوگ داخلِ بیعت ہوئے سید ضامن شاہ وغیرہ چند سردارانِ کاغان بذاتِ خود بھی حصولِ قدمبوسیٔ سید صاحبؒ کے لئے آنب کو آئے تھے کشمیر میں بھی یہ دعوتِ جہاد بڑی گرمجوشی سے قبول کی گئی۔ بلکہ بہت سی عرضیاں مسلمانانِ کشمیر کی اس مضمون کی سید صاحبؒ کے حضور میں پہنچی تھیں کہ اسی وقت کرپا رام صوبہ دار کشمیر معتوب ہو کر لاہور میں طلب کیا گیا ہے اس وقت کشمیر خالی ہے آپ جلد تشریف لا کر قابض ہو جائیں اور ہم سب مسلمان دل و جان سے مجاہدین کی اعانت کریں گے ان عرضیوں کے آنے پر بجانب کشمیر جانے کا سید صاحبؒ کا ارادہ بھی ہو گیا تھا مگر مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ نے یہ عذر پیش کیا کشمیر یہاں سے دس بارہ منزل ہے جب اس قدر لشکرِ کثیر اس طرف کو جائے گا تو غالباً وہاں پہنچنے سے پہلے دربارِ لاہور تک اس کی خبر پہنچ جائیگی اگر کشمیر کے مسلمان جو سمہ کے ولایتیوں سے خود غرضی اور بے وفائی اور دغابازی میں کسی طرح کم مشہور نہیں ہیں عین موقع پر دغا دیں تو پھر اس نادیدہ ملک میں سخت مشکل ہوگی۔

پھولڑہ پر فوج کشی کا حکم

ان ایام میں سید صاحبؒ کو منظور ہوا کہ غازی نکمے نہ رہیں بلکہ دریائے اباسین کے اس پار جو سکھوں کا ملک اور قلعے ہیں ان پر حملے کئے جائیں اس مقصد کے لئے ایک لشکر تیار کیا گیا مولوی محمد اسمٰعیل غازی اس لشکر کے امیر مقرر ہوئے۔ یہ لشکر تین گزرگاہوں سے عبور کر کے بمقام پھولڑہ جمع ہوا مولوی محمد حسن رامپوری اور سید احمد علی صاحبؒ ہمشیرزادہ سید صاحبؒ بھی ماتحت مولوی محمد اسمٰعیل اس لشکر میں سردار تھے۔

راجہ رنجیت سنگھ کی مسلمان رعایا جو ملحق کنارہ دریائے اباسین کے رہتی تھی خود بخود سید صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر احکامِ شریعت پر چلنا قبول کر کے اطاعتِ امام المجاہدین اور اعانتِ لشکرِ اسلام کا وعدہ کر کے خود لشکرِ اسلام کو اپنے ملک میں بلانا چاہتی

تھے۔ ایسے لوگوں کو امان نامے مہری سیّد صاحب اس مضمون کے عنایت ہو گئے کہ :-

"فلاں رئیس فلاں دیہہ کا ایں جانب کے حضور میں حاضر ہو کر احکاماتِ شریعت پر چلنا قبول کر کے خدمتِ دین اور رفاقتِ مجاہدین بذمۂ خود اختیار کرے گا اور اس قدر نقد و اسباب خزانۂ بیت المال کے واسطے پہنچائے گا بشرطِ ایفائے وعدہ بر وقتِ حملۂ لشکرِ اسلام اس پر اور اس کے گاؤں پر کوئی غازی دست درازی نہ کرے اور اس کے مال و اسباب کو مسلمانوں کا مال تصوّر کرے۔"

جنگ پھولڑہ

جب اس حملہ آور لشکر کی مین آرمی یعنی فوج کلاں سے پھولڑہ میں پہنچی۔ تو اتفاق سے مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ کفّار کی ایک گڑھی فتح کرنے پر مصروف ہو گئے صرف مولوی محمد حسن صاحب اور سیّد احمد علی صاحبؒ اس کام میں لشکر کے ساتھ تھے یہ دونوں سرداران فنِ جنگ سے ایسے واقف نہ تھے جیسے ان کے امیر مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ اس کام میں برق تھے اس فوج کا لشکر گاہ ہمراہی سرداروں کی ناتجربہ کاری کی وجہ سے بڑی بے موقع جگہ ہوا تھا۔ فجر کو یہ افواج جبکہ ادائے نماز میں مشغول تھی لشکرِ کفّار نے یورش کر کے ایک ایک غازی کو تین تین سواروں نے جا گھیرا اس گھبراہٹ میں غازیوں کو صف ہو کر بھر مار کا موقع بھی نہ مل سکا جس میں چند غازی اور مولوی محمد حسن صاحب اور سیّد احمد علی صاحب دونوں سردار بھی شہید ہو گئے۔ سکھوں کے پاس بڑے بڑے لمبے لمبے نیزے تھے جن کا جواب غازی تلوار سے نہیں دے سکتے تھے اس عرصہ میں دوسرے کنارہ لشکر سے ایک جماعت چالیس پچاس قرابین چیوں کی ایک آزمودہ کار افسر کے ماتحت صف بندی کر کے باقاعدہ حملہ آور ہوئے جس نے چند باڑھوں میں سکھوں کا دو چند نقصان کر کے ان کو پسپا کر دیا۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب گڑھی سنگلی اور گڑھی چرڑی کو سکھوں کے ہاتھ سے چھین کر بعد عہد و پیمان مسلمان سرداروں کے سپرد کر آئے اور پھر اس کل لشکر کو ساتھ لے کر آنب کو لوٹ آئے۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی پیش کش

ان دنوں سردار وزیر سنگھ جمعدار خسرہ پورہ راجہ رنجیت سنگھ اور حکیم عزیز الدین صاحب راجہ رنجیت سنگھ کی طرف سے سفیر مقرر ہو کر سیّد صاحب کے پاس یہ پیام صلح لے کر آئے تھے کہ دریائے اباسین کے اس کنارے کا ملک جو سیّد صاحبؒ کے قبضہ میں ہے اس کو راجہ رنجیت سنگھ کی طرف سے انعام تصور کر کے کسی شخص کی مزاحمت کے بغیر اس کو اپنے قبضہ اور

تصرف میں رکھیں اور کسی اندیشہ کے بغیر اس ملک میں احکام شریعت جاری کریں لیکن دریائے اباسین کے اس جانب کا قصد نہ کریں۔ اور سید صاحبؒ فقیر ہیں اور ہیں امیر ہوں سو امیروں پر فقیروں کی خدمت کرنا اور فقراء کو دعاء گوئی امراء کی ضرورت ہے اگر سید صاحبؒ اس سے زیادہ ملک گیری کا قصد کریں گے تو مثل دنیا داروں کے حریص سمجھے جائیں گے اور پھر اس طرح بھی جنگ کی تیاری کرکے ان کی بیخ کنی کی جائے گی۔ اگر سید صاحبؒ اس پر قانع رہیں تو اس میں ان کی بھی بھلائی ہے اور ہماری خوشنودی ہے اور زیادہ طلبی میں دونوں کا نقصان ہے اور یہ بھی لکھا کہ بعد ملاحظہ ان شرائط کے اپنا سفیر مع جواب نامہ کے ارسال فرمائیں۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سفارت

یہ دونوں سفیر جب آنب میں پہنچے اور سید صاحبؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپ کے کلمات ہدایت آمیز روزانہ سننے لگے تو حکیم عزیز الدین کے قطع نظر سردار وزیر سنگھ بھی مسلمان ہو گیا مگر سید صاحبؒ نے اس کو اجازت دیدی کہ تا وقتِ مصلحت و موقع اپنے اسلام کو مخفی رکھ کر اسلام کی خیر خواہی کرتا رہے۔ ان ایام میں راجہ شیر سنگھ اور جنرل انٹورا صاحب فرانسیس سید صاحبؒ کا جواب لینے کے واسطے مع بارہ ہزار لشکر کے دریائے لنڈہ کے کنارے پر پہنچ کر مقیم تھے اس وقت سردار فتح خاں رئیس پنجتار کو اندیشہ ہوا کہ مبادا یہ لشکرِ کفار پنجتار پر یورش کرے اس نے سید صاحبؒ کو اس کی اطلاع کر کے پنجتار کی حفاظت کے لئے کچھ فوج طلب کی سید صاحبؒ نے مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ کو مع لشکرِ مجاہدین کے پنجتار کی حفاظت کے واسطے روانہ کر دیا۔

سید صاحبؒ کی سفارت

مولوی خیر الدین شیر کوٹی اور حاجی بہادر شاہ خان مع آٹھ آدمیوں کے سفارتِ دربارِ لاہور کے لئے مقرر ہو کر رنجیت سنگھ کے جواب نامہ کے ساتھ سردار وزیر سنگھ اور حکیم عزیز الدین صاحب کی طرف روانہ کئے گئے۔ روزمرہ کے خرچ و رسد کے لئے نقد و جنس سرکارِ خالصہ سے مقرر ہو گیا ایک ملا کے گھر پر جو مریدانِ خاص سید صاحبؒ سے تھا یہ سفارت فروکش ہوئی۔

سید صاحب کے سفیروں سے جنرل انٹورا کی ملاقات

دوسرے دن مولوی خیر الدین صاحب و حاجی بہادر شاہ خاں صاحب بمعیت سردار وزیر سنگھ انٹورا صاحب کی ملاقات کو بلائے گئے یہ دونوں

صاحب مسلح اس خیمے میں داخل ہوئے اس وقت اس خیمے میں ایک انٹورا صاحب اور ایک فرانسیسی جنرل کرسیوں پر بیٹھے تھے یہ لوگ اَلسَّلَامُ عَلیٰ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدیٰ کہہ کر میز کے نزدیک قالین پر بیٹھ گئے۔ سردار وزیر سنگھ دروازہ خیمہ پہ کھڑے رہے اس وقت انٹورا صاحب نے اخبار نویس اور حکیم عزیزالدین صاحب کو طلب کر کے ان سفیروں کے پاس بٹھا دیا۔ پھر انٹورا صاحب نے ان سفیروں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تم دونوں میں مولوی کون ہے حاجی بہادر شاہ خان صاحب نے مولوی خیرالدین صاحب کی طرف اشارہ کیا تب انٹورا صاحب نے مولوی خیرالدین صاحب سے کہا کہ میں آپ سے کچھ علمی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ مولوی صاحب نے ازراہِ دوراندیشی فرمایا کہ اگر مذہبی گفتگو منظور رہو تو آپ سخت جواب سے رنجیدہ خاطر نہ ہوں۔ انٹورا صاحب نے کہا کہ جو کچھ آپ کے دل میں آئے بلا تکلف فرمائیں میں ہرگز رنجیدہ نہ ہوں گا۔ لیکن جواب عالمانہ ہو جاہلانہ نہ ہو۔ کیونکہ میں خود بھی کسی قدر دینِ اسلام سے واقف ہوں میں نے آپ کی کتبِ تواریخ اور دیگر کتبِ دینیہ کا بہت مطالعہ کیا ہے پھر کہا کہ جس وقت میرا ڈیرہ حضرو میں تھا اس وقت ایک شخص بصورتِ فقیر خلیفہ صاحبؒ کی طرف سے میرے پاس آیا تھا اور کہتا تھا کہ اگر راجہ رنجیت سنگھ خلیفہ صاحبؒ کی معرفت سے یوسف زئی کے علاقے کا مالیہ (مالگذاری) لیا کریں تو سرکارِ خالصہ فوج کشی اور زیرباری کی تکلیف سے رہائی پائے اور اس ملک کے آدمی تاراجی اور خرابی اور آتش زنی سے خلاصی پائیں سو یہ بات مجھ کو بہت پسند آئی تھی کیونکہ اس میں دونوں کی بھلائی ہے۔ کیا یہ پیغام خلیفہ صاحبؒ کی طرف سے تھا؟

مولوی خیرالدین کی تقریر

مولوی خیرالدین نے فرمایا کہ یہ بات بالکل دروغ ہے کسی مکار نے کسی مصلحت کے واسطے آپ کے سامنے یہ بات بنائی ہوگی۔ خلیفہ صاحبؒ کو اطاعتِ کفار اور ان کو مالیہ دینے سے کیا کام خلیفہ صاحب اس دور دراز علاقہ میں علاقہ وجاگیر حاصل کرنے کے لئے نہیں آئے۔

مولوی صاحب کی یہ تقریر سن کر انٹورا صاحب نے کہا کہ اگر ان کو ملک اور جاگیر کی طمع نہیں ہے تو پھر بے سروسامانی کے باوجود ایسے بادشاہ مالکِ خزائن اور دفاتر اور فوج وعساکر سے کس واسطے جنگ وجدال کا ارادہ رکھتے ہیں۔

مولوی صاحب نے فرمایا غالباً آپ نے سنا ہو گا کہ خلیفہ صاحب ملکِ ہندوستان

میں بڑے معزز اور ممتاز پیشوائے خلائق ہیں اس ملک میں آپ کے لاکھوں آدمی مرید رشید اور جاں نثار ہیں اگر خلیفہ صاحب چاہتے تو اپنے گھر بیٹھے ہوئے مثل امیروں کے عیش و آرام کرتے رہتے۔ دنیا کو حاصل کرنے کے واسطے ان کو ترکِ وطن اور کوہ و دشت گردی کی ضرورت نہ تھی۔

انٹوڑا صاحب نے کہا۔ البتہ میں نے سنا ہے کہ خلیفہ صاحبؒ کو ہر طرح کا عیش و آرام اپنے گھر پر حاصل تھا اور وہاں کے حاکم اور امیران کی تعظیم اور توقیر کرتے تھے۔ تب مولوی صاحب نے کہا کہ ایسی ثروت اور جاہ و جلال کو چھوڑ کر ایسی تکالیفِ سفر اور غریب الوطنی بطمع موہوم (حصول جاگیر و ملک) اختیار کرنا اور رات دن جنگل اور پہاڑوں میں مشقت اٹھانا اور بے سر و سامانی کے باوجود بادشاہ صاحبِ ملک و فوج کا مقابلہ کون عقلمند کرے گا کہ بلا کسی سبب کے نہیں ہے۔ اب آپ غور سے سُنیے کہ وہ قوی سبب جس نے وہ سب عیش و آرام کو چھڑا کر ان تکالیف اور شدائدِ غریب الوطنی کے گوارا ہی نہیں کرار کھے بلکہ ان میں ایک لطف اور لذت دراز رکھی ہے وہ یہ ہے

فرضیتِ جہاد

"کہ دین اسلام میں بعد ایمانِ توحیدِ الٰہ پانچ احکام فرائضِ ضروریۂ دین سے ہیں کہ ان کے ادا کرنے کی اللہ تعالےٰ سے بڑی تاکید آئی ہے۔ وہ پانچوں حکم نماز۔ زکوٰۃ۔ روزہ۔ حج اور جہاد ہیں نماز روزہ تو ہر مسلمان مرد عورت پر خواہ وہ غنی ہو یا فقیر فرض ہے اور زکوٰۃ صرف مالدار مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے اور حج تمام عمر میں ایک بار صرف غنی لوگوں پر فرض ہے نماز، روزہ، زکوٰۃ تینوں سے مشکل حج کا ادا کرنا ہے جس سے بہت لوگ بوجہ سستی اور خوفِ سفر دور دراز سے محروم رہتے ہیں۔ مگر خلیفہ صاحبؒ نے بے سر و سامانی کے باوجود سات آٹھ سو آدمیوں کو ساتھ لے کر اس دھوم دھام سے حج کیا ہے۔ ان ایام میں امیر اور دولت مند سے بھی اس طرح پر بن نہیں آیا"

انٹوڑا صاحب نے کہا کہ بیشک خلیفہ صاحبؒ کا سا حج آج تک کسی سے نہیں ہو سکا اس کے بعد مولوی صاحبؒ نے فرمایا کہ۔

پانچواں فرض یعنی جہاد حج سے بھی زیادہ مشکل ہے بڑے بڑے مالدار

اور رئیس بلکہ بادشاہ بھی اس پانچویں فرض کو ادا کرنے سے گریز کرتے ہیں اور صدہا حیلے حوالے کر کے اس سے منہ چراتے ہیں اس سبب سے ان پہلے چار فرضوں سے جہاد کا ثواب بھی بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ اس فرض کے ادا کرنے میں جان و مال و عیال وغیرہ کل محبوبات و لذّات سے دست بردار ہونا پڑتا ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ یہ جہاد صرف ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر فرض نہیں ہوا تھا بلکہ حضرت موسیٰؑ اور یوشعؑ بن نون اور داؤدؑ اور سلیمانؑ وغیرہ دیگر انبیائے بنی اسرائیل پر بھی فرض تھا یہ بات آپ کو کتب تواریخ اور توریت وغیرہ سے بھی معلوم ہوئی ہوگی۔"

انٹورا صاحبؒ نے فرمایا۔ ہاں یہ بات درست ہے اور جہاد کی فرضیت قدیم سے ہم بخوبی واقف ہیں۔

سیّد صاحبؒ کے سکّھوں کے خلاف جہاد کے اسباب

اس وقت مولوی صاحبؒ نے فرمایا: کہ خلیفہ صاحبؒ کی ذاتِ مقدّس مثل انبیاء سابقین مقبولِ بارگاہِ ایزدی ایک بڑی صاحبِ ارادہ اور اولوالعزم ہے۔ ادائے حج کے بعد انھوں نے چاہا کہ اس پانچویں فرض اور عبادتِ شاقّہ کو بھی ادا کریں اور اس عبادتِ شاقہ کے ادا کرنے کے واسطے دو شرطیں بھی ہیں۔ ایک وجودِ امام اور دوسرے جائے امن۔ سو سیّد صاحبؒ نے سنا تھا کہ قبیلہ یوسف زئی سکھوں سے لڑتا بھڑتا رہتا ہے۔ مگر ان میں اس کام کے لئے کوئی قابل سردار نہ تھا۔ لہٰذا سید صاحبؒ اس فرض کو ادا کرنے کے واسطے مع صدہا ہندوستانی مجاہدین کے اس ملک میں تشریف لے آئے اور بڑی کوشش و ترغیب سے اس ملک کے لوگوں کو بھی اس کام میں شریک کر لیا۔ چنانچہ اس ملک کے لاکھوں آدمیوں نے خلیفہ صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعتِ امامت کر لی اور ان کو اپنا سردار بنا لیا پس اسی روز سے آپ لفظِ امام یا امیرالمومنین یا خلیفہ سے مشہور ہیں اور آپ کو یہ بھی یاد رہے کہ جہاد سے کچھ ملک گیری اور جنگ و جدل ہی مراد نہیں ہے۔ لفظ جہاد کے معنی سعی اور کوشش کرنا ہے سو حسبِ طاقت

اور حوصلہ خود اعلائے کلمۃ الحق کے واسطے اور اٹھائے نائرۂ ادیانِ باطلہ اور ذلّتِ کفّار کی کوشش کرتے رہنا جہاد ہے۔ اور جہاد کے واسطے یہ بھی شرط نہیں ہے کہ امامِ وقت سامانِ اعداء کے برابر مثل سامان جہاد کا مہیّا کرے۔ ترقّی دین اور اس کے سامان میں حسب مقدور کوشش کرنا جہاد ہے پس اگر کسی وقت جنگ پیش آجائے اور جنگ کرنا اس وقت مصلحت ہو تو جنگ کرے چنانچہ جنگ کو اصطلاح شرعی میں قتال کہتے ہیں۔ پس اگر فتح ہو جائے تو ملکِ کفّار پر تسلّط کر کے دینِ اسلام کی ترویج کرے۔ کیونکہ جہاد سے اصلی مطلب دین کی ترقی ہے اور فتوحات اس کا ثمرہ ہے بلکہ عمدہ فتح یہ ہے کہ بشرطِ حیات مجاہد اور غازی ہو۔ کیونکہ مجاہدین اور غازیوں کے فضائل بھی قرآن اور حدیث میں بہت ہیں۔ اور ان سب سے عمدہ اور افضل فتح یہ ہے کہ کفّار کے ہاتھ سے شہید ہو۔ کیونکہ پیغمبروں کے بعد شہیدوں کے مرتبے کو کوئی نہیں پہنچتا۔"

انٹورا صاحب نے کہا کہ ان تمام باتوں کو میں قبول کرتا ہوں مگر عقل کی رو سے خلاف معلوم ہوتا ہے کہ ایسی بے سروسامانی میں کہ نہ تو فوج ہے نہ توپ اور نہ مال اور نہ ملک پھر بادشاہ سے لڑنا سراسر نادانی ہے۔

مولوی صاحبؒ نے کہا کہ دنیا داروں کو فوج اور خزانہ اور اسلحہ پر اعتماد ہے اور ہم کو خداوند تعالےٰ کی قوّت اور قدرت پر بھروسا ہے۔ ہم وہ لوگ ہیں کہ ہم کو نہ فتح کی خوشی ہے اور نہ شکست کا غم۔ ان دونوں کو خدا تعالےٰ کے ہاتھ میں جانتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ خداوند تعالےٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے کبھی تھوڑے سے لشکر سے بڑے بڑے لشکروں کو شکست اور ہزیمت دلا دیتا ہے۔ اگر آپ کو اس سے انکار ہے تو آپ کا تاریخ دانی کا دعوےٰ غلط ہے۔ کیونکہ کسی پیغمبر کے پاس خزانہ اور فوج اور توپ رہکلہ نہ تھا ان کو محض تائیدِ الٰہی سے بڑے بڑے زبردست بادشاہوں پر فتح ہوئی ہے۔ اس کے بعد انٹورا صاحب نے کہا کہ اب کی یہ کُل فوج جس کو تم دیکھ رہے ہو پنجتار پر جائے گی۔ تو مولوی صاحبؒ نے فرمایا کہ آپ کے پنجتار جانے سے ہم آپ کے قابو میں نہیں آسکتے کیونکہ خلیفہ صاحبؒ اس وقت انب میں ہیں اور انب کے ایک طرف دریائے اباسین

اور دوسری طرف بڑے سخت دشوار گزار پہاڑ ہیں۔ وہاں آپ کا داخل ہونا محال ہے اس جگہ تھوڑی سی فوج آپ کے اس عظیم لشکر کو روک سکتی ہے۔

انٹورا صاحب کی پیشکش و فرمائش

انٹورا صاحب نے کہا در حقیقت اب ایک سخت مقام ہے۔ پھر انٹورا صاحب نے کہا کہ مجھے خلیفہ صاحبؒ سے بہت محبت ہے اسی سبب سے راجہ رنجیت سنگھ کے حضور میں بدنام ہو رہا ہوں۔ لیکن جنگ کے وقت اس محبت سے کچھ فائدہ نہ ہو گا۔ اس وقت ہم کو ضرور نمک حلالی کرنی ہوگی۔ پھر انٹورا صاحب نے کہا کہ میں اس قدر چاہتا ہوں کہ میرے اور خلیفہ صاحبؒ کے مابین ہدایا اور تحائف بھیجنے کی رسم جاری ہو جائے۔ پہلے میں کوئی چیز خلیفہ صاحبؒ کے واسطے ہدیہ بھیجتا ہوں معلوم نہیں کہ خلیفہ صاحبؒ اس کے عوض میں کون سا تحفہ عنایت فرمائیں گے تاکہ یہاں سے میرے واپس جانے کا ایک معقول عذر میرے لئے ہو جائے۔ اس کے بعد یوسف زئی کے علاقہ پر تصرف کرنے کا خلیفہ صاحبؒ کو اختیار ہے۔ پھر خالصہ فوج اس ملک پر کبھی نہ آئے گی۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ آپ کی دوستی اور محبت سے خلیفہ صاحبؒ کو کچھ غرض نہیں ہے۔ اگر آپ کو کچھ غرض ہے تو اپنی طرف سے سلسلہ جنبانی کرو۔ خلیفہ صاحبؒ بھی بڑے عالی حوصلہ اور صاحب ہمت ہیں آپ کے تحائف کا عوض ضرور ارسال فرمائیں گے۔ مگر خلیفہ صاحبؒ کی سرکار کا تحفہ کوئی سر بند یا کلاہ یا جبہ ہوتا ہے اور ان کی سرکار میں ہتھیار بھی عمدہ سے عمدہ موجود ہیں تعجب نہیں کہ کوئی ہتھیار ہی عنایت کر دیں۔ انٹورا صاحب نے کہا کہ سر بند، کلاہ، و سلاح کو لے کر میں کیا کروں گا اگر ایک گھوڑا بعوض میرے تحائف کے ارسال کر دیں اس وقت البتہ مجھ کو جوابدہی اور بریت کی گنجائش ہو جائے۔

مولوی خیر الدین کا تحفۂ اسپ دینے سے انکار

مولوی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں آپ کا مطلب سمجھا۔ اس واسطے ہم گھوڑا ہرگز نہ دیں گے۔ انٹورا صاحب نے کہا کہ یہ تو تم اپنی طرف سے کہتے ہو مگر خلیفہ صاحبؒ عقلمند آدمی ہیں وہ ضرور اس درخواست کو خوشی سے قبول کر لیں گے کیونکہ یہ بات دور اندیشی طلب ہے۔ اس وقت حکیم عزیز الدین اور اخبار نویس اور حاجی بہادر شاہ نے مولوی صاحبؒ کو اشارہ کیا کہ جو کچھ وہ کہتا ہے قبول کر لو مگر مولوی صاحبؒ نے اپنی عقل

اور دوراندیشی سے مشورہ کرکے پھر یہی فرمایا کہ یہ امر وہ شخص قبول کر سکتا ہے جو ملک اور جاگیر کا طالب ہو مگر جو شخص برائے اعلائے کلمۃ اللہ جہاد کی نیت کرکے آیا ہو اس کو یہ امر قبول کرنا محال کیا بلکہ غیر ممکن ہے۔ میں ایسی بات کے واسطے خلیفہ صاحبؒ کو نہیں لکھ سکتا کیونکہ میں اور خلیفہ صاحبؒ اس نیت اور ارادہ میں برابر ہیں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ جیسے نماز روزہ اور دیگر اعمالِ صالحہ ریاکاری سے باطل ہو جاتے ہیں اسی طرح ایسی نیت اور ارادہ سے جہاد کا ثواب باطل ہو جائے گا۔ ایسے سوال کے انکار کرنے میں میں اور خلیفہ صاحبؒ دونوں برابر ہیں۔ انٹورا صاحب نے گھوڑے کے واسطے اور دو تین بار اصرار کیا تب مولوی صاحب نے دق ہو کر فرمایا کہ اس سوال کی بار ہا تکرار بے سود ہے۔ ہم لوگ گھوڑا کیا گدھا بھی آپ کو نہ دیں گے کیونکہ ہمارا ارادہ آپ کی سرکار سے جزیہ اور خراج لینے کا ہے پھر ہم آپ کو بطورِ خراج گھوڑا کس طرح دیں۔ اس وقت انٹورا صاحب بولا کہ اگر خلیفہ صاحب ازراہِ کرامت باوجود ایسی بے سروسامانی کے زبردست سرکار پر غالب ہو جائیں گے تو میں خلیفہ صاحبؒ کے ہاتھ پر فوراً مسلمان ہو جاؤں گا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں خلیفہ صاحبؒ کا حال آپ سے کیا عرض کروں اگر اسی وقت آپ خلیفہ صاحبؒ سے ملاقات کریں تو انشاءاللہ تعالےٰ ان کے کلام ہدایت نشان سننے کے بعد سوائے آمنّا وصدّقنا کے آپ کی زبان سے اور بات نہ نکلے گی پھر انٹورا صاحب نے کہا۔ کہ یہ سب باتیں جو آپ سے میں نے عرض کی ہیں خلیفہ صاحبؒ کے گوش گزار ضرور کر دینا مولوی صاحبؒ نے کہا اس سلسلے میں آپ کے فرمانے کی کیا ضرورت ہے میں خود ان سوال و جواب کا ایک ایک لفظ خلیفہ صاحبؒ کے روبرو موبمو گذارش کروں گا۔ پھر انٹورا صاحب نے کہا میرے سوالوں کا جواب بمقام عفرو میرے پاس پہنچا نا ہو گا مولوی صاحبؒ نے فرمایا کہ میرا کام خلیفہ صاحبؒ سے عرض کر دینا ہے جواب بھیجنا نہ بھیجنا ان کے ہاتھ میں ہے۔

انٹورا صاحب کا نصرانیوں کے متعلق استفسار

پھر انٹورا صاحب نے کہا کہ آپ کے نزدیک جیسے سکھ قوم کافر ہیں۔ ویسے ہم نصرانی بھی ہیں یا کچھ فرق ہے مولوی صاحبؒ نے فرمایا کہ کفر میں دونوں برابر ہیں پھر انٹورا صاحب نے کہا کہ ملکِ ہندوستان میں خلیفہ صاحبؒ کے لاکھوں جاں نثار

مرید بڑے بڑے زمیندار اور نواب ہیں اور اس وقت تمام ہندوستان نصرانیوں کے قبضہ میں ہے پھر جب سکھ اور نصرانی دونوں کفر میں برابر ہیں تو خلیفہ صاحبؒ نے اپنے لاکھوں مریدیں کو جمع کر کے گھر بیٹھے بٹھائے انگریزی سرکار سے جہاد کیوں نہیں کیا۔ ناحق دور دراز سفر کی محنت ومشقت اٹھا کر یہاں سکھوں سے لڑنے کو آئے۔ مولوی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم کو سرکارِ انگریزی کسی فرائض مذہبی کے ادا کرنے سے نہیں روکتی ہر مذہبی امر میں ہم کو پوری آزادی دے رکھی ہے۔ برخلاف سکھوں کے کہ انھوں نے لاکھوں مسلمانوں کو ذلیل کر کے بلند آواز سے اذان تک کہنا منع کر رکھا ہے اگر کوئی مسلمان عید بقرعید پر بھی گائے کی قربانی کرے تو خالصہ سرکار ان کو جان سے مار ڈالے۔ یہی سبب ہے کہ خلیفہ صاحبؒ انگریزوں کو چھوڑ کر سکھوں سے جہاد کرنے کو آئے۔ پھر انٹورا صاحب نے کہا کہ جو کچھ آپ نے میرے سامنے بیان فرمایا ہے یہ سب راجہ کھڑک سنگھ صاحب کے سامنے بھی بیان کر سکو گے۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ انشاء اللہ تعالےٰ اس سے بھی کچھ زیادہ بیان کروں گا۔

جب بات یہاں تک پہنچی تو انٹورا صاحب نے کہا کہ اب آپ کو اجازت ہے پھر کسی وقت میں آپ کو بلاؤں گا۔ مولوی صاحب وہاں سے حکیم عزیز الدین صاحبؒ کے ڈیرے پر تشریف لائے اور وہیں دوپہر کا کھانا کھا کر نماز مغرب تک وہیں متوقف رہے۔ بعد ادائے نمازِ مغرب اپنے ڈیرے میں تشریف لے آئے۔

سردار وزیر سنگھ کی مخبری دوسرے دن نومسلم سردار وزیر سنگھ نے مولوی خیرالدین صاحب کے ڈیرے پر آ کر تنہائی میں بیان کیا کہ آج تیسرے پہر کو راجہ کھڑک سنگھ کے ڈیرے پر دونوں فرانسیسی افسر اور امیر خاں برادر خاوی خاں ایک جگہ جمع ہو کر کہتے تھے کہ یہ مولوی (خیرالدین) بڑا تیز طبع اور بیباک ہے کسی طرح بھی ہم کو ہاتھ رکھنے نہیں دیتا۔ اس واسطے پنجتار پر فوج کشی ضروری ہے۔ آج ایک پہر رات سے فوج کے کوچ کرنے کا وقت مقرر ہے۔ آپ مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ متعینہ پنجتار کو خاص اس یورش کی اطلاع کر دیں۔ اس وقت مولوی صاحبؒ نے اپنے میزبان ملا کو جو ایک مخلصِ خاص تھا یہی پیام دے کر پنجتار کو روانہ کر دیا اور اس کو یہ بھی کہہ دیا کہ راہ میں جو مخلصینِ خاص کے گاؤں ملیں ان سب کو اس چڑھائی کی اطلاع کرتے جانا۔

سکھوں پر مجاہدین کے حملہ کی خبر سے بدحواسی

جب ایک پہر رات باقی رہی راجہ کھڑک سنگھ کے سوا تمام لشکرِ خالصہ بمقام زیدہ جو پنجتار سے چھ کوس ہے جا کر مقیم ہوا۔ بعد غروبِ آفتاب تمام لشکرِ خالصہ مقیم زیدہ میں یہ مشہور ہو گیا کہ آج کی رات پنجتار سے اس لشکر پر شب خوں آئے گا اس وحشت اثر خبر کے سننے سے تمام لشکرِ خالصہ میں ایک تہلکہ پڑ گیا۔ مارے خوف کے کوئی آدمی اس رات کو نہیں سویا۔ ہر سوار اپنے اپنے گھوڑے کی باگ اپنے اپنے ہاتھ میں پکڑے کھڑا رہا رات کو پانی کے جھرنوں اور نالوں میں زور سے پانی گرنے کی آواز سے خائف ہو کر ہر کوئی یہ کہتا تھا کہ غازیوں کا شب خوں آ پہنچا۔ اس خوف اور پریشانی میں ہر آہٹ اور کھٹکا غازیوں کی تصویر ہو کر فرار پر آمادہ کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اس رات کو لشکرِ خالصہ میں بے طرح شور و غل ہو کر ہر آدمی بھاگنے پر آمادہ تھا۔ انٹورا صاحب نے لشکر کا یہ حال دیکھ کر یوسف خان اجٹین اور دوسرے افسروں کو بلا کر کہا کہ آج لشکر پر یہ کیا آفت پڑی ہے کہ ہر آدمی خوف کے مارے بھاگنے کو تیار ہے۔ ان افسروں نے ہر ایک آدمی کو تسلی اور تشفی دے کر بھاگنے سے روکا مگر یہ اثر صرف چند لمحہ ان پر رہا۔ جب تھوڑی سی رات رہی تو بغیر کسی اطلاع کے سارا لشکر بڑی سرعت سے پسپا ہو کر دریائے لنڈہ کے راستے سے پُل عبور کر کے اٹک کی طرف بھاگا چلا جاتا تھا اور کوئی ایک دوسرے سے نہیں پوچھتا تھا کہ کیوں اور کدھر جاتے ہو۔ خوف کی وجہ سے ہر ایک کی کیفیت دیوانوں کی سی تھی۔ مجاہدین کے حملہ کا اتنا خوف تھا کہ اس لشکر نے دریائے لنڈہ سے عبور کر کے کسی افسر کے حکم کے بغیر پُل کو بھی توڑ ڈالا کہ کہیں غازی اس پُل کے راستے سے عبور نہ کر آئیں۔

مولوی خیرالدین کی مراجعت پنجتار

اسی دن مولوی خیرالدین صاحب تحریری جواب اور رخصت کی اجازت لئے بغیر وہاں سے روانہ ہو کر پنجتار کو چل دیئے اور پنجتار میں مولوی محمد اسمٰعیل سے ملاقات کر کے دوسرے دن بمقام انب خلیفہ صاحبؒ کی خدمت میں جا پہنچے۔ سوال و جواب اور تواضع اور رخصت وغیرہ کی ساری حقیقت مو بمو حضرت کی خدمت میں عرض کر دی۔ سید صاحبؒ نے فرمایا جزاک اللہ خیراً یہ تمام جواب جو تم نے دیئے ٹھیک میری مرضی کے موافق تھے، اور اس فقرہ کو سن کر کہ، گھوڑا کیا ہم آپ کو گدھا بھی نہیں دیں گے، بہت خوش

ہوئے۔ سید صاحبؒ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ بھی خوب ہوا کہ آپ نے ارسالِ جواب کا وعدہ بھی نہیں کیا۔

ان واقعات کے بعد قومِ سکھ جو قلعہ ہنڈ پر قابض تھی خود بخود اس کو خالی کر کے بجانب حضرو فرار ہو گئے ان کے فرار کے بعد لشکرِ غازیان قلعۂ مذکورہ پر جا کر قابض ہو گیا۔

دختر فروشی کے خلاف اقدام

جب عدل و انصاف علیٰ منہاج النبوۃ ملکِ سمہ میں جاری ہوا تو اس ملک کی کنواری عورتوں نے جو بعد کوئے وتا یعنی منگنی معہ ایجاب و قبول اور نیز ان عورتوں نے جو بلا کوئے دتا اپنے والدین کے گھروں میں بوڑھی ہو جاتی تھیں امیر المومنین کا آوازۂ انصاف سنکر اپنی فریاد بھی بہت سے ذریعوں سے گوشِ مبارک تک پہنچائی اس واسطے حضرت نے اس ملک کے جملہ اکابرِ خوانین اور علماء و حامیٔ دین کو بلا کر اس رسمِ بد کے موقوف کرنے کے واسطے بہت نصیحت کی اور فرمایا کہ خداوند تعالےٰ نے کسی خاص آدمی اور خاص قوم کو بیٹیاں عطا کرنے کے لئے مخصوص نہیں فرمایا کہ وہ خاص قوم روپے کے لئے بغیر اپنی دختروں کو کسی کے نکاح میں نہ دے اور اس تجارت کو اپنے کسب کا وسیلہ کرے بلکہ ہر قوم میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں پیدا ہوتی ہیں۔ پس جس قدر رقم لڑکیوں کے عوض دوسروں سے لیتے ہو اسی قدر اپنے لڑکوں کے نکاح میں دوسروں کو دیتے ہو اس لئے یہ نفعِ اخذ روپیہ بعوضِ دختران فرضی ہے نہ کہ حقیقی اور چونکہ یہ لین دین سراسر شریعت کے خلاف ہے اس واسطے اس کو ترک کر دینا چاہیئے۔ تم دیکھتے ہو کہ اس نکاح کے عوض رقم ادا کرنے کے واسطے تم لوگ ہندوستان ایران توران وغیرہ ممالک دور دراز میں جا کر گھر گھر بھیک مانگتے پھرتے ہو اور مدتوں تک مفقود الخبر رہتے ہو۔ بہت آدمی راہ میں مر جاتے ہیں اور بہت آدمی ان ملکوں میں کسی عورت کو مفت پا کر پھر یہاں واپس نہیں آتے اور لڑکیاں اپنے والدین کے گھروں میں بیٹھی ہوئی بوڑھی ہو جاتی ہیں اور اکثر ان میں بہ تقاضائے نفس اور شہوت کے بدکاری میں مبتلا ہو جاتی ہیں اگر یہ کل لڑکیاں جو اس طرح سے رکی ہوئی ہیں بروقت بلوغ اپنے شوہروں کے گھروں میں چلی جاتیں تو ان کے ہزاروں مسلمان پیدا ہوئے ہوتے اور یہ سب خرابی اسی

معاوضے کے روپے کے سبب سے ہوتی ہے جو دولہا کی طاقت اور وسعت سے زیادہ اس سے طلب ہوتا ہے۔ اس نصیحت کو تمام حاضرین نے بدل وجان سے قبول کر کے اس رسم بد کے موقوف کرنے کا وعدہ کر لیا۔

احمد خاں رئیس کی گڑھیوں پر قبضہ احمد خاں رئیس ہوتی مردان اس جلسہ کے اغراض کو معلوم کر کے حسب الطلب سید صاحب کے حاضر نہیں ہوا بلکہ اپنے بھائی کو گڑھی کی حفاظت کے واسطے چھوڑ کر خود درانیوں کے پاس پشاور چلا آیا۔ جا بجا اس رسم بد کا موقوف ہونا شروع ہوا اور ہزاروں لڑکیاں شوہر والیاں ہو گئیں۔ سید صاحبؒ نے احمد خاں باغی رئیس ہوتی و مردان کی سرکوبی کے لئے ایک شبخون ہوتی و مردان کو روانہ کیا۔ اس شب خوں کے امیر مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ تھے۔ ان کے ہمراہ عبدالحمید خاں رسالدار اور قاضی حبان صاحبؒ بھی تھے دشمنوں کو کسی ذریعہ سے اس شبخون کی خبر پہنچ گئی اس لئے وہ مقابلہ کے لئے مع ہزارہا ولائتیوں کے تیار تھے مگر غازیوں نے حملہ کر کے ان سے گڑھی چھین لی۔ مگر قاضی حبان صاحبؒ جو ولائتیوں میں اوّل درجہ کے مومن اور معین لشکرِ اسلام اور سید صاحبؒ کی طرف سے تمام ممالک سمہ اور تنول میں قاضی القضاۃ تھے شہید ہو گئے مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ نے دونوں گڑھیوں کو فتح کر کے قبولِ احکام شریعت و مجاہدین کی رفاقت وخدمت گذاری کا عہد و پیمان لینے کے بعد باغی احمد خان کے بھائی رسول خاں کو سپرد کر کے آپ مع لشکرِ مجاہدین بخیریت پنجتار کو لوٹ آئے۔

سلطان محمد خان کی خوانین سمہ کو دھمکی احمد خاں باغی رئیس ہوتی و مردان بڑی سعی اور کوشش سے پشاور کے درانیوں کو مجاہدین پر حملہ کرنے کے لئے لے آیا۔ جب درانیوں کا لشکر چمکنی میں پہنچا تو سید صاحبؒ کو بھی اس کی اطلاع ہو گئی۔ سلطان محمد خاںؔ حاکم پشاور نے جملہ خوانینِ سمہ کے نام دھمکی آمیز خطوط تحریر کر کے اس مضمون کے روانہ ہوئے کہ تم نے بشراکت سید صاحبؒ میرے بھائی یار محمد خاں کو مار ڈالا اور گڑھی وہوتی و مردان تمہاری شرکت اور امداد سے سید صاحبؒ کے قبضہ میں آ گئے پس اب مجھ کو لازم ہے کہ اس کا عوض تم سے اور سید صاحب سے تلوار سے بدلہ لوں۔ یہ یورش ایسی پرجوش تھی کہ درانیوں کی تمام فوج اور کل مشہور بہادر نامی پہلوان اور نیز سید

محمد خان و پیر محمد خان و برادران حبیب اللہ خان برادر زادہ سلطان محمد خان بھی اس میں شریک تھے او۔ یہ ارادہ کر کے نکلے تھے کہ سید صاحبؒ اور غازیوں کو یکقلم نیست و نابود کر کے سمہ کے علاقے بھی اجاڑ جائیں گے۔ سید صاحبؒ نے عبدالحمید خان رسالدار کو حملہ آور درّانیوں کے سدِ راہ کے لئے بھیج کر عین ان کی راہ پر گڑھی امان زئی میں کسی قدر فوج بطور ہراول قائم کرادی۔ انب کا قلعہ مع حرم محترم سید اکبر خاں ستھانوی اور شیخ بلند بخت کی نگرانی میں کسی قدر غازیوں کے ساتھ چھوڑ کر خود سید صاحبؒ بھی انب سے روانہ ہو گئے

سکھوں کی گڑھی چتربائی پر یورش و پسپائی

جب سید صاحبؒ ستھانہ میں پہنچ گئے تو معلوم ہوا کہ درّانیوں کے اشارے پر ادھر سکھوں کا لشکر قلعہ انب اور چتربائی کو فتح کرنے کے واسطے آرہا ہے۔ اس لئے سید صاحبؒ پھر انب کو لوٹ آئے اور ایک خندق بجانب شمال قلعہ انب کے کھدوادی سکھوں کی فوج نے گڑھی چتربائی کے سامنے اباسین کے دوسرے کنارے پر ایک سنگی دمدمہ تیار کرایا اور اس دمدمہ میں توپیں رکھ کر گڑھی چتربائی پر گولہ باری شروع کی۔ غازیوں نے بھی اپنے توپ و شاہین سے انکو بہت بہتر جواب دیا یہاں تک کہ لشکر خالصہ سخت ہزیمت اٹھا کر پسپا ہو گیا۔ جب سید صاحبؒ کو اس طرف سے اطمینان ہوا تو مین آرمی یعنی فوج کلاں اور نامی سرداران کے ساتھ پنجتار میں پہنچے اور وہاں سے پانچ سو غازیوں کے ہمراہ گڑھی امان زئی میں داخل ہوئے۔

سلطان محمد خاں کی آتمان زئی میں آمد کی اطلاع!

اس وقت مسلمانوں نے درّانیوں کی دھوم دھام اور توپوں اور شاہین کی کثرت کا حال سن کر سید صاحبؒ سے بھی عرض کیا کہ قلعہ انب اور چتربائی سے کچھ توپیں اور شاہین درّانیوں کے مقابلہ اور جواب کے لئے منگا لینا چاہیے آپ نے فرمایا کہ ہم کو توپ و رہکلہ پر بھروسہ نہیں ہے۔ ہم کو فقط تائیدِ غیبی پر بھروسہ ہے کہ ہم عاجزوں کو ایسے زبردست شاہین اور توپوں کے مالک پر غالب کرے گڑھی امان زئی میں پہنچنے کے بعد سید صاحبؒ کو جاسوسوں کے ذریعے معلوم ہوا کہ درّانیوں کا لشکر چمکنی سے کوچ کر کے براہ ہشت نگر آتمان زئی میں پہنچ گیا۔

سید صاحبؒ کا سلطان محمد خاں کے نام خط

تب سید صاحبؒ نے

حجت کو رفع کرنے کیلئے حسب قاعدۂ شریعت ایک خط بطور اعلام نامہ سلطان محمد خاں صاحب کو اس مضمون کا لکھا کہ۔

"ہم لوگ اس ملک میں کفّار سے مقابلہ جنگ اور اعلائے کلمۃ اللہ کے واسطے آئے ہیں۔ مسلمانِ کلمہ گو سے لڑنے نہیں آئے تم بار بار ہم پر چڑھائی کر کے کاروبارِ جہاد میں خرابی ڈالتے ہو تم اللہ سے ڈر کر بمقابلۂ کفّار لشکرِ اسلام کی تائید کرو۔ ورنہ خیر اگر آپ کا ارادہ ہم پر حملہ کرنے کا ہے تو ہم عاجز و ناتواں بھی اللہ پر بھروسہ کر کے آپ کا جواب بضربِ سیف و سنان دینے کو حاضر ہیں اور فتح و شکست خداوند تعالےٰ کے ہاتھ ہے۔"

سلطان محمد خان کا گستاخانہ جواب

سردار سلطان محمد خاں متکبّر نے اس نامۂ فیض شمامہ کا یہ جواب لکھا۔ کہ ہم نے آپ کے مضمون نامہ پر اطلاع پائی۔ آپ نے جو لکھا ہے کہ ہم خدا کے واسطے اس ملک میں کفّار سے جہاد کرنے کو آئے ہیں اور کلمہ گویوں سے لڑنے نہیں آئے یہ سب آپ کا ملا بہ فریبی ہے آپ کا عقیدہ فاسد اور نیت کاسد ہے۔ آپ فقیر ہو کر امارت اور حکومت کا ارادہ رکھتے ہو پس ہم نے بھی خدا کے واسطے کمر باندھی ہے کہ تم کو قتل کر کے اس زمین سے تم کو پاک کر دیں"۔ جب یہ نخوت آمیز جواب سید صاحبؒ کو پہنچا تو تمام حاضرین مجلس نے عرض کیا کہ اب جنگ کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے تحریر و تقریر کی گنجائش نہیں رہی اب آپ صلح سے ہاتھ دھو کر جنگ کی تیاری کیجئے۔ لیکن سید صاحبؒ نے فرمایا کہ جنگ کی تیاری سے ایسے وقت میں غفلت کرنا مناسب نہیں ہے مگر میرے نزدیک ایک بار اور لکھ کر پوری حجّت قائم کر دینا چاہیئے تا کہ عنداللہ ان کو کوئی جائے عذر باقی نہ رہے۔

سیّد صاحبؒ کا سلطان محمد کے نام دوسرا خط

اس واسطے ایک دوسرا نامہ اس مضمون کا ان کو لکھ کر روانہ فرمایا:۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ تم نے ہمارے پروردگار کا پاک نام قلم کی زبان پر لا کر خدا کے واسطے کمر باندھنے والوں میں اپنے آپ کو شمار کیا ہے اس واسطے جو کچھ خلاف حکم اور مرضی اس حاکم الحاکمین کے ہمارے اعمال و افعال میں موجود ہو تم اس کو ثابت کر دو کیونکہ ہماری ہجرت اور جہاد اور صلح اور جنگ مشمولہ سب کچھ

اس کی رضا کے لئے ہے۔ اگر کوئی امر نامشروع حسبِ قاعدۂ شریعت ہماری نسبت ہو گا تو اس صورت میں آپ کو ہم پر لشکر کشی کی حاجت نہ ہو گی۔ ہم خود دونوں ہاتھ باندھ کر اپنے غیر شرعی اعمال کی سزا پانے کے لئے بسر و چشم آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے اور آپ کو یہاں تک آنے کی تکلیف نہ دیں گے وَاللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَکِیْلٌ اور اگر کوئی امر خلافِ شریعت ہماری نسبت ثابت نہ ہو اور ہم اور تم دونوں نے خدا کے واسطے کمر باندھی ہے تو پھر اب ہم کو اس کی تلاش کرنی چاہیئے کہ ہم تم دونوں میں کوئی اپنے دعوے میں جھوٹا ہے اور معبودِ حقیقی کے احکام کا مخالف ہے پس اس کو تلاش کرنے کے بعد ختم کر کے حکم الٰہی کا تابعدار ہو جانا چاہیئے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْاِثْمُ عَلٰی مَنْ تَوَلّٰی۔"

اب اس آخری نامۂ لاجواب کو پڑھ کر اس کو کوئی جگہ جواب لکھنے کی باقی نہ رہی اس آخری نامہ کو پڑھ کر سید صاحبؒ کے نامہ بر کو زبانی کہا کہ اس نامہ کا جواب کل کے دن تلوار سے دیں گے۔ اس فرعونی جواب کے پہنچنے کے بعد سید صاحبؒ نے فرمایا کہ اب ہماری طرف سے حجت پوری ہو گئی اور دشمن کے لئے کلام کی جگہ باقی نہ رہی ہمارا حافظِ حقیقی اس کے شر کو ہمارے اوپر سے خود ہی رفع کرے گا اور وہ منتقمِ حقیقی اس نخوت و تکبر کی اسے ایسی سزا دے گا کہ تمام غرور اس کے سرِ ناپاک سے دور ہو جائیگا

جنگِ مہیار

اسی روز سوارانِ طلایہ نے آ کر خبر دی کہ درانیوں کا لشکر گڑھی مہیار میں داخل ہونے کا قصد کرتا ہے۔ اسی دم لشکرِ اسلام میں تیاری کا نقارہ بجایا گیا اور لشکر فوراً تیار ہو کر مہیار کی جانب روانہ ہوا مگر راہ میں خبر ملی کہ اہلِ قلعۂ مہیار کو درانی لوگ ہوشیار پا کر خائب اور خاسر پسپا ہو گئے۔ اس دن لشکرِ اسلام وہیں ٹھہر گیا۔ دوسرے دن بعد نمازِ فجر پھر میدانِ مہیار میں درانیوں کا لشکر بارادۂ جنگ صف آرا ہوا ادھر سے لشکرِ اسلام بھی تیار ہو کر بارادۂ جنگ روانہ ہوا۔ تھوڑے آدمی قلعہ مہیار اور رودبارِ مہیار کی حفاظت کے لئے وہاں چھوڑے گئے۔ باقی کل لشکر جنگ کے واسطے تیار کیا گیا لشکرِ اسلام بہمہ اقسام اس روز ساڑھے تین ہزار سے زیادہ نہ تھا اور درانیوں کے پاس آٹھ ہزار سوار، چار ہزار پیادے اور . . .

۔۔۔۔۔۔، چار توپیں اور دس شاہین تھیں۔ سید صاحبؒ نے پیادوں کو آگے اور شاہین کو پیادوں کے پیچھے اور سواروں کو شاہین کے پیچھے مقرر کرکے بڑھنا شروع کیا۔ جب لشکرِ اسلام ان کے قریب پہنچا تو ان کی طرف سے توپوں کا چھوٹنا شروع ہوا۔ اس وقت سید صاحبؒ نے مجاہدین کی صفوں کے آگے کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے بھائیو! تم اپنے اوپر دوڑنے کو حرام سمجھ کر صرف تیز روی سے یک بیک مثلِ موجِ دریا بڑھ کر دشمن کی توپوں کو چھین لو اور سید صاحبؒ خود بھی اپنے گھوڑے کی طرف سے اتر کر پہلی صف پیادوں میں شامل ہوگئے۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ اور دوسرے سردارِ لشکرِ مجاہدین کے بطور باڈی گارڈ یعنی محافظِ جان سید صاحبؒ کے داہنے بائیں قائم ہوگئے۔ جب سید صاحبؒ مع لشکرِ اسلام مثلِ موجِ دریا بڑی تیزی کے ساتھ بڑھنے لگے تو دشمن کی توپوں کے دو یا تین فائر ہونے پائے تھے کہ یہ شیرِ خدا توپوں پر پہنچ گئے اور درّانی گولہ انداز توپوں کو چھوڑ کر صف سواروں میں جو ان کے پیچھے کھڑی تھی شامل ہوگئے۔ اس وقت آٹھ ہزار سوار بڑے جوش اور غضب سے اپنی داڑھیوں کو اپنے دانتوں میں دبائے ہوئے اپنے گھوڑے دوڑا کر غازیوں پر حملہ آور ہوئے۔ ان سب سواروں کے پاس کوہاٹ شیر بچے تھے۔ جس کا ایک ایک فیر کر کے نیزے اور تلوار انھوں نے پکڑ لئے اور ہر سوار مثل شمر اور ابنِ زیاد کے "سید کجاست سید کجاست" کہتا ہوا، سید صاحبؒ کے خون کا پیاسا تھا۔ اس وقت سید صاحبؒ نے بڑی پھرتی سے صف آرائی بھرمار کا حکم دیا۔ ایک ہزار بندوقوں اور قرابینوں کی باڑھ پر باڑھ مثلِ بارانِ عظیم القطر درّانیوں پر پڑنے لگی اور دو تین آدمی صرف بندوقیں بھر بھر کر سید صاحبؒ کو دیئے جاتے تھے اور سید صاحبؒ بجواب "سید کجاست" کے یہ کہہ کر کہ "سید ہمیں است، سید ہمیں است" ایسی سرعت سے بھرمار کر رہے تھے کہ چند لمحوں میں صدہا سوار خود سید صاحبؒ کے ہاتھ سے قتل ہو کر اُبَیّ بن خلف کے مقام پر پہنچے۔

درّانیوں کی شکست و فرار

درّانیوں کی لاشوں سے میدان بھر گیا اور غازیوں کا بہت ہی تھوڑا نقصان ہوا۔ جب کئی ہزار درّانی مارے گئے تو انھوں نے سخت ہزیمت اٹھا کر پسپائی شروع کی اس وقت غازیوں نے توپیں

پر جا کر قبضہ کر لیا اور انہیں توپوں سے بھاگتے ہوئے دشمن پر گولہ باری کر کے ان پر قیامت برپا کر دی قریب تین ہزار درانی مقتول و مجروح ہوئے اور ان کے بڑے بڑے سردار اور شجاع اور پہلوان اس دن مارے گئے۔ غازیوں کے صرف بیس آدمی شہید ہوئے اور اسی قدر مجروح ہوئے۔ میدان غازیوں کے ہاتھ رہا۔ اور توپیں اور شلیتیں اور بندوقیں اور گھوڑے اور خیمے اور ظروف وغیرہ مالِ غنیمت غازیوں کے ہاتھ آیا۔ فتح کے بعد ظہر اور عصر کی نماز سید صاحبؒ نے اس میدان میں ادا کی اور مغرب کی نماز سے پہلے سید صاحب مالِ غنیمت کو ساتھ لے کر مظفر و منصور موضع مہیار میں پہنچے اور وہیں شب باش ہوئے دوسرے دن اس فتح کی خبر سن کر چاروں طرف سے خوانین اور علمائے دین مبارکباد دینے کے لئے حاضر ہونے لگے۔ ہوتی و مردان میں جہاں اس جنگ سے ایک روز پہلے درانیوں نے شراب نوشی کر کے بہت لاف گزاف اور تکبر اور تبختر بکا تھا اس دن بھاگتے ہوئے بہت سا مال و اسباب چھوڑ گئے۔ دوسرے دن مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ نے ہوتی مردان میں جا کر اس اسباب پر قبضہ کر لیا۔

باب

فتح پشاور اور جنگ بالاکوٹ

مجاہدین کی پشاور کی جانب پیش قدمی

اس فتح کے بعد تسخیرِ پشاور کی تیاری کی گئی۔ اس وقت تمام خوانین اور سرداران سمہ مع اپنی اپنی فوجوں کے حاضر ہو کر شریکِ لشکرِ اسلام ہو گئے۔ ہہیار سے چل کر جس جس مقام پر یہ فتحمند لشکر پہنچا گاؤں والے جو درّانیوں کے ظلم سے از حد تنگ تھے بہت خوشی اور سرور سے اس لشکرِ ظفر پیکر کا استقبال کر کے تہنیت اور مبارکباد کی آوازیں بلند کرتے اپنی زبان میں خوشی کے گیت گاتے اور اپنی حیثیت سے زیادہ خود تواضع و مدارات سے پیش آئے پشاور کی راہ میں کوئی آدمی اس فتحمند لشکر کے بڑھنے کو مانع و مزاحم نہ ہوا۔ بلکہ راہ میں جہاں جہاں درّانیوں کا لشکر پہلے سے مقیم تھا وہ لشکرِ اسلام کا خیر مقدم سن کر خود بخود ڈر کے مارے پشاور کی جانب فرار ہوتا گیا۔

سلطان محمد خاں کی اطاعت کی درخواست

سید مظہر علی صاحبؒ عظیم آبادی بطور ہراول پانچ سو سوار اور پیادوں کے ساتھ اس لشکر ظفر پیکر سے ایک منزل آگے چلا کرتے تھے۔ سید صاحبؒ موضع ایکی میں پہنچے تو جاسوسوں کے ذریعے آپ کو معلوم ہوا کہ سردارانِ پشاور نے اپنے زن و بچے

مال واسباب سمیت کوہاٹ روانہ کر دیئے اور خود خائف اور مرعوب ہو کر ایک گاؤں میں پشاور کے قریب ٹھہرے ہوئے ہیں اور کچھ تیاری مقابلہ کی نہیں کرتے بلکہ سید صاحبؒ کے رحم اور معافی کے امیدوار ہیں۔ بمقام گمٹ فروسی ارباب فیض اللہ خاں مہمند وکیل سردار سلطان محمد خاں طلب معافی اور صلح کے لئے حاضر ہوا اور عرض کیا کہ سردار سلطان محمد خاں اپنی پچھلی غلطیوں کی معافی مانگ کر توبۃ النصوح کرنے کے واسطے حاضر ہے اور کہتا ہے کہ اگر کوئی کافر حضور کی خدمت میں آکر ایمان لائے تو آپ اس کو ضرور مسلمان کریں گے اور جبکہ میں مسلمان ہوں اور مسلمان کی اولاد ہوں اور اپنی پچھلی خطاؤں کا مُقِر اور تائب ہو کر اقرار کرتا ہوں کہ تاحیات اپنے تئیں آپ کے خادموں اور غلاموں میں شمار کروں گا اور جو حکم آپ فرمائیں گے اس پر عمل کروں گا۔ تو آپ کے لئے بھی لازم ہے کہ آپ مجھ سے توبہ کرا کے مجھ کو اپنے خادموں میں داخل کر لیں اور پھر اس ملک سے آپ مراجعت فرمائیں اور اپنی طرف سے یہ ملک مجھ کو بخش کر مجھ کو اپنا نائب اور خلیفہ مقرر فرمائیں۔

سلطان محمد خاں کے وکیل کی ناکامی

سید صاحبؒ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہم لوگ دینِ اسلام کی تائید کے لئے اس ملک میں آئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ سب مسلمان اس کام میں ہم کو مدد دیں۔ تمہارا سردار محض اپنی کج فہمی سے ہمارا ساتھ چھوڑ کر سکھوں سے جو ہمارے اصلی دشمن ہیں جا کر مل گیا اور سکھوں کی خاطر یار محمد خاں تمہارے سردار کا بھائی ہم سے جنگ کر کے اپنی جان کھو بیٹھا۔ اس کے بعد تمہارے سردار یعنی سلطان محمد خاں کو بہت سے اعلام نامے اور خطوط لکھ کر دینِ اسلام کی حمایت اور حمایتِ کفّار سے تنفر کی رغبت دلائی مگر یہ نصیحت اس کے فہم میں نہیں آئی یہاں تک کہ نوبت اس جنگ مہیار کی پہنچی اور بہ تائید الٰہی تمہارے سردار کو شکستِ فاش نصیب ہو کر ہم عاجزوں کو فتح نصیب ہوئی اور ہمارا لشکر اس کا تعاقب کر کے یہاں تک آپہنچا ہے۔ اس دن بہت سی خوشامد اور چاپلوسی کر کے وکیلِ مذکور بے نیل ومرام واپس چلا گیا۔

سید صاحبؒ کی مشروط صلح کی پیشکش

پھر دوسرے دن بہت عجز وانکساری سے یہ درخواست سردارِ مذکور کی معرفت

وکیل مذکور کے پہنچی کہ میں تو حضور کے دستِ مبارک پر اپنے سابقہ اعمال سے توبہ کر کے حضور کے خادموں میں داخل ہو جاتا ہوں - پھر ملک کا عطا کرنا نہ کرنا حضور کے اختیار میں ہے جس کو چاہیں عطاء فرمائیں - اس وقت سید صاحبؒ نے فرمایا کہ میں اس شرط پر ملک اس کے سپرد کروں گا کہ اپنے پچھلے افعال سے سچے دل سے توبہ کر کے رفاقتِ کفار سے دست بردار ہو جائے اور جب کبھی ہم کو کفار کے ساتھ مقابلہ اور مقاتلہ کا اتفاق ہو تو اپنے جان و مال سے ہمارا شریک ہو -

سید صاحبؒ کا پشاور میں استقبال

جب یہ جواب سید صاحبؒ کا سنا ارباب فیض اللہ خاں نے خوشی خوشی اس کی بشارت سلطان محمد خاں کو کر دی اور لشکر اسلام بھی بلا مزاحمتِ اعدے داخلِ شہر پشاور ہو گیا اور ایک سرائے میں جا کر فروکش ہوا اور اسی سرائے سے متصل ایک دو منزلہ مکان میں سید صاحبؒ مع جماعتِ خاص کے رونق افروز ہوئے اور اس مکانِ عالی شان کے دروازہ پر ارباب بہرام خاں بطور محافظ اور دربان کے مقیم ہوئے جب یہ لشکر پشاور میں داخل ہوا تمام مرد عورتیں اپنے اپنے دروازوں اور مکانوں پر کھڑے ہو کر اس لشکر کے خیر مقدم کے لئے شکریے ادا کرتے تھے - مثل عید بقر عید کے تمام شہر میں مبارک سلامت کی دھوم مچ گئی تھی - سید صاحب نے شہر میں داخل ہونے کے ساتھ ہی رعایا کے اطمینان کے واسطے امن کی منادی کرا دی اور غازیوں سے خود اپنی زبان مبارک سے بتاکید فرما دیا کہ کوئی آدمی کوئی چھوٹی یا بڑی چیز قیمت ادا کئے بغیر نہ لے اور کسی پر کچھ جبر و تعدّی نہ کرے - دوسرے دن خوشی بخوشی سب دکانیں کھل گئیں مگر اس شہر کی ہزار ہا کسبیاں اور فاحشہ عورتیں اپنے اپنے گھروں میں چھپ گئیں یا شہر چھوڑ کر فرار ہو گئیں - بھنگ، چرس، افیون وغیرہ منکرات کی دکانیں بھی خود بخود بند ہو گئیں اور شراب کی بھٹیاں اور شراب فروش ناپید ہو گئے - جیسے ان منکرات میں سے کوئی چیز اس شہر میں موجود ہی نہ تھی سارے شہر میں احکامات شریعت جاری ہو گئے اور محلہ در محلہ اور مسجد در مسجد تاکید ہو گئی - تارکانِ صلوٰۃ پر تعزیریں مقرر ہوئیں - دو تین روز کے اندر یہ شہر رشکِ عرب ہو گیا - چور، بدمعاش اور عیاش وغیرہ نے نیک روی پر کمر باندھی دو سو۲ مد کی طلائی جو ایک قسم کی اشرفی ہوتی ہے روزانہ لشکر اسلام کی دعوت کے لئے سلطان محمد خاں کی طرف سے آیا کرتی تھیں اور ارباب

فیض اللہ خان کی معرفت معافی تقصیرات کی گفتگو برابر جاری تھی۔

سلطان محمد خاں کی مصالحت کی مخالفت

اس صلح سے کہ جس کا نتیجہ اور انجام ہر عاقل پر ظاہر تھا سوائے ذات مقدس سید صاحبؒ کے کوئی غازی یا ملکی دل سے راضی نہ تھا اور ہر ایک آدمی مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ اور ارباب بہرام خاں وغیرہ سرداران اسلام سے اپنی اپنی ناراضی ظاہر کرتا تھا مگران سرداروں کو بامتثال امر سید صاحبؒ چون وچرا کا حوصلہ ہی نہ تھا۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ سوائے آمنا وصدقنا کے آپ کے سامنے کبھی دم ہی نہ مارتے تھے اور معترفین سے فرمایا کرتے تھے

رموزِ مملکتِ خویش خسرواں دانند

تم کو صلح کی غرض اور سید صاحبؒ کی نیت اور حوصلے کے سمجھنے کا مادّہ ہی نہیں ہے۔ تم خاموش رہو اور اس میں چون وچرا نہ کرو۔

ارباب بہرام خاں کا سیّد صاحب سے احتجاج

آخر ایک روز ارباب بہرام خاں نے حوصلہ کر کے اس صلح سے رعایا کی بددلی اور ناخوشی مجاہدین اور تمام خوانین کی ناراضگی آپ کے حضور میں ظاہر کر کے بڑے زور سے اس کے برے نتائج کو بیان کیا۔

سلطان محمد خاں سے مصالحت کی غرض وغایت!

سیّد صاحبؒ نے اس کے جواب میں فرمایا۔ کہ بھائی بہرام خاں میں خوب جانتا ہوں کہ قدیم سے یہ خاندان (یعنی سلطان محمد خاں وغیرہ کا) اپنی مکاری اور غداری میں بے نظیر ہے۔ مگر مجھ کو اپنے اس ناصرِ حقیقی پر پورا بھروسہ ہے کہ جس نے اس مرتبہ مخالفین کی کثرت کے باوجود ہم عاجزوں کو ان پر غالب کیا۔ وہ پھر بھی قادر ہے کہ اگر ہمارے ایسے سلوک پر کہ جس کو اور کوئی دوسرا فاتح ہرگز نہ کرتا۔ یہ لوگ ہم سے دغابازی کریں گے تو وہ انھیں ایسی سزا دیگا کہ دنیا میں انکی بیخکنی ہو کر آخرت میں عذابِ الیم میں گرفتار ہوں گے اور اس کے علاوہ مجھے اپنے پروردگار کا لحاظ اور ادب بھی ہے کہ جس کے نام کا ذریعہ معافی اور توبہ کر کے مجھ سے ملتجی ہوئے ہیں۔ نیز یہ بھی منظور ہے کہ تمام ملک والوں پر یہ بھی ظاہر ہو جائے کہ میں طالبِ ملک، اور ریاست نہیں ہوں۔ بلکہ محض للّٰہ فی اللہ اس عبادتِ جہاد کا بارِ گراں میں نے اپنے سر پر رکھا ہے

کیونکہ اس ملک کے نادان اپنے گمانِ فاسد سے مجھ کو بھی مثل دوسرے فاتحین کے ملک اور جاہ کا طالب سمجھتے ہیں۔

ارباب بہرام خاں کی سیّد صاحبؒ سے درخواست

اس کلام کے سننے کے بعد ارباب بہرام خاں نے جو ایک روسائے اعظم شہر پشاور اور سیّد صاحبؒ کے قدیم خادم تھے یہ عرض کیا کہ اگر حضور کو اس ملک کا رکھنا منظور نہیں ہے تو مجھ خیر خواہِ دین اور خادم قدیم اور نیک خواہِ رعایا کو اس شرط پر یہ ملک مرحمت ہو جائے کہ چار ہزار جنگی فوج نوکر رکھ کر نصرتِ اسلام اور تائیدِ مجاہدین کے لئے حضور کی خدمت بابرکت میں ہمیشہ رکھوں گا اور ان کی تنخواہ وغیرہ کل خرچ اپنے پاس سے دیا کروں گا اور تمام احکاماتِ شرعی کو اس ملک میں جاری کر کے مثل ایک عاجز غازی کے ہمیشہ آپ کا مطیع اور فرماں بردار رہوں گا اور اگر سردارانِ پشاور مجھ پر اس وقت یا کبھی حملہ آور ہوں گے تو میں اپنی قوم اور لشکر سے ان کا دفعیہ خود کروں گا اور حضور سے کبھی مدد کا طالب نہ ہوں گا۔ اس ساری تقریر کو سن کر سیّد صاحبؒ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ میری اصلی غرض اور نیّت ابھی تک تمہارے خیال میں نہیں آئی۔

مولانا محمد اسمٰعیل کی سلطان محمد سے ملاقات

اس کے بعد ارباب فیض اللہ خاں وکیل سردارِ پشاور یہ پیغام لے کر آیا کہ سردارِ مذکور توبہ کرنے کے لئے اور بیعت کرنے کے لئے حاضر حضور ہونا چاہتا ہے۔ آپ نے یہ تجویز فرمائی کہ اوّل ملاقات سردارِ مذکور سے مولوی اسمٰعیل صاحبؒ کر کے نیابتہً ان سے بیعت لیں۔ چنانچہ پشاور کے جنوب کی سمت تقریباً آدھ کوس پر موضع ہزار خانی میں سردارِ مذکور کی حاضری اور ملاقات مولانا سے مقرر ہوئی دوسرے دن مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ نے نمازِ عصر کے بعد وہاں جاکر ان سے ملاقات کی۔ بعد سلام علیک اور معانقہ و مصافحہ اور استفسارِ عافیتِ جانبین کے سردارِ پشاور نے دنیا داروں کی چاپلوسی اور خوشامد کے کلمات بیان کرنے شروع کئے اور پھر اپنے اعمال و افعالِ ماضیہ سے توبۃ النصوح کر کے مولانا صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت اطاعت اور فرماں برداری کی کرلی اور عہدِ واثق کیا کہ اپنے ملک میں شرعِ محمدی کو جاری کر کے ہمیشہ خدمتِ دین اور شراکتِ مجاہدین میں سرگرم رہوں گا۔ بیعت لینے کے بعد مولانا صاحبؒ رخصت ہو کر پشاور تشریف لے آئے

سید صاحبؒ کے سلطان محمد خاں کو پند و نصائح

اس کے بعد سردار مذکور نے ۔ ۔ ۔ ۔ حصولِ قدمبوسی سید صاحبؒ کیلئے درخواست کی چنانچہ وہی موضع ہزارخانی کا وسیع میدان سید صاحبؒ سے ملاقات کے لئے مقرر ہوا دونوں طرف کی تمام فوج کو حکم ہوا کہ اس دن اس میدان میں حاضر ہو کر اتحادِ باہمی پیدا کریں مقررہ دن سید صاحبؒ نے جنگی لباس اور پیش قبض اور ایک تلوار زیب تن فرما کر بہت عاجزی اور الحاح سے جنابِ کبریائی میں دعا کی اور پھر گھوڑے پر سوار ہو کر لشکرِ اسلام کے ساتھ میدانِ مقررہ کی جانب روانہ ہوئے شہر پشاور کے تمام ادنیٰ و اعلیٰ امیر و غریب ہندو مسلمان اس تماشائے بے نظیر کے دیکھنے کے لئے سید صاحبؒ کے ہم رکاب ہو گئے۔ جس سے لشکرِ اسلام کی جمعیت اور شوکت اور بھی دوچند ہو گئی دونوں لشکر اس میدان کے جنوبی اور شمالی کناروں پر ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہو گئے مابین ان دونوں لشکروں کے سردار محمد خان نے ایک جگہ پر ایک خادم کے ساتھ جمع ہو کر بڑے ادب اور تپاک سے سید صاحبؒ کی زیارت حاصل کی۔ سید صاحبؒ کے ساتھ بھی ایک خادم اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ تھے بعد سلام علیک اور معانقہ اور مصافحہ کے سید صاحبؒ اور مولانا ممدوح اور سردار موصوف ایک قالین پر بیٹھ گئے دونوں طرف کے دونوں خادم کچھ فاصلہ پر دور دور کھڑے رہے۔ ایک گھنٹہ تک سید صاحبؒ ہر قسم کے پند و نصائح اور مدارج جہاد اور اعانت مجاہدین کا ثواب اور قواعدِ جہانداری و رعایا پروری اور فوائدِ اجرائے احکاماتِ شریعت اور خوفِ خدا سردارِ پشاور کو سمجھاتے رہے اور وہ سر نیچا کئے ہوئے آمنّا و صدقنا کہتا جاتا تھا۔ اس کے بعد سید صاحبؒ مع لشکرِ اسلام پشاور تشریف لے آئے اور اسی ملاقات کی قرارداد کے مطابق مولوی سید مظہر علی صاحبؒ عظیم آبادی کو بڑے عالم کامل اور شجاع و مدبر تھے پشاور شہر کے قاضی مقرر ہوئے اور مولوی قمر الدین صاحب داماد مولوی الٰہی بخش صاحب اور دیگر چند اشخاص عظیم آبادی ہمراہ مولوی سید مظہر علی صاحب وہاں چھوڑ گئے پھر حکومتِ پشاور کی سرداری سلطان محمد خان کو عطا کر کے سید صاحبؒ پنجتار لوٹ آئے ۔

سلطان محمد خاں کی ریشہ دوانی

چند مہینوں تک پشاور اور طریقۂ داد رسی کا انتظام حسب دلخواہ سید صاحبؒ کے چلتا رہا اور تمام مقدمات

دیوانی و فوجداری وغیرہ کا فیصلہ حسبِ قاعدۂ شریعت مولوی سید مظہر علی صاحب قاضی پشاور کرتے رہے۔ آخر کار سردار سلطان محمد خان نے حسبِ تقاضائے جبلت خود مخفی طور پر دغابازی اور غداری کی چال چلنی شروع کی۔ خوانینِ سمہ جو عشر کی وصولی اور بیٹیوں کے بدلے حصولِ زر کیلئے احکام شریعت کے اجراء کی وجہ سے درپردہ سید صاحبؒ سے ناراض تھے سردار سلطان محمد خاں نے مخفی طور پر ان سے رسل و رسائل کر کے سید صاحبؒ کی طرف سے ان کو برانگیختہ کیا۔ جب وہ لوگ بغاوت پر آمادہ ہوگئے تو اس کا پشاور میں ظہور ہونے لگا

سید مظہر علی قاضی پشاور کی رپورٹ

سب سے پہلی رپورٹ سید صاحبؒ کو سید مظہر علی صاحبؒ قاضی پشاور کی طرف سے پہنچی جس میں لکھا تھا کہ ارباب فیض اللہ خاں نے مجھ کو اطلاع دی ہے کہ سردار پشاور سید صاحب سے بغاوت کا ارادہ رکھتا ہے جس میں میری (ارباب فیض اللہ خاں کی) جان کی بھی خیر نہیں۔ اس لئے کہ سلطان محمد خاں نے شہر پشاور کے جملہ علماء کی موجودگی میں مجھ کو (یعنی سید مظہر علی صاحبؒ کو) اپنی مجلس میں بلا کر پوچھا کہ تم نے جو میرے بھائی کو قتل کر دیا سو اس کو قتل کرنا ازروئے شریعت درست تھا؟ میں نے اس کا جواب بطور دفع الوقتی دیکر سردار مذکور سے بہت نرمی سے کہا کہ جب آپ کے دل میں یہ شک ناحق قتل کا تھا تو آپ نے سید صاحبؒ کے ہاتھ پر اس شک کو رفع کئے بغیر بیعت کس واسطے کی تھی۔ کوئی آدمی یہ بیعت کرانے کے واسطے آپ پر متقاضی نہ تھا۔ آپ نے بخوشیٔ خود بڑی تمنا اور آرزو سے یہ بیعت کی تھی سردار مذکور نے جواب دیا کہ اس وقت ہمارے تمام علماء تمہارے لشکر کے خوف سے بھاگ کر پہاڑوں میں جا چھپے تھے اور یہاں موجود نہ تھے اور میں نادان اور ناخواندہ تھا اس سبب سے بلا تحقیق میں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی۔ پھر میں نے بہت آہستگی سے کہا کہ یہ بات بڑے تعجب کی ہے کہ آپ اس وقت اپنے بھائی کے مارے جانے کو بھی بھول گئے تھے۔ اس امر میں آپ کے علماء کو یاد دلانے کی کیا ضرورت تھی وہ حادثہ تو آپ کے دل پر نقش ہوگا۔ اور یہ بات بھی صحیح نہیں ہے کہ آپ کے علماء اس وقت پشاور میں حاضر نہ تھے۔ مولوی محمد عظیم آخوندزادہ آپ کا استاد جو اس وقت اس مجلس کا ملک العلماء ہے شہر پشاور میں موجود تھا۔ بلکہ اس نے سید صاحبؒ سے ملاقات بھی کی تھی جب اس تقریر میں وہ لاجواب ہوئے تو پھر وہی پہلا سوال پیش کیا کہ تم نے سردار یار محمد خاں

کو کس واسطے قتل کیا۔ میں نے کہا کہ سردار مذکور نے سید صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت امامت کرکے پھر سید صاحبؒ سے بغاوت کی تھی۔ باغی کا قتل کرنا شرعاً جائز ہے مسئلہ باغیوں کا کتبِ فقہ میں موجود ہے اس میں دیکھ لو۔ پھر انھوں نے کہا کہ سردار یار محمد خاں نے کیا بغاوت کی تھی میں نے جواب دیا کہ پشاور سے فوج کشی کرکے مقام ہنڈ میں سید صاحب سے لڑنے کو نہیں گیا تھا۔ اس سے زیادہ اور کیا بغاوت ہوگی۔ اس تقریر کو سن کر پھر وہ مجلس لاجواب ہوگئی اور میں رخصت ہوکر ڈیرے کو چلا آیا۔

سیّد مظہر علی کی شہادت

مگر معاملہ دگرگوں نظر آتا ہے اگر اجازت ہو تو میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ خدمت مبارک میں حاضر ہو جاؤں۔ سید صاحبؒ نے اس عرضی کے جواب میں ایک فتویٰ مدلل بہ دلائلِ شرعی قتل یار محمد خان کا تحریر کرا کے مولوی سید مظہر علی صاحبؒ کے پاس بھیج دیا کہ اگر اس گفتگو کی دوبارہ نوبت پہنچے تو تم یہ فتویٰ بذریعہ کسی دوسرے آدمی کے سردار سلطان محمد خاں کے پاس روانہ کرکے تم اسی وقت چلے آؤ اور وہاں مت ٹھہرو اور اگر دوبارہ نوبت اس گفتگو کی نہ پہنچے تو بھی ان سے رخصت لے کر اس طرف چلے آؤ۔ یہ جواب ابھی راہ ہی میں تھا۔ کہ سردار سلطان محمد خاں نے دوسرے دن مولوی سید مظہر علی صاحب اور ارباب فیض اللہ خاں کو جس نے بڑی سعی سے یہ صلح کرا کے سردار سلطان محمد خاں کو پشاور کی حکومت دلائی تھی اپنی مجلس میں بلا کر قتل کرا دیا۔

غازیوں کے قتل کرنے کی سازش

جب پشاور سے مولوی سید مظہر علی صاحبؒ اور ارباب فیض اللہ خاں کے قتل کی ملک سمہ میں خبر مشہور ہوئی تو خوانینِ سمہ نے بھی باغوائے سردار پشاور جمع ہوکر یہ تجویز کی کہ جس قدر مجاہدین بغرضِ تحصیلِ عشر اور انتظامِ ملک جابجا تعینات ہیں ان کو ایک ہی رات میں قتل کر دیا جائے ایک مخلص آدمی نے جو اس مجلسِ مشورۂ قتلِ مجاہدین میں شامل تھا تاریخ مقررہ قتلِ مومنین سے چار پانچ روز پہلے کسی آدمی کے ذریعہ سے سید صاحبؒ کو اس دغابازی اور غداری کی اطلاع بھی کر دی تھی مگر سید صاحبؒ نے اس خبر کو سن کر اپنی نیک نیتی سے یہ فرمایا کہ اہل سمہ ہم سے بہت محبت کرتے ہیں یہ بات بالکل غلط ہوگی اور کوئی اہلِ غرض اس خبر کی تشہیر کے ذریعہ ہمارے اور ان کے بیچ میں تفرقہ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ مگر جب چار میں

طرف سے سید صاحبؒ کو اس کی اطلاع آنے لگی اور اُدھر سے حادثہ پشاور کی بھی خبر آپ کو پہنچی تو آپ نے موضع شیوہ میں مولوی رمضان شاہ صاحبؒ کو اطلاع بھیج دی کہ تم سب غازیانِ متعینۂ ملکِ سمہ کو خبر کر دو کہ پرسوں تک سب لوگ اپنی اپنی جگہ چھوڑ کر پنجتار کو چلے آئیں مگر یہ حکم نصر اللہ خاں رئیس گڑھی امان زئی کو جو پنجتار میں حاضر تھا معلوم ہو گیا اس نے غازیوں کے قتل کی تاریخ کو جس میں تین روز باقی تھے بدل کر ایک روز پہلے کر دیا۔ اور سارے ملک سمہ میں تبدیلی تاریخ کی اطلاع کر دی جس رات کو یہ قتل مقرر ہوا تھا اس شام کو حسب اشارۂ مقررۂ سابق ہر ایک گاؤں میں نقارے بجائے گئے اور اونچے مکانوں پر آگ جلائی گئی مجاہدین کو جو اس وقت اس غداری سے سراسر ناواقف تھے۔ گاؤں گاؤں سے نقاروں کی آواز اور آگ کی روشنی کو دیکھ کر گاؤں والوں سے اس کا سبب پوچھا تو انھوں نے دھوکہ دہی کی غرض سے یہ جواب دیا کہ غلہ عشر پہنچانے کے واسطے ہر گاؤں والے تیار ہو رہے ہیں تاکہ جمع ہو کر خندروس کوٹیں، اور ان دغا باز ملکیوں نے خندروس کوٹنا غازیوں کے قتل کی ایک نئی اصطلاح ایجاد کی تھی حالانکہ خندروس پشتو میں جوار کو کہتے ہیں۔ اس دھوکے میں آ کر سب غازی غافل ہو گئے۔

غازی تحصیل داروں کی شہادت

اسی رات کے وقت جبکہ یہ گروہ خداداد اٹے نماز میں مشغول تھا ناگہاں ظالموں نے ان کا قتل شروع کیا۔ کوئی سجدہ میں اور کوئی رکوع میں اور کوئی قیام میں شہید ہوا۔ کسی گاؤں میں آدھی رات کو اور کسی گاؤں میں قبل از فجر اور بعض گاؤں میں عین نماز فجر میں۔ یہ مردانِ خدا جو ملکِ ہندوستان کا انتخاب تھے مثل گائے بکریوں کے ظالموں کے ہاتھوں سے شہید کئے گئے۔ صرف تھوڑے سے آدمی مثل مولوی خیر الدینؒ شیر کوٹی وغیرہ تقدیر اور تدبیر کے زور سے زندہ اور سلامت پنجتار پہنچے تحصیلدارانِ عشور کے قتل کا سانحہ دردناک دیہہ بدیہہ مورخوں نے بڑی تشریح اور تفصیل سے معرکۂ کربلا کے مثل لکھ کر ناظرین کو رلایا ہے۔ مگر میرا قلم اس کی تفصیل لکھنے کی جرأت نہیں کرتا۔

سید صاحبؒ کا ہجرت کا ارادہ

جب سید صاحبؒ کو جگہ جگہ سے مجاہدین تحصیل دارانِ عشور کے قتل کی خبر پہنچی آپ بہت غمگین ہوئے۔ اور فرمایا کہ اس ملک والوں پر برسوں پند و نصیحت کی مگر اس کا آج تک ان

پر اثر نہ ہوا۔ بلکہ بجائے اصلاحِ حال خود انھوں نے تمرّد اور سرکشی سے ان مسلمان دینداروں کو جو لبِّ لباب اپنے اپنے ملک اور دیار کے تھے بڑے ظلم بے رحمی اور دغا سے قتل کر ڈالا۔ اب میں نے اس انتقام کو خدا پر چھوڑا وہ منتقمِ حقیقی خود ان سے دنیا و آخرت میں اس کا بدلہ لے گا۔ اب میں اس ملک میں نہ رہوں گا بلکہ یہاں سے ہجرت کر کے کسی دوسرے ملک میں چلا جاؤں گا۔ آپ نے اپنی روانگی سے پہلے ملک سندھ کو جہاں آپ کی دو بیویاں مقیم تھیں اس ملک سے اپنی ہجرت کرنے کی اطلاع لکھ کر روانہ کر دی۔

سید صاحبؒ کا مجاہدین سے خطاب

اور پھر سب غازیوں کو جمع کر کے بطورِ وعظ یہ فرمایا۔

"کہ اے مسلمانوں اللہ تعالےٰ نے تم کو اس عبادتِ جہاد میں میرا شریک فرمایا۔ اور گرم و سرد اور رنج و راحت اور فتح و شکست میں محض باری تعالےٰ کی مرضی کے لئے تم آج تک میرے شریک رہے اور سعیٔ نصرت اور شراکت کا حق پورا پورا ادا کیا۔ اب میں اس ملک سے ہجرت کر کے کسی ملک دور دراز میں جانے کا ارادہ رکھتا ہوں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ خداوند تعالےٰ مجھے کہاں لے جائے گا۔ غالباً اس سفر میں بھی تکلیف آب و دانہ اور ترکِ مالوفات اور مرغوبات کی ضرور آئے گی پس جو شخص ایسی تکلیف کو برداشت کر کے صبر و استقامت کر سکے اور کلمۂ شکایت مالکِ حقیقی کا زبان پر نہ لائے تو وہ میرے ساتھ چلے۔ پھر ایسا نہ ہو کہ ایسی تکالیف کے پیش آنے کے بعد کہنے لگے کہ اس سید نے ہم سے دغا کی اور ہم کو یہ معلوم نہ تھا کہ ایسی تکالیف بھی پیش آئیں گی۔ پس جو شخص اپنے میں قوت صبر اور استقامت کی رکھتا ہو وہ ہمارا شریک ہو۔ اور میں تو اپنی تمام عمر حصولِ رضامندیٔ مولا میں صرف کروں گا پس جو شخص ایسی تکالیفِ جسمانی و نفسانی پر صبر نہ کر سکے اسے اختیار ہے جہاں چاہے جائے۔ مگر عرب کے علاوہ اس وقت کوئی جگہ امن کی نظر نہیں آتی۔"

یہ کلماتِ پند و نصائح ایسی دلسوزی سے سید صاحبؒ نے بیان کئے کہ ہر آدمی ان کو سُن کر زار زار رونے لگا۔ اور سب مجاہدین نے بالاتفاق عرض کیا کہ ہم

لوگ بھی تادمِ زیست آپ کے ساتھ رہیں گے اور اس جان کو اللہ کی راہ میں فدا کریں گے آپ کو چھوڑ کر ہم کو ہفت اقلیم کی بادشاہی کرنی منظور نہیں ہے۔

مقامی باشندوں کی سیّد صاحب سے درخواست

ان ایام میں کہ سیّد صاحبؒ ملک سمہ سے ہجرت کی تیاری کر رہے تھے وکلا خدامن شاہ وغیرہ ملک پکھلی اور کاغان سے لشکرِ مجاہدین کو لانے کے لئے آپ کے پاس پہنچے اور یہاں ملک سمہ میں جب یہ خبرِ ہجرت مشہور ہوئی تو ہزارہا مخلصین کو از حد رنج ہوا روزانہ صدہا آدمی آپ کی خدمتِ بابرکت میں حسرت اور افسوس اور اپنی بے نصیبی کا اظہار کیا کرتے تھے اور تمام مردمانِ خدو خیل جس قوم کے سردار فتح خاں پنجتاری تھے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر باصرار تمام آپ کو اس ہجرت سے مانع ہوئے اور کہنے لگے کہ ہماری قوم سے آج تک کوئی غداری یا نافرمانی آپ کی نہیں ہوئی ہم بدستور آپ کے تابعدار اور غلام ہیں پھر ہم کو چھوڑ کر یہاں سے تشریف لے جانا مروت کے خلاف ہے

سیّد صاحبؒ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ گو بظاہر تم لوگوں سے کوئی قصور یا بغاوت سرزد نہیں ہوئی ہے۔ مگر دوسری اقوام سمہ کو دیکھو کہ وہ بھی بظاہر، تمہاری طرح فرماں بردار تھے انھوں نے کس قدر مسلمانوں کو ناحق قتل کیا۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔ مگر جب تک تمہارا سردار، سردار فتح خاں بھی خیر خواہی اور جاں نثاریٔ اسلام کا ذمہ لے کر خود مجھ سے درخواست نہ کرے گا میں اس ملک میں نہ رہوں گا۔ سردار فتح خاں بھی اس مجلس میں حاضر تھا۔ اس سے سیّد صاحبؒ نے تنہائی میں کچھ باتیں کیں گو وہ باتیں کسی پر ظاہر نہیں ہوئیں مگر غالباً اقوام سمہ کی ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے کے خوف سے انکار کرتا تھا۔

فتح خاں کی قائم مقامی

اس سرگوشی کے بعد سیّد صاحبؒ نے مردمانِ خدو خیل سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں اس ملک سے ہجرت ضرور کروں گا۔ تم لوگ سردار فتح خاں کو میرا قائم مقام سمجھ کر اس کی اطاعت اور فرماں برداری کرنا اور جیسے تم نے عہد کیا ہے ویسے ہی احکاماتِ شریعت پر بدستور قائم رہنا اور غلہ کا عشر سردار فتح خاں کو پہنچائے جانا اگر کوئی قافلہ مجاہدین یا میرا ملنے والا کوئی آدمی ملک ہندوستان سے آئے تو ان کی خاطر اور تواضع کرنا اور ان کو کسی سے تکلیف

نہ ہونے دینا۔

سید صاحبؒ کی روانگی

موسم سرما سر پر آگیا تھا۔ آپ نے اپنے لشکر کے واسطے سامان سرمائی اسی جگہ تیار کرالیا اور جب سب طرح سے تیاری ہو چکی تو پائندہ خاں منافق کی وجہ سے سیدھی راہ پکھلی کی چھوڑ کر بماہ رجب ۱۲۴۶ھ آپ براہ کنگلئی اور بزڈھیری اور کاہل گرام پہاڑوں کے درمیان سے روانہ ہوئے سردار فتح خاں پنجتاری اور دیگر مخلصین اس ملک کے آپ کے ہمرکاب تھے کوہستان کا دشوار گزار راستہ ہونے کی وجہ سے آپ نے ان دو توپوں کو جو بطور مالِ غنیمت درانیوں سے آئی تھیں ایک محفوظ جگہ میں دفن کرادیا اور دو قزلک یعنی حلیۃ مع دمنہ یرجا اور دو خود آہنی جن میں ایک خود کلاں ۱۶ سیر پختہ وزن کا تھا اور چند خیمے اور قالین اور چند دیگ اور لگن اور بہت سی نائد بندوقیں اور تلوارین سید رسول ساکن لواگئی کو امانتاً سپرد کر دیں جب لشکر اسلام بمقام تکرئی پہنچا تو آپ کے حرم محترم بمعیت عبدالقیوم صاحب اور غازیانِ قلعہ انب اور عشرہ اور گڑھی چتر بائی بھی حسب قرار دادِ سابق لشکرِ اسلام سے مل گئے۔ مقام کرنا سے سردار فتح خاں پنجتاری اور دیگر مخلصین رخصت ہو کر اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے آئے

اہلِ سمہ کا انجام

ملک سمہ سے ہجرت کر کے لشکر اسلام صرف دو تین منزل آگے بڑھا ہوگا کہ لشکرِ خالصہ نے دریائے لنڈہ سے عبور کر کے سمہ کے علاقے پر یورش شروع کی اور لشکر خالصہ کے مسلمان لوگ اور خود سکھ لوگ اہل سمہ کی غداری اور غازیوں کے خونِ ناحق کی خبر سن کر ایسے غصہ اور جوش میں تھے کہ ہزارہا اہلِ سمہ کو انھوں نے قتل کر کے ہر ایک گاؤں میں آگ لگا کر خاکِ سیاہ کر دیا اور ان کے بچوں اور مال مویشی کو پکڑ کر لے گئے۔ اس خونریزی میں لشکرِ خالصہ نے ہلاکو اور چنگیز خاں اور تیمور لنگ کو بھی مات کر دیا۔ اہلِ سمہ پر حملہ اور قتل کے وقت ہر سپاہی یہ کہتا جاتا تھا کہ جب تم نے اپنے پیر و مرشد امام سے غداری کی تو پھر تم سے کس کو بھلائی اور وفاداری کی امید ہے۔ جب لشکرِ خالصہ ملک سمہ میں داخل ہوا تو صدہا اہلِ سمہ سید صاحبؒ کو راہ میں جاکر ملے اور آپکی واپسی کے واسطے التجا کرنے لگے اور راج دواری تک ساتھ چلے گئے بمقام راج دواری پہنچکر سید صاحبؒ نے انکو واپس کر دیا اور کہا کہ ملک سمہ خاک سیاہ ہو چکا تم اپنے سوختہ گھروں کی جاکر مرمت کر لو۔ مؤرخوں کا بیان ہے کہ

جس جس گاؤں میں جس جس قدر غازی ناحق شہید ہوئے اہلِ سمہ کے ہر ایک گاؤں میں اس سے دس دس گنا مارے گئے اور مثل شہدائے کربلا دنیا ہی میں اس بے حد ظلم کا انتقام لیا گیا۔

درہ بھوگڑ منک میں سکھوں سے جھڑپیں

چہارم شعبان ۱۲۴۶ھ کو لشکرِ اسلام بخیریت تمام بمقام راج دواری واقع ملک کاغان پہنچ کر مقیم ہو گیا اور برف باری کا موسم شروع ہو جانے کی وجہ سے وہاں غازیوں کے رہنے کے لئے مکانات بنائے گئے۔ ساتویں شعبان ۱۲۴۶ھ کو آپ کے حرم محترم میں بمقام راج دواری ہاجرہ آپ کی دختر خورد پیدا ہوئیں۔ راج دواری میں پہنچنے کے ساتھ ہی چار سو مجاہدین تیار ہو کر سچون اور درۂ بھوگڑ منک کی طرف جہاں سکھوں کا لشکر پڑا تھا۔ مولوی محمد اسمٰعیل غازی کے زیر کمان روانہ کئے گئے۔ مولوی خیر الدین نے جو بطور نائب امیر ہمراہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ کے تھے درہ سے باہر نکل کر سکھوں پر حملہ کیا اور بہت سامالِ غنیمت اور بندیوان پکڑ لائے۔ . . . . اور جب کبھی موقع پاکر درۂ بھوگڑ منک پر افواج خالصہ حملہ آور ہوئی تو ہمیشہ ان کو زک دے کر پسپا کر دیا۔ اس ملک کا مالیہ (مالگذاری) وصول کرنے کے لئے راجہ شیر سنگھ بیس ہزار فوج لے کے آیا ہوا تھا۔ جب غازیوں کی فوج اس ملک میں پہنچی تو اس ملک کے ملکیوں نے سکھوں کو مالیہ دینے سے انکار کر کے وہ مالیہ اپنی خوشی سے مجاہدین کو دینا شروع کر دیا۔

جنگِ مظفر آباد

مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ نے سچون اور بھوگڑ منک سے بڑھ کر بالاکوٹ پر قبضہ کر لیا۔ ان ایام میں راجہ شیر سنگھ مع سلطان نجف خاں رئیس مظفر آباد کے پشاور گیا ہوا تھا اور مظفر آباد میں جو اس ملک کا دار الریاست اور سکھوں کا ہیڈ کوارٹر تھا فوج سے خالی تھا۔ حسبِ مشورۂ سلطان زبردست خاں و راجہ مظفر خاں وغیرہ کے بالاکوٹ سے لشکرِ غازیان زیر کمان مولوی خیر الدین شیر کوٹی اور ملا قطب الدین ننگرہاری

اور منصور خاں قندھاری کے مظفر آباد کو بھیجا گیا جنھوں نے سخت مقابلہ اور مقاتلہ کے بعد چھاؤنی کو سکھوں سے چھین لیا۔ سکھ گڑھی مظفر آباد میں جاکر پناہ گزیں ہوئے اور ادھر سید صاحبؒ بھی راج دواری سے کوچ کرکے مع تین چار سو غازیوں کے سچون اور بھوگڑ منک میں پہنچ گئے۔ جب راجہ شیر سنگھ کو اس یورش کی اطلاع ملی وہ فوراً پشاور سے واپس آکر گڑھی حبیب اللہ خاں میں جو مابین مظفر آباد اور بالاکوٹ کے واقع ہے مسکن گزین ہوا اور وہاں سے اس نے مظفر آباد جانے کی تیاری کی مگر اس عرصہ میں فوج غازیان حسب الطلب مولانا صاحبؒ مظفر آباد سے واپس ہو چکی تھی اس واسطے راجہ شیر سنگھ نے مظفر آباد کا جانا موقوف کرکے درۂ بھوگڑ منک اور سچون پر جہاں خود سید صاحب مقیم تھے حملہ کی تیاری کی۔

مولانا محمد اسمٰعیل کی شبخون سے طلبی

مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ نے دشمن کی اس تیاری کی خبر پاکر درخواست ارسال کرکے سید صاحبؒ کو اس سے مطلع کر دیا اور خود مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ نے گڑھی حبیب اللہ پر ایک شبخون مارنے کی تیاری کی ایک روز شام کے وقت یہ شبخون مسلح ہوکر کوچ کرنے کو تھا کہ اس وقت سید صاحبؒ نے ایک تاکیدی حکم بھیج کر مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ کو معہ تمام غازیوں کے سچون کو طلب کیا۔ تب مجبوراً شبخون مارنا ملتوی کرکے (حسب ایماء سید صاحبؒ) بالاکوٹ کو سردار حبیب اللہ خاں کے سپرد کرکے مولانا مع تمام غازیوں کے سچون کو چلے گئے۔ جب غازیوں کا کل زور سچون اور درۂ بھوگڑ منک کی طرف ہوگیا تو راجہ شیر سنگھ نے اس طرف سے حملہ کی تیاری موقوف کرکے میدان خالی پاکر بالاکوٹ پر چڑھائی کر دی جب لشکر خالصہ بالاکوٹ سے دو کوس کے فاصلہ پر پہنچ گیا تو اس وقت سردار حبیب اللہ خاں نے سراسیمہ ہوکر سید صاحب سے مدد طلب کی سید صاحبؒ تمام مجاہدین سمیت بالاکوٹ تشریف لے آئے۔ صرف تھوڑے سے آدمی بھوگڑ منک اور سچون کی حفاظت کے لئے چھوڑ آئے۔ آپ کے حرم محترم اس وقت راج دواری میں تھے اور مولوی قاسم صاحب پانی پتی اور شیخ حسن علی وغیرہ مع ایک معقول گارد کے حرم محترم کی حفاظت کے واسطے وہاں متعین تھے۔

جنگِ بالاکوٹ

راجہ شیر سنگھ نے غازیوں کے تمام لشکر کی خبر سن کر ہر گڈھی اور قلعہ سے اپنی افواج اور توپیں اور شاہین وغیرہ منگوا کر بالاکوٹ میں جمع کرنا شروع کیا اور راجہ شیر سنگھ کا لشکر گاہ بالاکوٹ سے صرف دو کوس تھا۔ مگر بالاکوٹ اور لشکر گاہ خالصہ کے درمیان ایسے پہاڑ دشوار گزار واقع تھے کہ ان میں سے لشکرِ خالصہ کا گزرنا غیر ممکن تھا اگرچہ شاہانِ سابقین کا بنایا ہوا ایک راستہ بھی ان پہاڑوں میں سے تھا مگر اس راستہ پر صدہا درخت اور گھاس وغیرہ جم کر خاص خاص باشندگانِ بالاکوٹ کے سوا وہ راستہ کسی کو معلوم نہیں تھا سید صاحبؒ نے بالاکوٹ میں پہنچ کر ساکنانِ بالاکوٹ کے مشورہ پر اسی پہاڑی راستہ پر ایک گارڈ تعینات کر دیا اس گارڈ کی تعداد ستر آدمیوں کے قریب تھی۔ اس سبب سے ایسے بیس ہزار کے لشکرِ عظیم کو روکنے کے واسطے کافی نہ تھا۔ ایک دوسرا راستہ لاہور کی طرف جانے کا ایک چھوٹے سے پل پر سے تھا اس طرف بھی ایک گارڈ پل کے قریب سید صاحبؒ نے تعینات کر دیا تھا اس انتظام میں زورِ تقدیر سے یہ ہونے والا تھا کہ اس کوہی راستہ پر تھوڑے آدمی اور غیر معتبر پنجابی اور ملکی تعینات کئے گئے۔

مقامی باشندوں کی غدّاری

راجہ شیر سنگھ بالاکوٹ پر حملہ کو غیر ممکن سمجھ کر لاہور کی طرف پھر جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ اس عرصہ میں کسی پنجابی یا ولایتی اہلِ گارڈ نے دنیا کے لالچ میں مخفی طور پر راجہ شیر سنگھ کے پاس جا کر اس کوہی راستہ کے مفصّل حال سے اسکو مطلع کر دیا۔ بلکہ اس کے آدمیوں کو ساتھ لا کر وہ راستہ بخوبی دکھلا دیا جب راجہ شیر سنگھ کو اس راستہ کی پوری خبر مل گئی تو اس نے ایک دن پچھلی رات کو اپنا سارا لشکر تیار کر کے یک بیک مسلمانوں کے پہاڑی گارڈ پر حملہ کر دیا مرزا احمد بیگ پنجابی افسر گارڈ کو تھوڑی دیر تک دشمنوں سے مقابلہ کر کے اخیر کو سخت نقصان اٹھا کر پسپا ہونا پڑا اس وقت سکھوں نے اس مقام پر اپنا قبضہ کر لیا سکھوں کے حملے کے آغاز کے وقت اس حملہ کی اطلاع دینے کے لئے ایک آدمی بھی سید صاحبؒ کے حضور میں بالاکوٹ بھیجا گیا تھا۔ مگر وہ آدمی ایسے وقت پہنچا کہ مسلمانوں کے قبضے

یہ مقام نکل کر سکھوں کے قبضہ میں آ چکا تھا اور مرزا احمد بیگ اپنے ساتھیوں سمیت پہاڑ سے نیچے اتر آئے تھے۔

سکھوں کا بالاکوٹ پر حملہ

اس واقعہ کو تھوڑی دیر نہیں گذری تھی کہ سکھوں کا لشکر اس راہ سے گذر کر مور و ملخ کی مانند سارے مغربی پہاڑ پر چھا گیا تھا۔ اس وقت ایک جمعدار مع ایک جماعت کے ایک طرف کو اور ارباب بہرام خاں مع دوسری جماعت کے دوسری طرف کو مرزا احمد بیگ کی مدد کے واسطے بھیجے گئے۔ مگر وقت ہاتھ سے نکل گیا تھا اب پہاڑ پر چڑھنے کے بعد سکھوں کی فوج کو نیچے اترنے کے واسطے سینکڑوں راہیں موجود تھیں اس وقت ان کا روکنا دشوار بلکہ غیر ممکن تھا۔ اس واسطے اب جھٹ پٹ ایک بڑی مسجد کے چاروں طرف جس میں سید صاحبؒ مقیم تھے تختوں سے مورچہ بندی کی گئی کہ دشمن کے حملہ کے وقت یہاں سے مقابلہ کیا جائے گا۔ سکھوں نے پہاڑ سے نیچے اترنا شروع کیا۔ سید صاحبؒ نے اس وقت عمدہ لباس مع قبا کے پہن کر سب اسلحہ زیب تن فرمائے اور منشی محمدی صاحب نے سید صاحبؒ کی انگوٹھی مہر دار جوان کے ہاتھ میں رہا کرتی تھی سید صاحبؒ کے دستِ مبارک میں پہنا دی تب مذکورہ مسجد کے صحن میں شاہین رکھوا کر دشمن پر فائر کرنا شروع کیا جس سے حملہ آوروں کو بہت نقصان پہنچنے لگا مگر یہ نقصان ایسی بھاری فوج کو نہ روک سکتا تھا۔ ملا لال محمد قندھاری ایک پہاڑ کے گوشہ سے دشمن کے میمنے پر حملہ کرنے کے لئے تعینات کئے گئے تھے۔ اس مسجد کلاں کے نیچے ایک وسیع مکان غربی رویہ میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ مع جماعت مولوی احمد اللہ صاحب ناگپوری کے متعین ہوئے اور یہ تجویز طے ہو چکی تھی کہ جب لشکرِ کفار وہاں کے کھیتوں اور دلدل کو عبور کر کے بالاکوٹ کی آبادی پر حملہ آور ہو گا تو اس وقت ان پر انہیں مورچوں سے گولیوں کا مینہ برسا کر آخر کو دست بدست جنگ کریں گے اس وقت ہر ایک غازی اپنے اپنے دوستوں سے معافی مانگ کر تشنۂ آبِ شہادت ہو کر بیٹھا تھا۔ مارے خوشی کے ہر ایک کا رنگ دمک رہا تھا اور خون جوش پر تھا اسی مسجد میں کچھ غیبی آوازیں جن کو سید صاحبؒ کے سوا اور کوئی نہیں سنتا تھا سید صاحبؒ کو میدانِ جنگ میں بلانے لگیں۔ ابھی لشکرِ کفار نے وہاں کے کھیتوں اور دلدل کو

عبور نہیں کیا تھا بلکہ دلدل کو اپنے آگے دیکھ کر دشمنوں کی ہمتیں پست ہو گئی تھیں اور قریب تھا کہ دشمن ناکام ہو کر جانب پہاڑ پسپا ہونا شروع کریں۔

سیّد صاحبؒ کی زیریں مسجد میں آمد

اس وقت سیّد صاحبؒ یک بیک بالائی مسجد سے کود کر اپنی جماعت کے ہمراہ نیچے والی مسجد کو جس میں ایک جماعت پہلے سے مورچہ بندی کر کے دشمن کو روکنے کے لئے مستعد تھی تشریف لے گئے۔ مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ بھی جو بالائی مسجد کے قریب ایک غرد بردیہ مکان میں تعینات تھے سیّد صاحبؒ کے اس کام کو دیکھ کر مع اپنی جماعت کے سیّد صاحبؒ کے ساتھ ہی نیچے والی مسجد میں پہنچے اس مسجدِ زیرین میں پہنچ کر سیّد صاحبؒ نے فرمایا کہ مجھ کو ایک صدائے غیبی بار بار میدانِ جنگ کی طرف بلاتی ہے۔ اس وقت سیّد صاحبؒ ایک ملکی صفات میں تھے۔ آپ کا چہرہ ایسا دمک رہا تھا کہ کسی کی نظر اس پر نہیں ٹھہرتی تھی دلدل کے کنارے پر پہنچ کر دشمن بستیٔ بالاکوٹ سے اتنے قریب ہو چکے تھے کہ ان کی گولیاں نیچے والی مسجد میں پہنچ کر نقصان پہنچا رہی تھیں۔ ادھر کی بندوقیں بھی دشمن کا پورا پورا جواب دے رہی تھیں دشمن کے سامنے دلدل تھی اور ان کے سر پر مجاہدوں کی بھرمار کی بھرکی سے گولیوں کا مینہ برس رہا تھا۔ اب سوائے پسپائی اور فرار کے ان کو کوئی چارہ نہ تھا۔ ایسے نازک وقت میں سیّد صاحبؒ مسجدِ زیریں سے بھی باہر نکل کر بڑی پھرتی سے دلدل کے کنارے پر جا پہنچے اب دونوں لشکروں کے مابین دھانوں کے کھیت اور دلدل حائل تھے۔

سیّد صاحبؒ کا بالائی مسجد سے شاہین لانے کا حکم

جب سیّد صاحبؒ مسجدِ زیریں سے نکل کر بجانب دل دل بڑھنے لگے اس وقت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے باوازِ بلند یہ حکم دیا کہ کل قرابین چی بطور باڈی گارڈ یعنی محافظِ جان سیّد صاحبؒ کے ارد گرد ہو جائیں مولوی جعفر علی نقوی جن کی کتاب سے میں یہ واقعات نقل کر رہا ہوں اس وقت سیّد صاحبؒ کے باڈی گارڈ میں شامل تھے سیّد صاحبؒ کنارہ دلدل پر پہنچ کر ایک پتھر پر تکیہ لگا کر بیٹھ گئے تھے۔ دشمن بھی غازیوں کی یورش دلدل کی جانب دیکھ کر اپنی فرار سے رک گئے اور اپنی ساری ہمت سے انھوں نے مجاہدین پر گولیوں کا مینہ برسانا شروع کیا۔ اس وقت سیّد

صاحبؒ نے شیخ ولی محمد پھلتیؒ کو حکم دیا کہ بالائی مسجد سے شاہین لا کر لگا دو شیخ موصوف شاہین لانے کو روانہ ہوئے۔ ارباب بہرام ایک معزز رئیسِ پشاور جو ہمیشہ سے سید صاحبؒ کے جاں نثار تھے اس وقت سید صاحب کے بائیں طرف مسلح بیٹھے تھے ایک آدمی نے سید صاحبؒ سے عرض کیا کہ قندھاریوں کی جماعت جو دامنِ کوہ سے دشمن کے میمنہ پر حملہ کر رہی ہے بہت تھوڑی ہے۔ اس وقت دشمن نے اس طرف بہت زور دیا ہے۔ قندھاریوں کی مدد کے واسطے کچھ اور آدمی بھیجنے چاہئیں سید صاحبؒ نے یہ سن کر فرمایا کہ اسی قدر کافی ہیں اور آدمی بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس وقت ایک بے قرار غازی نے دلدل میں کود کر چاہا تھا کہ دلدل سے پار ہو کر دست بدست دشمن سے جنگ کر کے دلی مراد حاصل کرے۔ مگر سید صاحبؒ نے اسکو منع کر دیا وہ مجبوراً دلدل سے باہر نکل آیا۔

سید صاحبؒ کی ارباب بہرام خاں سے گفتگو

اس کے تھوڑی دیر بعد سید صاحبؒ نے ارباب بہرام خان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میرا دل بے ساختہ چاہتا ہے کہ ان کافروں پر جو پہاڑ سے اتر کر پرے کنارے دل دل پر حملہ آور رہے ہیں یورش کر کے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں۔ ارباب بہرام خاں نے عرض کیا کہ جو کافر پہاڑ سے نیچے اتر آئے ہیں ان کا قتل کرنا کچھ مشکل نہیں۔ مگر اس وقت ہم پہاڑ والے کافروں کا نشانہ ہو جائیں گے اور پہاڑ کی راہیں تنگ اور دشوار گزار ہیں پہاڑ والے کافروں پر یورش کرنا محال بلکہ غیر ممکن ہے۔ اس بات کو سید صاحبؒ سن کر تھوڑی دیر خاموش رہے۔ اس گفتگو کو چند لمحے ہوئے تھے۔

سید صاحبؒ کا سکھوں پر حملہ

کہ سید صاحبؒ نے اپنے ارادے کی کسی کو اطلاع کئے بغیر بہ نفسِ نفیس خود بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر دلدل میں چھلانگ مار دی۔ اگرچہ دلدل بڑی گہری اور دشوار گزار تھی۔ مگر سید صاحبؒ اپنی روحانی اور جسمانی قوت کی وجہ سے مثلِ شیر چشم زدن میں دلدل سے پار ہو گئے اور تن تنہا ہزاروں دشمنوں کو اپنے آگے رکھ لیا۔ جیسے کوئی بھیڑ اور بکریوں کے ریوڑ (گلہ) میں شیر آ کر کودتا ہے۔ دشمنوں پر آپ کی تاخت سے قیامت برپا ہو گئی۔ جو مجاہدین اس وقت کنارۂ دلدل پر موجود تھے وہ سب آپ کے ساتھ

ہی دلدل میں کود پڑے اور بمشکل تمام اس سے پار ہو کر یکے بعد دیگرے آپ سے جا کر مل گئے۔ اس دلدل میں اکثر مجاہدین کی بندوقیں بھیگ کر نکمی ہو گئی تھیں ایک لمحہ میں وہ ہزاروں دشمن جو پہاڑ سے نیچے اتر کر دلدل کے دوسرے کنارے پر تھے مجاہدین کے ہاتھ سے مارے گئے۔ مگر پہاڑ کے اوپر سے اس وقت دس ہزار بندوقوں کے قریب غازیوں پر چھوٹ رہی تھیں۔ غازی دشمنوں کو مارتے ہوئے بائیں پہاڑ تک پہنچ گئے تھے مگر پہاڑ پر چڑھنا دشوار تھا۔ غازیوں کی بندوقیں بھی ایسی نکمی ہو گئی تھیں کہ پہاڑ والے دشمنوں کو گولیوں سے بھی جواب نہ دے سکتے تھے۔ میدان صاف کرنے کے بعد سید صاحب مثل شیر کے اپنی جماعت میں کھڑے تھے کہ یک بیک آپ نظروں سے غائب ہو گئے مولوی جعفر علی نقوی جو آپ کا باڈی گارڈ تھا اور کندھے سے کندھا ملائے کھڑا تھا لکھتا ہے کہ جناب حضرت امیرالمومنینؒ درہماں جماعت از نظرِ من غائب شدند " یہ واقعہ جگر سوز ۲۴ ر ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ کو واقع ہوا۔ اس وقت آپ کے غائب ہو جانے کی وجہ سے سارے لشکرِ اسلام میں ہلچل سی مچ گئی۔

مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ کی شہادت

ہر متنفّس ان گولیوں کی بارش میں اپنے بچاؤ کو بھول کر مثل عاشقوں کے آپ کی تلاش میں پھرنے لگے۔ ہر طرف یہ آواز بلند ہو رہی تھی کہ "حضرتؒ کہاں ہیں؟" مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ غازیوں کی فوج کا جرنیل اور قاضی علاءالدین اور منشی محمدی میر منشی اور شیخ بلند بخت وغیرہ صدہا آدمی نامی گرامی اس وقت دشمنوں کی گولیوں سے شہید ہو گئے۔ غازیوں نے سارا میدانِ جنگ ڈھونڈ مارا مگر سید صاحبؒ کا پتہ نہ ملا۔ اس وقت سید صاحبؒ کے نہ ملنے سے ہر ایک زندہ بھی مردہ کے برابر تھا اس حالتِ یاس میں لشکرِ اسلام اپنے سرداروں سے خالی بالاکوٹ کی طرف پسپا ہوا اس وقت لشکرِ اسلام پر کربلا کی گھڑی نازل ہو رہی تھی۔ پہاڑ پر سے گولیوں کا مینہ برس رہا تھا واپسی کے وقت وہاں کے کھیتوں اور دلدل میں صدہا آدمی شہید ہو گئے۔ اس وقت کوئی آدمی نہیں چاہتا تھا کہ میں زندہ رہوں۔ ہمتیں پست ہو گئی تھیں، دل ٹوٹ گئے تھے۔ جان وبال ہو رہی تھی اس وقت دشمنوں نے پہاڑ سے اتر کر اور بالاکوٹ میں پہنچ کر دفتر اور غازیوں کا کل اسباب لوٹ لیا اور گاؤں میں آگ لگا دی۔ اس وقت تک سید صاحبؒ کی موت

وحیات مشتبہ تھی۔ ہر زندہ آدمی اپنی تکلیف کو بھول کر سید صاحبؒ کی تلاش میں مبتلا تھا۔

سید صاحبؒ کے متعلق مختلف روایات

مولوی جعفر علی نقوی یہ بھی لکھتے ہیں کہ بعد میں لوگوں کی زبانی اس امر کی بھی تصدیق ہوئی ہے کہ سید صاحبؒ کی ٹانگ پر ایک گولی کا زخم بھی لگا تھا۔ اس زخم کے لگنے کے بعد آپ ایک پتھر پر بیٹھے ہوئے روبہ قبلہ دعاء مانگ رہے تھے کہ اسی پتھر سے غائب ہو گئے یہ بھی اسی مؤلف کا بیان ہے کہ موضع شملئی میں پہنچ کر ہم کو یہ بھی معلوم ہوا کہ سید صاحبؒ موضع مٹی کوٹ میں (جو ایک گوجروں کا گاؤں میدانِ جنگ بالاکوٹ سے ملا ہوا تھا) گوجروں کے گھر میں زندہ موجود ہیں۔ اور اس پتھر پر سے جہاں آپ دعاء مانگ رہے تھے گوجر لوگ آپ کو اٹھا کر اپنے گاؤں میں لے گئے تھے اور بعض لوگوں کا یہ بھی بیان ہے کہ مولوی نظام الدین چشتی کاندھلوی جو بخارا اور کشمیر اور کاغان کے سفیر ہو کر گئے تھے اور مولوی عبداللہ صاحبؒ دونوں شخص میدانِ جنگ سے سید صاحبؒ کے ساتھ ہی غائب ہو کر آپ کے رفیقِ غیبوبیت ہو گئے۔ مولوی جعفر علی نقوی پلۂ شہادت کو غلبہ دیتے ہیں۔

سید صاحبؒ کی تدفین

چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ شیخ وزیر گولہ انداز کا لڑکا جو بہ عمر آٹھ نو برس کا تھا بیان کرتا تھا کہ معرکۂ بالاکوٹ کے بعد سکھوں کا لشکر مجھ کو گرفتار کر کے مقتل شہداء میں لے گیا اور خلیفہ صاحبؒ کی لاش کو مجھ سے شناخت کرایا۔ میں نے اپنی سمجھ کی موافق ایک لاش کو خلیفہ صاحب کی لاش قرار دیدیا چنانچہ راجہ شیر سنگھ نے اسی لاش پر دوشالہ ڈلوا کر اور اپنی فوج کے مسلمانوں نیز ملکیوں سے اس پر نماز پڑھوا کر بڑے اعزاز و اکرام سے اس کو دفن کرایا اسی بنیاد پر سید صاحبؒ کی ایک کچی قبر بھی بالاکوٹ میں موجود ہے۔

گنج شہداء

فتح بالاکوٹ کے بعد چار روز تک سکھوں کا لشکر وہاں مقیم رہا چار روز کے بعد سکھوں کا یہ لشکر وہاں سے چلا گیا اور ملکی لوگ بالاکوٹ میں واپس آئے اس وقت تک کل شہداء کی لاشیں مثل لالہ زار کے مقتل میں پڑی ہوئی تھیں۔ ملکیوں نے مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ اور ارباب بہرام خاں کی دونوں لاشوں کو علیحدہ علیحدہ دو قبروں میں دفن کر کے باقی کل شہداء کی لاشوں کو جمع کر کے ایک گنج شہداء بنا کر سب کو ایک جگہ دفن کر دیا۔ اس واقعہ کے چند ماہ بعد ارباب بہرام خاں کا بیٹا

اپنے والد کی لاش کو پشاور لے گیا اور وہاں اپنے قبرستان میں دفن کیا۔ ایسی بھی بہت سی روائتیں ہیں کہ اس واقعۂ بالاکوٹ کے بعد متعدد لوگوں نے سید صاحبؒ اور ان کے رفیقوں کو دیکھا اس میں شک نہیں کہ آپ کی شہادت اور غیبوبیت میں روزِ اول سے اختلاف رہا ہے مگر اب ساٹھ برس سے بھی زائد زمانہ گزر جانے کے بعد خیالِ غیبوبیت خود بخود لوگوں کے دلوں سے محو ہوتا جاتا ہے سید صاحبؒ کی چھوٹی بیوی صاحبہ جن سے معرکۂ بالاکوٹ سے سید صاحبؒ نے اپنی غیبوبیت کی پیشگوئی کی تھی اور سید صاحبؒ کے اکثر اقربا اور اہلِ قافلہ آپ کی غیبوبیت کے قائل تھے مگر پنجاب اور ہندوستان کے اکثر آدمی پلۂ شہادت کو غلبہ دیتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سید صاحبؒ کی صاحبزادی کے وظائف

اس واقعہ کے بعد اگرچہ سات آٹھ سو غازی باقی رہ گئے تھے مگر کسی سردار کے نہ ہونے کی وجہ سے صورتِ جمعیت لشکرِ اسلام کی نہ ہو سکی شیخ ولی محمد پھلتی جو بقیہ لوگوں میں لشکرِ اسلام کی سرداری کے قابل تھے وہ سید صاحبؒ کی چھوٹی بیوی صاحبہ اور صاحبزادی کو لے کر ملک سندھ جہاں آپ کے حرمِ محترم مقیم تھے روانہ ہو گئے اور پھر وہاں سے ان سب کو ٹونک میں پہنچایا جہاں تاحیات خود آپ کے حرمِ محترم بہت آرام سے رہے۔ سنا ہے کہ جب آپ کے حرمِ محترم ٹونک کے قریب پہنچے نواب وزیر الدولہ مرحوم ان کے استقبال کو تشریف لے گئے اور بیوی صاحبہ کی پالکی کا بانس اپنے کندھے پر کہاروں کے طور پر رکھ کر بہت دور تک پالکی کو اٹھائے ہوئے چلے۔ سید صاحبؒ کی دو صاحبزادیاں (جن کی پیدائش کا ذکر اوپر ہو چکا ہے) تھیں بڑی صاحبزادی کا نام سارہ اور چھوٹی کا ہاجرہ تھا نواب وزیر الدولہ مرحوم نے بڑی صاحبزادی کے نام بارہ ہزار روپے کی جاگیر گزارہ کے لئے مقرر کر دی تھی اس سے کسی قدر کم چھوٹی صاحبزادی کے نام تھی اور ان صاحبزادیوں کی اولاد اور احفاد نیز آپ کی ہمشیرگان کی اولاد بفضلِ الٰہی بہت ہے۔ گو زمانہ کی رفتار نے ہر جگہ اپنا رنگ جمایا ہے مگر تاہم اس مقدس خاندان کے لوگوں میں ایک قسم کی تاثیر اور خاندانی برکت موجود ہے۔ چھوٹی بیوی اور شیخ ولی محمد پھلتی کی تشریف آوری کے بعد لشکرِ مجاہدین تتر بتر ہو گیا۔ مگر ڈیڑھ سو آدمیوں نے ہندوستان کو پھر واپس جانا گوارا نہیں کیا۔ چنانچہ انھوں نے مولوی نصیر الدین صاحبؒ کو اپنا امیر مقرر کر کے سید

اکبر صاحبؒ کے پاس ستھانہ میں جا رہے۔ جن کے بقایا ابھی تک کچھ لوگ تارک الدنیا آزاد منش موسوم بہ مجاہدین اسی کوہستان میں لکیر کے فقیر پڑے ہوئے ہیں۔

سکھ حکمران خاندان کا انجام

اس واقعۂ بالاکوٹ کے نو برس بعد نومبر ۱۸۴۰ء میں راجہ کھڑک سنگھ اور اس کا بیٹا کنور نونہال سنگھ ناگہانی موت سے ہلاک ہوئے اس کے تھوڑے دن بعد راجہ شیر سنگھ اور اس کا بڑا بیٹا اور وزیر دھیان سنگھ تینوں ایک ہی روز مارے گئے اور آخر کار ۱۸۴۵ء میں یعنی معرکۂ بالاکوٹ کے پندرہ برس بعد کل سلطنتِ پنجاب متعصب سکھوں کے ہاتھ سے نکل کر ہماری عادل سرکار کے قبضہ میں آگئی اور سوائے دلیپ سنگھ کے کوئی ایک ممبر بھی اس شاہی خاندان کا باقی نہیں رہا۔

سید صاحبؒ کے الہام کی تاویل

بملاحظہ مکتوبات احمدی جن میں سید صاحبؒ کا اصل مافی الضمیر بڑی صراحت کے ساتھ بیسیوں مختلف واقعات پر ظاہر کیا گیا ہے اور اکثر مؤلفوں کی تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ وعدۂ فتحِ پنجاب کے الہام کا آپ کو ایسا وثوق تھا کہ آپ اس کو سراسر صادق اور ہونے والی بات سمجھ کر بارہا فرمایا کرتے تھے اور اکثر مکتوبات میں لکھا کرتے تھے کہ اس الہام میں وسوسۂ شیطانی اور شائبۂ نفسانی کو ذرا بھی دخل نہیں ہے ملکِ پنجاب ضرور میرے ہاتھ پر فتح ہوگا اور اس فتح سے پہلے مجھ کو موت نہ آئے گی لیکن واقعۂ بالاکوٹ خواہ شہادت ہو خواہ غلبوبیت بظاہر اس یقینی الہام کے سراسر خلاف ہوا۔ اب اس کا جواب یہی ہے کہ از روئے اصولِ شریعت محمدیؐ کے الہام ایک ظنی چیز ہے اور اس کی تاویلوں وغیرہ میں سو طرح کی غلطیوں کا گمان ہوتا ہے یہ تو ضرور ہوا کہ اہلِ وقوعہ کے پندرہ برس بعد سلطنتِ پنجاب متعصب اور ظالم سکھوں کے ہاتھ سے نکل کر ایک ایسی عادل اور آزاد اور لامذہب قوم کے ہاتھ میں آگئی کہ جس کو ہم مسلمان اپنے ہاتھ پر فتح ہونا تصور کر سکتے ہیں اور غالباً سید صاحبؒ کے الہام کی صحیح تاویل یہی ہوگی جو ظہور میں آئی۔

بملاحظہ مکتوباتِ احمدی یہ بھی ظاہر ہے کہ سید صاحبؒ نے سلطنتِ پنجاب کے لئے سیف و سنان سے جو کام لیا تھا اس سے زیادہ قلم اور زبان سے آپ نے کام

لیا۔ بخارا اور کاشغر اور افغانستان اور بلوچستان و سندھ و پنجاب و کشمیر و کاغان وغیرہ کے تمام مسلمان امراء اور رؤساء، رعایا اور خاندانِ شاہ شجاع بادشاہِ کابل آپ کے شریک ہو چکے تھے ایسی کارروائیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کاتبِ تقدیر نے پنجاب کی فتح مُدگی اور پیر مح کی لڑائی کے ساتھ ایک دوسری عادل قوم کے نام نہ لکھ رکھی ہوتی تو مدت ہوئی ہوتی کہ پنجاب میں اسلام کا ڈنکا بج گیا ہوتا۔

سید صاحبؒ کی سیرت و کردار

اس عجیب سوانح اور مکتوبات کو غور سے دیکھنے کے بعد واضح ہو گا کہ سید صاحبؒ کا سا صاحبِ باطن متوکل صابر و شاکر زاہد صاحبِ حوصلہ صاحبِ تاثیر رحیم فیاض، اولوالعزم اور شجاع عزم ولی اللہ کامل اور اولوالعزم سپاہی گذشتہ چند صدیوں میں مسلمانوں میں پیدا نہیں ہوا تھا۔ اگر تقدیر اس کی یاوری کرتی تو اس کی کوشش سے مسلمانوں کے دلوں کو مدت ہوتی کہ بدل گئے ہوتے۔ مگر جیسے بجائے یقینی فتح کے اس کو بالاکوٹ میں ہزیمت ہوئی وہ کسی دشمن کو بھی نصیب نہ ہوئی۔ بنظرِ انصاف اس سوانح اور مکتوبات کو ملاحظہ کرنے کے بعد یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ اس معرکہ آرائی اور جنگ پیرائی سے اس بزرگ کو سوائے اعلائے کلمۃ اللہ اور اجرائے سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی دنیاوی غرض نہ تھی وہ امارت اور حکومت اور سلطنت اور نام و نشان کا ہرگز متمنی نہ تھا۔ اس کے عالی حوصلے کے آگے بڑی بھاری سلطنت کا کسی کو عنایت کر دینا اور بڑے بڑے مجرموں اور دشمنوں کو صرف ان کی زبانی تائید ہونے پر یک قلم معاف کر دینا اور انتقام نہ لینا کچھ بڑی بات نہ تھی۔ توکل اور صبر اور استقامت وغیرہ کل فضائل کا یہ بزرگ پتلا تھا۔ جب سات سو آدمیوں کو لے کر یہ ملکِ عرب گیا اس کے پاس ایک حبہ موجود نہ تھا مگر اس کے صادق یقین نے اس کے دو برس لمبے اور بحری سفر میں اس کا کوئی کام رکنے نہیں دیا۔ اس کو جس قدر ضرورت ہوئی وہ خود بخود مہیا ہو گیا اس سے بڑھ کر جب یہ دو ہزار غازیوں کو سکھوں سے جنگ کرنے کے ارادہ سے ساتھ لے کر براہ سندھ، قندھار و کابل و پشاور و یاغستان میں پہنچا اس کے پاس نہ کمسریٹ تھی نہ خزانہ اور نہ میڈیکل اسٹاف نہ اسلحہ خانہ۔

مجاہدین کی صبر و استقامت

اس لشکر میں دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا ملنا

ایسا شاذ و نادر تھا جیسے ہم لوگوں کو اتفاق سے فاقہ ہو جاتا ہے۔ مگر مثلِ صحابہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کے ساتھ ایک ایسی فرماں بردار اور جاں نثار ہندوستانی مجاہدین کی جماعت موجود تھی جنھوں نے برسوں رنج و راحت اور سرد و گرم اور فتح و شکست اور بھوک و پیاس میں ایسی ثابت قدمی اور استقلال سے آخر وقت تک اس کا ساتھ دیا کہ جسکی نظیر صحابۂ رسول کریم کے سوا تاریخ اسلام میں اور کوئی نہیں ملتی سب سے عجیب بات یہ ہے کہ اس فرقہ کو باری تعالےٰ کی رضامندی کے حصول کے علاوہ نہ کبھی فتح کی خوشی اور نہ کبھی شکست کا غم ہوا ان کا ہر متنفس جامِ شہادت کا ایسا عاشق جیسے فرہاد شیریں کا اور لیلیٰ کا مجنوں۔

اپنی پاک باطنی اور صفائی قلب اور توکل و زہد اور اولوالعزمی کی وجہ سے اس بے نظیر بزرگ کے سیاسی پیچیدگیوں اور فنِ جنگ کے علم کی طرف بالکل توجہ نہ تھی انھیں دو خامیوں نے اس کے بنے کام کو بگاڑ کر آخر اس کو بالاکوٹ میں وہ دن دکھایا کہ جسکی یاد سے آج تک ہزاروں خلقت کے دل دکھتے ہیں اگر ان سب خوبیوں کے ساتھ جو اس کی ذاتِ مقدس میں موجود تھیں فنِ ملک گیری اور فنِ جنگ بھی ہوتا تو وہ اس موجودہ نسل کے پیدا ہونے سے پہلے پنجاب کیا بلکہ ساری دنیا کا بادشاہ ہوا ہوتا اس سوانح اور مکتوبات کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سید صاحبؒ کا انگریزی سرکار سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہ تھا وہ اس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ اگر انگریزی سرکار اس وقت سید صاحبؒ کے خلاف ہوتی تو ہندوستان سے سید صاحبؒ کو کچھ بھی مدد نہ پہنچتی مگر سرکار انگریزی اسوقت دل سے چاہتی تھی کہ سکھوں کا زور کم ہو۔

مختلف مؤلفوں کے لکھے ہوئے سوانح کے تقریباً چار ہزار صفحات میرے سامنے موجود ہیں مگر لوگوں کی پست ہمتی اور کم مائیگی اور عدمِ فرصت کا لحاظ کر کے میں نے ان پھولوں کے پشتاروں سے جو میرے سامنے میز پر رکھے ہیں اردو زبان کے جبہ میں رکھ کر سب تازی اور شیرازی پھولوں کا عطر کھینچ لیا ہے تاکہ ہر ایک کہہ و مہہ (چھوٹا بڑا) اس کا ایک ایک پھویا لے کر معطر ہو جائے اور باوجود اختصار پھر بھی کسی اہم مطلب کو فوت ہونے نہیں دیا۔ گو بہت قیمتی کراماتی واقعات کو دانستہ چھوڑ دیا ہے۔ میں اس سوانحِ عجیبہ کو بالاکوٹ ہی تک ختم کر کے آپ کے بعض خلفائے نامدار کا حال لکھتا ہوں۔

باب ۸

حضرت سید احمدؒ کے خلفاء

مولوی محمد اسمٰعیل شہیدؒ و مولوی عبدالحئیؒ

سید صاحبؒ کے خلیفہ بھی ہزاروں ہیں جن کے اسمائے گرامی لکھنے کو کئی جز چاہئیں اور آپ کے اکثر خلیفہ صاحب ولایت اور کرامات ہوئے ہیں ان کے عجیب وغریب حالات لکھنے کے لئے بھی ایک دفتر درکار ہے۔ تمام اسلامی دنیا اور خصوصاً ہندوستان آپ کے خلفاء سے معمور ہو گئی تھی۔ شاذ و نادر کوئی بے نصیب شہر اور قریہ ہو گا جہاں آپ کے خلفاء کا گذر ہو کر توحیدِ الٰہی کی منادی نہ ہوئی ہو اس وقت تک کروڑوں آدمیوں کو آپ کے سلسلے سے ہدایت ہوئی اور انشاء اللہ تعالےٰ ہوتی رہے گی یہ عمل بالحدیث کا چرچا جو اس وقت ملک ہندوستان میں ہو رہا ہے آپ ہی کی ذاتِ مقدس کا پرتو تھا۔ آپ کے ساتھ امانت اور برکت نازل ہوئی تھی جن سے لوگوں کو قرآن و حدیث سمجھنے کا بہرہ ہوا۔ جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے اِنَّ الْاَمَانَۃَ تَنَزَّلُ فِیْ قُلُوْبِ الرِّجَالِ ثُمَّ عَلِمُوْا مِنَ الْکِتَابِ ثُمَّ عَلِمُوْا مِنَ السُّنَّۃِ (ترجمہ) تحقیق امانت یعنی برکت جب لوگوں کے دلوں میں اترتی ہے اس وقت قرآن اور حدیث کے مطلب لوگ سمجھنے لگتے ہیں۔

اب میں بطور تبرک فقط آپ کے چند خلیفوں کے نام نامی درج کرتا ہوں۔

اوّل اور افضل سارے خلیفوں کے مولوی عبدالحیٔ صاحبؒ داماد حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے ہیں۔ دوم، مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ شہید۔ یہ دونوں بزرگ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی مانند آپ کے یارِ غار اور جاں نثار تھے۔ سوم مولوی عبدالغنی صاحبؒ برادر خورد مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ، چہارم مولوی مخصوص اللہ صاحب ابن مولوی رفیع الدین صاحبؒ یہ بزرگ اخیر عمر میں مجنون ہو گئے تھے۔

مولوی سید محمد علی ومولوی ولایت علی

مولوی[5] سید محبوب علی صاحب دہلوی۔ یہ بزرگ قبل از واقعہ بالاکوٹ ناخوش ہو کر اپنے وطن مالوفہ کو لوٹ آئے تھے۔ مولوی[6] حیدر علی صاحبؒ رامپوری۔ مولوی[7] محمد علی صاحبؒ رامپوری۔ مولوی[8] ولایت علی صاحب عظیم آبادیؒ۔ ان دونوں بزرگوں کو یعنی مولوی محمد علی اور مولوی ولایت علی صاحبؒ کو سید صاحبؒ نے اپنی مرضی سے خلافت دیکر خلق اللہ کی ہدایت کے لئے ہندوستان کو واپس بھیج دیا تھا۔ یہ دونوں بزرگ سید صاحبؒ کی مفارقت کو پسند نہیں کرتے تھے مگر بادلِ محزون مرشد برحق کے حکم کی تعمیل ... کرتے ہوئے ہندوستان کو واپس چلے آئے اور مولوی ولایت علی صاحب سے رخصت کے وقت سید صاحبؒ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ مولانا ہم آپ کو تخم کر کے اٹھاتے ہیں (غالباً اس فقرہ کے یہ معنی ہوں گے کہ اس تخم سے اتنے پودے لگیں گے۔ جن سے یہ باغ ہمیشہ ہرا بھرا رہے گا)، مولوی[9] وحید الدین پھلتی شاگرد رشید مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ شہید یہ بزرگ بھی بڑے اکابر لوگوں میں سے ہیں۔ مولوی[10] حافظ قطب الدین صاحبؒ پھلتی برادر مولوی وحید الدین صاحبؒ موصوف۔ مولوی[11] خدا بخش صاحبؒ ساکن میرٹھ۔ مولوی[12] محمد یوسف صاحبؒ پھلتی یہ بزرگ سید صاحبؒ کے خزانچی اور خانساماں تھے۔ مولوی[13] احمد الدین صاحبؒ پھلتی۔ قاضی[14] عماد الدین صاحبؒ حکیم[15] مغیث الدین صاحبؒ سہارنپوری۔ یہ بزرگ بھی بڑے اکابر لوگوں میں سے ہیں۔ اخوند[16] شاہ محمد ولایتی۔

مولوی حبیب اللہ قندھاری

مولوی حبیب اللہ صاحبؒ قندھاری یہ بزرگ علماء خراسان و بخارا و ماوراء النہر کے ساتھ مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ شہید سے مسئلہ وجوبِ تقلیدِ شخصی کی بابت بحث کو آئے تھے مگر مولوی

صاحبؒ شہید کا اور دوسرے افرادِ قافلہ کا رنگ ڈھنگ دیکھ کر ان کے ایسے معتقد ہوگئے کہ بوقتِ بحث سر نیچا کئے ہوئے مولانا شہیدؒ کے سامنے ساکت بیٹھے رہتے تھے اور جب ان کے ساتھ والے مولویوں نے ان سے کہا کہ بوقتِ بحث تم کچھ نہیں بولتے اور ساکت بیٹھے رہتے ہو۔ انھوں نے جواب میں کہا تھا کہ میں تو ان لوگوں کا طریق مثل صحابہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھتا ہوں پھر ایسے بزرگوں سے کیا بحث کروں آخر میں یہ بزرگ سید صاحب کے مرید ہو کر بڑے نامی مشائخوں سے ہوئے

مولوی عبداللہ

مولوی[۱۸] عبداللہ صاحب غزنوی جن سے امرتسر وغیرہ پنجاب کے علاقہ میں بہت ہدایت ہوئی اس بزرگ سے فیضیاب ہوئے تھے اب بھی مولوی عبداللہ صاحبؒ کی اولاد واحفاد امرتسر میں رہتے ہیں اور وہ چشمۂ ہدایت بدستور اس خاندان سے جاری ہے۔ منشی[۱۹] ظہور علی صاحبؒ۔ پیر[۲۰] جی محمود شاہ صاحبؒ نبیرۂ حضرت شاہ عبدالرزاق صاحبؒ جھنجھانوی، حکیم[۲۱] غلام سبحانی صاحبؒ جھنجھانوی۔ اخوند[۲۲] عبدالعظیم صاحبؒ۔

مفتی الٰہی بخش

مفتی[۲۳] الٰہی صاحبؒ ساکن کاندھلہ شاگرد رشید مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اس بزرگ نے لبقیہ ساتواں دفتر مثنوی مولانا رومؒ کا لکھا ہے۔ مفتی صاحبؒ نے مثنوی کا ترجمہ بھی کیا تھا۔ جب ایک ہزار اشعار کا ترجمہ ہوچکا تو آپ کا انتقال ہوگیا۔ آپ کے انتقال کے بعد مولوی ابوالحسن صاحب آپ کے فرزندِ ارجمند نے اور ایک ہزار اشعار کا ترجمہ کیا تھا کہ ان کا بھی انتقال ہوگیا۔ مفتی الٰہی بخش صاحبؒ کا یہ مشہور مقولہ ہے کہ بھائیو! ساٹھ برس سے آج تک جو ہم نے پیا تھا وہ سب دلیا تھا۔ اب سید صاحبؒ کی بدولت پیدا ہوگیا۔ مفتی صاحبؒ ایسے بڑے عالم متبحر تھے کہ اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ مگر سید صاحبؒ کی نعلین برداری کو اپنے لئے فخر دارین جانتے تھے۔

حاجی شاہ عبدالرحیم و میاں جی شاہ نور محمد

حاجی شاہ[۲۴] عبدالرحیم صاحبؒ ولایتی شہید، میاں[۲۵] جی شاہ نور محمد صاحبؒ جھنجھانوی۔ انھیں کے مرید رشید اور خلیفہ خاص حاجی امداد اللہ صاحب فی الحال مکہ معظمہ میں اپنے انوار سے ہندوستان اور عربستان وغیرہ ممالک کو منور کر رہے ہیں۔ چنانچہ حاجی

امداد اللہ صاحبؒ کے خلفاء مثلاً مولوی رشید احمد صاحبؒ گنگوہی اور مولوی محمد قاسم صاحبؒ نانوتوی تھے جن سے ہزارہا خلقت کو ہدایت ہوئی۔ مولوی[۲۶] سخاوت علی صاحبؒ جون پوری۔ مولوی[۲۷] کرامت علی صاحبؒ جون پوری مفتاح الجنۃ یہ دونوں بزرگ بھی قبل از معرکہ بالاکوٹ اسی طرح ہندوستان کو لوٹ آئے تھے۔

مولوی شجاعت علی، مولوی عنایت علی اور مولوی احمد اللہ وغیرہ

مولوی[۲۸] شجاعت علی صاحبؒ۔ مولوی فرحت حسین[۲۹] صاحبؒ۔ مولوی[۳۰] شاہ محمد حسین صاحبؒ عظیم آبادی۔ مولوی[۳۲] عنایت علی صاحبؒ عظیم آبادی برادر خورد مولوی ولایت علی صاحبؒ۔ مولوی[۳۳] الٰہی بخش صاحبؒ عظیم آبادی۔ مولوی احمد اللہ صاحبؒ عظیم آبادی۔ یہ بزرگ معہ اپنے چھوٹے بھائی یحییٰ علی صاحبؒ کے حالتِ قید میں بمقام پورٹ بلیر (کالا پانی) کے راہیٔ فردوس ہوئے۔ یہ دونوں بھائی بڑے اولیاء کبار اور صاحبِ کرامات تھے اپنے استقلال اور ثابت قدمی اور صبر و شکر میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ جامع کتاب ہٰذا بہت برسوں تک حالتِ قید میں ان بزرگوں کے ساتھ رہا ہے اور ان کے حالات و کرامات کا چشم دید گواہ ہے۔ ان بزرگوں کے حالات عجیبیہ لکھنے کو بھی ایک دفتر چاہیئے۔ مولوی[۳۴] غلام جیلانی صاحب رامپوری۔ رامپور کا خلیفہ آپ نے اس بزرگ کو مقرر کیا تھا۔ مولوی[۳۵] محمد عظیم صاحبؒ نابینا پشاوری۔ مولوی[۳۶] فخرالدین صاحبؒ سہارنپوری۔ مولوی[۳۷] نصیر الدین صاحبؒ دہلوی۔ داماد مولانا اسحاق صاحبؒ مرحوم۔

مولوی خرم علی و مولوی شاہ لطف اللہ وغیرہ

مولوی[۳۸] خرم علی صاحبؒ بلہوری صاحب نصیحت المسلمین۔ ان کی اور بھی بہت سی تصانیف ہیں۔ رسالہ جہادیہ بھی انھیں کی تصنیف سے ہے۔ افسوس ہے کہ یہ بزرگ بھی باایں ہمہ اوصاف قبل از معرکہ بالاکوٹ رنجیدہ ہو کر ہندوستان کو لوٹ آئے تھے۔ مولوی[۳۹] سید اولاد حسن صاحبؒ قنوجی۔ والد ماجد مولوی نواب صدیق حسن خاں صاحبؒ مرحوم بھوپال۔ مولوی عبدالقدوس صاحبؒ کشمیری۔ مولوی[۴۱] شہاب الدین صاحب

بٹالوی ملک پنجاب۔ مولوی[42] میاں فضل صاحب سیالکوٹی۔ امام[43] الدین صاحب حافظ محمد[44] صدیقی صاحب۔ صوفی نور محمد[45] صاحب۔ سید[46] عبداللہ صاحب ولد سید بہادر علی صاحب۔ مولوی[47] اکرام الدین صاحب دھلوی صاحب تفسیر سورہ فاتحہ مولوی حیدر[48] علی صاحب دھلوی ثم ہوشیارپوری۔ اس بزرگ اور ان کے بیٹے نے ۱۳۰۲ھ میں بھی سید صاحب کی زیارت کی ہے۔ مولوی[49] عبداللہ بنارسی، مولوی شاہ لطف اللہ صاحب سلونی انہی بزرگ کو حج کے لئے جانے کے وقت سید صاحب نے اپنا قائم مقام کرکے ایک تاج بھی عنایت کیا تھا اور فرمایا تھا کہ میری غیر حاضری میں جو کچھ کسی سے پوچھنا ہو ان سے پوچھے۔

مولوی نظام الدین اور مولوی سید یعقوب وغیرہ

مولوی[51] نظام الدین صاحب دھلوی۔ قاضی یوسف[52] مرکی ساکن بمبئی۔ مولوی[53] عبدالحلیم صاحب ساکن بمبئی مولوی[54] شیخ جیون صاحب۔ مولوی عبدالجلیل صاحب ساکن کویل۔ مولوی سید[55] قاسم صاحب ساکن نصیرآباد متصل جائس ملک اودھ۔ یہ بزرگ سید صاحب کے قرابت دار بھی تھے۔ مولوی[56] سید محمد صاحب مؤلف مخزن احمدی۔ مولوی سید[57] یعقوب صاحب یہ دونوں بزرگ سید صاحب کے حقیقی بھانجے تھے۔ میر[58] احمد علی صاحب اس بزرگ کا انتقال مقام رائے ویلور ملک مدراس ۱۲۶۵ھ میں ہوا۔ سید[60] حمزہ ساکن ملک برہما۔ مولوی محمد یعقوب صاحب دھلوی۔ مولوی[62] شاہ اسحاق صاحب دھلوی۔ مولوی[63] محمد مرتضی خان صاحب رامپوری۔ مولوی[64] سید محمد حسین صاحب ساکن بھنگرہ ضلع مظفرنگر۔ یہ بزرگ اس وقت تک زندہ اور منتظر ظہور ہیں۔

مولوی چشتی و مولوی عبداللہ

مولوی چشتی صاحب ساکن کاندھلہ۔ مولوی[66] عبداللہ صاحب۔ لوگوں کا بیان ہے کہ بروز معرکہ بالاکوٹ یہ دونوں بزرگ بھی سید صاحب کے ساتھ ہی غائب ہوگئے۔ بلکہ مولوی چشتی صاحب کو تو میرے بعض دوستوں نے معرکہ بالاکوٹ کے بعد بہت دفعہ دیکھا بھی ہے اور ان کے قرابت داروں سے سنا بھی ہے۔ اور ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے خطوط بھی معرکہ بالاکوٹ

کے بعد ان کے گھر پہنچے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اب میں مولانا و بالفضل اولانا مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ شہید اور ان دو خلیفوں کا جن کو سید صاحبؒ نے تخم ہدایت کر کے ہندوستان واپس بھیجا تھا کسی قدر علیحدہ علیحدہ سوانح عمری ہدیۂ ناظرین کرنا چاہتا ہوں۔

باب ۹

مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ

مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ کا مرتبہ

آپ کے بڑے خلیفوں میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ شہید اور مولوی عبدالحئی صاحبؒ ہیں۔ یہ دونوں بزرگ بمنزلہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے آپ کے خلفاء راشدین سے تھے مولوی عبدالحئی صاحبؒ کا مزاج بوجہ بردباری اور وقار حضرت ابوبکرؓ سے اور حضرت مولانا شہیدؒ کی طبیعت بوجہ تشدّد علی الکفار و فجّار حضرت عمرؓ سے زیادہ ترمشابہ تھی ان دونوں بزرگوں کا ذکر سید صاحبؒ کی سوانح عمری میں جا بجا آ چکا ہے کیونکہ جس تاریخ سے یہ دونوں بزرگ داخلِ خدام ہوئے تھے اس تاریخ سے مرتے دم تک کسی دینی ضرورت کے بغیر آپ کی خدمتِ بابرکت سے ایک لمحہ کے لیے بھی علیحدہ نہیں ہوئے اور حق تو یہ ہے کہ ان بزرگوں نے سید صاحبؒ کو خوب پہچانا تھا۔ ان کی جاں نثاری اور فرماں برداری ضرب المثل ہے۔ یہ دونوں بزرگ آپ کی پالکی کے ساتھ ننگے پاؤں دوڑنے کو اپنا فخرِ دارین جانتے تھے اور ان دونوں سرتاج علماء دہلی نے جن کی تعظیم بادشاہ تک کرتے تھے۔ اپنے تئیں بالکل مٹا دیا تھا۔ پاخانہ

کمانے ۔ چکی پیسنے ۔ دانہ دلنے ۔ گھاس کھودنے ۔ بوجھا ٹھانے ۔ سائیس کرنے غرض کسی ذلیل سے ذلیل کام سے کبھی ان کو عار نہ تھی ۔ روحانی برکات حاصل ہونے کے بعد یہ دونوں خاندانی بزرگ مقتدائے قوم و امیرزادے ناز و نعم میں پلے ہوئے دھلی سے خوش خوراک اور خوش وضع شہر کے باشندے اب بچی کھچی کھچڑی یا اس کی کھرچن کھا کر یا دو تین وقت کڑاکے کے فاقے کھینچ کر اور چٹائیوں یا خالی زمین پر سوکر ایسے خوش و خرم و شاداں و فرحاں رہتے تھے کہ خود کبھی ان کو دھلی کے پلاؤ، قورمہ و توشک و تکیہ میں بھی نصیب نہ ہوئی تھی ۔ دراصل ایمان کا مزہ ایک ایسی عمدہ اور نادر نعمت ہے کہ کوئی دنیوی نعمت اس کی لذت اور شیرینی کو نہیں پہنچتی ۔ بلکہ دنیا میں کوئی ایسی چیز موجود ہی نہیں ہے جس کو مزۂ ایمان کے ساتھ صرف تشبیہ دی جا سکے ۔ میں نے ایک مقبولِ بارگاہِ الٰہی کی کتاب میں لکھا دیکھا ہے ۔ وہ فرماتے ہیں ۔

"کہ جس طرح سے ایک نئی دلہن ناکتخدا سہیلیوں اور ہمجولیوں سے اپنے مزۂ وصال کو کسی کھانے یا میوہ وغیرہ سے تشبیہ دے کر بیان نہیں کر سکتی اسی طرح سے مزہ ایمان کا بیان کرنا یا کسی دنیوی مزے سے اس کو تشبیہ دینا محال ہے ۔"

اسی لذت کو حافظ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ع

لذتِ مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی

دنیا کے لوگ ایسے آدمیوں کو ہمیشہ دیوانہ بتاتے آئے ہیں ؎

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی

دیوانۂ تو ہر دو جہاں را چہ کند

ان دونوں ستاروں کے اوصاف تحریر و بیان سے باہر ہیں ۔

مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ کی بصارت

مولوی صاحب نے شہید کی خوبیٔ بصارت میں لکھا ہے کہ جب مولانا شہیدؒ کی پہلی نظر چہرۂ مبارک سید صاحبؒ پر پڑی تو فرمایا کہ اگر یہ بزرگ اپنے مہدی ہونے کا دعویٰ کرے تو میں بلا تامل اس کے ہاتھ پر بیعت کر دوں گا ۔ مولوی عبد اللہ صاحبؒ معرفت جندوڈے سے (جو ایک اولیاء کامل صاحب کشف ملتان میں تھے) کسی نے پوچھا کہ ہند کے اولیاء

اللہ میں سے سب سے برتر مقبولِ خدا ولی کون سا بزرگ ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ عالم ارواح کی سیر میں میں نے دیکھا ہے کہ سب سے بڑا درجہ اولیاء ہند میں مولوی محمد اسمٰعیل شہیدؒ کا ہے کیونکہ میں نے مولانا شہیدؒ کو جنت میں ایک چھپر کھٹ پر لیٹے ہوئے اور کتاب صراط المستقیم کا مطالعہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ایک روز کسی کور باطن ظاہری علم والے نے ان دونوں بزرگوں سے سوال کیا آپ لوگ ایسے بڑے فاضل اجل اور قرآن و کتب احادیث کے حافظ ہو کر سید صاحبؒ ایک امّی کے مرید کیسے ہو گئے انھوں نے اس کی کور باطنی کو دیکھ اس کے جواب میں فقط اتنا نکتہ کہہ دیا کہ جو کچھ ہم نے ہزاروں کتابوں میں پڑھا اور حدیثوں میں دیکھا ہے۔ باوجود امّی ہونے کے سید صاحبؒ کو ان سب کا عامل پایا ہے ؎

انگشت اب پہ ہر ایک جنتے کی ہے ملّت ؛ نہ فقط وہ ائیں وہ حجت نہ کتب کے اندر

علم کو اس کے مگر علم لدنی کہیئے ؛ جو کہ آتا ہے اسے ہے وہ کسے مستحضر

نبوّت کے سالک کامل

مولوی عبدالحیٔ صاحبؒ سلوکِ راہِ ولایت اور مراقبہ و مشاہدہ و توجہ و کشف وغیرہ کے پورے سالک اور اس فن میں استاد کامل تھے اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ شہید سلوکِ راہِ نبوت کے سالکِ کامل اور پورے عامل تھے اس واسطے آپ کے ملفوظات سلوکِ راہِ نبوت کا صراط مستقیم کا حصّہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ شہید کا اور سلوکِ راہِ ولایت کا حصّہ مولوی عبدالحیٔ صاحبؒ کا لکھا ہوا ہے ؎

ہر گلے را رنگ بوئے دیگر است

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کے قصصِ ذہانت و فطانت اس کمال سے جو کہ انسان سے مطلوب ہے۔ اور جس کمال کی تکمیل کو سید صاحبؒ آئے تھے کچھ علاقہ نہیں رکھتی اس واسطے میں ان کو یہاں بتمامہ درج کرنا نہیں چاہتا۔

مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ کی ذہانت

مولوی محمد اسمٰعیل شہیدؒ خلف مولوی عبدالغنی صاحبؒ نبیرۂ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی بڑے فاضل اجل اور ذہین و متین تھے۔ مولوی کرامت علی صاحب حیدرآبادی جو مولانا شہیدؒ کے ہم سبق تھے روایت کرتے تھے کہ مولانا شہیدؒ صرف ایک دفعہ اپنا سبق پڑھ کر پھر کتاب کو بند کر کے رکھ دیتے تھے اور کبھی مطالعہ وغیرہ

نہ کرتے تھے۔ آپ کے ہم سبق طالب علموں نے اس بے پروائی کی شکایت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے کی۔ تب شاہ صاحبؒ نے اس کا سبب ان سے دریافت کیا انھوں نے سارا پچھلا پڑھا ہوا شاہ صاحبؒ کو ازبر سنا دیا اس وقت ان طلباء کو آپ کی خداداد ذہانت اور فطانت کا حال معلوم ہوا۔ مولوی سدید الدین خاں خلف الرشید مولوی رشید الدین خاں صاحب امین مدرسۂ کلکتہ۔ جن کا ہزارہا روپیہ کا کتب خانہ غدر دھلی ۱۸۵۷ء مطابق ۱۲۷۳ھ میں لوٹا گیا فرمایا کرتے تھے کہ ہم کو اپنے کتب خانے کے لوٹے جانے کا افسوس نہیں۔ جس قدر ان حاشیوں کے ضائع ہو جانے کا ہم کو افسوس ہے جو علمی کتابوں پر مولانا شہیدؒ نے چڑھائے تھے۔ کیونکہ وہ کتابیں تو پھر بھی مل سکتی ہیں مگر ان حاشیوں کا ملنا سراسر محال ہے۔

مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ کی علمی استعداد

موصوف بیان کرتے ہیں کہ ایک روز مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کسی بڑے اہم مسئلے کا فتویٰ لکھ کر اور اس کو اپنی نشست گاہ میں چھوڑ کر اندر مکان میں تشریف لے گئے تھے۔ اس عرصہ میں مولوی محمد اسمٰعیل شہیدؒ بھی تشریف لے آئے اور اس فتوے کا ملاحظہ کر کے بعض فروگذاشتوں کو اپنے قلم سے تصحیح کر کے فتوے کو وہیں رکھ کر چلے گئے جب شاہ صاحبؒ واپس تشریف لائے اور ان ترمیموں کو دیکھا تو نہایت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ علم ابھی تک ہمارے خاندان میں باقی ہے۔ مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میری تقریر تو اسمٰعیل نے لے لی اور تحریر رشید الدین نے اور تقویٰ اسحاق نے۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ نے تمام درسی کتابیں شاہ صاحبؒ اور مولوی عبدالحئی صاحبؒ سے ختم کر لی تھیں اور اپنی ذہانت و فطانت کی وجہ سے خود علم کا ایک دریائے ذخار ہو کر اس کی موجوں میں تبحر کر رہے تھے کہ اس عرصہ میں ان کی خوبیٔ قسمت سے سید صاحبؒ کا سا پیر کامل اکمل ان کو مل گیا جن کی برکت صحبت اور انوار الٰہی سے وہی علم جس نے مولوی عبدالرحیم عرف عبدالرحیم آپ کے ہم مکتب کلکتہ والے کو دہریہ بنا دیا تھا۔ ان کے حق میں ایک عمدہ آلۂ شناخت اور ترویج دینِ حق کا کمال خوبی کے ساتھ ہو گیا یہاں تک کہ آپ کے مخالفوں کو آپ کے روبرو بات کرنی دشوار تھی۔

مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ سے فضل حق خیر آبادی کا اختلاف

مولوی فضل حق معقولی خیر آبادی جو اس زمانے میں حاکمِ اعلیٰ شہر دھلی کے سررشتہ دار اور علم منطق کے پتلے اور افلاطون وسقراط وبقراط کی غلطیوں کی تصحیح کرنے والے تھے مولانا شہیدؒ کے سخت مخالف ہوگئے چنانچہ کتاب تقویۃ الایمان کے اس مسئلہ پر کہ اللہ ربّ العزت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سا دوسرا پیدا کر دینے پر قادر ہے انھوں نے سخت اعتراض کیا اور لکھا کہ اللہ ربّ العزت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا دوسرا پیدا کرنے پر ہرگز قادر نہیں۔ اس کے جواب میں مولانا نے ایک فتویٰ بہ دلائلِ عقلی ونقلی مدلل لکھا ہے چنانچہ ایضاح الحق کے خاتمہ پر وہ فتویٰ بتمامہ چھپ بھی گیا ہے۔ اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کس خوبی سے آپ نے مخالفوں کا منہ بند کیا ہے۔ خلاصہ اس کے جواب کا یہ ہے۔ مولانا شہیدؒ لکھتے ہیں:۔

"کہ قدرت ایک علیحدہ صفت ہے اور تکوین یعنی بنانا ایک علیحدہ صفت ہے۔ سو وجود مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تحتِ قدرتِ الٰہی کے داخل ہے نہ تحتِ تکوین کے تاکہ وقوع اس کا لازم آئے۔ اور تقویۃ الایمان کے اس مقام پر بھی ثابت کرنا مقصود ہے کہ ربّ العزت جلّ جلالہٗ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل پیدا کرنے پر قادر ہے اور یہ مقصود نہیں ہے کہ مثل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا کرے گا کیونکہ آپ خاتم النبیین ہو چکے پھر آپ نے قدرت الٰہی کے ثبوت کے لئے یہ آیت لکھی۔ اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ط بَلٰی وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ۔ (ترجمہ) کیا وہ ذات پاک جس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا اس بات پر قادر نہیں ہے کہ وہ مثل ان کے یعنی بنی آدم کے اور پیدا کر دے۔ ہاں وہ ضرور بڑا پیدا کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

پھر آپ نے لکھا ہے:۔ کہ اس آیت میں ضمیر جمع مذکر کی کل بنی آدم کی طرف جن میں صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں راجع ہے اور گو اس آیت میں بیان معاد کا ہے مگر اس کے مثل پیدا کرنے پر قادر ہونا اس آیت سے بخوبی ثابت ہے۔"

مولوی فضل حق خیرآبادی کی شدید مخالفت

انگریزوں کے اہل کار ہونے کی وجہ سے مولوی فضل حق صاحب کا بڑا رعب اور دبدبہ شہر دہلی میں تھا خود بادشاہ بھی ان کی خاطرداری کرتے تھے جب مولوی فضل حق صاحب بحث مسئلہ قدرتِ الہٰی میں لاجواب ہو گئے تو اور مخالفت بڑھی یہاں تک کہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کا وعظ جامع مسجد سے بند کرا دیا تھا۔ لیکن شہر کی خلقت آپ کے وعظ پر شیدا تھی مجبوراً بادشاہ کو جامع مسجد میں آپ کے وعظ ہونے کی اجازت دینی پڑی۔ مگر اس وقت جامع مسجد کے اندرونی حوض پر ایک بازار لگا کرتا تھا جس میں صدہا ہندو لوگ بھی دکانیں لگایا کرتے تھے۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے یہ ساری کیفیت خانۂ خدا میں بازار لگنے اور خرید و فروخت ہونے اور ہندوؤں کے شامل کرنے کی لکھ کر اللہ تعالیٰ کے مواخذہ اور عذاب سے بادشاہ کو ڈرایا۔ بادشاہ نے فوراً یہ بازار بند کرا دیا۔

مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ پر قاتلانہ حملہ

ایک روز ایک جلسۂ وعظ میں ایک روسیاہ بدعتی نے مولانا صاحب کو چھری سے شہید کرنا چاہا۔ مگر خیر گزری کہ وہ وار کرنے نہ پایا اور پکڑا گیا۔ سبحان اللہ یہ بھی ہادیانِ اہل حق کی سنت میں سے ہے کہ گمراہ لوگ ان کے قتل کا ارادہ کریں اور روشنیٔ ہدایت کو منہ کی پھونک سے بجھانا چاہیں۔ مگر اس اقدام میں ناکام رہتے اور خسرالدنیا والآخرت کے مصداق ہوتے ہیں۔

مولانا محمد اسمٰعیل کا وعظ

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے باتباعِ فعل سید صاحبؒ کے شہر دہلی میں سب سے پہلے اپنی بیوہ ہمشیرہ کبریٰ کا نکاح مولوی عبدالحئی صاحبؒ سے کر کے رانڈوں کے نکاح کرانے پر کمر باندھی اور نکاح ثانی کی فضیلتیں اور اس کو عیب سمجھنے کی برائیاں ایسی وضاحت اور خوبی کے ساتھ بیان کرنی شروع کیں کہ ہزارہا رانڈوں کے نکاح ثانی شہر دہلی میں ہو گئے ایک معتبر دیرینہ شخص جامع کتاب ہذا سے کہتا تھا کہ اس وقت دس ہزار کے قریب بے کس و بے بس رانڈیں آپکی سعی اور کوشش سے شوہر والیاں ہو گئیں اور آپ کی بدولت یہ رسم زبوں ہمیشہ کے واسطے شہر دہلی سے اٹھ کر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاری ہو گئی۔ اس وقت بھی پچاسوں آدمی آپ کا وعظ سننے والے شہر دہلی میں موجود ہیں

وہ کہتے ہیں کہ جب آپ کا وعظ گرم ہوتا تھا تو سامعین میں نالہ وزاری سے شور ہو جاتا تھا اور روتے روتے ہچکیاں بندھ کر بے خود ہو جاتے تھے۔ ایک دولت مند شیعہ نے جو اس وقت دہلی کا تحصیل دار تھا مولانا شہید کو بلا کر آپ کا وعظ اپنی قوم میں کرایا تھا۔ تقریباً چار سو شیعہ حضرات اس وقت آپ کے وعظ میں حاضر تھے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بیان تھا۔ جب وعظ گرم ہوا تو ہر ایک شیعہ بے ہوش ہو گیا۔ اختتام وعظ کے بعد انھوں نے کچھ نذرانہ مولانا صاحب کو دینا چاہا۔ مگر آپ نے منظور نہیں فرمایا۔ ایک روز خانم کے بازار میں تقریباً تیس کسبیوں کو جمع کر کے ان کو وعظ سنایا۔ اس شام کو ان میں سے انتیس کسبیوں نے توبہ کر کے نکاح کر لئے۔

مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ کا طوائفوں کو راہِ راست پر لانے کا ارادہ

صاحبِ ذکر جلی ایک قسم کا قصہ مولوی محمد علی صاحب رام پوری کی زبانی تحریر کرتے ہیں۔ کہ ایک روز مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے دروازے پر کھڑے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ بہت سی جوان اور خوبصورت عورتیں رتھوں اور بہلیوں میں سوار ہو کر بلا پردہ کہیں جا رہی تھیں۔ مولوی صاحب نے پوچھا کہ یہ کون عورتیں ہیں۔ ایک شخص نے جواب دیا کہ یہ سب کسبیاں ہیں فلانی بڑی کسبی کے گھر پر کچھ تقریب ہے وہاں جا رہی ہیں۔ مولوی صاحب نے پوچھا کہ کیا یہ مسلمان ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ ہاں یہ مسلمان ہیں۔ تب مولانا نے فرمایا کہ جب مسلمان ہیں تو ہماری بہنیں ہیں کیا خداوند تعالےٰ ہم سے نہیں پوچھے گا کہ اس قدر مسلمان عورتیں بدکاری اور زناکاری میں گرفتار تھیں اور تم نے ان کو نصیحت نہیں کی! اس واسطے اب تو میں ان کے مکان پر جا کر ان کو نصیحت کروں گا۔ آپ کے رفیقوں نے کہا کہ آپ کے وہاں تشریف لے جانے سے لوگ آپ کو بدنام کر دیں گے کہ کنچن واڑے میں بھی آپ جانے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ اسمٰعیل کو اس بات کی پرواہ نہیں۔ جب اللہ اور رسولؐ کا حکم سنانے کو نکلا تو ہر ایک کو سنا دے گا۔ اس کے واسطے سب کلمہ گو مومنوں کا حق برابر ہے۔ آپ نے اوّل اپنے دل سے کہا کہ اے دل اگر تیرے بدن کی بوٹیاں کاٹ کر چیلوں کو کھلا دیں۔ یا تیرے جسم کو ہاتھی کے پاؤں سے باندھ کر کھنچوائیں تو اس وقت بھی اللہ ہی کی بات بولتا رہے گا۔ دل نے کہا ہاں جب تک میرے اندر سانس ہے خدا کی بات کہنے سے

کسی عذاب اور عقوبت سے بھی نہ باز آؤں گا۔

طوائفوں کو مولانا محمد اسمٰعیل شہید کی تلقین

جب شام ہوئی مولانا صاحب درویشوں کا سا بھیس بدل کر اس کسبی کے مکان پر پہنچے جہاں سب کسبیاں جمع ہوکر کچھ گا بجا رہی تھیں۔ آپ نے وہاں جاکر دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ آؤ اللہ والیو آؤ اللہ والیو! اس وقت چند چھوکریوں نے دروازے پر آکر پوچھا کہ کون ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ فقیر ہے کچھ صدا سنائے گا اور تماشا دکھائے گا۔ وہ سمجھیں کہ کوئی تماشہ گر فقیر ہے۔ دروازہ کھول کر اندر بلالیا۔ آپ نے اندر جاکر بہت نرمی سے پوچھا کہ بڑی بی صاحبہ کہاں ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اوپر بالا خانے میں اپنے مہمانوں کے ساتھ جشن کر رہی ہیں۔ مولانا صاحب اوپر تشریف لے گئے اور دیکھا کہ بڑی بی صاحبہ بڑے ترک و شان سے اپنے مہمانوں کے ساتھ کرسیوں پر بیٹھی ہیں۔ چاروں طرف شمع دان روشن ہیں۔ چونکہ مولانا صاحب ایک نامی گرامی اور مشہور شخص ایک بڑے گھرانے کے صاحبزادے تھے بھیس بدلنے کے باوجود بھی وہ آپ کو پہچان گئیں اور اپنی اپنی کرسیوں سے اٹھ کر آپ کے سامنے مودب کھڑی ہو گئیں اور پوچھا حضرت نے کیوں کر تشریف تکلیف فرمائی۔ آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں۔ میں کچھ صدا سنانے آیا ہوں۔ تم سب جمع ہوکر اپنی اپنی جگہ آرام سے بیٹھ جاؤ۔ کیونکہ ان کی ہدایت کا وقت آگیا تھا سب ایک جگہ جمع ہو کر بیٹھ گئیں مولانا صاحبؒ نے حمائل کھول کر ایسی خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھا کہ اس کو سن کر سب لوٹ پوٹ ہوگئیں پھر آپ نے ان آیتوں کے معنی بیان کرکے ہر ایک دنیوی چیز کی بے ثباتی کا اس طرح ذکر کیا کہ یہاں نہ حسن وجوانی کو قیام ہے نہ مال و زندگی کو۔ یہاں کی ہر چیز فانی اور زوال پذیر ہے۔ یہ بیان ایسی شرح و بسط اور فصاحت و بلاغت سے ہوا کہ ہر ایک نے رونا شروع کیا۔ اس کے بعد مولانا نے موت اور جان کنی کی سختی اور اس وقت کی بے بسی اور دحشت اور اس عالم کی مفارقت کا افسوس ایسے پر درد طور سے بیان کیا کہ ساری عورتیں ہوش باختہ ہو گئیں۔ پھر اس کے بعد قبر کی تنہائی اور منکر و نکیر کا سوال اور وہاں کے عذاب کا بیان اس زور سے کیا کہ سامعین پر بے خودی کی حالت چھاگئی اور ہر طرف سے نالہ وآہ وزاری شروع ہوئی۔

مولانا محمد اسمٰعیل شہید کے وعظ کی تاثیر

پھر اسی بیان کے ضمن میں آپ نے

میدان قیامت کی سختی اور عقوبت کا بیان اس طرح سے کیا کہ روزِ قیامت بدکاروں کے گروہ گرفتار کرکے حاضر کئے جائیں گے اور جو کوئی اس فعل بدکاری کا دنیا میں سبب یا وسیلہ یا موجد یا معاون ہوگا۔ وہی اس دن اس گروہ کا پیش رو ہوگا۔ جب بروز قیامت تم ایک ایک بدکاری کے جرم میں گرفتار کرکے حاضر کی جاؤ گی تو ہر ایک زانیہ کے ساتھ سیکڑوں ہزاروں زانی و بدکار بھی لائے جائیں گے جن کی زناکاری و بدکا تم باعث اور وسیلہ ہوئیں اور تمہارے ہی ناز و ادا نے ان کو اس آفت میں پھنسایا تھا تو اب خیال کرو کہ ایسی حالت میں جبکہ سیکڑوں اور ہزاروں زانی اور بدکار تمہارے پیچھے ہوں گے اللہ رب العزت کے سامنے تمہارا کیا حال ہوگا۔

یہ بیان بھی ایسا گرم ہوا کہ کسبیوں کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ تب آپ نے آپ توبہ سے ان خستہ دلوں کے حالوں کو ٹھنڈا کرنے کو توبہ کی فضیلت بیان کرنی شروع کی اور کہا کہ توبہ سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس بیان وعدۂ عفو اور شرح غفاری اس غفور الرحیم سے ان بے دلوں کو کچھ ہوش آیا۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے نکاح کی فضیلت بیان کرنی شروع کی اور آخر میں فرمایا کہ جس کا دل جس سے چاہے نکاح کرے اور اپنے افعالِ ماضیہ سے تائب ہو جائے اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ (ترجمہ) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا اس نے گناہ ہی نہیں کیا۔ جب یہ وعظ ہو رہا تھا اس کی شہرت تمام شہر میں ہو کر ہزاروں خلقت اس کو سننے کو وہاں پر جمع ہو گئی تھی۔ راستے بند ہو گئے تھے آس پاس کے کوٹھے اور بالاخانے خلقت سے لد گئے تھے۔ اس وعظ و پند کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس قدر جوان عورتیں قابل نکاح اس مجمع میں موجود تھیں سبھوں نے توبہ کرکے نکاح کر لئے اور جس قدر بوڑھی اور سن رسیدہ نائیکائیں وغیرہ تھیں انھوں نے محنت مزدوری سے اپنی گزران شروع کی۔

ایک مخنث کی توبہ

ایک دن کا ذکر ہے کہ مولانا صاحب ممدوح جامع مسجد کی سیڑھیوں پر گذری بازار میں کھڑے ہوئے وعظ فرما رہے تھے اس وقت ایک ہیجڑے کے نقیب کچھ چکے تو وہ بھی مہندی لگائے ہوئے اور ہاتھوں میں چوڑیاں، کڑے اور پاؤں میں چھڑے اور سہانا سرخ جوڑا پہنے ہوئے بغرضِ تفنّنِ طبع مولوی صاحب کے پاس آ کھڑا ہوا اور وعظ سننے لگا۔ جب اس کے دل پر کچھ اثر ہوا تو محو ہو کر آپ کے

سامنے سیڑھیوں پر بیٹھ گیا۔ آپ بھی اس کے رنگ ڈھنگ کو دیکھ کر اس کی طرف متوجہ ہو گئے اس وقت آپ نے اس کی زنانی ہیئت کی برائی اور بیان مواخذۂ الٰہی اور آخرت کا عذاب اس زور و شور سے بیان کیا کہ ہیجڑے پر وہ اثر ہوا کہ ہیجڑے نے وہیں بیٹھے بیٹھے، چوڑیاں توڑ ڈالیں اور زیور نکال کر علیٰحدہ کر دیا اور ہاتھ پاؤں کی مہندی کا رنگ دور کرنے کے لئے سیڑھیوں کے پتھروں پر ان کو اس قدر رگڑا کہ خون جاری ہو گیا اختتام وعظ کے بعد تائب ہو کر آپ کے خادموں میں داخل ہو گیا اور ساتھ ہی خراسان کو گیا اور دہلی کا یہ مخنث سکھوں کے مقابلہ میں دادِ مردانگی دے کر شہید ہوا۔

مولانا محمد اسمٰعیل شہید کا انداز بیان

ایک مرتبہ ایک وعظ میں مولانا شہید نے ایک رکوع کا بیان اس خوبی سے کیا کہ مولوی امام بخش صاحب صہبائی اور مولوی عبداللہ خاں صاحب اور مفتی صدرالدین صاحب وغیرہ علماء اجل دہلی نے جو آپ کے سامعین وعظ تھے دوبارہ اس رکوع کا بیان کرنے کی درخواست کی۔ ان لوگوں کے حسب استدعا ایک دوسرے جلسے میں آپ نے وہی رکوع پڑا اور بعد ترجمہ اس روز اس رکوع کو ایک دوسرے پیرائے میں اس خوبی اور فصاحت و وضاحت سے بیان کیا کہ ہر مطلب اور نتیجہ پہلے روز کے بیان سے سراسر مختلف تھا مگر بیان کی خوبی روزِ اول سے بڑھ کر تھی۔ ایک تیسرے وعظ میں بھی حسب درخواست سامعین اس رکوع کا بیان ہوا مگر یہ بیان ان دونوں پہلے بیانوں سے مختلف تھا۔ مگر بیان کی خوبی ہر روز ماضیہ سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھی۔ آپ کے وعظ سے ہزاروں بدعتی بلکہ شیعہ اور ہندو وغیرہ بھی کثرت سے ہدایت پایا کرتے تھے ایسا ممکن نہ تھا کوئی شخص آپکی زبان ہدایت نشان سے توحید اور اتباع سنّت کا بیان سن کر شرک اور بدعت سے توبہ نہ کرے۔

مولانا محمد اسمٰعیل شہید اور مولوی حاجی قاسم

مولوی حاجی قاسم نامی عیدگاہ دہلی کا امام بڑا بدعتی تھا اور آپ سے یہاں تک ضد اور عداوت ہو گئی تھی کہ وہ کہا کرتا تھا کہ جس چیز کو مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ حرام کہیں گے میں اس چیز کو ضرور حلال کہوں گا۔ ایک روز مولانا نے اس کی یہ بے ہودہ ہٹ سن کر فرمایا کہ ہم اس کی ماں بہن کو اس پر حرام کہتے ہیں بھلا وہ ان کو اپنے اوپر

حلال تو کرے۔ کہتے ہیں کہ مولوی فضل حق صاحب نے آپ کی کامیابیوں کو دیکھ کر آخر فرمایا تھا کہ مولوی محمد اسمٰعیل ضرور خدا کا شیر ہے اور میں نفس کا شیر ہوں۔ جب عید کی نماز کے دن آئے تو سب موحدوں نے جمع ہو کر مولوی صاحب شہید سے عرض کیا کہ حاجی قاسم بدعتی ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا اچھا نہیں ہے کسی دوسری جگہ نماز عید کا بندوبست کیا جائے تب مولانا نے فرمایا کہ جماعت میں تفرقہ ڈالنے والوں پر لعنت آئی ہے ہم مسلمین میں تفرقہ کا باعث نہ ہوں گے۔ مولوی قاسم صاحب بھی ہمارے ہی چچا مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کے شاگرد ہیں وہ یہ سب باتیں محض اپنی نفسانیت سے کہتے ہیں اپنے عقیدے سے نہیں کہتے۔

مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ کا سپاہیانہ انداز

مولانا شہید ہمیشہ سپاہیانہ وضع رکھتے تھے۔ گلے میں الفالک اور چست پاجامہ۔ سر پر پیچیدہ عمامہ اور تلوار کو حمائل کئے رہتے تھے۔ سید صاحب کے واقعات جنگ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب بڑے باکمال جنرل اور فن جنگ سے آگاہ تھے۔ سید صاحبؒ کے بیسیوں واقعات جنگ میں شاذونادر کوئی ایسا واقعہ ہو جس کے جنرل اور کمانڈر مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ہو کر نہ گئے ہو اور آپ کے ساتھ ہمیشہ تائید الہٰی ہوا کرتی تھی کہ کبھی کسی حملہ میں آپ ناکام ہو کر نہیں آئے۔ بعض موقعوں پر آپ نے دس دس اور بارہ بارہ آدمیوں سے ہزارہا کفار کا مقابلہ کر کے فتح حاصل کی ہے ایک سفر میں جب آپ ایک سرائے میں ٹھہرے ہوئے تھے اس بستی کے بہت سے عالم فاضل آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر آپ کی زیارت کے واسطے سرائے میں حاضر ہوئے۔ اور وہاں پہنچ کر ان لوگوں نے مولوی کی بجائے ایک سپاہی کو دیکھا کہ گلے میں تلوار لٹکائے ہوئے اپنے گھوڑے کی خدمت کر رہا ہے انھوں نے اس سپاہی سے پوچھا کہ میاں سپاہی مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کہاں ہیں۔ سپاہی نے جواب دیا کہ ان سے آپ کو کیا کام ہے۔ انھوں نے کہا کہ زیارت سے مشرف ہو کر کچھ مسائل کی تحقیق کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا مسائل ہیں انھوں نے بڑے ادق مسائل جو سوچ کر لائے تھے بیان کئے آپ نے گھوڑے پر کھریرا کرتے ہوئے ان کے ایسے جواب باصواب دیئے کہ جو کسی دوسرے مولوی سے مہینوں میں بھی بن نہ آتے۔ تب وہ لوگ سمجھ گئے کہ غالباً یہی شخص مولوی محمد اسمٰعیل ہے۔ تب انھوں نے بڑے ادب سے عرض کیا کہ حضرت آپ کے ساتھ کچھ کہتا ہیں

نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کتاب اللہ میرے سینے میں ہے۔ اول اس سے سمجھاتا ہوں جب کوئی اس سے نہیں مانتا تو جو یہ تلوار میرے گلے میں پڑی ہے اس کا علاج ہے ان دونوں کے ہوتے ہوئے کتابوں کی کیا ضرورت ہے۔ مولوی عبدالاحد ابوسعد لکھتے ہیں کہ عبداللہ سراج جو مولانا شہید کے حج کے موقع پر مکہ معظمہ میں شیخ العلما تھے مولانا شہید کے روبرو دوزانوں بیٹھ کر اپنے شبہات علمی کو پوچھا کرتے تھے اور علم مناظرہ انھوں نے مولانا شہید ہی سے سیکھا ہے۔

مسئلہ وجوب تقلید پر بحث

صدہا مولوی اور عالم کابل قندھار اور سمرقند اور ماوراءالنہر وغیرہ کے جمع ہو کر بمقام پنجتار مسئلہ وجوب تقلید میں آپ سے بحث کرنے کو آئے تھے۔ چنانچہ ایک ہفتہ تک یہ بحث رہی۔ آخر کار وہ سب مولوی لاجواب ہو کر عدمِ وجوبِ تقلیدِ شخصی کے قائل ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ شخص تو قرآن و حدیث کا حافظ اور محقق اور اس میں غوطہ لگائے ہوئے ہے اس سے کون جیت سکتا ہے۔ لیکن اس فتحیابی کے باوجود سید صاحبؒ نے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سے فرمایا کہ یہ وقت ترک تقلید کا نہیں ہے۔ ہم کو اس وقت کفار سے جہاد کرنا ہے تقلید کا جھگڑا اٹھا کر اپنے اندر تفرقہ ڈالنا بہتر نہیں ہے۔ اس جھگڑے سے جس کی بنا ایک فروعی اختلافِ سنت یا مستحب میں ہے۔ ہمارا اصل کام ہجرت اور جہاد کا جو فرض عین ہے فوت ہو جائے گا۔ یہ بھی اس وقت کی ایک روایت ہے کہ جب بہت سے ولایتی مولوی بڑی بڑی پگڑیاں اور جبّے پہن کر مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کی ملاقات کے واسطے لشکر مجاہدین میں آئے تو اس وقت مولانا شہید چکی سے اپنے گھوڑے کا دانہ دل رہے تھے وہ سارے ولایتی مولوی یہ حال دیکھ کر بے اختیار رو پڑے اور کہنے لگے کہ ٹھیک صحابہؓ کی چال پر یہی شخص ہے اور ہم دنیا کے کتّے ہیں۔

تقویۃ الایمان

روایت کرتے ہیں کہ جب تنویر العینین فی اثبات رفع یدین آپ نے لکھی اس وقت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور مولوی عبدالقادر صاحبؒ دونوں زندہ تھے۔ جب شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے اس کتاب کو دیکھا تو بہت پسند فرمایا اور کہا خدا کا شکر ہے کہ اس گھر میں ابھی تک علم حدیث کے محقق موجود ہیں مولانا شہیدؒ نے سید صاحبؒ سے بیعت کرنے کے بعد اپنے ملک کے لوگوں کی ہدایت کے واسطے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ منجملہ ان میں ایک تقویۃ الایمان ہے یہ کتاب توحید اور اتباعِ

سنّت کی خوبی اور شرک و بدعت کی برائی میں ایک لاثانی کتاب ہے اس کتاب سے اس وقت تک لاکھوں آدمیوں نے ہدایت پائی اور امید ہے کہ قیامت تک ہماری آئندہ نسلیں اس سے ہدایت پاتی رہیں گی ایک شاعر نے اس کتاب کے حق میں کہا ہے ؎

جس پہ ہو جاوے مگر الطاف حق تقویۃ الایمان کا لیوے سبق
ہر جزو اس کا ہے ہدایت کا سبق طبعِ اسماعیل کا روشن ورق
آسمانی علم کا اظہار ہے
دین ایک مدّت سے سوتا تھا پڑا غازیٔ حق نے دیا دیں کو جگا!
ورنہ رفتہ رفتہ قبر اولیاء سجدہ گاہِ خلق ہوتی برملا
شکر خالق کا ہمیں درکار ہے
اب جو اسمٰعیل غازی مولوی دین کے دریا میں راتب میں دلی!
جب انھوں نے تقویۃ الایماں لکھی اس میں تفریق حق و باطل ہیں کی
بھر گیا جو شخص ناہنجار ہے
مومنوں کے حق میں تقویۃ ہے وہ فاسقوں کا باعث لعنت ہے وہ
فاقبلوا من ربکم نعمت ہے وہ قد خلت من قبلکم سنّت ہے وہ
کفر کے حق میں گویا تلوار ہے

تقویۃ الایمان کا پہلا حصہ (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ) کے معنوں کی تفسیر ہے مولانا شہیدؒ نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر تمام کر دیا تھا۔ اس واسطے اس کی عبارت بڑی پرزور مثل ننگی تلوار کے ہے جس کی نورانی شعاعوں سے مشرکوں اور گور پرستوں کے دل کباب ہوتے ہیں دوسرا حصہ اس کتاب کا (مشعر تفسیر محمد رسول اللہؐ کے) آپ کی وفات کے بعد مولوی محمد سلطان خاں صاحب نے ترتیب دیا۔ اس سبب سے اسکی عبارت پرزور نہیں ہے۔ اگر تقلید کا مقدمہ مولانا شہید کے ہاتھ سے لکھا جاتا تو عجب گل کھلاتا اور پھر معتقدانِ سید صاحب کو تقلید شخصی کے واجب اور فرض کہنے کا حوصلہ باقی نہ رہتا۔

حقیقتِ امامت دوسری کتاب آپکی دینی تصنیفات میں حقیقتِ امامت ہے اس کتاب میں آپ نے حقیقت امامت کو بہت شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کتاب کی تصنیف سے دراصل سید صاحب کے فضائل

اور آپ کی اطاعت کی خوبیوں اور نافرمانی کے برے نتائج کا بیان کرنا مقصود تھا۔ اس کتاب کے ہر ہر فقرہ میں مشارٌ الیہ سید صاحب ہیں۔ کتاب مذکورہ میں سید صاحبؒ ہی کی شان میں آپ نے لکھا ہے۔

"ہر کمالیکہ در خدمت گزاری او مصروف نگر دید خیالے ست پر اختلال و ہر علمے کہ در میان اعظام واکرام او ربکار نیامدہ وہمے است سراسر باطل و محال"

تنویر العینین فی اثبات رفع یدین

تیسری کتاب تنویر العینین فی اثبات رفع یدین ہے اس کتاب میں آپ نے بہت سی صحیح صریح غیر منسوخ احادیث کو جمع کر کے ثابت کیا ہے کہ رفع یدین سنتِ غیر موکدہ ان سنتوں میں سے ہے کہ جن سے قربِ الٰہی حاصل کیا جاتا ہے۔ رفع یدین کرنے والا ثواب پائے گا۔ مگر رفع یدین کے تارک پر ملامت نہ کی جائے گی اگرچہ عمر بھر نہ کرے۔ جو عالم احادیث ثبوت رفع یدین کا ہو کر رفع یدین کرنے والوں پر لعنت کرے وہ ان لوگوں میں داخل ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ظاہر ہونے کے بعد مخالفت کرتے ہیں۔ تنویر العینین کے خاتمے میں آپ نے لکھا ہے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے میں دونوں طرف دلائل قوی ہیں۔ لیکن طرفین کے دلائل میں امام کے تامل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے سے اس کے ترک کرنے کے مقابلہ میں اولیٰ اور افضل ہے اور پھر آپ نے لکھا ہے کہ آمین پکار کر کہنا آہستہ کہنے سے اولیٰ اور افضل ہے کیونکہ جہر کی روایتیں بہت آئی ہیں اور صبح کی نماز میں قنوت کا پڑھنا یا نہ پڑھنا دونوں ہی مساوی ہیں۔ اور بسم اللہ کے آہستہ کہنے کی روایتیں بالجہر کہنے کی روایتوں سے زیادہ ہیں تو بسم اللہ کو آہستہ ہی پڑھنا بہتر اور روشن ہے اور ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہوا اور ناف کے نیچے یا ناف کے اوپر اور سینے کے نیچے ہاتھ رکھنا مساوی ہے کیونکہ دونوں طریق اصحاب رسول اللہ صلعم سے ثابت ہیں۔

ایضاح الحق وحقیقت نبوت

چوتھی فصل آپ کی دینی تصنیفات میں ایضاح الحق اسم بامسمیٰ ہے۔ پانچویں کتاب حقیقت نبوت ہے اس کتاب کو جامع نے نہیں دیکھا۔ آپ نے ایک فارسی قصیدہ بھی سید صاحبؒ کی شان میں کہا ہے اس کے چند بیت بطور تبرک یہاں لکھے جاتے ہیں اور وہ یہ ہے:-

بیعت

بیا ڈ تہنیت شجرۂ امامت کن — کہ بعد گم شد نش ہاں چگونہ گشت پدید
زفیض او بہ قلوب جمع اہلِ یقین — ز دیں محض حنیفی بنے عجب روئید
بداہتہ ہمہ اجبار ایں زماں دانند — کہ زانِ اوست ازیں عرصہ منصبِ تجدید
چہ نامِ نامیٔ او بقرعۂ تو رسید — فلک بگفت گرفتی زہے سہام حدید
ہزار شکر بہ یزدانِ پاک کز فضلش — ز نورِ قدسیٔ غیش کہ قطرہ بہ چکید
نچارہ سوگند آں قطرۂ جذب ولہارا — بطرزِ سنگ کہ معروف شد بہ جدید
ہمہ کمالِ تو مورث ز احمدِ مرسل — کہ عرق پاک تو اوصافِ پاک ازو بکشید
دریں زماں توئی جانشینِ پیغمبر — خلیفہ وخلف ووارث ووصیٔ رشید

سلکِ نور ایک مثنوی معروف بہ سلک نور بھی آپ کی تصنیف سے ہے جس کا شروع اس طرح سے ہے ۔

الٰہی تیرا نام کیا خوب ہے — کہ ہر جان کو وہ ہی مطلوب ہے
اسی سے ہے ہر دل کو آرام وچین — وہی سب زبانوں کا ہے زیب وزین

صراط المستقیم صراط المستقیم ملفوظات سید صاحب جو آپ ہی کے قلم سے تفنس تحریر میں آئی آپکی بزرگی اور علوِ مرتبت پر ایک بڑی شاہد عادل ہے اس کتاب کے دیباچہ میں آپ نے لکھا ہے ۔

'کہ میرے اوپر انعام الٰہی بے حد وبے شمار ہیں اور سب سے بڑا انعام سید صاحب کی خدمت بابرکت میں میرا حاضر رہنا ہے اور آپ کی مجلس مبارک میں حاضر رہنے سے میں نے آپ کے کلمات ہدایت آیات کو سن کر بہت فائدہ اٹھایا پس مسلمانوں کی خیر خواہی کے لئے میرا ارادہ ہوا کہ کسی طرح سے ان فیوض وبرکات میں غائب مسلمان بھی شریک ہو جاویں اور اس کا طریقہ ان مضامین میں بلند پروازہ کے تحریر کرنے کے علاوہ اور کوئی نظر نہ آیا اگرچہ حاضر اور غائب میں جو فرق ہے وہ کسی پر پوشیدہ نہیں ہے ۔ جو فائدہ حاضر اٹھاتا ہے غائب نہیں اٹھا سکتا مگر تاہم جو چیز ساری نہ مل سکے تو جس قدر تھوڑی ملے اس کو بھی ترک نہ کرنا چاہیئے اس واسطے میں نے کمر ہمت چست باندھ کر آپ کے ملفوظات کو جمع کرنا شروع

کیا اور اسی اثنار میں کچھ اوراق متضمنِ سلوکِ راہِ ولایت جن کو مولانا عبدالحیٔ صاحب نے آپ کی زبان مبارک سے یہ سن کر تحریر کیا تھا۔ مجھ کو مل گئے سو ان کو بھی غنیمت جان کر اس کتاب کا دوسرا اور تیسرا باب ان سے مرتب کر دیا۔ اگرچہ احسن اور اولیٰ اس کتاب (یعنی صراط المستقیم) کی تالیف میں یہ بات تھی کہ اس کتاب کے مضامین بعینہٖ ایسے ہی لکھے جاتے جیسے کہ آپ کی زبانِ ہدایت نشان سے صادر ہوئے تھے لیکن آپ کا نفسِ عالی اپنی بدوِ فطرت میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ ہے اس واسطے آپکی لوحِ فطرت نقوشِ علومِ رسمیہ اور راہِ دانشمندانِ کلام اور تحریر و تقریر سے بالکل صاف ہے۔ سو میرے خیال ناقص میں ان اسرارِ غامضہ اور مضامینِ عمیقہ کا تمہید کے بغیر مقدمات اور ایراد تمثیلات وغیرہ کے اہل زبان کو جو علوم رسمیہ کے عادی ہو رہے ہیں۔ صرف ان لفظوں سے جو آپکی زبانِ مبارک سے صادر ہوئے سمجھنا دشوار ہے۔ اس واسطے تمہید مقدمات اور ایرادِ تمثیلات اور مطابقت اصطلاحاتِ سلف سے کر کے ان مضامین کو لکھا گیا مگر اس کے بعد بھی جہاں تک میں لکھتا گیا ہر مضمون کو تحریر کرنے کے بعد آپ کے سمع مبارک پر عرض کر دیا اور جو کچھ میری عقل ناقص کے دخل کی وجہ سے اس میں غلطی ہوئی تھی اُس کی آپ نے اصلاح کر دی۔"

مولانا محمد اسمٰعیل کی شہادت

اللہ رب العزت کی حمد ہے کہ عالم نبیل فاضل جلیل مجاہد فی سبیل اللہ جو اہل اسلام ہند کا فخر تھا واقعہ ۲۴ ماہ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ بوقتِ ظہر صدہا کافروں کو اپنے ہاتھ سے تہہ تیغ کر کے بالاکوٹ میں شہید ہوا۔ لکھا ہے کہ آپ کے گھوڑے سے جدا ہونے سے پہلے آپ کا جسم مبارک گولیوں سے چھلنی ہو گیا تھا۔ تاہم آپ نے صدہا کافروں کو داخل جہنم کیا۔ آپ کو ناس سونگھنے کا بہت شوق تھا۔ اپنی شہادت سے چند لمحے پہلے آپ نے اپنی ڈبیہ سے نکال کر سونگھی اور پھر اس کو جھاڑ کر پھینک دیا اور فرمایا کہ بس یہ آخری سونگھنا ہے۔ ناس کو سونگھ کر لشکر کفار میں گھس کر آپ شہید ہو گئے۔

مولانا محمد اسمٰعیل شہید کی تدفین

یہ بھی ایک روایت ہے کہ آپ کی شہادت کے بعد راجہ شیر سنگھ خلف مہاراجہ رنجیت سنگھ نے

جو سکھوں کی فوج کا جرنیل تھا آپ کی لاش پر دوشالہ ڈلوا کر بہت عزت سے آپ کو دفن کرا دیا۔ چنانچہ اس وقت تک آپ کی ایک کچی قبر بالاکوٹ میں موجود ہے اور دنیا کے لوگوں کی عقل پر بہت افسوس ہے کہ ایسے شخص کفر و شرک کے قاطع کی قبر پر اب وہاں کے لوگ نسوار چڑھا کر منتیں اور مرادیں آپ سے مانگتے ہیں۔ مولوی محمد عمر صاحب آپ کے صاحب زادے تھے ۱۲۶۸ھ میں وہ بھی لاولد اس جہاں سے رخصت ہو گئے اور اس دنیائے ناپائیدار کی حقیقت پر بڑا افسوس ہے کہ اس خاندانِ عالی شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ میں جس میں بیسیوں عالم فاضل موجود تھے اب ایک شخص بھی نہیں رہا۔ بالکل خاندان بھر کا خاتمہ ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

باب ۱

مولوی سید محمد علی رامپوری

مولوی سید محمد علی کو ہندوستان جانے کا حکم

یہ بزرگ رامپور کے رہنے والے متقی صاحب باطن اور اہل کرامات تھے مولوی حیدر صاحبؒ کے چھوٹے بھائی تھے سید صاحب کے ساتھ خراسان گئے تھے اور چند بڑے بڑے معرکوں میں شریک جنگ بھی رہے حسبِ الہام الٰہی ان کو اور مولانا ولایت علی صاحب عظیم آبادی کو سید صاحب نے دین حق کی اشاعت کے لئے بجانب ہندوستان واپس کر دیا تھا اور چونکہ ان کی واپسی حسب رضائے الٰہی سید صاحب سے تجویز ہوئی تھی اس واسطے ان بزرگوں کے ہاتھ سے لاکھوں خلقت کو فائدہ پہنچا اور دوسرے چند پلاؤ خور عالم جو جہاد کی سختیوں کی برداشت نہ کر کے سید صاحب کی مرضی کے خلاف قبل از معرکہ بالاکوٹ ہند کو واپس چلے آئے تھے۔ میں ان کا روائیوں کو اس مجموعے میں شامل نہیں کرتا۔ لیکن دعا کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت ان کی تقصیرات کو معاف کر کے اس وعید شدید سے بچائے جس میں حکم ہے۔ لَیْسَ اَحَدٌ وَّیُفَارِقُ الْجَمَاعَۃَ شِبْرًا فَیَمُوْتُ اِلَّا مَاتَ مَیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً۔ یعنی نہیں ہے کوئی شخص جو جماعت مجاہدین سے بلا حکم امیر کے ایک

بالشت بھر جدا ہو کر چلا جاوے مگر جب مرے گا تو حرام کی موت مرے گا۔

مولوی محمد علی کی روانگی، مدراس

جب مولوی ولایت علی صاحب سندھ کے راستے ہند میں پہنچے تو آپس میں مشورہ کرکے مولوی ولایت علی صاحب حیدرآباد دکن اور مولوی محمد علی صاحب مدراس تشریف لے گئے۔ بماہ محرم ۱۲۴۵ھ مولوی محمد علی صاحب شہر مدراس میں پہنچے اور مولوی عبدالرب صاحب خلف مولوی عبدالعلی صاحب کے مدرسہ میں فروکش ہوئے اور اپنی کارروائی ترویجِ راہِ حق اور اشاعتِ توحید اور سنت کی اتباع شروع کی ہزارہا خلقت آپ کے وعظ اور نصیحت سے راہ راست پر آئی۔

نواب محمد خاں کی مولوی سید محمد علی کے ہاتھ پر بیعت

جب آپ کے وعظ کی بہت شہرت ہوئی تو نواب محمد خاں عالم خاں بہادر تہور جنگ بھی جو ایک بڑے معزز روسائے مدراس سے تھے ایک رات کو دو تین آدمیوں کو ساتھ لے کر مولانا صاحب کی ملاقات اور حالات معلوم کرنے کے لئے مدرسہ میں تشریف لائے بمجرد ہمکلام ہونے کے نواب صاحب موصوف جن میں ازلی سعادت کا مادہ موجود تھا آپ کے مرید ہوگئے۔ یہ نواب صاحب بھی مثل دوسرے امرائے ہند کے منہیات شرعی اور خصوصاً راگ باجے میں غرق تھے۔ ہر وقت آپ کی مجلس میں راگ رنگ رہا کرتا تھا۔ ایک علیحدہ کمرہ ہر قسم کے مزامیر اور انگریزی باجوں سے بھرا ہوا تھا باجہ نوازوں کا ایک علیحدہ عملہ مقرر تھا۔ مولوی صاحب سے بیعت کرنے کے بعد آپکے دل کی کیفیت بدل گئی۔ مولوی صاحب کی فہمائش اور ہدایت سے بغیر راگ باجے کے شوق اور اشتیاق کی بجائے آپ کے دل میں اسکی برائی جاگزیں ہوگئی اسی رات کو گھر میں پہنچ کر باجوں کو تڑوانا شروع کیا۔ جب شوقین لوگوں کو آپ کے ارادہ کی خبر ملی تو ہزاروں روپے دے کر ان عمدہ عمدہ باجوں کو آپ سے خریدنا چاہا مگر نواب صاحب نے بزرگوں کے اس قول کے موجب: آنچہ بر خود نپسندی دیگراں مپسند، باجوں کو فروخت نہیں کیا بلکہ تڑوا کر پھینک دیا۔ نواب صاحب کا سارا خاندان معہ زن و بچہ باستثنائے والدۂ نواب صاحب مولوی صاحب کا مرید ہوگیا۔

والدۂ نواب محمد خاں کی بیعت

نواب صاحب کی والدہ جن کا سن اس وقت ساٹھ برس کے قریب تھا شرک و بدعت میں سرتاپا غرق

تھیں اور کاٹ باوا کی مرغی ہر مہینے میں نذر چڑھایا کرتی تھیں - کیونکہ یہ مخدومہ حضرت پیران پیر حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھیں انھوں نے اپنے جد امجد حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرتبہ خواب میں دیکھ کر عرض کیا تھا کہ میں آپ سے بیعت کرنا چاہتی ہوں - اس وقت حضرت قطب سبحانی نے ایک جوان ان کو دکھایا اور کہا تھا کہ ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا - سو جب کوئی مشائخ اس مخدومہ کو اپنا مرید بنانا چاہتا تھا یہ اس کی صورت دیکھ کر اس حلیہ ملہمہ کے مطابق نہ پاکر ہمیشہ انکار کر دیا کرتی تھیں جب نواب صاحب نے اپنی والدہ پر مرید ہونے کے واسطے زور ڈالا تو مولوی صاحب کے حلیہ کی تحقیق کے واسطے نواب صاحب کی والدہ کی دعوت کے بہانے سے گھر میں بلالائے گئے یہ مخدومہ مولوی صاحب کی شکل کو پردے کے اندر سے دیکھ کر بول اٹھیں کہ یہ وہی شکل ہے جو میرے جد امجد نے مجھے دکھلائی تھی - یہ میرا پیر ہے پس اسی وقت مولانا صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی اور تمام رسومات شرک و بدعت کو ترک کر کے موحد متبع سنت بن گئیں اب تو نواب صاحب کے گھر میں ہر مرد عورت نوکر چاکر دائی دادا کو نماز پنجگانہ پڑھنی پڑی تھوڑے دنوں میں مولانا کی بیعت کی برکت سے یہ گھر جو فسق و فجور سے مملو تھا صالحین و صالحات کا مسکن ہو گیا راگ باجے کی بجائے اب یہاں تلاوت قرآن مجید اور ذکر اور دعا کا چرچا شروع ہوا -

ترسو دیوتا کی پوجا

اس ملک میں ترسو نام ایک ہندوؤں کے دیوتا کی مسلمان بھی پوجا کیا کرتے تھے اور اسی سبب سے کہ ترسو دیوتا ناخوش ہو جائے گا مسلمانوں نے گائے کا گوشت کھانا اپنے اوپر حرام کر لیا تھا - مولوی محمد علی صاحب نے اس رسم بد اور خیال ناقص کو مسلمانوں کے دل سے دور کرنے کے واسطے ایک جلسہ عام میں گائے کے گوشت کے کباب پکوا کر سب حاضرین جلسہ کو کھلائے جس سے وہ خیال کہ ترسو دیوتا ان سے ناخوش ہو جائے گا - ان کے دل سے دور ہو گیا اس ملک میں جب کسی شخص پر اثر جن یا پری یا بھوت کا یا ترسو دیوتا کا ہوتا تو مولوی محمد علی صاحب صرف یہ کہلا کر بھیج دیتے تھے کہ مولوی محمد علی خلیفہ حضرت سید احمد غازی تم کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ خبردار اس شخص کو ایذا مت دو اور اسی وقت یہاں سے چلے جاؤ - یہ پیام توپ اور رہکلہ کا حکم رکھتا تھا جن بھوت اس پیام کو سن کر فوراً بھاگ جاتے تھے اور پھر اس طرف رخ نہ کرتے تھے -

ایک تماشہ گر کی مشروط بیعت

انھیں ایام میں ایک پیر مرد تماشا گر مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتا ہوں مگر تین باتوں کی پروانگی مانگتا ہوں۔ آپ نے پوچھا کہ وہ تین باتیں کیا ہیں؟ عرض کیا کہ میں پتلیاں نچایا کرتا ہوں اور ترسو کی پوجا عورتوں سے کرایا کرتا ہوں اور شراب پینے کا عادی ہوں یہ تین باتیں جن کو میں ترک نہیں کر سکتا۔ مولانا نے فرمایا کہ بڑے میاں بیعت تو کر لو۔ اسی وقت اس پیر مرد نے بیعت کے واسطے ہاتھ پھیلایا۔ آپ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کئی بار کلمہ پڑھوایا اور سخت توبہ کرائی اس کے بعد اس بیعت کے الفاظ اس کے منہ سے نکلوائے اور پھر دعا کے واسطے اپنے ہاتھ اٹھائے اور بہت گڑگڑا کر اس کے واسطے بآواز بلند دعا کر رہے تھے ابھی دعا تمام نہ ہوئی تھی کہ اس کی قبولیت کے آثار ظاہر ہو گئے۔ پیر مرد کا دل کانپنے لگا اور بے اختیار کہنے لگا کہ حضرت میں پتلوں کا پٹارا جلا دیتا ہوں اور ترسو کی پوجا کرانے سے بھی توبہ کی اور شراب سے بھی تائب ہوا اس وقت مولوی صاحب نے کرامت علی صاحب سے جو ایک مریدان خاص سید صاحب سے آپ کے ساتھ تھے فرمایا کہ آپ بڑے میاں کو لے جا کر گرم توجہ دو۔ انھوں نے اسے لے جا کر توجہ دی تو پہلی ہی توجہ میں بڈھا بے ہوش ہو گیا اور جب تھوڑی دیر کے بعد اسے ہوش آیا تو مولانا صاحب کے حضور میں حاضر ہو کر شکریہ حصول اس نعمت دارین کا کرنے لگا۔

مولوی سید محمد علی اور معین الدین پہلوان

ایک دن ایک شخص معین الدین نامی جو نہایت غالی شیعہ اور ایک پہلوان آدمی اور بڑا گستاخ تھا چاندی کے کڑے اور چھلّے اور بہت سے تعویذ وغیرہ پہنے ہوئے مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا اور بجائے سلام علیک کے بندگی کر کے حضرت کے سامنے بیٹھ گیا اور بآواز بلند بڑے کڑاکے سے بولا کہ مولوی صاحب کیا آپ جناب امیر المومنین کو مشکل کشا نہیں مانتے مولوی صاحب نے آہستگی اور نرمی سے کہا کہ بھائی یہ لقب حضرت کو کس نے دیا ہے اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تب مولوی صاحب نے کہا کہ مولا مشکل کشا کس زبان کے لفظ ہیں اور ان کی یہ ترتیب کس زبان کے قاعدہ پر ہے اس سوال کو سنکر وہ گھبرا گیا اور ہوش باختہ سا ہو کر بولا کہ لفظ کشا تو فارسی اور لفظ مشکل عربی ہے تب

مولوی صاحبؒ نے کہا کہ بھائی ذرا غور تو کرو کہ عربی لفظ میں فارسی ترکیب کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو کس طرح لقب دیتے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان تو عربی تھی۔ اگر آپ لقب دیتے تو عربی میں دیتے۔ یہ جواب باصواب سنکر وہ غالی شیعہ بغلیں جھانکنے لگا اور لاجواب ہو کر چلا گیا۔

معین الدین پہلوان کی بیعت

کئی روز کے بعد پھر وہ مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت بالہام غیبی مولوی صاحب نے اس پوچھا کہ بھائیؐ وہ جو اندرونی درد کی تم کو شکایت تھی اس کا اب کیا حال ہے۔ اس کے اندرونی درد کو اس کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا یہ غیبی بات مولانا صاحب سے سن کر اس کے دل میں کچھ جگہ ہوئی اس عرصہ میں کھانے کا وقت آگیا۔ وہ شخص بھی مولوی صاحب کے ساتھ کھانے کو بیٹھ گیا مولوی صاحب نے اپنے ہاتھ سے ایک مٹھی بھر چاول ایک رکابی میں رکھ دیئے۔ اس وقت خدا تعالےٰ نے ان مٹھی بھر چاولوں میں ایسی برکت عطا کی کہ وہ پہلوان آدمی جو سیر دو سیر چاول اڑا جاتا تھا اس مٹھی بھر سے سیر ہو گیا تب تو اس نے ہاتھ دھو کر فوراً آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور عقیدۂ رفض سے تائب ہو کر تمام زر و زیور اسی وقت نکال کر پھینک دیا اور تادم زیست نہایت متقی اور پرہیزگار رہ کر خاتمہ بخیر کے ساتھ اس دنیا سے گیا۔

مولوی سید محمد علی کے غسل کا واقعہ

نواب صاحب کے بڑے بیٹے جو مولانا صاحب کی بیعت سے مشرف ہوئے تھے رات کو بھی خدمت میں رہا کرتے تھے ایک رات کو اس صاحبزادے نے صبح صادق کے قریب اٹھ کر دیکھا کہ مولانا صاحب اپنے بستر پر نہیں ہیں اور اس حجرے کی جس میں یہ دونوں آدمی سوتے تھے اندر کی زنجیر بدستور لگی ہوئی ہے۔ اس حال کو دیکھ کر صاحب زادے کو سخت تعجب ہوا اور دروازہ کھول کر باہر نکلا تو دیکھا کہ مولانا صاحب ایک چشمہ پر کھڑے ہوئے غسل کر رہے ہیں جب غسل کے بعد مولانا صاحبؒ تشریف لائے تو اس صاحبزادے نے جرأت کر کے پوچھا کہ اندر کی زنجیر برابر بند رہی پھر حضور کس طرح باہر تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ نے تبسم کر کے فرمایا کہ صاحبزادے خدا کے بندوں کو کوئی چیز نہیں روک سکتی تم اس کا چرچا نہ کرنا۔

سید جواہر علی خاں کی بیعت کا واقعہ

ایک شخص سید جواہر علی نامی باشندہ مدراس طریقۂ رشد اختیار کرنے کے واسطے مدت دراز

سے ایک مرشدِ کامل کی تلاش تھی۔ ماہ محرم میں ایک روز اس شخص نے سنا کہ مولوی سید محمد علی صاحب مسجد والاجاہی میں شہادتِ امام حسین علیہ السلام کا بیان کر رہے ہیں اور جملہ حاضرین دھاڑیں مار مار کر رو رہے ہیں۔ اس شخص کو تعجب ہوا اور اس نالہ وزاری کا تماشا دیکھنے کے لئے مع چند آدمیوں کے اس مسجد میں گیا۔ مولوی صاحبؒ کے دلِ پر درد کی تاثیر ساری مسجد میں چھائی ہوئی تھی۔ چونکہ مسجد بہت لمبی چوڑی تھی یہ لوگ مسجد کی سیڑھیوں پر چڑھ کر ایک طرف سے داخلِ صحنِ مسجد ہوئے۔ ابھی مولانا کے بیان کی آواز ان کے کان میں نہ پہنچی تھی مگر اس مجلس کی تاثیر ان پر پڑی دل بھر آئے اور بے اختیار رونے لگے۔ اس سبب سے سید جواہر علی خاں صاحب کو کچھ دلی خلوص مولوی صاحب کے ساتھ ہو گیا۔ مگر یہ تمنّا تھی کہ اگر سید واعظ یعنی مولوی محمد علی صاحب کچھ صاحبِ باطن ہیں تو میرے مکان پر تشریف لا کر مجھ کو بیعت کرنے کا خود حکم کریں سو ان کے خیال کے موافق ایک روز ایسا ہی ہوا کہ مولانا صاحب سید جواہر علی خان صاحب کے مکان پر خود تشریف لے گئے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ خان صاحب اب توقف کیا ہے؟ بیعت کیجئے انھوں نے عرض کیا کہ کچھ مٹھائی منگا لیتا ہوں کہ اس سے آپ کا پس خوردہ کھاؤں گا۔ تب مولانا نے از روئے الہام فرمایا کہ خاں صاحب آپ کے پاس تو مصری موجود ہے اسی کا شربت کر لو۔ یہ ایک نئی بات کرامت کی ہوئی کیونکہ اس مصری کے موجود ہونے سے سوائے خان صاحب کے اور کوئی آدمی واقف نہ تھا۔ یہ بات سن کر خان صاحب اور بھی معتقد ہو گئے۔ فوراً آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے بڑے متّقی اور پرہیز گار اور خادمِ جاں نثار مولانا کے ہو گئے اور اپنے سارے کنبے کو مولانا صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرا دی۔

راجہ ٹیکم چند کا وعظ سننے سے گریز

راجہ ٹیکم چند ایک بڑا معزز ہندو جو نواب کرناٹک کا اہلکار تھا مولانا صاحب کا وعظ سننے کا بہت مشتاق تھا ایک مرتبہ بہ تقریب مجلسِ میلاد شریف نواب والاجاہ کے دیوان خانہ موسوم بہ ہمایوں محل میں مولانا صاحبؒ کا وعظ ہونے والا تھا یہ راجہ بھی اس وعظ میں حاضر ہوا اور اس خیال سے کہ کہیں وعظ گرم ہونے پر بھاگ نہ جائے۔ لوگوں نے اس کو مولانا صاحب کے نزدیک بٹھایا تاکہ بھاگنے کا موقع نہ رہے۔ القصہ جب مولانا کا وعظ گرم ہوا راجہ مذکور نے جو ازلی بدبخت تھا بھاگنے کا موقع نہ پا کر شال سے اپنے کان بند کر لیئے۔ لوگوں نے اس وقت راجہ مذکور سے کہا کہ آپ تو مولانا کا وعظ سننے کے مدّت سے مشتاق تھے۔ اب آپ نے

کان کیوں بند کرلئے۔ اس نے جواب دیا کہ اس وعظ کے کلمات میرے دل کے پار ہوئے جاتے ہیں اور دل اسلام کی طرف مائل ہوا جاتا ہے اس واسطے میں نے کان بند کرلئے ہیں کہ کسی طرح میرا آبائی دھرم قائم رہے۔

مولوی سید محمد علی کی نواب صاحب پر تنقید

اس وعظ میں حضرت مولانا نے صاحب خانہ یعنی نواب والاجاہ کو بھی مواخذہ آخرت سے بہت ڈرایا اور کہا کہ نواب صاحب اور بیگم صاحبہ نے قبر کی زیارت کے لئے ناگور کے سفر میں اپنی راحت کے واسطے راہ میں بڑی بڑی تیاریاں کرائی تھیں مگر افسوس ہے کہ آخرت کے بڑے لمبے سفر کے واسطے جہاں سوائے اعمال نیک کے اور کوئی رفیق و مددگار نہ ہوگا اور سب امیدیں منقطع ہونگی۔ کچھ بھی تیاری نہیں کی۔ بھلا پہلی منزل جو گور ہے وہاں ان کا کون رفیق اور ہمدرد ہوگا۔ وہاں ان کے لئے ڈیرے خیمے کس کے اہتمام سے کھڑے کئے جائیں گے۔ وہاں شمع دان اور قندیلیں کہاں سے آئیں گی۔ کفن کے ٹکڑے کے علاوہ وہاں گرمی اور سردی کا کوئی لباس ان کے جسم پر نہ ہوگا۔ یہ سب کروفر چھوڑ کر اکیلے اندھیرے گڑھے گور میں بے توشک اور تکیہ کے بے کسوں کی مانند سونا ہوگا۔ وہاں سوائے اعمالِ صالحہ کے کوئی رفیق اور روشنی کا سبب نہ ہوگا اور منکر نکیر کا کوئی جواب سکھلانے کے واسطے کوئی وکیل یا مختار ساتھ نہ ہوگا اس بیان کے بعد مولوی صاحب نے عالم برزخ کی سختی اور وہاں کی بے کسی اور موقف کی گرمی اور حالت نفسا نفسی (آپا دھاپی) کا اس زور سے بیان کیا کہ زنانے اور مردانے میں آہ وزاری کا شور مچ گیا اور روتے روتے لوگوں کی ہچکیاں بندھ گئیں۔

مولوی سید محمد علی کی کرامات

ایک روز کا ذکر ہے کہ نواب محفوظ علی خاں صاحب اپنے دل میں یہ ارادہ کرکے کہ آج کچھ تصوف کے مسائل مولانا صاحب سے سنیں گے۔ غیر وقت میں مولانا کے قیلولہ کے پالکی میں سوار ہوکر مولانا صاحب کے مکان پر جا پہنچے مولانا صاحب اس وقت ایک بند حجرے میں قیلولہ کر رہے تھے۔ مگر بمجرد پہنچنے نواب صاحب کے کتابِ عوارف مؤلفہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہاتھوں میں لئے ہوئے اپنے حجرے سے باہر نکل آئے اور کچھ مسائل تصوف کے نواب صاحب موصوف کو سنانے لگے۔ پھر ایک اور دن یہی نواب محفوظ علی خاں مولوی صاحبؒ کی ملاقات کو تشریف لائے تھے اس وقت مولوی صاحب کے پاس ایک آئینہ رکھا ہوا تھا اگرچہ آئینہ

۔۔۔۔۔۔۔ کو دیکھ کر نواب صاحب کے دل میں آیا کہ اگر مولوی صاحب یہ آنبہ مجھ کو دیدیں تو اس اپنے مرض ہولِ دل کا علاج کر دں۔ جب نواب صاحب مولوی صاحب سے رخصت ہوکر پالکی میں سوار ہونے لگے تو مولوی صاحب نے وہ آنبہ نواب صاحب کو بھجوا دیا۔

شراب فروشوں کی مولوی سیّد محمد علی کے خلاف شکایت

غرض اسی قسم کی صدہا کرامتیں اس پہلے سفر میں مولوی صاحب سے ظاہر ہوئیں اور ہدایت کا تو یہ حال تھا کہ ہزارہا خلقت شہر مدراس اور اس کے اطراف وجوانب کی دینِ توحید پر قائم ہو گئی۔ مسلمانوں کے متقی اور پرہیزگار ہو جانے کے سبب سے مثل کلکتہ کے یہاں بھی شراب کی دکانوں پر آفت آئی شراب بکنا بند ہو گئی یہاں تک کہ مدراس کے کلالوں نے سرکار میں اس مضمون کی عرضی پیش کی کہ سیندھی اور شراب کا محصول ہم نہیں ادا کر سکتے اس میں ہندوستان سے ایک ایسا مولوی آیا ہوا ہے کہ اس نے تمام مسلمان خریداروں کو سیندھی اور شراب نوشی سے منع کر دیا ہے اس واسطے شراب اور سیندھی کا بکنا بند ہو گیا ہے۔ بحکم صاحب کلکٹر بہادر کے پولیس نے اس کی تحقیقات کی اور معلوم ہوا کہ کلالوں کا استغاثہ بالکل صحیح ہے۔

مولوی سیّد محمد علی کی مراجعت رامپور

انھیں ایام میں کسبیوں اور طوائفوں نے بھی نواب صاحب کرناٹک کی سرکار میں عرضی پیش کی کہ ہمارے روزگار میں اس سیّد نووارد کے وعظ اور نصیحت سے بڑا خلل پڑ گیا ہے۔ سرکار میں ہماری جس قدر باتیات ہیں وہ مرحمت ہو جائیں تاکہ اس سے ہمارے روز مرہ کا خرچ تو چلے۔ جب اس مرتبہ خوب دین حق کی ترویج شہر مدراس اور اس کے اطراف و جوانب میں ہو گئی تو سیّد محمد علی صاحبؒ واقعہ بالاکوٹ کی خبر سن کر شہر مدراس میں بہت سے خلفاء مقرر کر کے جہاز میں سوار ہو کر براہ کلکتہ پھر اپنے وطن مالوفہ رام پور کو لوٹ آئے مدراس کے چند معتقدان خاص بھی آپ کے ہم رکاب رام پور تک آئے تھے۔ راہ میں بھی دین حق کی اشاعت اور کرامتیں آپ سے ظاہر و ہویدا ہوئیں۔

مولوی سیّد محمد علی سے والدہ نواب عظیم جاہ کی درخواست

چار برس آپ امامت کر کے پھر ۱۲۵۱ھ میں حج بیت اللہ کے ارادہ سے مع اہل وعیال خود کلکتہ میں پہنچے۔ آپ ابھی جہاز میں سوار ہو کر عربستان کو

روانہ نہ ہوئے تھے کہ شہر مدراس میں آپ کے کلکتہ تک پہنچنے کی خبر پہنچ گئی تو والدہ صاحبہ نواب عظیم جاہ بہادر نے محمد قاسم کو جو بوقت واپسی آپ کے ہمراہ رام پور تک گیا تھا ایک خط حضرت ممدوح کو بلانے کا لکھ کر بہ سواری جہاز کلکتہ کو روانہ کر دیا۔ اور یہ بھی عرض کیا کہ ہمارا جہاز دریا دولت نام ساحلِ کلکتہ پر موجود ہے اگر مع زنانہ اس جہاز پر حضور تشریف لائیں تو حضور کو ہر طرح آرام ملے گا۔ اس خط میں آپ کو تکلیف دہی کا سبب یہی لکھا تھا کہ آپ کی دینی دختر جو آپ کے خلیفہ اوّل (نواب محمد خاں عالم خاں بہادر تہور جنگ) کی بیٹی اور میری بہو ہے۔ چار برس ہوئے کہ اس کی شادی ہوئی مگر آج تک اس کے ہاں اولاد نہیں ہوئی آپ یہاں تشریف لا کر اس کی اولاد کے واسطے خدا تعالیٰ سے دعاء کریں اور نواب محمد خان عالم خان بہادر اور خلفاء سے بھی اپنے اپنے عریضے اظہارِ اشتیاقِ قدم بوسی کے تحریر کر کے محمد قاسم کی وساطت سے روانہ کئے تھے۔ جب یہ خطوط مولانا صاحبؒ کو بمقام کلکتہ پہنچے تو آپ نے یہ ارادہ کیا کہ مدراس ہوتے ہوئے بندر مالا بار سے جہاز پر سوار ہو کر بیت اللہ کو روانہ ہو جائیں گے۔

مولوی سید محمد علی کی مدراس میں آمد

غرض کلکتہ سے سوار ہو کر ۲۶ر رمضان المبارک ۱۲۵۱ھ کو دوبارہ آپ شہر مدراس میں رونق افروز ہوئے۔ ہزارہا خلقت اس روز آپ کے استقبال کے واسطے گھاٹ پر گئی تھی گھاٹ سے اتر کر متیال پیٹ کے محلے میں ایک بڑے وسیع مکان میں آپ نے نزولِ اجلال فرمایا۔ بعد ادائے تراویح جب اپنی قیام گاہ میں تشریف لائے تو دو سو آدمیوں کے قریب آپ کے ساتھ ساتھ آپ کے مکان پر چلے آئے۔ پچھلی رات کا وقت تھا تھوڑی دیر تک آپ کلمات نصیحت آمیز سناتے رہے اس عرصہ میں سحری کا وقت ہو گیا۔ دستر خوان بچھایا گیا۔ قریب چار پانچ سیر کے چاول طباقوں میں ڈال کر لائے گئے۔ مگر مولانا صاحب کی بدولت اس میں اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت دی کہ ان چار پانچ سیر چاولوں سے دو سو آدمی سیر ہو گئے اور کچھ کھانا بچ بھی رہا۔ بیگم صاحبہ نے اپنے بہو کے حمل کے لئے دعا کرائی دعاء سے دو ماہ کے بعد بماہ ذیقعدہ بفضلِ الٰہی حمل کے آثار نمودار ہو گئے اور رحمتہ اللہ بیگم ایک لڑکی پیدا ہوئی جو سن رسیدہ ہو کر فوت ہوئی۔

مولوی سید محمد علی کے فرزند کی لیاقت

اس دفعہ ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ

مولوی صاحب کا ایک چار سالہ صاحبزادہ اپنے دروازہ پر کھڑا تھا۔ کسی بے دین نے اس کو مولوی صاحب کا فرزند سمجھ کر از راہ تصنّع بہت ادب سے کہا کہ بندگی صاحب اس کے جواب میں صاحبزادے نے کہا کہ بندگی تو خدا ہی کے واسطے خاص ہے۔ تم السلام علیکم کہو۔ وہ شخص یہ جواب ایک چار سالہ بچے کے منہ سے سن کر دنگ ہو گیا کہ جن کے بچوں کی ایسی توحید ہے تو پھر بڑوں کا کیا کہنا ہے۔

مولوی سیّد محمد علی کے خلاف بدعتی مسلمانوں کی کارروائی

شہر مدراس میں آپ کے دوبارہ تشریف لانے سے مشرک اور بدعتی مسلمانوں اور خصوصاً پیرزادوں وغیرہ نے (جن کی روزی میں توحید اور اتباع سنت کے پھیلنے سے خلل پڑتا ہے) بڑا بلوا کیا۔ مگر مولوی صاحب نے صبر و تحمل کے علاوہ کچھ نہ کیا۔ بلکہ بلوائیوں کے واسطے یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے خداوند تعالےٰ تو نے مجھ کو بہت نعمتیں بخشی ہیں۔ بعض مسلمان بھائی ان نعمتوں پر حسد کرتے ہیں سو تو ان کو بھی اپنے فضلِ عمیم سے ان نعمتوں سے بہرہ مند فرما تا کہ ان کا حسد دفع ہو جائے۔ ایک دفعہ ایک عورت کی معرفت جو آپ کے زنانے میں آیا جایا کرتی تھی آپ کو زہر بھی دینا چاہا تھا مگر وہ زہر آلود کھانا آپ کی ایک لڑکی کے کھانے میں آگیا جو صرف دو ایک روز بیمار رہ کر بفضلِ تعالےٰ پھر اچھی ہو گئی مولانا صاحبؒ کی بیوی نے بلوائیوں کی یہ تعدّی دیکھ کر ان کے واسطے بددعا کرنی چاہی تھی لیکن مولوی صاحبؒ نے منع کر دیا اور کہا کہ جب ہمارے جدّامجد حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا تھا تو انھوں نے یہاں تک صبر کیا تھا کہ زہر دینے والوں سے انتقام بھی نہیں لیا تھا۔

مولوی سیّد محمد علی سے نواب صاحب مدراس کی مخاصمت

نواب صاحب مدراس بھی جن کی بہو کے واسطے مولوی صاحب نے دعا کی تھی وہ شیاطین کے بہکانے سے مولوی صاحب کے دشمن ہو گئے مولوی صاحب خان عالم خان بہادر صاحب خلیفہ مولانا صاحب کی تنخواہ گیارہ سو روپے ماہوار اسی عداوت سے نواب صاحب نے بند کر دی مگر مولوی خان عالم خان صاحب نے تنخواہ بند ہو جانے کی پروا نہ کی اور اپنے عقیدۂ توحید پر قائم رہے۔ بہو بیگم بنت مولوی خان عالم خان پر جو نواب صاحب مدراس کی بہو تھی زیادتی کی گئی کہ کسی طرح اپنے عقیدۂ توحید سے پھر کر حسب رواج قدیم مشرکہ ہو جاوے۔ مگر اس بہادر عورت جوانمرد باپ کی بیٹی نے اپنے شوہر نواب صاحب کے

کہاکہ گو میں آپ کی بیوی اور تابع فرمان ہوں مگر پاداش اور معاملۂ گور اور مواخذۂ آخرت ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ ہوگا۔ اس واسطے میں آپ کے کہنے سے شرک اور بدعات کی مرتکب نہیں ہوسکتی۔ اس جوابِ باصواب کو سنکر نواب صاحب کو خاموش ہونا پڑا۔

مولوی سید محمد علی کی مراجعت کلکتہ

کمانڈر انچیف کا ایک خانساماں جو آپ کا مرید تھا حسب الایماں کمانڈر انچیف صاحب کے ایک عرضی لکھواکر آپ کے دستخط کرانے کے واسطے آپ کے پاس لایا۔ مگر آپ نے دستخط نہیں کئے بلکہ اس عرضی کو پھاڑ کر پھینک دیا اور کہاکہ سارا معاملہ خدا کے حوالے کردو۔ آخر محافظوں نے اپنی حکمتِ عملی سے چیف مجسٹریٹ پولیس کو دوستی کے پردے میں یہ سمجھایا کہ مولوی صاحب کے مدراس میں زیادہ رہنے سے زیادہ اندیشہ ہے کہ کوئی مخالف ان کو گزند نہ پہنچائے اس واسطے بہتر یہ ہے کہ جلد یہاں سے اپنے وطن کو واپس چلے جائیں۔ آخر پولیس نے وہی کارروائی کی اور حضرت مولوی صاحبؒ مدراس سے شہر کلکتہ کو بخیر و عافیت تمام واپس چلے گئے یہ واپسی آخر ۱۲۵۲ھ میں ہوئی ۱۲۵۸ھ تک آپ اسی کام ترویجِ ہدایت میں معروف رہے اور ۱۲۵۸ھ کو معرکۂ بالاکوٹ کے بارہ برس بعد آپ بھی راہیٔ آخرت ہوئے اور مولانا شہیدؒ سے جاملے ۔

باب ۱۱

مولانا ولایت علی عظیم آبادی

مولانا ولایت علی کا شجرہ نسب مولانا مولوی ولایت علی صاحب علیہ الرحمۃ والغفران ابن مولوی فتح علی بن مولوی وارث علی بن مُلّا محمد سعید بن قاضی احمد اللہ بن مُلّا حفیظ اللہ بن حضرت دلیمان شاہ عبدالفتاح بن حضرت دیوان شاہ عبدالمجید بن مُلّا غلام رسول بن جناب مولانا فخرالسلاء صوفی زمان زاہد دوراں مخدوم جہان منعم شکراللہ استاد و مرشد شاہزادہ والا تبار مرزا محمد معظم خلف الرشید حضرت سلطان محی الدین عالمگیر معروف بہ اورنگ زیب بادشاہ دہلی۔ آپ کا سلسلۂ نسب مخدوم احمد یحییٰ منیریؒ تک پہنچتا ہے جو قریش اور ہاشمی الاصل اور فاروقی النسل سے ہیں۔

مولانا ولایت علی کے ابتدائی حالات آپ ۱۲۰۵ھ ہجری میں پیدا ہوئے جب حسب معمول شرفاء ہند آپ کو چار برس کی عمر میں مکتب میں بٹھایا گیا تو آپ اپنے ہم مکتبوں میں سب سے زیادہ ذہین اور چالاک تھے سات برس کی عمر میں آپ کو یہ لیاقت حاصل ہوگئی کہ اس معمولی میاں جی سے جو آپ کے پڑھانے کے واسطے مقرر تھا آپ کی تشفی نہ ہوتی تھی آخر مولوی فتح علی صاحب آپ کے والد نے آپکو سبق دینا

شروع کیا۔ بارہ برس کی عمر میں آپ نے مختصرات سے فراغت حاصل کرلی۔ اس وقت آپ کے والد نے آپ کو مولوی رمضان علی صاحب ایک شیعہ مذہب کے عالم (جو بڑے ذہین اور ذکی او معقول کے استاد تھے) کے سپرد کیا۔ پندرہ برس کی عمر میں آپکی شادی مولوی سید محمد کاظم علی صاحب ساکن بھنہ پٹکھول ضلع آرا شاہ آباد کی لڑکی سے ہوگئی تھی یہ شادی بڑی دھوم دھام سے عرفی طور پر ہوئی تھی۔ شادی کے بعد بھی آپ درس و تدریس میں معروف رہے یہاں تک کہ بشوقِ تحصیلِ علم آپ لکھنؤ تشریف لے گئے اور وہاں مولانا محمد اشرف صاحب ایک بڑے مشہور عالم معقول و منقول کی خدمت میں پڑھنا شروع کیا۔ چارسال کے قریب آپکی صحبت میں رہے

مولانا ولایت علی کی سید صاحبؒ سے تنہائی میں ملاقات

اسی اثناء میں حضرت سید احمد صاحبؒ رونق افروز لکھنؤ ہوئے اور ہزارہا عالم اور درویش آپکی بیعت سے مشرف ہونے لگے۔ مولوی محمد اشرف صاحب نے مولوی ولایت علی صاحب کو سید صاحبؒ کی کیفیت دریافت کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں بھیجا اور یہ پیغام کہلا بھیجا کہ میں تنہائی میں ملاقات کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ مولوی عبدالحئی صاحبؒ اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ نے سید صاحبؒ کو پیر میاں بنا رکھا ہے جب تخلیہ میں ملاقات ہوگی تو اصلی حقیقت سید صاحبؒ کی ظاہر ہوجائے گی سید صاحبؒ نے فوراً تنہائی کی ملاقات کو منظور کرلیا اور دوسرے روز بوقتِ عصر آنے کی اجازت دیدی۔ چنانچہ دوسرے روز مولوی محمد اشرف صاحب اور مولوی ولایت علی صاحب علیہما الرحمۃ خدمتِ بابرکت میں وقت مقررہ پر حاضر ہوئے۔ اس وقت تخلیہ ہوگیا۔ سوائے ان دونوں عالموں اور سید صاحبؒ کے اور کوئی چوتھا آدمی وہاں موجود نہ تھا مولانا محمد اشرف صاحب نے مزاج پرسی کے بعد عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ نے جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ فرمایا ہے اس کی تفصیل کیونکر ہے سید صاحبؒ نے پورے دو گھنٹہ تک اس کا ذکر اس وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا کہ ان دونوں مولویوں کے روتے روتے داڑھیاں تر ہوگئیں۔ بیان ختم ہونے کے بعد انھوں نے ملاقات تخلیہ کی بے ادبی کی معذرت کرکے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی اسی دن سے مولوی ولایت علی صاحبؒ کا رنگ بدل گیا۔

مولانا ولایت علی کی اپنے خاندان کو سید صاحبؒ کی بیعت کرنے کی تاکید

جب سید صاحبؒ بارادۂ حج پٹنہ میں رونق افروز ہوئے تو اس سے پہلے مولوی ولایت علی صاحب نے مقام لکھنؤ سے آپ کے مناقب اور تعریف اپنے والد بزرگوار اور عزیزوں کو لکھ کر بھیجے تھے اور تاکید کی تھی کہ تم سب آپ سے بیعت حاصل کر لو ورنہ ایسا بابرکت شخص پھر نہیں ملے گا۔ چنانچہ اسی تحریر کے بموجب آپ کے والد ماجد احد جناب شاہ محمد حسین صاحبؒ نے سید صاحبؒ سے جا کر ملاقات کی لیکن سید صاحبؒ کے جلد تشریف لے جانے کی وجہ سے یہ لوگ بیعت سے مشرف نہ ہو سکے جب مولوی ولایت علی صاحبؒ لکھنؤ سے تشریف لائے اور اپنے خاندان کی بیعت نہ کرنے کا حال آپ کو معلوم ہوا تو بہت افسوس کیا اور سید صاحبؒ کی ساری کیفیت اور کرامات جو لکھنؤ میں مشاہدہ کی تھی آپ نے لوگوں سے بیان کی تب ہر ایک کو بدرجۂ غایت اپنی کم نصیبی پر افسوس ہوا مولانا صاحبؒ نے اسی وقت سے جمعہ اور جماعت اپنے ہاں قائم کر کے وعظ اور نصیحت کرنا شروع کیا۔

مولانا ولایت علی کے خاندان کی بیعت

کچھ عرصہ کے بعد سید صاحبؒ بھی حج کر کے واپس تشریف لے آئے اور دوبارہ پٹنہ میں رونق افروز ہوئے۔ شہر مونگیر تک مولوی ولایت علی صاحب اور شاہ محمد حسین صاحب آپکی پیشوائی کو تشریف لے گئے مولوی ولایت علی صاحبؒ سید صاحب کی مع سارے قافلے کے دعوت کر کے آپ کو اپنے گھر پر لائے اور اپنے سارے خاندان کی مع مرد اور عورتوں اور بچوں کے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرا دی۔

شاہ محمد حسین کو عطیۂ خلافت

دوسرے روز اسی طرح سے شاہ محمد حسین صاحب نے سارے قافلے کی دعوت کر کے آپ کو اپنے مکان پر بلایا اور اپنے سارے خویش و اقارب کی آپ کے ہاتھ پر بیعت کرا دی سید صاحبؒ نے شاہ صاحب کو خلافت عطا کر کے بیعت لینے کی اجازت دی تیسرے روز مولوی الٰہی بخش صاحب ولد مولوی احمد اللہ صاحب کے گھر میں دعوت ہوئی اور وعظ بھی ہوا۔ اسی مجلس میں مولانا احمد اللہ صاحب کا نکاح جناب حضرت شاہ محمد حسین صاحب کی صاحبزادی سے ہوا جب سید صاحب پٹنہ سے اپنے وطن کو روانہ ہوئے تو مولانا ولایت علی صاحب اور مولانا عنایت علی

صاحب اور مولوی طالب علی صاحب یہ تینوں حقیقی بھائی اور مولوی باقر علی صاحبؒ مولوی ولایت علی صاحب کے چچا زاد بھائی سید صاحب کے ہمرکاب ہو گئے اور اس دنیائے ناپائیدار اور اس کے عیش و عشرت پر لات مار گئے تھوڑے روز کے بعد میر عثمان علی صاحب، مولوی ولایت علی کی چچازاد بہن کے خاوند اور مولوی قمرالدین صاحب جو ماموں زاد بھائی مولوی ولایت علی صاحب کے تھے بمقام بریلی سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

قبل از بیعت مولانا ولایت علی کی کیفیت مولوی ولایت علی صاحب علیہ الرحمۃ جو خاندان صادق پور پٹنہ کے پیشوا ہوئے اوائل عمر میں بڑے "بانکے تھے آپ کا لباس پوشاک لکھنؤ کے بانکوں کا سا تھا کاکلیں آہنی تاب پشت پر پڑی ہوئیں اونچی چولی کا انگرکھا مغرق یہ زرہ چوڑی دار پاجامہ زری کے کام کا ٹخنے ڈھکے ہوئے پہنا کرتے تھے آپ کے نانا رفیع الدین حسین خان جو ناظم صوبہ بہار کے تھے بڑے متمول اور رعائد بہار سے تھے مولوی ولایت علی صاحب اپنے نانا کے بڑے لاڈلے تھے اس واسطے ہر عمدہ ریشمی یا زریں لباس یا ڈھاکہ کی جامدانی اور تن زیب کا جوڑا جو آپ کے زیب تن رہتا تھا خوشبو اور عطریات کا بھی آپ کو بڑا شوق تھا سونے کی انگوٹھیاں اور چھلے ہاتھوں میں پڑے رہتے تھے۔

مولانا ولایت علی کی زندگی میں انقلاب لیکن سید صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت کر کے ایک ساعت کے لئے ملن کا حال بدل گیا بریلی میں قیام کے بعد مولانا ولایت علی صاحب حضرت مولانا شہیدؒ کی جماعت میں بھرتی تھے اور انھیں سے حدیث بھی پڑھا کرتے تھے مولانا شہید نے اپنی جماعت میں ان کو، نائب مقرر کر دیا تھا۔ مگر مولوی ولایت علی صاحب کو جو مزہ ایمان کا حاصل ہوا تو اپنی جماعت والوں کی آپ خدمت کیا کرتے تھے اب وہ پٹنہ کے بانکے اور حاکم بہار کے لاڈلے خمر حُبِّ ایمانی سے مخمور ہو کر جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر اور اپنے سر پر رکھ کر لایا کرتے تھے کھانا اپنے ہاتھوں سے پکاتے مٹی گارے کا کام اپنے ہاتھ سے کرتے تھے اور جب اپنی جماعت کے کام سے فرصت پاتے تو سید صاحبؒ کی صحبت میں جا بیٹھتے یا تنہائی اور دعا میں مشغول رہتے۔

مولانا ولایت علی اور ان کا ملازم انھیں ایام میں جب آپ تحصیل حُبِّ ایمانی میں بمقام بریلی معروف تھے مولوی فتح علی صاحب آپ کے والد ماجد نے ایک خدمتگار جو بچپن سے آپ کی خدمت میں رہتا تھا چار سو روپے نقد اور دس پندرہ جوڑے عمدہ کپڑوں کے اور جوتے وغیرہ ضروری اسباب دے کر آپ کے پاس بریلی روانہ کیا جب وہ نوکر

تھے، اسباب وغیرہ کے بریلی میں پہنچا تو اس نے قافلہ میں جا کر دریافت کیا کہ مولوی ولایت علی صاحب پٹنہ والے کہاں ہیں لوگوں نے کہا کہ دریا کے کنارے گارے مٹی کا کام کر رہے ہیں۔ وہ نوکر دریا کے کنارے پر پہنچا وہاں بہت سے لوگ گارے مٹی کے کام میں لگے ہوئے تھے ان میں مولوی ولایت علی صاحب بھی ایک چھوٹا تہبند رنگا ہوا باندھے ہوئے تھے اور گارے میں لتھڑے ہوئے اپنا کام کر رہے تھے ان ایام میں آپکی صورت ایسی متغیر ہو گئی تھی کہ اس قدیمی نوکر نے جو تیس برس سے آپ کا خدمتگار تھا آپ کو نہیں پہچانا۔ خود مولوی ولایت علی صاحب نے اس سے پوچھا کہ مولوی ولایت علی پٹنہ والے کہاں ہیں آپ نے فرمایا کہ بھائی ولایت علی تو میرا ہی نام ہے اس نے بہت غصہ ہو کر کہا کہ میں تم کو تلاش نہیں کر رہا ہوں ان ولایت علی کو پوچھتا ہوں جو مولوی فتح علی صاحب عظیم آبادی (صادق پوری) کے پیارے صاحبزادے اور ناظم بہار کے لاڈلے نواسے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بھائی صادق پوری ولایت علی تو میں ہی ہوں۔ وہ نوکر اور بھی زیادہ خفا ہوا اور بولا کہ تم مجھ سے ہنسی کرتے ہو۔ جب آپ نے دیکھا کہ اس کو ہرگز یقین نہیں ہوتا تو آپ نے فرمایا کہ اچھا جاؤ قافلہ میں تلاش کرو۔ جب وہ ادھر گیا اور تلاش کیا تو ہر شخص نے آپ ہی کی طرف اشارہ کیا کہ مولوی ولایت علی عظیم آبادی تو وہی شخص ہے جن سے تم دریا کنارے پر بات کر آئے ہو تب وہ دوبارہ آپ کے پاس آیا اور اپنی جسارت پر نادم اور پریشان ہو کر آپ کے قدموں پر گر پڑا اور معافی چاہی۔ آپ نے اس کو گلے سے لگا لیا۔ اور بہت اخلاق اور تواضع سے پیش آئے۔ اس نے وہ چار سو روپے نقد اور پارچا وغیرہ آپ کے حوالے کئے اور عرض کی کہ ان عمدہ کپڑوں کو پہنیے اور روپوں کو اپنے خرچ میں لائیے کیونکہ وہ نادان یہ سمجھا تھا کہ خرچ نہ ہونے کی وجہ سے آپ کی ایسی صورت سیرت ہو رہی ہے اس لئے آپ کی پہلی کیفیت اور پوشاک اور وضع کو یاد کر کے اس نے زار و زار رونا شروع کیا آپ نے اس کی تسلی کر کے اس کو چپ کیا جب رات ہوئی آپ وہ سب روپے اور کپڑے وغیرہ جیسے بندھے ہوئے تھے ویسے بندھے کے بندھے ساتھ لے کر سید صاحبؒ کے حضور میں حاضر ہوئے اور ان سب کو آپ کے سامنے رکھ کر خاموش اٹھ کر چلے آئے اور دوسری فجر کو اسی دیرینہ تہبند سے اپنا معمولی کام کرنے لگے تین چار روز تک وہ نوکر وہاں رہا مگر اس بات کا منتظر رہا کہ مولوی صاحب پٹنہ کا لایا ہوا وہ عمدہ جوڑا زیب تن کر کے میرے پژمردہ دل کو خوش کریں گے لیکن اس نے دیکھا کہ مولوی صاحب کی حالت میں ذرا بھی تغیر نہیں ہوا۔ آخر چند روز کے بعد مولوی صاحب نے اس کو رخصت کر دیا۔ اس نے یہ ساری کیفیت پٹنہ میں آکر بیان کی جس کے سننے سے صاحبدلوں کو سرور اور بیخبر دلوں کو رنج ہوا۔

؎ دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی　　دیوانۂ تو ہر دو جہاں راچہ کند

مولوی فتح علی کو عطیہ خلافت اس کیفیت کو سن کر مولوی فتح علی صاحب آپ کے والد ماجد مع مولوی فرحت حسین آپ کے چھوٹے بیٹے کے خود بریلی میں پہنچے اور ایک مدت دراز تک سید صاحبؒ کی خدمت میں رہ کر فیضیاب ہوئے۔

اس وقت رنجیت سنگھ والیٔ پنجاب کے مقابلہ اور جہاد کی تمام ہندوستان میں خبر عام ہوگئی اور سید صاحبؒ مع جملہ مجاہدین ملک یاغستان کو کوچ کرنے والے تھے۔ اس واسطے سید صاحبؒ نے مولوی فتح علی آپ کے والد کو بوجہ کبر سنی اور مولوی فرحت حسین کو بوجہ صغر سنی پٹنہ کو واپس کر دیا اور ان کو خلافت اور بیعت لینے کی اجازت عطا کی۔

مولانا ولایت علی کی سفارت برائے کابل مولوی ولایت علی صاحب مع مولوی عنایت علی صاحب اور مولوی طالب علی صاحب اپنے دونوں حقیقی بھائیوں اور مولوی باقر علی اور مولوی قمر الدین و میر عثمان علی صاحب اپنے قرابت داروں کے ہمراہ سید صاحبؒ کے ملک خراسان کو روانہ ہوگئے جب خراسان کو پہنچ کر رنجیت سنگھ سے جہاد شروع ہوا تو اس وقت سید صاحبؒ نے ہر ایک نواب اور خوانین صاحب حکومت کے پاس اپنے سفیر مع مراسلات ہدایت آیات کے بھیجے تھے ان سفیروں میں ایک مولوی ولایت علی صاحب بھی تھے۔ جو زمان شاہ والیٔ کابل اور دوست محمد خاں اس کے وزیر کے پاس مع مراسلوں کے بھیجے گئے تھے جب آپ کابل پہنچے تو زمان شاہ اور دوست محمد وغیرہ امراء بہت تعظیم و توقیر سے پیش آئے ایک عمدہ شاہی مکان آپ کے رہنے کے واسطے دیا گیا۔ ڈیڑھ مہینے کے قریب آپ کابل میں رہے روزانہ وعظ و نصیحت توحید و اتباع سنت اور ترغیب جہاد کرتے رہے اور پنجاب کے سکھوں نے جو جو مظالم مسلمان رعایائے پنجاب پر کئے تھے ان کو خوب واضح کر کے سنایا اور حمیت و غیرت اسلامی کا جوش دلایا۔

مولانا ولایت علی کا قصیدہ ایک روز اثنائے وعظ میں فی البدیہہ ایک قصیدہ نہایت عمدہ بہ زبانِ فارسی در بارۂ ردِّ شرک آپ نے بنا کر پڑھ دیا اس قصیدہ کو سن کر لوگ بہت متعجب ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ قصیدہ کسی قدیم شاعر جامی وغیرہ کا ہوگا۔ اس قصیدے کے چند ابیات بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں ؎

فرمود رسول آشکارا　　من نیز برادرم شمارا

من مشکلِ خود نمی کشایم　　بر غیر مرا کجاست یارا

کار پاکاں دعاست لیکن — تبدیل نمی کنند قضا را
مخصوص بحق بود عبادت — با بندہ بس ست یک مدارا
ہم درد تو دادۂ خدایا — ہم از تو طلب کنم دوا
جز ذاتِ خدا بہ پیش دیگر — ہرگز نہ برید ماجرا را
حاجت طلبی بغیر مولا! — عیب است غلام باوفا را
از شرک گریز صد منازل — دوزخ دائم مکن گوارا
فریاد کنید آں خدا را — کاں مے شنود ز تو دعا را
در قبر بود سوالِ اعمال — پرسند نہ حالِ کربلا را
مشرک شدہ زاہد و مشائخ — گیرند برائے زر ریا را
قرآن و حدیث را بپوشند — تبدیل کنند مدعا را
ہرگز نہ عبادتم نمائی — نہ غوث و قطبِ انبیا را
طاقت نہ بود سوائے ایزد — درویش و فقیر و اولیاء را
جز حق نبود کہ دست گیرد — مسکین و غریب و بینوا را
غیر از درِ شاہِ بندہ پرور — پیش کہ بریم التجا را
تو مشکلِ دشمناں کشائی — تا چند گزاری آشنا را
تو بندۂ بندگاں چرائی — بگذاشتی درِ خدا را
ہر کس کہ شریک با خدا کرد — در دوزخ و نار ساخت جا را
فرمود خدا کہ مردہ دگر — نشنیدہ گہے ز کس ندا را
تابوت و نشانِ قبر نیزہ — ایں جملہ بمثلِ سنگ خارا
عالم نہ نماز و روزہ مغرور — شرک و کفرش گرفت پا را
صد حیف کہ عالمانِ ایں دہر — کردند شعار خود دغا را
اے مومنِ پاک اے مسلماں — گر خواستی راہِ رضا را
قرآن و حدیث را بسر نہ — بگذار کلامِ ماسوا را ❊

مولانا ولایت علی کو ہندوستان جانے کا حکم

جب مولوی ولایت علی صاحب کابل سے واپس آئے تو اس وقت سید

صاحبؒ کو یہ الہام ہوا کہ ہندوستان کے جنوبی علاقے میں بھی کوئی ہادی بھیج کر دین حق کی ترویج کرنی چاہیئے۔ سو اس کام کے لئے مولوی محمد علی برادر خورد مولوی حیدر علی صاحب رامپوری جن کا سوانح اوپر تحریر ہو چکا اور مولوی ولایت علی صاحبؒ عظیم آبادی جن کے یہ واقعات ہیں تجویز کئے گئے۔ آپ نے ان دونوں بزرگوں کو اپنا خلیفہ مقرر کرکے دینِ حق کی ترویج کی غرض سے دکن کے علاقہ میں روانہ کر دیا۔ یہ دونوں بزرگ سید صاحبؒ کے عاشق تھے ان کو ہرگز سید صاحبؒ کی مفارقت گوارا نہ تھی انھوں نے بہت معذرت کی اور اس خدمت سے معافی چاہی لیکن سید صاحبؒ نے منظور نہ فرمایا۔ بلکہ مولوی ولایت علی صاحب کو یہ بھی فرمایا کہ مولانا ہم آپ کو تخم کرکے اٹھاتے ہیں (جس فقرے کے غالباً یہ معنی ہیں کہ اس تخم سے بہت سے پودے پیدا ہو کر یہ باغ ہمیشہ ہرا بھرا رہے گا) آخر کو یہ دونوں بزرگ بچشم گریاں مرشد کے حکم کو فرض اور ضروری سمجھ کر تعمیل کے لئے وہاں سے ہندوستان کو واپس آئے۔

مولانا ولایت علی کی حیدرآباد دکن میں آمد

ہندوستان پہنچ کر ان دونوں بزرگوں نے باہم مشورہ کیا اور مولوی محمد علی صاحبؒ مدراس روانہ ہوئے اور مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمۃ معروف بہ بڑے حضرت حیدرآباد دکن اور بمبئی کی طرف راہگیر ہوئے۔ مولوی محمد علی صاحب نے جو خدمات دا کیں ان کا ذکر تو اوپر ہو چکا اور مولوی ولایت علی صاحب معروف بہ بڑے حضرت پہلے حیدرآباد دکن پہنچے اور وعظ ونصیحت شروع کی اس شہر کے گلی کوچہ میں آپ کے وعظ کا چرچا ہوا۔ نواب مبارزالدولہ برادرِ حقیقی نواب ناصرالدولہ والئ حیدرآباد نے بھی آپ کے وعظ کا شہرہ سن کر چند عالم کیفیت دریافت کرنے کے لئے آپ کے پاس روانہ کئے جب وہ عالم آپ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور چند سوالوں کا جواب با صواب پایا تو وہ لوگ وہیں آپ کی بیعت سے مشرف ہو گئے اور نواب صاحب سے آپ کی خوبیوں کو بیان کیا نواب صاحب نے اور دو عالم جہان کے دربار میں نہایت معزز اور علم و فضل میں یکتائے روزگار تھے۔ یعنی مولوی زین العابدین اور مولوی محمد عباس صاحب کو آپ کی خدمت میں روانہ کیا۔ یہ دوسرے مولوی بھی آپ سے ہمکلام ہو کر فوراً بیعت سے مشرف ہو گئے اور نواب صاحب سے جا کر ان کی بزرگیوں کو بیان کیا۔

نواب مبارزالدولہ کی بیعت

اس وقت نواب صاحب کو بڑا شوق ہوا فوراً آپ کی دعوت کرکے آپ کو مکان میں بلا لیا اور چونکہ نواب

مبارز الدولہ خود عالم تھا آپ سے چند سوال کر کے اپنا اطمینان کر لیا پھر آپ کا وعظ سنا اور بیعت سے مشرف ہوگیا بڑے حضرت نے نواب صاحب کو پابندیٔ شریعت اور ترکِ محرمات کی نہایت تاکید کی اس روز سے نواب صاحب کا بھی رنگ بدل گیا۔ نواب صاحب کے گھر میں دو درجن سے زیادہ بیویاں تھیں انھوں نے اسی وقت چار بیویوں کو اپنے نکاح میں رکھ کر باقیوں کو طلاق دے کر اپنے مصاحبوں سے شادی کرادی اور تمام منہیات شرعی کو اپنے دربار سے دور کر کے متقیوں اور پرہیزگاروں کی طرح رہنے لگے۔

مولانا ولایت علی کی مراجعت عظیم آباد

بڑے حضرت حیدرآباد اور اس کے اطراف میں برابر دورے کرتے رہے اور اس ملک میں لاکھوں آدمی آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے حیدرآباد میں بڑے حضرت نے ایک رئیس سید حافظ کی لڑکی سے نکاح بھی کیا چنانچہ حیدرآباد ہی میں مولوی عبداللہ صاحب پسر کلاں بڑے حضرت کے سنہ ۱۲۴۴ھ میں پیدا ہوئے اس کے بعد بڑے حضرت بمبئی اور سورت کی طرف تشریف لے گئے آپ ملک دکن ہی میں تھے کہ یاغستان میں معرکۂ بالاکوٹ میں جہاد کا کام تتر بتر ہو کر حضرت سید صاحبؒ کی شہادت کی خبر مشہور ہو گئی ادھر عظیم آباد میں مولوی فتح علی صاحبؒ آپ کے والد کا انتقال ہو گیا اس لئے آپ نے وہاں سے عظیم آباد کی طرف مراجعت کی اور اثنائے راہ میں جبل پور اور برہان پور اور نرسنگھ پور و کندولی وسیونی وغیرہ۔ کا دورہ کرتے ہوئے اپنے عیال واطفال کے ساتھ اپنے مکان میں پہنچے۔ عظیم آباد پہنچ کر رحمت اللہ نام دوسرا لڑکا آپ کے ہاں پیدا ہوا۔ آپ نے عظیم آباد پہنچ کر ردِّ شرک وکفر و بدعت کا وعظ کہنا شروع کیا اور آپ کے عزیزوں کو سید صاحب کی شہادت کی خبر سن کر پژمردگی ہو گئی ان کو بھی اپنے کلمات طیبات سے تروتازہ کیا۔ پھر سبھوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ مولوی عنایت علی صاحب آپ کے منجھلے بھائی جو ایک مقدمہ معاش واقعہ لبنا پٹھلو کی ضلع شاہ آباد کی پیروی اور خبرگیری میں حیران و پریشان پھر رہے تھے ان کو اس سے چھڑا کر وعظ اور نصیحت کے لئے ملک بنگال روانہ فرمایا اور شاہ محمد حسین صاحبؒ خلیفہ سید صاحبؒ کو جو آپ کے ماموں ہوتے تھے محلہ نمو ہیہ کی مسجد کا امام اور واعظ مقرر کر کے جمعہ کی جماعت تاکید کی۔ اور دورہ چھپرہ اور مظفرپور وغیرہ بھی شاہ صاحب کے ذمہ مقرر کیا اور خود شہر کے اندر نواب فخرالدولہ کی مسجد میں جمعہ قائم کیا اور ہر جمعہ کو وہاں تشریف لے جا کر وعظ فرمایا کرتے۔ دو برس کے قریب آپ عظیم آباد میں رہے اس عرصہ میں ہزاروں خلقت کو فائدہ پہنچایا۔

مولانا ولایت علی کا حج بیت اللہ

دو برس کے بعد آپ کچھ عرصہ ملک بنگال میں رہ کر خلقت کو ہدایت کرتے رہے پھر سفر حج کا ارادہ کر کے مع اہل و عیال و اطفال خود مکہ معظمہ میں پہنچے۔ حج و زیارت مدینہ منورہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ ملک یمن روانہ ہو گئے اور تمام اطراف یمن اور نجد و اسیر و مسقط و حضرموت و سواکن و مخا و ہدیدہ میں دورہ سیر کرتے رہے اور قاضی علی شوکانی سے ملاقات کر کے ان سے حدیث کی سند لی اور ان کی تصانیف سے چند کتابیں مثلاً ذرۃ البہیہ وغیرہ ان سے لیں اسی دورہ سیر میں آپ کا دوسرا بیٹا رحمت اللہ نام کا انتقال ہو گیا اور اس کا نعم البدل مولوی ہدایت اللہ تیسرا لڑکا بمقام ہدیدہ آپ کے ہاں پیدا ہوئے جب چند سال کے بعد آپ ملک عرب سے مراجعت کر کے بمقام کلکتہ پہنچے تو عبدالرحمن چوتھا لڑکا آپ کے ہاں تولد ہوا۔ کلکتہ سے چل کر بنگال کا دورہ کرتے ہوئے اپنے بھائی عنایت علی صاحب کو جو اس وقت تک بنگال میں تھے ساتھ لے کر عظیم آباد پہنچے۔ عظیم آباد میں پہنچ کر مولوی عنایت علی صاحبؒ کو سکھ قوم اور گلاب سنگھ کے مقابلہ کے لئے بالاکوٹ روانہ کیا اور خود بنگال اور صوبہ بہار کے لوگوں کی ہدایت کے لئے مصروف ہوئے۔

مولوی ولایت علی کی کرامت

انھیں دنوں کا ذکر ہے کہ ایک دن حکیم عبدالصاحبؒ ولد حکیم قادر بخش صاحب ساکن محلہ دیوان گوڑھ آپ کے ساتھ جمعہ پڑھنے اور وعظ سننے کے لئے نواب فخرالدولہ کی مسجد میں تشریف لائے اور آپ کا وعظ سنا بمجرد وعظ سنتے ہی حکیم عبدالصاحب کا رنگ بدل گیا۔ وعظ ختم ہونے کے بعد فوراً آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور عرض کیا کہ کل آپ کی دعوت ہے غریب خانہ کو اپنے قدم کی برکت سے رونق دیکر ماحضر تناول فرمائیں۔ آپ نے پوچھا کہ صرف ہماری ہی دعوت ہے یا ہمارے ہمراہیوں کی بھی حکیم صاحب نے یہ سمجھ کر کہ شاید دو چار آدمی آپ کے ہمراہ ہوں گے عرض کیا کہ آپ مع ہمراہیوں کے تشریف لائیں۔ خیر حکیم صاحب رخصت ہو کر اپنے گھر چلے گئے دوسرے دن کوئی آٹھ دس آدمیوں کا کھانا حکیم صاحب نے تیار کرایا ادھر مولوی صاحب مع تین سو آدمیوں کے جو آپ کے ہمراہ تھے دوسرے دن حکیم صاحب کے مکان پر پہنچے حکیم صاحب نے جب اتنے آدمیوں کو دیکھا تو رنگ فق ہو گیا اور نہایت مضطرب اور بے قرار دل ہو کر کہنے لگے کہ اس وقت اتنے آدمیوں کا کھانا کیسے تیار ہو سکے گا۔ بڑے صاحبؒ نے ان کے چہرہ کا رنگ دیکھ کر فراست سے معلوم کر لیا کہ ان پر کوئی مشکل آن پڑی ہے۔ حکیم صاحب کو تخلیہ میں بلا کر پوچھا۔ حکیم صاحب نے کل کیفیت عرض کر دی تب بڑے

حضرت نے انکی بہت تسلی تشفی کی اور کہا گھبراؤ مت ذرا وہ کھانا مجھ کو دکھلاؤ حکیم صاحب بڑے حضرت کو ساتھ لے کر باورچی خانے میں گئے حضرت نے ملاحظہ کے بعد فرمایا کہ سب روٹی اور قلیہ اور پلاؤ وغیرہ کو ایک جگہ جمع کرو جب سب جمع ہو گیا تو آپ نے ایک بڑی چادر منگا کر اس پر ڈھانپ دی اور ہر ایک کھانے میں سے تھوڑا تھوڑا تناول فرما کر اپنا پس خوردہ اس میں ڈال دیا اور برکت کے واسطے دعا کی اور فرمایا کہ اس کو اسی طرح سے ڈھکا رہنے دو اور اسی چادر کے نیچے سے نکال کر لوگوں کو کھلانا شروع کرو چنانچہ حکیم صاحب نے بموجب حکم آپ کے ویسا ہی کیا۔ جتنے آدمی آپ کے ہمراہ تھے سب نے سیر ہو کر کھا لیا اور کھانا جیسا تھا ویسا ہی باقی رہا بڑے حضرت کی یہ کرامت دیکھ کر حکیم صاحب بڑے معتقد ہوئے اس وقت تک یہ حکیم صاحب زندہ موجود ہیں۔

مولوی زین العابدین اور مولوی محمد عباس کی عظیم آباد میں آمد

انھیں دنوں میں نواب مبارز الدولہ حیدرآبادی اور ان کے بھائی ناصر الدولہ میں آن بن ہو کر انگریزی سرکار تک نوبت پہنچی اور نواب مبارز الدولہ قید ہو گئے اس سبب سے مولوی زین العابدین اور مولوی محمد عباس حیدرآبادی مع اور چند علماء کے بھاگ کر عظیم آباد پہنچے مولوی ولایت علی صاحب نے ان کو بہت خاطرداری سے اپنے مکان میں رکھا اور پھر ہر ایک کو خلعتِ خلافت کا عطا کر کے بنگال اور اڑیسہ اور الٰہ آباد وغیرہ کو روانہ کر دیا۔ انھیں دنوں میں مولوی احمد اللہ صاحبؒ اور مولوی فیاض علی صاحب اور مولوی یحییٰ علی صاحب و مولوی اکبر علی صاحب ہر چہار پسران مولوی الٰہی بخش صاحب نے بڑے حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی اور مولوی عبدالکریم پانچویں بیٹے آپ کے ہاں پیدا ہوئے مولوی عبدالکریم موصوف ابھی چند مہینے کے تھے کہ آپ کی حیدرآباد والی بیوی کا انتقال ہو گیا۔

بیوہ قمر الدین سے مولانا ولایت علی کا نکاح

اس عرصہ میں مولوی الٰہی بخش صاحب نے بڑے حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی۔ تب مولوی الٰہی بخش صاحب نے اپنی بیوہ دختر کا (جسکے شوہر مولوی قمر الدین صاحب معرکۂ بالا کوٹ میں شہید ہو چکے تھے) نکاحِ ثانی مولوی ولایت علی سے کرا دیا یہ سب سے پہلا نکاحِ ثانی تھا جو عظیم آباد کے شریف اور نامی خاندانوں میں ہوا اس نکاح کا عظیم آباد اور اس کے اطراف میں بڑا شور و غل ہوا۔ اس نکاح کے بعد بڑے حضرت نے اس سنت نکاحِ ثانی کو خوب جاری کیا اور ہزاروں بیواؤں کے نکاح کرا دیے شمس العلماء مولوی محمد حسن صاحب مرحوم

آپ کے چھوٹے بیٹے اسی نکاح ثانی مولوی الٰہی بخش کی دختر کے بطن سے پیدا ہوئے۔

مولانا ولایت علی کی روانگی بالاکوٹ

مولوی محمد حسن صاحب ابھی چند مہینے کے تھے کہ مولوی ولایت علی صاحبؒ مولوی فیاض علی صاحبؒ و مولوی یحییٰ علی صاحبؒ اور مولوی اکبر علی صاحبؒ پسران مولوی الٰہی بخش صاحبؒ کو ساتھ لے کر بالاکوٹ تشریف لے گئے اور یہاں مکان پر اپنے چھوٹے بھائی مولوی فرحت حسین صاحبؒ کو اپنا جانشین مقرر کر گئے اور مولوی عبداللہ صاحب اپنے بڑے صاحب زادہ کو بھی اپنے ساتھ لے گئے اور سب عیال و اطفال کو یہیں چھوڑ گئے۔ بالاکوٹ میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ مولوی عنایت علی معروف بہ منجھلے حضرت تین برس سے مہاراجہ گلاب سنگھ والیٔ کشمیر سے برسرِ پیکار تھے۔

مولانا ولایت علی کی بیعت امارت

بڑے حضرت کے پہنچنے پر منجھلے حضرت نے سارا جہاد کا معاملہ بڑے حضرت کے سپرد کر کے آپ مع جملہ مجاہدین کے بیعتِ امارت آپ کے ہاتھ پر کر لی وہاں پہنچ کر ڈیڑھ برس تک آپ بھی گلاب سنگھ کے ساتھ جنگ میں مصروف رہے اس اثنا میں ملک پنجاب انگریزی گورنمنٹ کے تصرف میں آگیا تھا۔ جب مہاراجہ گلاب سنگھ کا بہت سا ملک مجاہدین کے قبضہ میں آگیا اور وہ ان سے مقابلہ کی تاب نہ لا سکا تو اوّل اس نے مولوی صاحب سے صلح کی درخواست کی مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہماری تیری کچھ دشمنی نہیں ہے مگر تو ہمارے مسلمان بھائیوں کو جو تیری رعایا ہیں تکلیف دیتا ہے اور آزادانہ طور پر عبادت اور رسومات مذہبی ادا کرنے نہیں دیتا اس وجہ سے بوجہ ہمدردی اور حمیتِ اسلامی بپاسِ خاطر ان مظلوموں کے ہم تجھ سے لڑتے ہیں سو تو مثل رعایائے انگریزی ان کو آزادی دے اور اذان اور گاؤکشی وغیرہ اپنے ملک میں اعلانیہ ہونے دے یا تو اسلام قبول کر پھر ہم سارا ملک مفتوحہ تجھ کو واپس دے کر تازیست تیری چاکری میں رہیں گے۔ اس نے بوجہ تعصب اور نخوت کے ان شرطوں کو قبول نہیں کیا اور وہاں سے مایوس ہو کر سرکار انگریزی سے رجوع کر کے اعانت کا خواہاں ہوا۔

انگریزی سرکار کا مولانا ولایت علی کے نام خط

اس وقت انگریزی سرکار نے ایک خط بنام مولوی ولایت علی صاحب اس مضمون کا لکھا کہ گلاب سنگھ نے سرکار انگریزی سے معاہدہ کیا ہے اور اس معاہدہ کے موجب وہ گورنمنٹ انگریزی کی حمایت میں ہے اس وقت اس سے لڑنا عین گورنمنٹ سے لڑنا ہے لہٰذا تم کو چاہیئے کہ اب

اس کے ساتھ لڑائی بند کر دو۔

سید ضامن شاہ کی غداری اس تحریر کے تھوڑے دن بعد انگیو صاحب اور لمزن صاحب دو افسر مع کسی قدر فوج کے مہاراجہ گلاب سنگھ کی مدد کے لئے بھیجے گئے انھوں نے اس ملک کے ایک کنارہ پر اپنا لشکر قیام کیا۔ اس ملک کے لوگوں کو مجاہدین سے برگشتہ کرنے کے لئے ترغیب و تحریص دے کر ایک روز مقررہ میں سارے ملکِ مفتوحہ میں غدر کرا دیا اس روز جا بجا آپ کے عمال اور اہالیانِ پولیس قتل کئے گئے اور سید ضامن شاہ رئیس بالاکوٹ جو مجاہدین کا اصل معاون تھا وہ بھی بے وفا ہو گیا تب مولوی صاحبوں نے اس ملک کو ترک کر کے سوات کے ملک میں سید اکبر شاہ صاحب کے پاس جانا چاہا مگر بالاکوٹ سے سوات تک جانے کا راستہ انگریزی عملداری میں پڑتا تھا اس لئے ان حضرات نے انگریزی فوج کے افسران سے گذر جانے کی اجازت چاہی انھوں نے خوشی سے اس درخواست کو منظور کر کے یہ اقرار نامہ لکھ کر بھیج دیا کہ با امن و امان آپ کو انگریزی سرکار کی عملداری سے گذر کر ملک سوات میں جانے کی اجازت ہے

انگریزوں کی بدعہدی تب یہ دونوں حضرات مع لشکر مجاہدین اور روہیلوں کے، جو ان کی نوکری میں تھے ملک کاغان یعنی بالاکوٹ سے سوات جانے کے لئے روانہ ہو کر جب سرکاری عملداری میں پہنچے تو انگریزی فوج نے ان کا محاصرہ کر لیا اور وہ افسران جنھوں نے با امن و امان عملداری انگریزی سے عبور کرانے کا وعدہ کیا تھا انگریزی فوج سے تبدیل ہو گئے اور انگریزی فوج کے کمانڈروں نے اس عہد نامہ کو اس دلیل سے کالعدم کر دیا کہ ان افسروں کو ایسا عہد کرنے کا اختیار حاصل نہ تھا۔ کیونکہ انھوں نے اپنی رائے سے یہ عہد کیا تھا اور گورنمنٹ انگریزی کی اجازت حاصل نہ تھی اس واسطے اس کی تعمیل ہم پر لازمی نہیں ہے اس وقت مجاہدین اور روہیلہ فوج لڑنے کو تیار تھی مگر مولوی ولایت علی صاحب نے اپنی عادل گورنمنٹ سے لڑنے کو قرینِ مصلحت نہ سمجھ کر انگریزی سرکار کے افسروں کی اطاعت قبول کر لی ان افسروں نے ان کو مع مجاہدین سوات بھیجنے کی بجائے لاہور روانہ کر دیا۔ راہ سے بہت سے مجاہدین خفیہ طور پر خلافِ مرضی ان حضرات کے فرار ہو کر ملک سوات کو چلے گئے اور مقام ستھانہ جا کر مقیم ہو گئے یہ مجاہدین مقیم ستھانہ تین سو آدمیوں کے قریب تھے اور میر اولاد علی صاحب ایک بڑے بہادر اور شجاع آدمی ان کے امیر دا افسر تھے۔

مولانا ولایت علی کی لاہور میں آمد یہ دونوں حضرات مع فوج و توپ خانہ وغیرہ سامان

جنگسد کے افواج انگریزی کی زیر نگرانی لاہور پہنچے ان ایام میں جان لارنس صاحب بہادر پنجاب کے چیف کمشنر تھے۔ چیف کمشنر صاحب بہادر نے دو منزل آگے بڑھ کر مولوی صاحبوں کا استقبال کیا اور نہایت گرم جوشی سے ان کو لاہور لاٹے اور بہت تعریف اور مدح شجاعت اور ہمدردی ان حضرات کی کر کے ضامن تھا: رئیس بالاکوٹ پر اس کی بے وفائی کی وجہ سے بہت نفرین کی اور بہت سی گفتگو کے بعد جان لارنس صاحب بہادر اور ان دونوں حضرات کے درمیان یہ بات قرار پائی کہ دونوں حضراتؒ مع ہندوستانی مجاہدین کے اپنے وطن کو واپس جائیں اور تمام اسلحہ جات مع توپ خانہ انگریزی سرکار کے ہاتھ فروخت کر کے روہیلوں کی بقایا تنخواہ دے کر ان کو برخاست کر دیں اس وقت صرف تقریباً پانچ سو مجاہدین آپ کے پاس رہ گئے تھے۔

مولانا ولایت علی کی روانگی پٹنہ سرجان لارنس صاحب بہادر نے ایک روز گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے مولوی صاحب کی مع کل مجاہدین کے دعوت کی اور دوسرے روز خود صاحبِ ممدوح نے اپنی طرف سے سارے قافلہ کی دعوت کی تیسرے روز مولوی رجب علی صاحب نے جو چیف کمشنر پنجاب کے میر منشی تھے دعوت کی اس کے بعد اپنے خرچ سے انگریزی سرکار نے بہ اہتمام واکرام مولوی صاحب کو مع بقیہ مجاہدین کے پٹنہ پہنچا دیا۔

مولانا ولایت علی اور مولانا عنایت علی کے مچلکے جب یہ حضرات پٹنہ پہنچے تو پہلے صاحب کمشنر پٹنہ کی کوٹھی پر تشریف لے گئے اس روز تمام شہر آپ کے دیدار کے واسطے کمشنر صاحب کی کوٹھی پر حاضر تھا کمشنر صاحب نے بڑے تپاک سے باہر نکل کر آپ کا استقبال کیا اور اندر لے جا کر کرسیوں پر بٹھایا اور فرمایا کہ گورنمنٹ کا حکم ہے کہ آپ دونوں آدمیوں سے دو دو سو روپے کا مچلکہ دو برس کا لیا جائے اسی وقت دو مچلکے تحریر ہو کر داخل ہو گئے۔

مولانا ولایت علی کی رشد وہدایت پھر وہاں سے آپ رخصت ہو کر اپنے مکان کو تشریف لے آئے اور بدستورِ سابق وعظ اور نصیحت اور مراقبہ ومشاہدہ میں مصروف ہو گئے بڑے حضرت کا دستور تھا کہ بعد نماز صبح خود لوگوں کو توجہ دیتے اور نوآموز لوگ تعلیم کے لئے مولوی فیاض علی صاحبؒ اور مولوی یحییٰ علی صاحبؒ اور اکبر علی صاحبؒ کے حوالے کئے جاتے اور بعد نماز ظہر درس ہوتا اور حضرت کے بڑے لڑکے مولوی

عبداللہ صاحب قاری ہوتے اور دوسرے سب طلباء و علماء اور فضلاء ایک ایک تفسیر یا کتاب حدیث جس کا سبق ہوتا اپنے ہاتھوں میں لے کر بیٹھتے اس وقت صدہا مرید اس درس کے سننے کے لئے جمع ہوتے نمازِ ظہر سے نمازِ عصر تک یہی مشغلہ رہتا چند ماہ کے بعد مولوی عنایت علی معروف بہ منجھلے حضرت بنگال کے دورہ پر تشریف لے گئے۔

بیوۂ اکبر علی سے مولانا عنایت علی کا نکاح

اسی اثناء میں مولوی اکبر علی صاحب فرزند خورد مولوی الٰہی بخش صاحب کا بعارضہ وبائی انتقال ہوگیا۔ ان کی بیوہ کا جو شاہ محمد حسین صاحب کی چھوٹی صاحبزادی تھیں بعد انقضائے ایام عدت منجھلے حضرت سے نکاحِ ثانی ہوگیا یہ دوسرا نکاحِ ثانی اس عالی خاندان میں تھا جو بڑی دھوم دھام سے سرانجام پایا اس روز تمام اہلِ برادری اور مرید جمع ہوئے اور ولیمہ کی دعوت کی گئی اس نکاح میں دو سنّتِ نبوی پر عمل ہوا ایک تو نکاحِ ثانی۔ دوسرے یہ کہ جناب منجھلے حضرت بروزِ نکاح وہاں موجود نہ تھے صدہا کوس کے فاصلے پر بنگال میں تھے یہاں انکی طرف سے نیابتہً بڑے حضرت نے ایجاب و قبول کیا اور جیساکہ نجاشی بادشاہ حبش نے امّ المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرکے ان کو مدینہ منورہ بھیج دیا تھا اسی طرح سے بڑے حضرت نے اس نکاح کو انجام دیکر اس بی بی کو کشتی پر سوار کرا کے مع چند ہمراہیان معتمد اور محرم کے منجھلے حضرت کے پاس بنگال روانہ کردیا۔

مولوی محمد فصیح کا مولانا ولایت علی سے مناظرہ

انہیں دنوں میں جب چرچا عمل بالحدیث اور آمین بالجہر اور رفع یدین کا اس شہر میں بڑے حضرت کی برکت سے ہوا۔ فرقہ مقلدین شہر پٹنہ نے مولوی محمد فصیح صاحب غازی پوری کو خط بھیج کر مقابلہ اور مباحثہ اہلِ حدیث کے واسطے بلایا اور ان سے وعدہ کیا کہ اگر تم بحث اور گفتگو میں اہلحدیث کو مغلوب کردو گے تو دو ہزار روپے ہم تم کو دیں گے۔ مولوی محمد فصیح صاحب حسب الطلب اہلِ شہر کے تشریف لائے اور مولوی منوّر علی صاحب ایک بڑے عالم اور رئیسِ اعظم پٹنہ کے مکان پر فروکش ہوئے مولوی منوّر علی صاحب اور شمس العلماء مولوی محمد سعید صاحب نے مولوی محمد فصیح صاحب کو اس مباحثہ سے منع کیا مگر انھوں نے نہ مانا۔ آخر بحث کے واسطے ایک روز مقرر ہوا اس روز بڑے حضرت نے مولوی محمد فصیح اور ان کے ہمراہیوں کی دعوت کی اور بہت سے علماء و فضلاء اور خاص و عام شہر کے بیچ جمع

ہوئے۔ جب مولوی محمد فصیح صاحب بڑے حضرت کے مکان پر پہنچے تو بڑے حضرت نے اس خیال سے کہ مجلس عام میں گفتگو ہونے سے انسان حق کو قبول کرنے سے شرم کرتا ہے اور خواہ مخواہ ہٹ کرتا رہتا ہے مولوی محمد فصیح صاحب کو ایک علیحدہ کمرہ میں لے جا کر .... چند خاص لوگوں کی موجودگی میں فرمایا کہ میں حنفی المذہب ہوں اور یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ اگر کوئی حنفی کسی حدیث صریح غیر منسوخ کو دیکھ کر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے خلاف اس پر عمل کرے تو وہ مذہب حنفی سے خارج نہیں ہوتا بفحوائے قول امام علیہ الرحمۃ اُتْرُكُوا قَوْلِي بِخَبَرِ الرَّسُولِ (یعنی میرے قول کو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ترک کر دو) یہ رفع یدین اور آمین بالجہر سنت ہیں اور ان کا ثبوت ہونا بعض حنفیوں کے نزدیک بھی ثابت ہے جب یہاں تک بڑے حضرت فرما چکے تو مولوی فصیح صاحب نے فرمایا کہ ان کا سنت ہونا عند بعض الحنفیہ ثابت کرائیے اسی وقت تصانیف شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور حضرت فاخرالدین صاحب الہ آبادی وغیرہ وغیرہ پیش ہوئیں۔

مولوی محمد فصیح کا اعتراف

ان کتابوں کے ملاحظہ کے بعد مولوی محمد فصیح صاحب نے اقرار کیا کہ مولوی ولایت علی صاحب حق پر ہیں اور ترجیح بالدلیل پا کر اگر کوئی شخص کسی دوسرے امام کے قول پر عمل کرے تو مذہب حنفی سے خارج نہیں ہوتا جب تخلیہ میں یہ بات طے ہو چکی تو بڑے حضرت مع مولوی محمد فصیح صاحب کے مجمع عام میں تشریف لائے وہاں مولوی محمد فصیح صاحب نے باآواز بلند پکار کر فرمایا کہ یہ لوگ حق پر ہیں جو ان کا مذہب ہے وہی ہمارا مذہب ہے اور جو ہمارا مذہب ہے وہ ان کا مذہب ہے ہم دونوں ایک ہیں اسی وقت جلسہ برخاست ہو گیا۔

مولوی محمد فصیح کا مولانا ولایت علی سے جلسہ عام میں مناظرہ

جب مولوی فصیح صاحب بڑے حضرت کے مکان سے رخصت ہو کر محلہ نودی کٹرہ اپنے جائے قیام پر تشریف لے گئے تو ان کے مریدوں نے اور خاص کر ان لوگوں نے انھیں دو ہزار روپے دینے کے وعدے پر بلایا تھا بہت شور و غل مچایا اور کہا کہ آپ نے ہنسی اڑوادی اور پھر ان کو ایسا دبایا کہ وہ دوبارہ بحث کرنے کو مستعد ہو گئے اور ان لوگوں نے یہ چاہا کہ اس دفعہ تخلیہ میں بحث نہ ہو ہمارے سامنے جلسۂ عام میں گفتگو ہو اور مولوی واعظ الحق صاحب اور نیز دیگر علماء اس دفعہ ان کی تائید کے واسطے مقرر ہوئے آخر مولوی محمد فصیح صاحب مع معاونین بحث کے ارادے سے دوبارہ مولوی الٰہی بخش صاحبؒ کے مکان پر تشریف لائے اور از سر نو جلسہ

تمام میں بحث ہونی شروع ہوئی۔ بڑے حضرت مولوی فیاض علی صاحبؒ کو ان کے مقابلہ کے واسطے مقرر کر کے آپ وہاں سے الگ ہو گئے۔ مناظرہ شروع ہوا۔ مولوی یحییٰ علی صاحب اور مولوی حکیم امداد حسین صاحب کتابیں کھول کھول کر مقامات زیر بحث دکھلانے لگے۔

مولوی محمد فصیح کا تحریری اعتراف الغرض تھوڑی سی گفتگو کے بعد مولوی محمد فصیح صاحب شش و پنج کے پھر معترف اور مقر ہوئے اس وقت ان کو کہا گیا کہ آپ کا زبانی اعتراف اور اقرار معتبر نہیں ہے اس اقرار کو ضبط تحریر میں لانا چاہیئے چنانچہ وہ تمام مباحث بطور مختصر اسی وقت لکھے گئے جن کا خلاصہ یہ تھا کہ حنفی مذہب والا اگر باوجہ ترجیح بالدلیل کسی حدیث صحیح صریح غیر منسوخ پر مثل آمین بالجہر یا رفع یدین وغیرہ کے عمل کرے تو وہ اپنے امام کی تقلید سے خارج نہیں ہوتا اسی مجمع میں مولوی محمد فصیح صاحب نے اس کاغذ پر مہر کردی۔ ہر چند مولوی واعظ الحق صاحب وغیرہ نے شور و غل کر کے ان کو مہر کرنے سے منع کیا تھا مگر مولوی محمد فصیح صاحب ایسے بے ڈھب پھنسے تھے کہ مہر کرنے کے سوا ان کو کوئی راہ مخلصی کی نظر نہ آئی۔

مولوی فرحت حسین کی دوسری شادی اس قیام شہر پٹنہ میں بڑے حضرت نے ایک اور سنّت ادا کی اور وہ یہ ہے کہ وہاں کے شریفوں کا دستور تھا کہ جبکہ زوجہ اوّل زندہ ہے کوئی برادری والا اس کی شادی کے واسطے اپنی بیٹی نہ دیتا تھا اس خلافِ سنّت رسم کو توڑنے کے واسطے بڑے حضرت نے حکیم احمد علی صاحب کی ایک دختر کی شادی مولوی فرحت حسین معروف چھوٹے حضرت سے کرادی حالانکہ پہلی بیوی زندہ موجود تھیں دوسری لڑکی کی شادی زوجۂ اوّل کی موجودگی کے باوجود حکیم امداد حسین سے کرادی یہ دونوں شادیاں بھی بڑی دھوم دھام سے ہوئیں اور تمام برادری جمع کی گئی اور اس رسم بد کو ہمیشہ کے واسطے اٹھوا دیا۔

مولانا ولایت علیؒ کی بیقراری اور اضطراب میعادِ مچلکہ دو برس گزرنے کے بعد بڑے حضرت نے وہ مچلکہ واپس لے لیا بڑے حضرت کو ہندوستان میں واپس آنے کا نہایت رنج و ملال تھا۔ اکثر دوپہر دن کو اور راتوں کو زیرِ آسمان کھڑے ہو کر اور سجدے میں سر رکھ کر نہایت بیقراری اور اضطراب کے ساتھ اس ملک سے نکلنے کی دعائیں کیا کرتے تھے اور کبھی یہ شعر اپنے حسب حال ترنم فرماتے تھے۔

اب کے مت کھولو تم مجھے گلستاں سے ۔۔۔ میرا دامن بندھے تو باندھو دوگی کے گریباں سے

جب میعاد جھلکہ کے دو برس پورے ہونے میں چند مہینے باقی رہے تو آپ نے اپنے دولت خانہ کو فرش فروش سے جھاڑ فانوس شیشہ و آلات سے بہت آراستہ و پیراستہ کیا اور اصطبل میں عمدہ عمدہ گھوڑے خرید کر باندھے اور عمدہ عمدہ رنگ کے کبوتروں سے کبوتر خانہ بھروایا۔ دیکھنے والوں کو یقین ہوتا تھا کہ اب آپ خوب دنیا میں پھنس گئے اب کبھی اس مکان اور آرائش کو چھوڑ کر نہ جائیں گے لیکن جب جھلکہ کی میعاد پوری ہوئی آپ یک بیک اس دولتِ دنیا سے ہاتھ جھاڑ کر کھڑے ہو گئے اور اپنے چند مخلص احباب کو ساتھ لے کر بارادۂ ہجرت چلدیئے۔

مولانا ولایت علی کی پٹنہ سے روانگی

مولوی عبداللہ صاحب اور مولوی فیاض علی صاحب کو حکم دے گئے کہ تم سفر کا اسباب تیار کرا کے اور گاڑیوں پر لدوا کر مع عیال و اطفال کے چلے آنا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آراستگی مکان سے آپ کو نفس کا امتحان منظور تھا کہ ایسے اسباب طرب و نشاط کو دفعۃً چھوڑ دینا نفس پر دشوار ہے یا نہیں آپ پٹنہ سے روانہ ہو کر اپنی زمینداری کے ایک موضع موسوم گوڈھانا میں جو پٹنہ سے سات کوس جانبِ مغرب واقع ہے پہنچے۔ جب شہر والوں کو آپ کے کوچ کرنے کی خبر معلوم ہوئی تو صدہا آدمی وہاں جا کر آپ کے شریکِ سفر ہو گئے۔ جب آپ گوڈھانہ سے آگے روانہ ہوئے تو تقریباً اڑھائی سو آدمی آپ کے ساتھ ہو گئے گوڈھانا سے چل کر موضع کوئیلور میں جو دریائے سون کے کنارے پر ہے مقام ہوا۔ حاجی امام علی صاحب رئیس کوئیلور نے آپ کی دعوت کی تیاری کی مگر آپ نے ان سے پوچھا کہ کچھ ستو آپ کے ہاں نہیں ہے؟ انھوں نے کہا کہ حلواہا وغیرہ کے دینے کے لئے ہم لوگ اپنے گھروں میں ستو تیار رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ دعوت کا لمبا چوڑا بکھیڑا مت کرو۔ وہی ستو لاؤ انھوں نے لاچار ستو حاضر کر دیئے۔ آپ نے بڑی بڑی مٹی کی ناندوں میں جو بیلوں کے کھانے کے واسطے وہاں موجود تھیں صاف اور پاک کرلینے کے بعد اس ستو کو ان میں گھلوایا اور تمام قافلہ کو مع اپنے اہل و عیال کے وہی ستو کھلایا وہاں سے کوچ کر کے آپ آرا پہنچے۔

چودھری ہدایت بشیر کی مولانا ولایت علی کی دعوت

اور چودھری ہدایت بشیر صاحب کے مکان میں فروکش ہوئے چودھری صاحب بڑے ذی مقدور آدمی تھے انھوں نے حسبِ حیثیت خود بڑے ٹھاٹھ کا کھانا تیار کرانا چاہا۔ بڑے حضرت نے فرمایا کہ اب دوپہر ہو گئی ہے اگر آپ ہم کو آرام دینا چاہیں تو جو میں کہوں اس کو قبول کیجئے چودھری صاحب نے منظور کر لیا تب آپ نے فرمایا کہ کچھ چاول اور دال جو اتنے آدمیوں

کے واسطے کفایت کرے مع ایک دیگ ہم کو دید یجئے۔ چودھری صاحب نے بموجب حکم کے چاول اور دال اور ایک دیگ حاضر کر دی۔ بڑے حضرت نے اسی وقت کھچڑی پکوا کر اپنے اہل وعیال اور اطفال سمیت سارے قافلہ میں تقسیم کر دی اور آرام سے سو رہے۔

مولانا ولایت علی کا غازی پور میں استقبال

وہاں سے چل کر غازی پور پہنچے۔ مولوی محمد فصیح صاحب جن کا ذکر اوپر آچکا ہے آپ کا استقبال کر کے اپنے مکان میں لے گئے اور چند روز تک مہمان رکھا ایک روز مولوی محمد فصیح نے درخواست کی کہ میرے والد ماجد کی قبر یہاں بہت نزدیک ہے اگر آپ وہاں تک تشریف لے جاکر مراقبہ اور دعا کریں تو باعث کمال مشکوری کا ہوگا۔ بڑے حضرت نے منظور کر لیا اور وہاں تشریف لے گئے اوّل دعاءِ مغفرت کی اور پھر مولوی یحییٰ علی صاحب سے قبر پر مراقبہ کرایا۔

مولوی محمد فصیح کے والد کی قبر پر مولوی یحییٰ کا مراقبہ

مولوی یحییٰ علی صاحب سے مولوی محمد فصیح کے والد کی مراقبہ میں ملاقات کے دوران بہت سی باتیں ہوئیں منجملہ ان باتوں کے ایک بات یہ بھی تھی کہ ایک کتاب جو مولوی محمد فصیح صاحب کے والد کی رکھی ہوئی تھی تلاش کے باوجود مولوی محمد فصیح صاحب کو نہیں ملتی تھی اس کا پتہ نشان ان کے والد نے بتلا دیا کہ فلاں جگہ رکھی ہوئی ہے۔ مراقبہ سے فراغت کے بعد جب مولوی یحییٰ علی صاحب نے ان کے والد کی صورت شکل اور اس کتاب کا پتہ نشان بتلایا اور اس پتہ پر کتاب مل گئی تو مولوی فصیح صاحب بڑے حضرت اور مولوی یحییٰ صاحب کے بڑے معتقد ہو گئے کہ دونوں وقت اپنے ہاں سے کھانا لا کر ان دونوں حضرات کو کھلاتے اور پس خوردہ کو اپنے گھر لے جاکر بطور تبرک آپ کھاتے اور گھر والوں کو کھلاتے۔

مولانا ولایت علی کا دہلی میں قیام

آپ غازی پور سے چل کر خلق اللہ کو ہدایت کرتے ہوئے ڈیڑھ برس کے عرصہ میں دہلی پہنچے اگر آپ کے ہر ہر مقام کے عجائب حالات اور کرامات کو یہاں پر درج کروں تو کتاب طویل ہو جائے گی اس واسطے میں غازی پور سے جست لگا کر اور اس ڈیڑھ سال کے حالات کو نظر انداز کر کے صرف دہلی کا کسی قدر حال سنانا چاہتا ہوں۔ دہلی میں ایک مہینے کے قریب آپ کا قیام رہا گاہے جامع مسجد اور گاہے مسجد فتح پوری میں ہر روز جمعہ آپ وعظ کرتے۔ دہلی میں آپ کے وعظ کا شہرہ ہو گیا تقریباً تمام اہلِ دہلی اور اطراف و جوانب سے آکر آپ کے وعظ میں شریک ہوتے۔

ملکہ زینت محل کی مولانا ولایت علی کی دعوت

مولوی امام علی صاحب جو زینت محل

کے استاد تھے آپ کے مرید ہوئے اور آپ کے اوصاف زینت محل اور بادشاہ سے جا کر بیان کئے بادشاہ اور زینت محل کی طرف سے آپ کی دعوت کا پیام آیا۔ اول تو آپ نے انکار کیا مگر زینت محل اور ان کے استاد کے بے حد اصرار اور کمالِ آرزو کی وجہ سے مجبوراً آپ نے قبول کیا اس دن بادشاہ نے دیوانِ خاص میں اجلاس فرمایا اور تختِ شاہی کے نیچے فرش مکلّف بچھوایا بڑے حضرت مع صاحبزادگان اور اہلِ قافلہ کے جو تقریباً پچھتر آدمیوں کے ہوں گے قلعہ میں تشریف لے گئے۔

بہادر شاہ ظفر اور مولانا ولایت علی کی گفتگو

بادشاہ نے تخت سے اتر کر لبِ فرش تک استقبال کر کے بڑے حضرت سے معانقہ اور مصافحہ کیا اور پھر کے ہمراہیوں میں ہر ادنیٰ و اعلیٰ سے مصافحہ کیا اور پھر تخت کے نیچے جو مسند تکیہ لگا ہوا تھا اس پر ایک طرف بڑے حضرت کو بٹھایا اور ایک طرف آپ بیٹھے اور باقی سب ہمراہی اسی فرش پر بیٹھ گئے ہر ایک کے ساتھ معمولی تواضع عطر اور پان کی کی گئی اس وقت ریزیڈنٹ صاحب دہلی اور دیگر امراء اور وزراء اپنی اپنی جگہوں پر باقاعدہ کھڑے تھے ریزیڈنٹ صاحب اپنے ہاتھ سے بادشاہ کے سر پر مورچھل ہلا رہے تھے بادشاہ نے مزاج پرسی کے بعد بڑے حضرت سے گذراوقات کا ذریعہ دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ آپ ہی بزرگوں کا عطیہ ہے جس سے اس وقت تک گزراوقات ہو رہی ہے یہ سن کر بادشاہ آبدیدہ ہو گئے۔

مولانا ولایت علی کا دیوان خاص میں وعظ

اس کے بعد حضرت نے وعظ شروع کیا پہلے یہ آیت پڑھی اِنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِیْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ الخ آپ نے اس آیت کے معنی بیان کر کے بے حقیقتی اور بے ثباتی دنیا کا بیان اس وضاحت سے کیا کہ سامعین کی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہو گئی پھر جب آپ عَذَابٌ شَدِیْدٌ پر پہنچے تو وزیر اعظم نے جھک کر آپ کے گوشِ مبارک میں عرض کیا کہ دوزخ اور عذاب کا بیان بادشاہ کے سامنے مت کیجئے بادشاہ کو اس سے رنج پہنچے گا اور یہاں دستور ہے کہ جو عالم اور فاضل وعظ کہنے کو آتے ہیں وہ صرف جنّت کا ہی بیان کرتے ہیں دوزخ اور اس کے عذاب کا بیان نہیں کرتے مگر بڑے حضرت نے وزیر اعظم کی بات کا کچھ خیال نہ کیا اور عذابِ قبر اور ہنگامۂ حشر اور دوزخ کا بیان ایسی صراحت سے کیا کہ جسکو سن کر بادشاہ اور زینت محل اور دیگر شاہزادگان حضارِ مجلس بہت متاثر ہوئے اور زار زار رونے لگے جب وعظ میں دنیا داروں کی بے حقیقتی کا بیان ہوتا تھا اس وقت بادشاہ نے کہا کہ میں نے بھی کچھ اشعار ترکِ دنیا کی بابت کہے ہیں اس وقت بڑے حضرت نے یہ آیت پڑھی۔ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ

ترحمون (یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے) اور فرمایا کہ جب وقت کلام رب العالمین کا پڑھا جائے تو سننا چاہیئے اور اس کے بیچ میں دوسری بات کرنا کمال بے ادبی ہے۔ یہ سن کر بادشاہ چپ ہو گئے۔

بہادر شاہ ظفر کے اشعار وعظ ختم کرنے کے بعد بڑے حضرت نے فرمایا کہ آپ ان اشعار کو ارشاد فرمائیں۔ میں ان کا مشتاق ہوں۔ وہ اشعار ایک بند کاغذ پر لکھے ہوئے تھے ریزیڈنٹ صاحب بہادر نے اس بند کو اپنے ہاتھ میں لے کر اشعار پڑھنے شروع کیے اور ہر ہر بیت پر فرماتے جاتے تھے کلام الملوک ملوک الکلام۔

قلعہ شاہی کی سیر اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ بادشاہ نے ریزیڈنٹ اور وزیر اعظم کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ آپ کو موتی مسجد اور حمام اور ساون بھادوں وغیرہ شاہی مکانات کی سیر کراؤ چنانچہ یہ دونوں صاحب بڑے حضرت کے ساتھ ہوئے اور حضرت نے کل ہمراہیوں کو ساتھ لے کر جملہ مکانات شاہی اندرون قلعہ کی سیر کی جب وہاں سے رخصت ہو کر اپنے مکان پر پہنچے تو پچاس خوانوں کے قریب انواع و اقسام کی نعمتوں اور کھانوں سے بھرے ہوئے بادشاہ کی طرف سے پہنچے۔

علماء عمائدین دہلی کی بیعت اس مقام دہلی میں بہت سے شاہزادے اور شاہزادیاں شاہی خاندان کے آپ کے مرید ہوئے اور مشہور شاعر مرزا مومن اور بہت سے عمائد اور عالم فاضل اور درویش اور عوام مومنین آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے ان ایام میں دھلی کے لوگوں میں الو کے حرام و حلال کے متعلق جھگڑا پڑا ہوا تھا اس جھگڑے والے کچھ لوگ بڑے حضرت کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور الو کی حلت اور حرمت کا فتویٰ پوچھا۔ آپ نے اس کا ذو معنیین برمحل ایسا جواب دیا کہ سامعین خاموش ہو کر چلے گئے اور وہ جواب یہ تھا کہ بھائیو میں الوؤں کے جھگڑے میں پڑنا نہیں چاہتا مجھے معاف رکھو۔

مولانا ولایت علی کی دہلی سے روانگی ۲۹ر شعبان المعظم کو بادشاہ نے کہلا بھیجا کہ آپ تمام رمضان شریف قلعہ کے اندر تشریف لا کر وہیں ایک مکانِ شاہی آپ کے رہنے کے واسطے تجویز کر دیا جائے گا اور آپ کی تراویح اور وعظ میں ہم لوگ رمضان بھر شریک رہیں گے پھر عید کے بعد آپ کو رخصت کریں گے ادھر ریزیڈنٹ صاحب کا یہ حال تھا کہ ہر آدمی سے پوچھتے تھے کہ مولوی صاحب کا کیا نام ہے اور کہاں سے تشریف لائے اور کدھر جاتے ہیں اس واسطے مولوی صاحب نے یہاں زیادہ ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور بادشاہ سے معذرت چاہی اور اسی وقت دہلی سے کوچ کر کے تمام کو جمنا پار آ کر رمضان شریف کا چاند

دیکھا اور وہاں سے کوچ کر کے منزل در منزل طے کرتے ہوئے لدھیانہ کے قریب پہنچے اور کچھ عرصہ تک اپنے منجھلے بھائی مولوی عنایت علی کے انتظار میں وہاں ٹھیرے رہے۔

مولانا ولایت علی کا ستھانہ میں استقبال تھوڑے عرصہ بعد مولوی عنایت علی بھی وہاں آ پہنچے اور سب مل کر منزل در منزل مقام ستھانہ ملک یاغستان میں پہنچ گئے سید اکبر شاہ صاحب اور لشکر مجاہدین نے بڑی دھوم دھام سے آپکی پیشوائی کی جب ہندوستان میں آپ کی دوبارہ ہجرت ہوئی تو بہت سے لوگ ہجرت کر کے آپ کے پاس پہنچ گئے۔ بڑے حضرت شب و روز اپنے ساتھیوں کی تعلیم و تلقین میں مصروف تھے صدہا آدمی فجر کو مراقب بیٹھتے تھے۔ توجہ دی جاتی تھی پھر حدیث اور تفسیر کا سبق ہوتا تھا اس وقت یہ لشکر سلوک حُبِّ ایمانی اور طریقۂ نبوی کی تحصیل کی ایک خانقاہ ہو رہی تھی کیونکہ پنجاب میں اس وقت ایسی عادل اور بے رو ریا گورنمنٹ کی عملداری تھی کہ جس سے کسی طرح مخالفت جائز نہیں تھی اور گو ملک کشمیر کی حالت ابتر تھی مگر ستھانہ سے کشمیر بہت دور واقع تھا اور نیز راجہ کشمیر انگریزی سرکار کی حمایت میں آ گیا تھا۔

مولوی عنایت علی کی مولانا ولایت علی سے علیحدگی موی عنایت علی صاحب کا مزاج بہت گرم تھا انھوں نے جہاندار خان والی آمب سے اس کی شرارت کی وجہ سے چھیڑ چھاڑ کرنی چاہی مگر بڑے حضرت نے اس بات کو منظور نہیں کیا۔ کیونکہ اول تو وہ مسلمان اور دوسرے انگریزی سرکار کی حمایت میں تھا یہ بات مولوی عنایت علی صاحب کو ناگوار معلوم ہوئی اس واسطے تین چار سو آدمیوں کو ساتھ لے کر بڑے حضرت سے علیحدہ ہو گئے اور بمقام منگل تھانہ سید عباس کے پاس جا رہے۔

مولوی ولایت علی کا انتقال اس عرصہ میں بڑے حضرت کو عارضہ خناق ہو کر بماہ محرم ۱۲۶۹ھ چونسٹھ برس کی عمر میں آپ کا انتقال ہو گیا چنانچہ آپ کی تاریخ وفات یہ ہے۔

ولایت علی رہبر دینِ حق | بماہ محرم چو شد زیرِ خاک
بگو از سرِ آہ سالِ وفات | شدہ جائے سیرش بفردوس پاک

بڑے حضرت کی وفات کے بعد منجھلے حضرت امیر ہوئے مگر ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۸۵۸ء میں ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ ۱۲۷۴ھ میں یہاں ہندوستان میں چھوٹے حضرت نے وفات پائی اور اس کے ایک برس بعد ۱۲۷۵ھ شاہ محمد حسین صاحب کا بھی عالم بالا کو وصال ہو گیا تب ہندوستان میں چھوٹے حضرت اور شاہ محمد حسین کی جگہ مولوی یحییٰ صاحب مقرر ہوئے اور درس و تدریس و جمعہ و جماعت صادق

پورا اور نمونہ یہ دونوں جگہوں کا انجام دینے لگے اور وہاں ستھانہ میں مولوی نور اللہ صاحب کی وفات کے بعد مولوی مقصود علی صاحب اور مولوی عبداللہ صاحب پسرِ کلاں مولوی ولایت علی اپنے والد کے جانشین مقرر ہوئے جو غالباً اس وقت تک زندہ ہیں سنہ ۱۲۸۰ھ مطابق سنہ ۱۹۶۴ء غدر میں مولوی یحییٰ علی صاحب اور مولوی احمد اللہ صاحب پسران مولوی الٰہی بخش صاحب اور مولوی عبدالرحیم صاحب پسر مولوی فرحت حسین صاحب عرف چھوٹے حضرت قید ہو کر کالے پانی پہنچے۔ اور صادق پور کا کل کارخانہ درہم برہم ہو کر مکانات، ان بزرگوں کی جائے رہائش کھدوا کر پھنکوادی مولوی یحییٰ علی صاحب اور مولوی احمد اللہ صاحب کا وہیں کالے پانی میں انتقال ہو گیا اور مولوی عبدالرحیم صاحب رہا ہو کر مارچ سنہ ۱۸۸۳ھ میں اپنے وطن تشریف لے آئے۔

تاریخِ وفات مولوی یحییٰ علی

چونکہ یحییٰ علی ستودہ خصال، عالم و زاہد و محدّث بود ؛ روحِ پاکش گذاشت مجلسِ تن، راہ ملکِ وصال جو پیمود
۱۲۸۴
ہاتف سال آں ز روئے الم ؛ رضی اللہ ربہ فرمود

تاریخِ وفات مولوی احمد اللہ

چوں مردِ خدا مولوی احمد اللہ۔ مقیم جزیرہ بحکمِ نصاریٰ ؛ شبِ ماہ ذوالحجہ بست و ہشتم زدنیائے دوں شد بفردوس اعلیٰ
۱۸۹۸
بتاریخ فوتش ندا کرد ہاتف ؛ رہا گشتنِ مومن از سجنِ دنیا

تاریخِ رہائی اسیران از جزیرہ پورٹ بلیر!

تفے از عظیم آباد پٹنہ! ؛ کہ بودند اہلِ علم و فضلِ ماہر
از آنیاں چندکس مردند در قید ؛ رہا گشتند باقی ماندہ آخر
یکے ناں مولوی عبدالرحیم است ؛ کہ وصفِ او نگنجد در دفاتر
نظیرش کم تواند یافت آنکس ؛ کہ باشد در فنِ تاریخ ماہر
برایشاں باعبورِ بحر پُر شد ؛ چو شد حکمِ دوام حبس صادر
بحکم ولیسرائے قیصرِ ہند! ؛ کہ راز دبر رعایا رحم وافر
چو کردم فکرِ تاریخِ رہائی! ؛ مرا بیتے خوش آمد بخاطر
پس از طول زمن الحمد للہ! ؛ رہا گشتند اسیرانِ جزائر
حروف صد بیان سال ہجری ؛ سنینِ عیسوی از شعر ظاہر

ہندوستان میں عمل بالحدیث کا شہرہ

ہندوستان میں عمل بالحدیث کا چرچا اسی گھر سے شروع ہوا مگر مولوی ولایت علی صاحب اور ان کے پیرو لوگ بلا تصنع حنفی المذہب ۔ ترجیح بالدلیل کے قائل ہیں۔ یہ لوگ اپنے تئیں اہلِ حدیث غیر مقلد نہیں کہلاتے بلکہ اپنے تئیں سب سے پکا حنفی المذہب جانتے ہیں۔ تمام مسائل حنفیہ پر جب تک کہ حدیث صریح غیر منسوخ کے مخالف نہ ہوں عمل کرتے ہیں۔ صراط المستقیم اور تنویر العینین سے سید صاحبؒ اور مولانا محمد اسمٰعیلؒ شہید کا بھی یہی مذہب معلوم ہوتا ہے۔ یہ لوگ کسی غیر مقلد یا مقلد کو برا نہیں بتاتے ان کا اصل مطلب یہ ہے کہ بذریعہ سلوک راہِ نبوت یا ولایت کے تولید اور اتباعِ سنت میں پختہ ہو کر اللہ کی محبت کو حاصل کرنا چاہیئے سو محبتِ الٰہی کے حاصل کرنے میں مقلد اور غیر مقلد دونوں برابر ہیں اسی واسطے اس گروہ میں مقلد اور غیر مقلد دونوں داخل ہو کر تحصیلِ سلوک کرتے ہیں اور کوئی ایک دوسرے کو برا نہیں جانتا۔

علمائے کرام کی سادہ زندگی

یہ بزرگ اللہ کی راہ میں بیٹھے ہوئے تھے خاندان ہونے کے باوجود ان کے طرزِ معاشرت بہت سیدھی سادھی اور تکلف سے خالی تھی انھوں نے اپنے موضعات کی آمدنی کو کبھی اپنا روپیہ نہیں سمجھا سب کو اللہ کا مال جانتے تھے۔ ہمیشہ دو تین سو طلبا و مسترشدین ان کے پاس جمع رہتے۔ جو دال بھات وغیرہ اہلِ قافلہ کے لئے پکتا۔ وہی یہ بزرگ ان کے گھر والے بھی کھاتے تھے جب مولوی عبداللہ صاحب اور مولوی ہدایت اللہ صاحب اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب پسرانِ مولوی ولایت علی صاحب اور مولوی عبدالرحیم صاحب پسر مولوی فرحت حسین صاحب کی شادی ہوئی تو ایک نیا جوڑا بھی دولہا یا دلہن کے واسطے کبھی تیار نہیں ہوا پرانے کپڑوں کی مرمت کرا کے پہنا دیا کرتے تھے۔ ان بزرگوں کے وقت میں خیر و برکت بھی عجیب قسم کی تھی۔ فصل کے وقت کچھ غلہ خرید کر کوٹھیوں میں بھر دیا جاتا تھا جس کوٹھی میں تخمیناً پندرہ یا بیس من غلہ ہوتا اس میں سے روزانہ پانچ چھ من غلہ دونوں وقت خرچ ہوتا اور پھر دو دو اور تین تین مہینے تک وہ کوٹھی خالی نہ ہوتی اس کثیر خرچ کے باوجود ڈھائی تین سو روپے کا غلہ فصل بھر کے واسطے کافی ہوتا تھا۔ ماہ رمضان میں ایک یا دو بار اس گروہ کے تمام مرد عورتیں ان حضرات کے ہاں دعوت میں مدعو ہوتیں تقریباً پندرہ ہزار مرد عورتیں اس دعوت میں جمع ہوتے لیکن کھانا چھ سات من سے زیادہ نہ پکتا تھا۔ جب کھانا پک کر تیار ہوتا تو آپ قبل از تقسیم تشریف لا کر دیگوں کو اپنے ہاتھ سے کھول کر ایک

ایک لقمہ ان میں سے تناول فرماتے اور پس خوردہ کو دیگ میں ڈال دیتے اور اس کے منہ کو بند کرا دیتے اور برکت کی دعا کرتے اور پھر تاکید کر دیتے کہ دیگوں کا منہ کھلا نہ چھوڑنا تب تھوڑا سا منہ کھول کر کونڈوں میں ڈال کر تقسیم ہونا شروع ہوتا پھر اس میں ایسی برکت ہوتی کہ اس کھانے سے پندرہ سولہ ہزار آدمی سیر ہو کر کھا لیتے اور کھانا بچ رہتا جو اہل محلہ اور قرابت داروں میں تقسیم کیا جاتا۔

مولانا ولایت علی کی تصانیف بڑے حضرت یعنی مولوی ولایت علی صاحب کی مذہبی تصنیفات بھی بہت ہیں اربعین فی احوال المہدیین کے جامع بھی آپ ہی ہیں ایک مشہور رسالہ موسوم بہ عمل بالحدیث بھی آپ ہی کی تصنیف ہے تیسرا رسالہ موسوم بہ تیسیر الصلوٰۃ بھی آپ ہی کی یادگار ہے۔ آپ شاعر بھی بڑے تھے فی البدیہہ شعر کہنے میں آپ لاثانی تھے۔ ایک دفعہ لوگوں نے شب برات کی عیدی کی آپ سے درخواست کی آپ نے دو عیدیاں اسی وقت لکھ کر حوالہ کر دیں۔ ایک عیدی یہ ہے۔

آئی شب برات کرو رب سے تم دعا
مُردوں کو میرے بخشدے زندوں کو اے خدا
پڑھنا نماز رات کا ہرگز نہ بھولیو
جب روزہ ہوئے بعدہ کر سب کا تم ادا

دوسری عیدی یہ ہے۔

آئی شب برات کھلے بدعتوں کے در
مردوں کو آج حلوا کھلاتے ہیں گھر بہ گھر
دیپک چھچھوندریں وچراغاں رکھیل جھڑی
مثل ہنود طرز دوالی ہے سر بسر

تذکرۂ رجال[1]

از

محمد ایّوب قادری ایم اے

[1] جن حضرات کا ذکر اس کتاب میں آیا ہے ان میں سے اکثر کے حالات اس تذکرہ رجال میں شامل ہیں ـــــــ ناشر

اسمائے گرامی

مولوی احمد اللہ

مولوی احمد اللہ بن مولوی الٰہی بخش ۱۲۲۳ھ/۹-۱۸۰۸ء میں پیدا ہوئے۔ پہلے ان کا نام احمد بخش تھا۔ سید احمد شہیدؒ نے احمد اللہ رکھ دیا۔ مولانا ولایت علی صادق پوری، اور مولوی منور علی آروی سے علم مروجہ کی تحصیل کی اس کے بعد سلسلۂ درس و تدریس جاری کیا۔ مولانا نہایت صائب الرائے اور معاملہ فہم تھے۔ پبلک اور حکام میں خاص امتیاز اور عزت کے مالک تھے۔ ۱۸۵۷ء میں کمشنر پٹنہ، ٹیلر نے حفظ ماتقدم کے طور پر نظر بند رکھا۔ مولانا کے تقریباً تمام اعزہ تحریک جہاد کے سرگرم کارکن اور بعض قائدین میں تھے۔ مولانا احمد اللہ جائداد اور گھر کی نگرانی کیا کرتے تھے۔ جب ان کے بھائی مولوی یحییٰ علی انبالے کے مقدمہ میں ماخوذ ہو گئے تو انھوں نے حسب ضرورت تحریک کی رہنمائی کی۔ حکومت اصحاب عظیم آباد سے سخت بدظن اور مکمل بربادی کے درپے تھی ان کے خلاف بھی جھوٹے گواہ بنا کر ایک خوفناک سازش کا مقدمہ چلایا گیا۔ مولوی مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں۔

"ان کے مقدمہ کی ساری کارروائی اور فیصلے راقم کی نظر سے گزرے ہیں پورا مقدمہ "بنایا ہوا" معلوم ہوتا ہے خود حکام کو اس بات کا اقرار ہے کہ الٰہی بخش ملزم انبالہ کی شہادت کے بغیر مولانا احمد اللہ کی سزایابی مشکل تھی۔"

مولانا احمد اللہ کو حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا ہوئی۔ مولانا ۵ ار جون ۱۸۶۵ء (۱۲۸۱ھ) کو انڈمان پہنچے۔ تمام املاک منقولہ و غیر منقولہ ضبط کر لی گئی اہل و عیال بے خانماں کر دیئے گئے۔ تمام جائداد اور سامان کوکوڑیوں کے مول نیلام کیا گیا غیر منقولہ جائداد ۵۸۷۷۲ روپے اور پچیس پیسوں اور منقولہ جائداد ۷۲۵۱ روپے دس پیسے میں نیلام ہوئی۔ منقولہ املاک میں کتب خانہ، فرنیچر، یکّے، گھوڑے، پالکیاں اور طلائی و نقرئی زیور وغیرہ سب سامان شامل تھا۔ مولانا کے اہل و عیال کو عین عید کے دن گھر سے نکالا گیا ان کے صاحبزادے مولوی حکیم عبدالحمید (ف ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) نے ایک مثنوی شہر آشوب لکھی جس میں اس خونچکاں داستان کو نظم کیا تھا۔ حکیم صاحب لکھتے ہیں۔

چوں شب عید کا سحر کردند!
ہمہ را از مکان بدر کردند!
ضبط و تاراج جملہ مال و متاع
نقد و جنس و ہمہ اثاث و ضیاع
بہر ما بود آہ جرم سخت
بردن سوزنے زجملہ برخت
کتب ملّت مسلمانے
رفت در دست حرف ناخوانان

مولانا احمد اللہ نے اٹھارہ سال جزائر انڈمان میں غربت و افلاس و اسیری میں گزارے قید کی تکلیف اعزہ سے علیحدگی، آب و ہوا کی ناسازگاری، غذا کی ناموافقت اور کبر سنی کی وجہ سے مولانا کی طبیعت بہت کمزور ہو گئی تھی۔ مولانا عبدالرحیم ان کی بہت مدد اور خدمت کرتے تھے ۲۸ر ذی الحجہ ۱۲۹۸ھ مطابق ۱۲ر نومبر ۱۸۸۱ء کو جزیرہ انڈمان میں قید حیات سے آزاد ہوئے جزیرہ ڈنڈا کر پائنٹ میں سپرد خاک کئے گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

مولوی محمد ایوب خاں کیفی مراد آبادی مقیم جزیرہ انڈمان نے مولانا احمد اللہ کی وفات پر مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ کہا ہے۔

چوں ازیں دار فنا جانب باغ رضواں
احمد اللہ رواں گشت بہ صد دل شاداں
شش و ہفتاد و من عمر شریفش بودند
بغتۃً گشت نصیبش سفر جاوداں
بست و ہشتم شبے بود از مہ ذی حجہ کہ او
راہی ملک بقا گشت کہ دار گزراں
اعتقادش بہ احادیث نبی از ہمہ بیش
اعتمادش ہمہ ہر دم بہ نصوص قرآں
ہم زہد و ہم تقویٰ و ہمہ صوم و صلوٰۃ
ہمہ مصروف عبادت ہمہ صرف عرفاں

اعتقادش بہ احادیث نبی از ہمہ بیش
اعتمادش ہمہ ہر دم بہ نصوص قرآں
ہم زہد و ہم تقویٰ و ہمہ صوم و صلواۃ
ہمہ مصروف عبادت ہمہ صرف عرفاں
سالِ تاریخ وفاتش ز تفکر جستم
دخل الخلد بفرمود ہمہ دم رضواں
۱۲۹۹ھ
مہ قرباں بہ تمامی محرم اقربہ
سن تسعہ ز احادش نگر ختم پئے آں

اخوند سوات مُلّا عبدالغفور

اخوند سوات کا نام شیخ عبدالغفور ابن عبدالواحد تھا۔ سوات کے ایک مقام جبڑی میں ۱۷۹۴ء میں پیدا ہوئے وہ ایک غیر معروف گھرانے سے تعلق رکھتے تھے طبیعت کا رجحان ابتدا ہی سے زہد و اتقاء کی طرف تھا۔ پہلے مولانا عبدالحکیم سے تحصیل علم کی۔ شاہ محمد شعیب سے نقشبندیہ سلسلے میں بیعت ہوئے۔ بارہ سال تک ریاضتیں کرتے رہے۔ حضرت سیّد احمد شہیدؒ (ش ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) سے بھی ملے۔ مولوی غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

"سیّد صاحب کے عزم یورش کا حال آخوند صاحب کو معلوم تھا۔ اور انھوں نے خان ہنڈ کو سیّد صاحب کا مخلص سمجھتے ہوئے یہ راز بتا دیا۔ خان ہنڈ نے سکھوں کو قبل از وقت خبردار کر دیا۔ اٹک کے جو مسلمان شہر اور قلعہ کو مجاہدین کے حوالے کر دینے کی تیاریوں میں شریک تھے انھیں خوف ناک سزائیں جھیلنی پڑیں اور پنجاب پر کامیاب اقدام کی اسکیم ابتدائی مراحل ہی میں ناکام ہو گئی۔ اخوند صاحب کو اپنی نادانستہ حرکت پر انتہائی ندامت ہو کہ بستی سے نکل کر مدت تک روپوش رہے۔"

اخوند صاحب نے قبیلہ ازکوئی میں نکاح کیا جس سے دو بچے پیدا ہوئے ۱۲/جنوری

۱۸۷۷ء کو آخوند صاحب کا انتقال ہوا۔ اخوند صاحب کے پوتے میاں گل عبدالودود نے سوات کی بادشاہی کا منصب حاصل کیا اور اب عبدالودود کے صاحب زادے جہاں زیب سوات کے فرمانروا ہیں۔ اخوند صاحب کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو[۱]

الٰہی بخش

الٰہی بخش کے والد کا نام کریم بخش تھا۔ یہ شخص مولانا احمد اللہ خاں کا مختار تھا اور روپوں کے بھیجنے کا کاروبار زیادہ تر اسی کے ذریعہ ہوتا تھا۔ اس کا اپنا بھی کاروبار تھا انبالے کے مقدمہ میں سزایاب[۲] ہوا۔ جائداد ضبط ہوئی مگر محمد شفیع اور عبدالکریم وغیرہ کے ساتھ یہ سرکاری گواہ بن گیا اور مولانا احمد اللہ کے خلاف گواہی دی۔ سرکاری کاغذات میں تحریر ہے کہ مولانا احمد اللہ کے متعلق سب سے زیادہ معلومات الٰہی بخش کے ذریعہ حاصل ہوئی۔ لفٹنٹ گورنر بنگال نے اس خدمت کے صلے میں اس کو رہا کر دیا۔ مکان واپس مل گیا پانچ سو روپیہ نقد ملا[۳]۔ رہائی کے بعد یہ شرط تھی کہ ہفتہ میں ایک مرتبہ ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کے یہاں حاضری دے اور مجسٹریٹ کی بلا اطلاع شہر سے کہیں باہر نہ جائے[۴]

---

[۱] (۱) سرگذشت مجاہدین جلد چہارم از مولوی غلام رسول مہر ص ۳۳۶

(۲) صاحب سوات از مولانا محمد اسمٰعیل طوروی مرتبہ ظہور الحق طوروی (پشاور، ۱۹۵۳ء)

[۲] سرگذشت مجاہدین ص ۳۸۶، ۴۰۱، ۴۰۲۔

[۳] سلیکشنس فرام بنگال گورنمنٹ ریکارڈس آن وہابی ٹرائلس (۱۸۶۳ء۔ ۱۸۷۰ء) مرتبہ معین الدین احمد خاں ص ۲۲۲، ۲۲۴ (ایشیاٹک سوسائٹی آف پاکستان ڈھاکہ، ۱۹۶۱ء) آئندہ اس کا حوالہ بنگال گورنمنٹ ریکارڈس سے دیا جائے گا

[۴] ایضاً: ص ۲۵۸

مولوی امیرالدین

مولوی امیرالدین کے والد کا نام رفیع منڈل تھا۔ مولانا ولایت علی کے ایک خلیفہ جناب عبدالرحمٰن لکھنوی تھے۔ جنھوں نے مالدہ میں تبلیغ کی۔ وہیں سکونت اختیار کر لی اور مالدہ کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اس مرکز کا آغاز تقریباً ۱۸۴۰ء میں ہوا۔ رفیع منڈل ان کے کارکنوں میں تھے۔ رفیع منڈل ۱۸۵۳ء میں گرفتار ہوئے اور پھر رہا کر دیئے گئے۔ ان کے صاحبزادے مولوی امیرالدین بھی تحریک جہاد کے نہایت سرگرم اور مخلص کارکنوں میں تھے بلکہ مولوی محمد ابراہیم منڈل کے بعد وہی اس علاقے میں سب سے زیادہ اثر رکھتے تھے۔ یہ بڑی تندہی سے رقوم کی فراہمی اور جہاد کی تبلیغ کرتے تھے ان کے حلقہ میں مالدہ راج شاہی اور مرشد آباد کا کچھ علاقہ تھا۔ مشہور سرکاری جاسوس نوبو کرسٹو گھوش نے مولوی امیرالدین کی سرگرمیوں کا جائزہ لیا اور تحقیقات کی کہ ان کے ذریعہ سرحد پر رقوم اور مجاہدین جاتے ہیں جس کے نتیجہ میں مارچ ۱۸۶۹ء میں گرفتار ہوئے مقدمہ چلایا گیا۔ ۲۱۔ آدمیوں نے ان کے خلاف گواہیاں دیں مولانا امیرالدین نے اپنی صفائی میں صرف اس قدر کہا کہ مولوی عباس علی نے میری بربادی کا یہ تمام سامان مہیا کیا ہے جو میرے مخالف ہیں آخر مولوی امیرالدین کو حبس دوام بعبور دریائے شور اور ضبطی املاک کی سزا ہوئی۔ انڈمان پہنچے انڈمان میں بحیثیت قیدی ان کا نمبر ۴۷۸ تھا ۱۸۸۳ء میں مولوی عبدالرحیم وغیرہ کے ساتھ رہا ہوئے اور اگلومی (راج محل) پرگنہ سنتھال میں سکونت اختیار کی۔ رہائی کے بعد پولیس میں ماہانہ حاضری ضروری تھی۔ مولوی امیرالدین کو سپرنٹنڈنٹ پولیس (پرگنہ سنتھال) کے بجائے سب ڈویژنل آفیسر راج محل کے یہاں ماہانہ اطلاع دینے کی اجازت ہوگئی۔ کیونکہ اگلومی (راج محل) سے سنتھال کا فاصلہ کافی تھا۔ مولوی امیرالدین بہت بااثر اور مخلص کارکن تھے[1]

---

[1] یہ تمام حالات بنگال گورنمنٹ ریکارڈس سے ماخوذ ہیں۔

امیر خاں

امیر خاں خوانین میوات سے تھے۔ کلکتہ میں ان کا بڑا کاروبار تھا۔ چمڑے کی تجارت کرتے تھے محلہ کولوٹولہ میں نمبر ۱۱۱ کوٹھی تھی۔ یہ کوٹھی ۲۱-۱۸۲۲ء میں تعمیر ہوئی۔ عظیم آباد پٹنہ میں چمڑے کے کئی گودام تھے۔ امیر خاں نہایت دیندار اور جوشیلے مسلمان تھے۔ مجاہدین کو مدد دینے کے الزام میں ۱۰ر جولائی ۱۸۶۹ء کو گرفتار ہوئے اول ان کو گیا جیل میں رکھا گیا۔ پھر علی پور میں منتقل کر دیا گیا۔ انگریزی حکومت نے حسب معمول ضبطیٔ املاک اور حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا سنائی امیر خاں کی کوٹھی واقع کولوٹولہ ۲۴۵۰۰ روپے میں نیلام اور سامان منقولہ ۹۹۵ روپے ۱۳ر آنے ۶ر پائی میں نیلام ہوا۔ نیلام کے فرائض ایک انگلش فرم میسرز میکنزی اینڈ لائل نے انجام دیئے۔ اس کو اس سلسلے میں ۵۵۶ روپے ایک آنہ نو پائی کمیشن ملا۔

فیصلہ کے بعد امیر خاں کی بیٹی زیب النساء نیز دوسرے اعزہ نے ان کی رہائی کی بہت کوشش کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو انڈمان نہیں بھیجا گیا ۱۸۷۸ء میں رہائی ہوئی گرفتاری کے وقت امیر خاں کی عمر ۷۵ سال کی تھی رہائی کے بعد پھر کاروبار شروع کیا۔ مگر چند ہی روز کے بعد ایک حادثہ میں ۱۲ر ذی قعدہ ۱۲۹۵ھ مطابق ۸ر نومبر ۱۸۷۸ء کو بروز ہفتہ واصل بحق ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولوی واحد علی نے ایک طویل قطعہ تاریخ لکھا ہے جس میں اس حادثہ کا مفصل ذکر کیا ہے۔ درج ذیل اشعار سے تاریخ وفات نکلتی ہے ؎

کس گفت از واحد بگو تاریخ سال عیسوی
تا یاد ماند بعد ازیں تاریخ سال فوت شاں
واحد بہ گفتا روح او رفتہ سوئے خلد بریں
۱۸۷۸ء
زاں بعد شد از جان و دل معروف در تجہیز آں

ایضاً

تاریخ ہجری واحد از کرد بیاں پرسید گفت
آباد رضوان و جناں جنت مقامش شد براں

امیر خاں کی اولاد میں صرف ایک بیٹی زیب النساء تھیں جن کے دو صاحبزادے زکریا خاں اور یحییٰ خاں تھے گورنمنٹ نے ان کا ۱۳ روپے ۸ آنے مہینہ وظیفہ مقرر کیا تھا اور ان کو تعلیم کے واسطے ایم اے او کالج علیگڈھ بھیجا تھا [۱]

مولوی تبارک علی

مولوی تبارک علی بن مولوی مبارک علی، ان کے عرف قادر بخش اور خدا بخش تھے اپنے والد کی طرح تحریک جہاد کے سرگرم کارکن تھے۔ پٹنے کے مرکز سے روپیہ اور مجاہدین ان کے ذریعہ سرحد پار پہنچتے تھے۔ ان کے اوپر یہ بھی الزام تھا کہ وہ مہم امبیلا (۱۸۶۳ء) میں مولوی عبداللہ دف ۱۳۲۰ھ ۱۹۰۲ء) کے شریک تھے اور ایک دستہ کی کمان ان کے ہاتھ میں تھی [۲]۔ ۱۸۷۱ء میں ان کا فیصلہ ہوا اور حبس دوام بعبور دریائے شور اور ضبطی املاک کی سزا ہوئی ۱۸۸۳ء میں رہائی ہوئی [۳]

حسینی (تھانیسری)

حسینی کے باپ کا نام محمد بخش اور تھانیسر وطن تھا، عمر پچیس سال ہوگی۔ یہ مولانا عنایت علی کے زمانے میں شریک جہاد رہا پھر مولوی محمد جعفر کا معین و مددگار بنا دیا گیا۔ مولوی محمد جعفر نے حسینی کو اشرفیاں دے کر دہلی روانہ کیا تھا۔ وہ بڑی احتیاط سے اشرفیاں لئے جارہا تھا۔ کرنال سے امرتسر تک یکا کرائے پر کیا۔ راستے میں پیپلی کے نائب تحصیل دار قاسم علی اور سارجنٹ برکت علی نے اسے گرفتار کر لیا نائب تحصیل دار نے اپنے بیان میں کہا کہ تھانیسر میں مختلف مکانوں کی تلاشی کے بعد پیپلی پہنچا تو یہ شخص یکے میں سوار تھا

---

[۱] یہ حالات بنگال گورنمنٹ ریکارڈس سے ماخوذ ہیں۔

[۲] ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۱۵۹

[۳] بنگال گورنمنٹ ریکارڈس ص ۲۶۵

پروے چھوڑ رکھے تھے - میں نے پوچھا کہاں سے آئے بولا بھانیسر سے اشنان کرکے آرہا ہوں - چونکہ وہ مسلمان تھا لہٰذا اشنان سے کیا مطلب؟ اس لئے میں نے گرفتار کر لیا اس کی بغل میں دو روئی کی صدریاں تھیں جن میں دو سو نوے اشرفیاں تھیں اور ترپن روپے بھی اس کے پاس سے نکلے۔

حسینی سات سال قید رہا یہ بھی ۱۸۷۱ء کے مقدمہ میں گواہ بنا۔[1]

حسینی (عظیم آبادی)

حسینی کے باپ کا نام میگھو تھا۔ عظیم آباد کا رہنے والا اور الٰہی بخش (مختار مولوی احمد اللہ) کا ملازم تھا عمر پینتیس ۳۵ سال ہوگی ۱۸۷۱ء کے مقدمہ میں اس نے بھی شہادت دی دس سال قید رہا۔[2]

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ

۴ھ میں عضل اور قارۃ قبائل کے چند آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے کہ ہمارے قبیلہ نے اسلام قبول کر لیا ہے چند لوگوں کو اسلام کے احکام اور عقائد سکھانے کے لئے بھیج دیجئے۔ آپ نے دس آدمی ساتھ کر دیئے جن کے سردار حضرت عاصم بن ثابت تھے۔ جب یہ لوگ مقام رجیع پر پہنچے تو ان غداروں نے بدعہدی کی اور بنو سجان کو اشارہ کر دیا کہ ان کا کام تمام کر دیا جائے ان لوگوں نے ایک ٹیکرے پر پناہ لی کفار سے مقابلہ ہوا رئیس وفد حضرت عاصم رضی عنہ معہ سات

---

[1] ملاحظہ ہو (۱) سرگزشت مجاہدین ص ۳۸۲، ۶۸۶
(۲) ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۱۳۶

[2] ملاحظہ ہو (۱) سرگزشت مجاہدین ص ۳۸۶
(۲) ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۱۳۶

اصحاب کے شہید ہوئے حضرت خبیبؓ اور حضرت زید (بن الدثنہ) نے کافروں پر اعتماد کیا اور ٹیکرے سے اتر آئے۔ کافروں نے بدعہدی کی اور مکے میں لے جاکر فروخت کردیا حارث کے بیٹوں نے ان کو خریدا۔ حرم سے باہر لے گئے اور قتل کرنا چاہا حضرت خبیبؓ نے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت مانگی قاتلوں نے اجازت دے دی انھوں نے دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد کہا کہ نماز تو دیر تک پڑھنے کو جی چاہتا تھا۔ مگر کہیں تم کو یہ خیال نہ ہو کہ میں موت سے خائف ہوں اس لئے جلد پڑھ کر فارغ ہوگیا اور پھر یہ اشعار پڑھے ؎

فلست ابالی حین اقتل مسلما
علی ای شق کان فی اللہ مصرعی!
وذلک فی ذات الالہ وان یشاء
یبارک علی اوصال شلو ممزع

ترجمہ:۔ جب میں اسلام کے لئے قتل کیا جارہا ہوں تو مجھ کو اس کی پرواہ نہیں کہ کس پہلو قتل کیا جاؤں۔ یہ جو کچھ ہے خالصاً خدا کے لئے ہے اگر وہ چاہے گا تو جسم کے ان پارہ پارہ ٹکڑوں پر برکت نازل کرے گا۔

اس زمانے سے یہ دستور ہے کہ کسی کو قتل کرتے تو مقتول دو رکعت نماز ادا کرتا ہے اور یہ مستحب سمجھا جاتا ہے [1]

سیّد احمد شہیدؒ

سیّد احمد بن محمد عرفان، ۶، صفر ۱۲۰۱ھ (۲۹، نومبر ۱۷۸۶ء) کو پیر کے دن تکیہ رائے بریلی میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم وطن ہی میں شروع ہوئی مگر اس طرف طبیعت کچھ راغب نہ ہوئی قدرت کو ان سے اصلاح دین اور جہاد کا زبردست کام لینا تھا

---

[1] سیرت النبی جلد اول از علامہ شبلی نعمانی ۲ ۳۹۱ - ۳۹۳
(دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۳۳۲ھ)

۱۸ سال کی عمر میں تلاش معاش کی غرض سے لکھنؤ پہنچے وہاں دل نہ لگا دہلی کا راستہ لیا۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے شاہ صاحبؒ نے سید صاحب کی تعلیم و تربیت اپنے بھائی شاہ عبدالقادر کے سپرد فرمائی ۱۲۲۲ھ/۱۸۰۷-۰۸ء میں سیدؒ نے شاہ عبدالعزیزؒ سے بیعت کی اور بیعت و خلافت سے سرفراز ہوئے اور دہلی سے اپنے وطن رائے بریلی واپس آئے ۱۲۲۳ھ/۱۸۰۸-۰۹ء میں سید صاحب کی شادی ہوئی اس کے بعد انھوں نے نواب امیر خاں (رئیس ٹونک) کے لشکر میں ملازمت کر لی اس طرح سات سال عسکری زندگی کے تجربے میں گزارے جب نومبر ۱۸۱۷ء میں نواب امیر خاں اور انگریزوں سے مصالحت ہو گئی تو سید احمد نواب امیر خاں کے لشکر سے علیحدہ ہو گئے اور دہلی پہنچے وہاں اصلاح و تجدید اور بیعت و ارشاد کا سلسلہ شروع کر دیا مولوی عبدالحئیؒ اور شاہ محمد اسمٰعیل جیسے متبحر علماء نے سید صاحبؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی اس کے بعد دوآبے کا دورہ کیا۔ پھر رائے بریلی پہنچے وہاں بھی اصلاح و تبلیغ کا کام برابر جاری رہا قرب و جوار کے علاوہ سید صاحب نے لکھنؤ کا بھی دورہ کیا۔

شوال ۱۲۳۶ھ (جولائی ۱۸۲۱ء) میں سید احمد کم و بیش چار سو حضرات کے ساتھ فریضہ حج کے لئے روانہ ہوئے مختلف دیار و امصار میں ٹھہرتے ہوئے کلکتہ پہنچے۔ راستہ میں بھی وعظ و تذکیر کا کام جاری رہا۔ ربیع الاول ۱۲۳۸ھ/۱۸۲۲ء میں جہاز روانہ ہوئے۔ شعبان ۱۲۳۹ھ (اپریل ۱۸۲۴ء) میں سید صاحب فریضہ حج ادا کر کے وطن پہنچے اس سفر میں دو سال دس مہینے لگے حرمین شریفین سے واپسی کے بعد سید صاحب ہمہ تن جہاد کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔ تقریباً دو سال جہاد کی تیاری دعوت و تبلیغ میں صرف ہوئے جمادی الثانی ۱۲۴۱ھ (جنوری ۱۸۲۶ء) میں وطن سے ہجرت کر کے گوالیار، ٹونک، اجمیر حیدرآباد (مغربی پاکستان)، پیر کوٹ، شکارپور، کوئٹہ پشاور پہنچے اور پھر سرحد کے علاقے کو اپنی جہادی سرگرمیوں کا مرکز بنایا بڑے بڑے معرکے سر کئے آخر ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ (۶ مئی ۱۸۳۱ء) کو بالاکوٹ میں جام شہادت نوش کیا[1]

---

[1] یہ حالات "سید احمد شہیدؒ" تالیف مولانا غلام رسول مہر سے ماخوذ ہیں۔

سیّد احمد شہیدؒ کے مزار پر حسب ذیل اشعار اور عبارت کندہ ہے

لوح مزار

حضرت سیّد احمد بریلوی، غازی رحمۃ اللہ علیہ، مدفون بالاکوٹ
ضلع ہزارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

سیّد احمد بریلوی غازی
ہست مدفون اندریں مرقد
مومن ومتقی ولی اللہ!
بد مجدد برایں سیزدہ صد
آمد از ہند باگروہ کثیر
بہر امداد مردم سرحد
جنگ باسکھ نمود گشت شہید
باد و راضی از و خدائے احد
بست وچارم بداز مہ ذیقعد
سال غم در بدان درابجد
کاف وحا را کشیدہ گو یوسف
رحمت رب بود بایں مرقد
۱۳۴۶ھ
قاضی محمد یوسف۔ پشاور
منجانب
حصہ ۱/۱۳۷

لوح مزار کے قریب ایک اور پتھر لگا ہوا ہے جس پر نہایت بھدے حروف میں

یہ عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مزار شریف

غازی سید احمد صاحب

بریلوی شہید مجدد تیرھویں صدی

سنہ ۱۹۱۱ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جاگنا ہے خاک اب افلاک کے سایہ تلے ؛ حشر تک سونا پڑے گا خاک کے سایہ تلے

فدوی خاکسار صادق دانا صبری غلام ربانی ولد غلام علی ساکن بالا کوٹ متصل پل گرلاٹ۔ 16-6-38

سید غازی سید احمد شاہ

شیر علی

شیر علی آفریدی پٹھان اور تیراہ کا رہنے والا تھا۔ کمشنر پشاور کے سوار اردلیوں میں بھرتی ہوا۔ اس کے خاندان کی دو شاخوں میں دشمنی تھی۔ اتفاق سے اس کا ایک دشمن پشاور آیا ہوا تھا۔ اس نے اس دشمن کو پشاور میں قتل کر دیا۔ شیر علی پر قتل کا مقدمہ قائم ہوا ۲ر اپریل ۱۸۶۷ء کو پھانسی کا حکم سنا دیا گیا۔ لیکن چونکہ اس کا عام چال چلن اچھا تھا اور جنگ امبیلا میں بھی وہ انگریزوں کی طرف سے لڑا تھا اور انگریزوں کی خدمات انجام دی تھیں اس لئے سزائے موت کو حبس دوام بعبور دریائے شور سے تبدیل کر دیا گیا ۱۸۶۹ء میں شیر علی نے طے کیا کہ وہ کسی بڑے انگریز افسر کو قتل کرے گا وہ اکثر روزے رکھتا تھا اور جو کچھ تنخواہ یا مزدوری سے پس انداز کرتا اس کو خیرات کر دیتا تھا۔ اپنے حسن سلوک اور نیک کردار کی وجہ سے شیر علی خاص طور سے ممتاز ہو گیا تھا اس کے چال چلن کی بھی چنداں نگرانی نہ تھی۔ لارڈ میو کے قتل کے ایک مہینے چار روز کے بعد ۱۱ر مارچ ۱۸۷۲ء کو اسے پھانسی دیدی گئی۔[1]

---

[1] ملاحظہ ہو سرگذشت مجاہدین ص ۴۴۹ - ۴۵۰

مولوی عبدالرحیم

مولوی عبدالرحیم بن مولوی فرحت حسین ۱۴ ار شعبان ۱۲۵۲ھ / ۱۸۳۶ء کو پیدا ہوئے۔ مولوی عبدالرحیم بہاری، مولوی محمد اطہر سورج گڑھی، مولوی میزان الرحمٰن ساکن ڈھاکہ، حکیم مولوی عبدالمجید مولانا احمداللہ اور مولوی فیاض علی سے علوم مروجہ کی تحصیل کی جنگ امبیلا کے مجاہدین کی اعانت کے جرم میں مقدمہ چلا کچھ وقت انبالہ جیل میں گزرا ایک سال آٹھ مہینے کی مدت لاہور جیل میں گزاری۔ حبس دوام بعبور دریائے شور اور ضبطی جائداد کی سزا ہوئی ۲۴ر شعبان ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء کو انڈمان بھیجے گئے۔ مولوی عبدالرحیم کو ضیق النفس کا عارضہ تھا۔ لاہور سے کراچی اور کراچی سے انڈمان پہنچے راستہ میں سخت مصیبتوں اور مشقتوں سے دوچار ہونا پڑا انڈمان میں بحیثیت قیدی کے مولوی عبدالرحیم کا نمبر ۱۴۵۶۱ تھا۔ انڈمان کے پورے دوران قیام میں مولوی عبدالرحیم کے خلاف کسی قسم کا ریمارک نہیں ہے۔ مولوی عبدالرحیم نے انڈمان میں مختلف ملازمتیں کیں لارڈ میو کے قتل میں جب مسلمان قیدیوں پر اور بھی سختی شروع ہوئی تو مولوی عبدالرحیم کو مرکز سے دور افتادہ مقام پر بھیج دیا گیا۔ ان کے چھوٹے ماموں یحییٰ علی فوت ہو چکے تھے بڑے ماموں مولانا احمداللہ سے بھی الگ کر دیا گیا۔ مدت کے بعد مولوی عبدالرحیم کو مرکز سے دور افتادہ مقام پر تجارت کی اجازت ملی اور اس میں خوب ترقی ہوئی۔ ۵ ار اگست ۱۸۸۲ء کو مولوی عبدالرحیم کی بیوی مسماۃ جمیلاً نے ان کی رہائی کے لئے حکومت سے درخواست کی جس کے نتیجہ میں مولوی عبدالرحیم نیز اس تحریک کے دوسرے قیدی رہا ہوئے۔ ۱۱ر مارچ ۱۸۸۳ء کو رہا ہو کر پٹنے پہنچے مولوی محمد سعید نے ان کی رہائی کا مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ کہا ہے۔

تنے چند از عظیم آباد پٹنہ
کہ بودند اہل علم وفضل باہر
بر ایشاں باعبور بحر پر شور
چو شد حکم دوام حبس صادر
از ایناں چند کس مردند در قید
رہا گشتند باقی ماندہ آخر

بحکم ویسرائے قیصر ہند
کہ دارو برعایا رحم وافسر!
یکے ازاں مولوی عبدالرحیم است
کہ وصف او نگنجد در دفاتر
نظیرش کم تواند یافت آں کس
کہ باشد در تن تاریخ ماہر
پس از طول ازیں الحمد اللہ
۱۳۰۰ھ
رہا گشتند اسیران جزائر
حرف صد بیاں سال ہجری
۱۸۸۳ء
سنین عیسوی از شعر ظاہر

مولوی عبدالرحیم نے رہائی کے بعد پٹنہ پہنچنے پر سپرنٹنڈنٹ پولیس پٹنہ کو ایک اقرار نامہ لکھا آئندہ حکومت کے خلاف نہ کوئی سازش کروں گا اور نہ شریک ہوں گا چال چلن درست رکھوں گا اور مہینہ میں ایک مرتبہ پولیس میں حاضری دوں گا۔ پٹنے میں مولوی عبدالرحیم نے محلہ نمونہیہ میں قیام کیا کیونکہ ان کی عالی شان خاندانی مکانات منہدم کئے جا چکے تھے اس جگہ پر بازار اور بلدیئے کی عمارت بن چکی تھی۔ یہاں تک کہ خاندانی قبرستان تک کا بھی نشان باقی نہ رہا۔ رہائی کے بعد دوم مرتبہ حج سے مشرف ہوئے حج کے لئے خاص طور سے حکومت سے اجازت حاصل کی گئی جو بعض شرائط کے ساتھ ملی[1]۔ ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۴ اگست ۱۹۲۲ء تقریباً نوے سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ الدر المنثور فی تراجم اہل صادق پور، تذکرہ صادقہ ان کی تصنیف ہے جو ۱۹۲۶ء میں مطبع یونانی الہ آباد میں بار دوم شائع ہوئی حکیم محمد شریف فخری نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ انتقال کہا ہے۔

ازیں کاخ مجازی شد بہ جنت
امیرم مولوی عبدالرحیم! آہ
چو شد ہشتاد و نہ از عمر پاکش
وصال از مرگ آں شہ بود ناگاہ

[1] یہ تمام حالات، بنگال گورنمنٹ ریکارڈس، سے ماخذ ہیں۔

بہ بود آں مشعلِ بیعت ہدایت
زانوارش گرفتے راہ گمراہ
دم آخر نبودہ بر زبانش
بجز نام خدا اللہ اللہ
مرا کردہ اسیر بند ماتم
بہ زر در جنت الفردوس جزگاہ
بہ فخری پیر ملہم گفت سالش
امام پاک داں تشریف بردآہ

مولوی عبدالرؤف

مولوی عبدالرؤف بن مولوی فرحت حسین ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۵-۶ء میں پیدا ہوئے مولوی عبدالوحید ساکن یحییٰ پور، مولوی رحمت اللہ اور شمس العلماء مولوی محمد حسن اور حکیم عبدالحمید سے علوم مروجہ کی تحصیل کی شعروشاعری سے ذوق تھا۔ فگرؔ تخلص کرتے تھے ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱-۲ء میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے شمس العلماء کا خطاب ملا تھا ۸ر شعبان ۱۳۱۸ھ مطابق یکم ستمبر ۱۹۰۰ء کو انتقال ہوا[1]

میاں عبدالغفّار

میاں عبدالغفار ولد منگل ساکن صادق پور (پٹنہ) تحریک جہاد کے نہایت مخلص اور پرجوش کارکن تھے۔ مولوی فرحت حسین (ف ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۸ء) اور یحییٰ علی (ف ۱۲۸۴ھ/۱۸۶۸ء) سے تربیت حاصل کی اصحاب عظیم آباد ان کی بڑی قدر کیا کرتے تھے۔ مولانا احمد اللہ کے ملازم تھے[2] مگر تمام اصحاب

---

[1] ملاحظہ ہو تذکرہ صادقہ ص ۱۹۶-۱۹۸

[2] مولوی غلام رسول مہر نے ان کو مولوی عبدالرحیم کا ملازم لکھا ہے (سرگذشت مجاہدین ص ۳۸۵) اگر ہمارے سامنے جو سرکاری خط وکتابت ہے اس میں ان کو مولوی احمد اللہ کا ملازم بتایا گیا ہے۔ ممکن ہے یہ تعلق دونوں سے رہا ہو: بنگال گورنمنٹ ریکارڈس، ص ۲۴۸-

عظیم آباد ان کو سیدی میاں عبدالغفور کہا کرتے تھے مقدمہ انبالہ میں ماخوذ ہوئے حبس دوام بعبور دریائے شور اور ضبطی جائداد کی سزا ہوئی۔ مولوی جعفر علی اور مولوی یحییٰ کے ساتھ انڈمان پہنچے اس وقت ان کی عمر ۳۵ سال تھی، مارچ ۱۸۷۲ء میں درخواست دیگر انھوں نے اپنی اہلیہ اور بچوں کو بھی اپنے پاس بلالیا ۵۳ سال کی عمر میں رہائی ہوئی جزیرہ انڈمان کے دوران قیام میں ان کا طرز عمل نہایت مناسب رہا کسی شعبہ میں ملازم تھے یکم فروری ۱۸۷۰ء کو صرف ایک دن غیر حاضر رہے جس کے نتیجہ میں ۸ر جرمانہ ہوا۔ چار فٹ گیارہ انچ قد تھا رنگ سیاہی مائل، گول چہرہ اور ناک کے بائیں رخ پر ایک نشان تھا۔ جب گورنمنٹ آف انڈیا سے ان کی رہائی کے متعلق خط و کتابت ہوئی تو ہیڈ ے کمشنر پٹنہ نے اول اول یہ خیال ظاہر کیا کہ مولانا احمداللہ کے تین صاحبزادے پٹنہ میں موجود ہیں لہٰذا ان کی رہائی مصلحت کے خلاف ہے لیکن مرکزی حکومت اس کی اس رائے سے متاثر نہ ہوئی اور مارچ ۱۸۸۳ء میں ان کی رہائی ہوئی۔ رہائی کے بعد انھوں نے ایک اقرار نامہ لکھا کہ میں کبھی ملکہ وکٹوریہ کی حکومت کے خلاف بغاوت یا سازش نہیں کروں گا اور مہینہ میں ایک مرتبہ سپرنٹنڈنٹ پولیس (پٹنہ) کے دفتر میں حاضری دوں گا میاں عبدالغفار کے دو صاحبزادے دل محمد اور ظہور محمد تھے[۱] ۱۳۳۳ھ-۱۹۱۴ء کے قریب ان کا انتقال ہوا[۲] رحمۃ اللہ علیہ۔

عبدالغفور

عبدالغفور کے والد کا نام شاہ علی خاں تھا۔ ضلع شاہ آباد کا رہنے والا تھا ایک روایت کے مطابق ہزاری باغ کا ساکن تھا، عمر ۲۵ سال ہوگی مولوی محمد جعفر تھانیسری کے یہاں مقیم تھا ۱۸۶۴ء کے مقدمہ میں سرکاری گواہ بنا۔ سزائے حبس دوام، دس سال کی قید میں تبدیل ہوگئی[۳]

---

[۱] ملاحظہ ہو ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۱۳۳

[۲] ملاحظہ ہو (۱) سرگذشت مجاہدین ص ۳۸۶، ۴۰۱

(۲) ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۱۳۶

[۳] ملاحظہ ہو سرگذشت مجاہدین ص ۳۸۶

عبدالکریم

انبالہ کا رہنے والا، عمر ۲۵ سال ہو گی یہ شخص شیخ محمد شفیع کا مختار تھا اور شیخ کی بھانجی کا اس سے نکاح بھی ہوا تھا۔ ڈیڑھ سال قید رہا۔ مختلف مقدمات میں اس نے بھی گواہیاں دیں[1]

غزن خاں

ہوتی مردان کے ٹپہ کمال زئی کا ایک پٹھان تھا غزن خاں کے باپ کا نام جدن خاں تھا کرنال کے پولیس سواروں میں سارجنٹ کی حیثیت سے مامور تھا مئی ۱۸۶۳ء میں اسے چار آدمی پیدل جاتے ہوئے ملے جن کا حلیہ اور لباس درویشانہ، رنگ سالونلا اور داڑھی چھوٹی تھیں غزن خاں نے خیال کیا کہ یہ بنگالی ہیں اس نے ان سے معلومات کی تو معلوم ہوا کہ وہ لوگ ملکا سے آرہے ہیں۔ تھانیسر میں مولوی محمد جعفر کے یہاں ٹھہریں گے اور پھر آگے چلے جائیں گے۔ انھوں نے غزن خاں کو بھی مشورہ اور دعوت دی کہ وہ نوکری چھوڑ کر مجاہدین میں شامل ہو جائے۔ غزن ان چاروں کو گرفتار کر کے پانی پت کے تھانے میں لے گیا اور ایک رپورٹ مرتب کر کے مجسٹریٹ کے سامنے ان لوگوں کو پیش کر دیا مگر کوئی ثبوت نہ ملنے کی وجہ سے وہ لوگ رہا ہو گئے اس سے غزن خاں کو سخت غصہ آیا اور اس کی آتش انتقام بھڑک اٹھی اور اس نے مجاہدین کی سرگرمیوں کے مکمل حالات معلوم کرنے کا تہیہ کر لیا اور اپنے بیٹے فیروز کو ملکا بھیجا اور اس کو ہدایت کی کہ وہاں وہ آخوندزادہ عبداللہ کی مسجد میں ٹھہر کر مجاہدین کے کام کے متعلق جملہ معلومات حاصل کرے۔ بیٹے نے باپ کی ہدایت کے مطابق عمل کیا اور یہ جاسوسی کا کام اس طرح انجام دیا کہ مطلق کسی کو شبہ نہ ہوا وہاں سے واپس آکر فیروز نے مجاہدین کے طریقہ کار اور تنظیم کا راز فاش کر دیا پولیس سوالمان کے افسر یوزلی نے یہ رپورٹ انسپکٹر جنرل پولیس کے پاس بھیجی جس کے نتیجہ میں انبالہ کے سپرنٹنڈنٹ پولیس پارسنز کو اس سلسلہ میں مزید تحقیقات کا حکم ملا[2]

---

[1] سرگذشت مجاہدین ص ۳۸۶

[2] سرگذشت مجاہدین ص ۳۷۷ - ۳۷۸

مولوی لیاقت علی الہ آبادی

مولوی لیاقت علی بن مہر علی موضع مہگاؤں[1] پرگنہ چائل ضلع الہ آباد کے رہنے والے تھے ان کی پیدائش ۱۸۱۵ء تا ۱۸۲۰ء کے درمیان[2] ہوئی ان کے والد مہر علی کاشتکاری کا پیشہ کرتے تھے[3] اور چچا دائم علی فوج میں ملازم تھے[4]۔ مولوی لیاقت علی نے اپنے چچا کے زیر تربیت تعلیم و تربیت پائی۔ مروجہ تعلیم کی تحصیل کے بعد درس و تدریس اور وعظ و تذکیر کا مشغلہ شروع کر دیا۔ مولوی صاحب نے اپنی اصلاحی سرگرمیوں کا مرکز اس مسجد کو بنایا جو سڑک کلاں (مہگاؤں) پر واقع ہے[5]۔ مولوی لیاقت علی نے تقریباً سال بھر فوج میں بھی ملازمت کی[6] مولوی لیاقت علی افکار و خیالات کے اعتبار سے سید احمد شہیدؒ کے متبع تھے۔

اندازہ ایسا ہوتا ہے کہ مولوی لیاقت علی نے تحریک جہاد کو پھیلانے اور نشر و اشاعت کے سلسلے میں خاص کارنامہ انجام دیا ہے۔ مولوی صاحب نے نظم و نثر کے دو اعلان جہاد کے متعلق چھپوا کر تقسیم کئے۔ پہلا اشتہار تو دراصل مولوی خرم علی بلہوری (ف ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۶ء) کے رسالۂ جہادیہ پر مشتمل ہے[7]۔ رسالہ جہادیہ ستاون اشعار پر مشتمل ہے۔ مولوی لیاقت علی کے اشتہار میں صرف ابتدائی ستائیس اشعار شامل ہیں، چوبیسویں اور پچیسویں اور چھبیسویں اشعار میں حب

---

[1] مہگاؤں الہ آباد سے مغرب کی طرف ۱۵ میل کے فاصلہ پر گرانڈ ٹرنک روڈ پر واقع ہے۔

[2] مولوی لیاقت علی الہ آبادی پر ایک مفصل مضمون عبدالباری عاصی ایم اے پرنسپل حافظ صدیق نیشنل ہائر سکنڈری اسکول جھانسی کا الجمعیۃ (دہلی) مورخہ ۲ ستمبر ۱۸۵۷ء میں شائع ہوا ہے اس میں انھوں نے بعض قرائن کی روشنی میں سال پیدائش کا یہ یقین کیا ہے ہم نے اس مضمون سے خاص طور پر استفادہ کیا ہے۔

[3] الجمعیۃ (دہلی) مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۵۷ء۔

[4] " " "

[5] " " "

[6] فریڈم اسٹرگل ان اترپردیش (جلد چہارم) ۲ ۵۵۰

[7] سید احمد شہیدؒ مؤلفہ غلام رسول مہر کے ۱۵۸۴ تا ۱۶۰ پر یہ قصیدہ ملاحظہ ہو۔

ضرورت ترمیم کرلی گئی ہے۔ مولوی صاحب کا دوسرا اشتہار نثر میں ہے[۱]

الہ آباد میں جنگ آزادی کا آغاز ۵ر جون ۱۸۵۷ء کو ہوا ۶ر جون ۱۸۵۷ء کو مولوی لیاقت علی الہ آباد پہنچے اور جہاد آزادی کی قیادت کی۔ مولوی صاحب نے خسرو باغ الہ آباد کو مستقر قرار دیا۔ الہ آباد میں مولوی صاحب کی حکومت قائم ہوگئی مولوی صاحب نے تھانے دار اور تحصیل دار مقرر کئے[۲] دہلی سے بھی مولوی لیاقت علی کی گورنری کا پروانہ آگیا۔ انگریز قلعہ میں محصور تھے ان کے پاس میگزین اور توپیں تھیں ۱۶ر جون ۱۸۵۷ء کو انقلابیوں اور انگریزوں میں مقابلہ ہوا۔ انگریزوں کی فتح ہوئی۔ مولوی صاحب معہ اپنی جماعت کے نانا راؤ کے پاس کان پور پہنچے[۳] اور وہاں بخشی زین العابدین کے ہاں قیام کیا[۴] جون ۱۸۵۷ء میں مولوی احمد اللہ کے ساتھ شاہجہاں پور میں سرگرم کارزار نظر آتے تھے[۵] جب احمد اللہ شاہ ایک غدار وطن راجہ پوایاں کی سازش سے شہید ہوگئے تو ان لوگوں کی جماعت بھی منتشر ہوگئی مولوی لیاقت علی یہاں سے نکل کر گجرات پہنچے۔

مولوی لیاقت علی کا قیام تقریباً ایک سال بڑودہ میں رہا۔ پھر لاجپور پہنچے اس وقت عبدالکریم خاں دوم نواب لاج پور تھے جن کی وجہ سے علماء و صلحاء کا اچھا خاصہ مجمع ہوگیا تھا مولوی لیاقت علی کی حیثیت ان سب میں ممتاز تھی[۶] وہاں بھی مولوی صاحب نے وعظ و تذکیر اور اصلاح و تبلیغ کا کام جاری رکھا۔ مولوی صاحب "فرقہ جہادیہ" کے نام سے بیعت لیتے تھے[۷] لاج پور میں مولوی صاحب نے ایک شاندار مسجد بنوائی اس علاقہ میں ہندو مراسم اور تمدن کا خاتمہ کیا وہاں عام طور سے مسلمان عورتیں ہندو لباس پہنا کرتی تھیں مولوی صاحب

۱۔ ملاحظہ ہو محاربۂ عظیم از کنہیا لال ص ۲۰۰ - ۲۰۱

۲۔ اسٹرگل فریڈم فاران اتر پردیش ص ۵۴۹ جلد چہارم

۳۔ ایضاً " " "

۴۔ ایضاً " " "

۵۔ " " ۵۲۳ جلد پنجم

۶۔ باغ عارفین (ملفوظات صوفی ابو محمد عبدالاحد سلیمان لاجپوری) حصہ سوم ص ۲۷

۷۔ الجمعیۃ (دہلی) مورخہ ۲ر ستمبر ۱۹۵۷ء۔

نے ہندو لباس کو کلیتاً ختم کرایا[1] ۱۸۶۸ء میں نواب ابراہیم محمد یاقوت خاں دوم تخت نشین ہوئے
ان کے عہد میں ریاست کے تمام مقدمات کے فیصلے مولوی لیاقت علی اور صوفی عبدالاحد سلیمان لاجپوری
انجام دیتے تھے[2] مولوی صاحب نے وہیں ٹونک یا جے پور کے کسی عالم کی صاحبزادی کے ساتھ شادی
کرلی تھی جن سے ان کی ایک صاحبزادی امت اللہ ہوئیں جن کے صاحبزادے نذیر احمد ہیں۔

مولوی لیاقت علی کا لاج پور میں تقریباً دس سال قیام رہا۔ آخر حکومت انگریزی کو مولوی
لیاقت علی اور ان کی سرگرمیوں کا علم ہو گیا۔ مولوی صاحب کو بھی حالات کا اندازہ ہو گیا مولوی
صاحب لاج پور سے بمبئی پہنچے، وہیں گرفتار ہو گئے[3] ان کو الہ آباد لایا گیا مقدمہ چلا حبس دوام
بعبور دریائے شور کی سزا ہوئی۔ عبدالباری عاصی صاحب کا بیان ہے کہ مولوی عبدالحق میاں
جی مرحوم (الہ آباد) نے ایک اردو مثنوی بھی ان کے حالات میں لکھی تھی جسے انھوں نے اپنے
لڑکپن میں خود دیکھا تھا۔ مولوی لیاقت علی نے سرحد کے علما اور فیروز شاہ سے بھی تعلقات
قائم کئے تھے اور ۱۸۶۶ء میں اس علاقے میں گئے بھی تھے۔ یہ واقعات ہمیں اس خط سے
معلوم ہوتے ہیں جو الہ آباد کے ایک افسر پارسن نے پشاور کے کلکٹر میکنب کو لکھا تھا اور مولوی
لیاقت علی الہ آبادی کا فوٹو شناخت کے لئے بھیجا تھا۔ یہ فوٹو ملا سید امیر، اسمٰعیل اور
محمود سے شناخت کرائے گئے۔ یہ خط اور فوٹو پشاور میوزیم میں محفوظ ہے اور ہمیں جناب
ایس ایم جعفر ڈائرکٹر آف آرکالوز (پشاور) کی عنایت سے ملا۔

مولوی لیاقت علی ۱۸۶۹ء میں انڈمان پہنچے اور تقریباً تیئس سال یعنی ۱۸۹۲ء تک
زندہ رہے وہاں بھی مولوی لیاقت علی نے اپنے اثر و فیض صحبت سے قیدیوں میں انسانیت
اور اسلامیت کی روح پھونک دی اور انڈمان ہی مولوی صاحب کی آخری آرام گاہ بنی[4]

---

[1] باغ عارف حصہ سوم ۲۷۲

[2] ایضاً " " "

[3] ایضاً " " "

[4] ایضاً " "

مولوی مبارک علی

مولوی مبارک علی، حاجی پور (مظفر پور) کے رہنے والے تھے مولانا احمد اللہ کی گرفتاری (۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۵ء) کے بعد جماعت کے نظم ونسق کے ذمہ دار ہوئے انبالے اور پٹنے کے مقدمات میں مولوی محمد حسن (ف ۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء) کے معین ومددگار رہے۔ پہلی مرتبہ ۱۸۶۸ء میں گرفتار ہوئے صورت یہ ہوئی کہ ۲۶ مئی ۱۸۶۸ء کو انھوں نے کچھ کاغذات بینک سے متعلق مولوی محمد امین کو دہلی بھیجے تھے۔ وہ ان تک پہنچے نہیں انھوں نے پوسٹ ماسٹر جنرل کو درخواست دی اس پر دہلی اور پٹنے میں مولوی محمد امین وغیرہ کی خانہ تلاشیاں اور گرفتاریاں عمل میں آئیں[۱]۔ دوبارہ ۱۸۷۱ء میں گرفتار ہوئے اور ان کو سخت تکالیف پہنچائی گئیں کہ اسی حال میں جاں بحق تسلیم ہو گئے (وفات تقریباً ۱۲۸۸ھ[۲]) رحمۃ اللہ علیہ۔

مولوی محمد ابراہیم منڈل

مولوی محمد ابراہیم منڈل مالدہ اور راج شاہی کے علاقہ میں تحریک جہاد کے سب سے بڑے کارکن تھے اپنے علم وفضل اور زہد واتقاء کی وجہ سے ایک امتیاز وخصوص کے مالک تھے رقم اور مجاہدین کی فراہمی میں خاص طور سے کوشش کرتے تھے اس کام میں ان کے معین نذیر سردار بھی تھے۔ ان کی گرفتاری کا سلسلہ یوں شروع ہوا کہ تحریک جہاد کے ایک کارکن امارت منڈل تھے ان سے اور ایک شخص اقواری بسواس سے کچھ اختلاف تھا۔ اقواری نیل کے ٹھیکہ دار مسٹر گرے کا ملازم تھا۔ اس نے امارت منڈل کی شکایت کی کہ یہ شخص "وہابی" اور سرحد پر رقم اور آدمی بھیجتا ہے۔ تفتیش شروع ہو گئی۔ اس سلسلہ میں ایک شخص گھوش نے خاص کردار ادا کیا۔ یہ شخص مقدمہ انبالہ میں بھی کام کر چکا تھا اور اس سلسلہ میں اس کو ایک ہزار نقد انعام ملا تھا۔ ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس نے گھوش کی خدمات حاصل کیں گھوش ریشم کے ایک تاجر کی حیثیت سے تحقیقات اور فراہمی اطلاعات کے لئے پہنچا۔ نہایت ہوشیاری سے

---

[۱] یہ تمام معلومات، بنگال گورنمنٹ ریکارڈس سے ماخوذ ہیں۔

[۲] سرگزشت مجاہدین ص ۱۱ھ، ۱۶ھ

اس نے اپنا کام مکمل کر لیا۔ بعض لوگوں کو شبہ بھی ہو گیا کہ یہ شخص سرکاری جاسوس ہے اس نے تار کے ذریعہ مجسٹریٹ مالدہ کو پوری کیفیت سے مطلع کیا۔ کلیا چوک کے تھانے دار نے نذیر احمد (قاضی گرام) ۲:۔ گھورن خاں (معظم پور) ۳:۔ عبدالواہب (لکھی پور) ۴:۔ جمون شیخ (لکھوپور) ۵:۔ سکن ملا (آگا ملکی) ۶:۔ نوغازی (معظم پور) اور نوازی ملا (معظم پور) کو گرفتار کیا۔ مجسٹریٹ مالدہ نے ایک وارنٹ ابراہیم منڈل کی گرفتاری کی غرض سے بھیجا۔ گھوش ایک مسلمان کے بھیس میں مولوی ابراہیم منڈل کے گاؤں پہنچا اتفاق سے ان کے بھتیجے سے ملاقات ہوئی اس نے خود کو ایک مدرس کی حیثیت سے پیش کیا اور کہا کہ میں طلبا کا خواستگار ہوں۔ اس نے کہا کہ میرے چچا مولوی محمد ابراہیم منڈل سے مل لیجئے گھوش جیسے ہی منڈل کے پاس پہنچا اس نے ان کو دو سپاہیوں کی مدد سے گرفتار کر لیا یہ سپاہی کچھ فاصلہ پر عام لباس میں تھے۔ ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس راج شاہی مسٹر ولٹ گاؤں کے باہر ہاتھی پر ایک افسر کے ساتھ موجود تھا۔

مولوی محمد ابراہیم منڈل کے مقدمہ میں چودہ اشخاص نے شہادت دی فیصلہ میں تمام اشخاص کو رہا کر دیا گیا۔ مولوی محمد ابراہیم منڈل اور نذیر سردار سزایاب ہوئے ۱۸۷۷ء میں مولوی محمد ابراہیم منڈل کی رہائی ہوئی [1]

محمد اسمٰعیل شہید دہلوی

شاہ محمد اسمٰعیل بن شاہ عبدالغنی بن شاہ ولی اللہ دہلوی ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ / ۱۷۷۹ء کو پیدا ہوئے نہایت ذہین طباع اور حاضر دماغ تھے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی والد کے انتقال کے بعد حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے تعلیم دی۔ پندرہ سولہ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فراغت حاصل کر لی۔ شاہ محمد اسمٰعیل شہید نے دین کی بڑی خدمت کی اس زمانے میں مراسم شرک و بدعات کا جو رواج ہو گیا تھا۔ اس کا خوب رد کیا سنت کی تبلیغ اور بدعت کی بیخ کنی ان کا مقصد حیات تھا۔ مولوی محمد اسمٰعیل کے اثر سے خالص 'عاملین بالحدیث' کا ایک طبقہ پیدا ہو گیا۔ وہ جامع مسجد دہلی میں جمعہ اور سہ شنبہ کو وعظ فرماتے تھے۔ سید احمد شہیدؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے تحریک جہاد کے سلسلہ میں شمالی ہند پاکستان کا خاص طور سے دورہ کیا سید احمد شہیدؒ کے ساتھ دست راست کی حیثیت

[1] یہ تمام معلومات 'بنگال گورنمنٹ ریکارڈس' سے ماخوذ ہیں۔

سے جہاد میں شریک رہے اور بالاکوٹ کے میدان میں ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء میں شہیدؒ ہوئے۔ شاہ محمد اسمٰعیل کی تصنیفات میں تقویتہ الایمان، صراط مستقیم، تنویر العینین، ایضاح الحق، منصب امامت اور رسالہ یک روزی وغیرہ خاص طور سے مشہور ہیں[1]

شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ کا مزار بالاکوٹ میں ہے۔ لوح مزار پر حسب ذیل عبارت اور اشعار کندہ ہیں[2]

مدفن

۰۔ حضرت مولوی شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ دہلوی بن شاہ عبدالغنی بن شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہم

ولادت شنبہ ۲۸ر شوال ۱۱۹۶ھ ــــــ شہادت جمعہ ۲۴ر ذیقعد ۱۲۴۶ھ

اے ذبیح اللہ اسمٰعیل
شد بذات صور اسرافیل
خون خود را در کہ وکہسار ریخت
لیک تخم حریت در ہند بیخت

احقر العباد سید اسد علی الوری
فرید آبادی این کتبہ را در ماہ
محرم الحرام ۱۳۷۲ھ نصب کرد

سیّد صاحبؒ کے مزار کی طرح یہاں بھی ایک اور پرانے پتھر پر کندہ دوسرا کتبہ لگا ہوا ہے

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے۔ (۱) حیات طیبہ (سوانح عمری شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ)

(۲) آثار الصنادید باب چہارم ص ۵۵ - ۵۹

(۳) ابجد العلوم ص ۹۱۶

(۴) اتحاف النبلاء باحیاء ماثر الفقہاء المحدثین ص ۴۱۶

(۵) تذکرہ علمائے ہند ص ۱۲، ۴۱۳ ، ۴۱۴

(۶) واقعات دار الحکومت دہلی جلد دوم ص ۴۱ - ۴۱۲

(۷) حیات ولی ص ۳۵۲ - ۳۵۹

(۸) موج کوثر ص ۳۴ - ۳۷ (۹) تراجم علمائے اہل حدیث ص ۶۷ - ۱۲

جس کی عبارت حسب ذیل ہے :-

مزار شریف
غازی مولوی شاہ اسمٰعیل صاحب دہلوی شہید مرحوم
۱۳/اپریل ۱۸۸۱ء

مولوی محمد حسن

مولوی محمد حسن مولانا ولایت علی کے فرزند تھے ۱۲۶۴ھ/۱۸۴۷ء میں پیدا ہوئے مولوی اشرف علی اور حکیم عبدالحمید سے تحصیل علم کی اور سند فراغ مولوی یحییٰ سے حاصل کی نہایت ذکی، ذہین اور عقیل تھے۔ انبالہ کے مقدمہ میں جب اکابر صادق پور گرفتار ہوئے اور مقدمہ چلا تو تنہا مولوی محمد حسن نے تمام خاندان کی پرورش اور نگاہ ‌دپرداخت کی اسی کے ساتھ مقدمات کی پیروی بھی کی مولوی عبدالرحیم لکھتے ہیں۔

" نطاق ہمت اور کمر کو چست باندھا اور وہ وہ کارروائیاں کر دکھائیں جو پچاس کی عمر والے (ان کی عمر ۱۷ سال تھی) اور تجربہ کار شخصوں سے بھی ظہور میں آنا مشکل ہے"

یکم مارچ ۱۸۸۴ء کو ایک اسکول محمڈن اینگلو عربک کے نام سے قائم کیا۔ جولائی ۱۸۸۴ء سے ایک اخبار پٹنہ انسٹی ٹیوٹ گزٹ جاری کیا۔ ۱۸۸۶ء میں شمس العلماء کا خطاب ملا، ربیع الاول ۱۳۰۷ھ مطابق ۲/نومبر ۱۸۸۹ء کو انتقال ہوا۔ ذبیح تخلص کرتے تھے [1]

محمد شفیع

محمد شفیع کے والد کا نام شیخ محمد تقی تھا جو سید احمد شہیدؒ کے مرید تھے محمد شفیع کا دوسرا نام شفاعت علی تھا۔ مختلف چھاؤنیوں میں گوشت فراہم کرتا تھا پچاس لاکھ سے کم جائداد کا مالک نہ تھا۔ ستھانہ مرکز کے لئے روپیہ زیادہ تر اسی کے ذریعہ فراہم کیا جاتا تھا محمد شفیع انبالہ کے مقدمہ میں ماخوذ ہوا پچاس لاکھ کی جائداد ضبط ہوئی دو سال قید رہا سرکاری گواہ

---

[1] ملاحظہ ہو (۱) تذکرہ صادقہ ص ۱۵۲ - ۱۶۲

(۲) ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۱۰۹ - ۱۱۱

سینتے کے بعد رہا ہوا۔ مگر جائداد واپس نہ ملی ۱۸۶۵ء و ۱۸۷۱ء کے مقدمات میں اس نے گواہیاں دیں مولوی مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں [1]

"ہنٹر نے اس کی بہت برائی کی ہے اور جی بھر کر گالیاں دی ہیں یہاں تک کہ سود خوری کا الزام بھی عاید کیا ہے جو بالکل ناروا ہے۔"

مولوی محمد یقین

مولوی محمد یقین، مولانا احمد اللہ کے صاحبزادے تھے علوم متداولہ کی تحصیل اپنے والد اور مولوی فیاض علی سے کی تجارت کا مشغلہ تھا مگر اس کے ساتھ ہی تبلیغ و ہدایت کا کام بھی جاری رہتا تھا ان کا انتقال تقریباً ۱۸۸۶ء میں ہوا ان کے ایک فرزند حکیم محمد امین (ف ۲ - ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) تھے [2]

مسعود گل

مسعود گل پٹنہ کے رہنے والے تھے ۱۸۶۴ء میں پشاور میں ان کا مقدمہ ہوا حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا ہوئی انڈمان میں قیدی کی حیثیت سے ان کا نمبر ۹۵۲۳ تھا ۱۸۸۳ء میں رہائی کا حکم ملا۔ جزیرہ انڈمان میں ان کی ایک دکان تھی اس کو علیحدہ کرنے کی غرض سے چھ ماہ کی مزید مہلت طلب کی جو ان کو مل گئی مگر چھ مہینے سے پہلے ہی دکان وغیرہ علیحدہ کر دی اور ۲۸ اپریل ۱۸۸۳ء کو ایس ایس مہارانی جہاز سے کلکتہ روانہ ہو گئے [3] کلکتہ سے پٹنہ پہنچے۔ کمشنر پٹنہ کو مطلع کیا کہ انسپکٹر جنرل پولیس (پٹنہ) کے ذریعہ سے مسعود سے اس امر کی تحریر لے لی جائے کہ وہ مہینہ میں ایک مرتبہ پولیس کو مطلع کریں گے اور بغیر اجازت

---

[1] ملاحظہ ہو سرگزشت مجاہدین ص ۳۸۵

(۲) ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۱۳۵

(۳) بنگال گورنمنٹ ریکارڈس ص ۲۳ - ۲۴

[2] ملاحظہ ہو تذکرہ صادقہ ص ۹۶ - ۹۷

[3] ملاحظہ ہو بنگال گورنمنٹ ریکارڈس ص ۲۳۱ - ۲۶۳ - ۲۶۷

پولیس پٹنہ سے کہیں نہیں جائیں گے۔[۱]

مہدی سوڈانی

ان کا اصل نام محمد احمد تھا وہ ایک کشتی بنانے والے کے بیٹے تھے ۱۸۴۸ء میں پیدا ہوئے ان میں شروع ہی سے دینی جوش وجذبہ بہت زیادہ تھا ساتھ ہی قیادت کی پوری صلاحیت تھی ان دونوں باتوں نے مل کر ان کے عزم اور ارادے میں ایک قوت پیدا کر دی تھی اس وقت سوڈان اور مصر دونوں ایک پر آشوب دور سے گزر رہے تھے یورپی اقوام کا تسلط بڑھتا جارہا تھا انگریز سوڈان میں غلبہ پانے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔ چنانچہ جنرل گورڈن نے جو ۱۸۷۷ء میں سوڈان کا گورنر جنرل بنا کر بھیجا گیا تھا مقامی واقعات میں پڑ کر جو نہایت پیچیدہ ہو گئے تھے ان کو اپنے حق میں درست کر لیا تھا دو سال کی محنت اور جدوجہد سے اس کی صحت کافی متاثر ہو گئی وہ آرام کرنے کے خیال سے ۱۸۷۹ء میں مستعفی ہو کر انگلستان روانہ ہو گیا لیکن مصر کے حالات درست کرنے کی وجہ سے قاہرہ میں ٹھہرا رہا اس لئے انگلستان کو روانگی ۱۸۸۰ء سے پہلے نہ ہو سکی۔

اس کی روانگی کے بعد خرطوم میں اس کا قائم مقام رؤف پاشا ہو گیا اس وقت سوڈان کی یہ حالت تھی کہ وکٹوریہ جھیل جو جھیل البرٹ کا شمال مشرقی سرا ہے خدیو مصر کی جنوبی حد تھا امین پاشا علاقہ وکٹوریہ میں متعین تھا جیسی بحر الغزنی کا گورنر تھا لیکن عملی طور پر انتظام و انصرام مفقود تھا دارفور اور حبشہ میں بھی ہیجان و بدنظمی کے آثار نمایاں تھے۔

ان حالات میں مہدی سوڈانی کو موقع ملا انہوں نے انتظامات کو اپنے ہاتھ میں لے کر درست کرنا چاہا ابھی تک حالات کسی اچھے لیڈر کے نہ ہونے کے سبب قابو میں نہیں آئے تھے موقع نہایت موزوں تھا مہدی سوڈانی نے اپنی فطری صلاحیتوں کا خاطر خواہ فائدہ

---

[۱] مولوی مسعود عالم ندوی نے مسعود گل کو بوگرا کا ساکن لکھا ہے سرکاری تحریرات میں پٹنہ کا باشندہ بتایا ہے اور ہیں ان کی واپسی ہوئی ہے۔ ممکن ہے بوگرے سے بھی کوئی تعلق رہا ہو مگر مسعود عالم کا یہ بیان کہ ۱۸۶۰ء میں ماخوذ ہوئے (ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، ص ۱۶۹ - ۱۷۰) صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے مقدمہ کے متعلق بعض کاغذات ہمارے سامنے ہیں۔

اٹھایا اور ۱۸۸۱ء سے اپنی تحریک کا آغاز کیا اور اگست ۱۸۸۱ء سے وہاں کی جنگجو قوم لگارا کا اعتبار حاصل کر کے اپنا کام شروع کر دیا ان کی گرفتاری کے لئے جو تھوڑا سا لشکر بھیجا گیا اس کو انہوں نے شکست دی اور نیل ابیض پر ابانام کے ایک جزیرے میں اپنے مہدی ہونے کا دعویٰ کر دیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد شمالی سوڈان سے لوگ جوق درجوق آکر ان کے گرد جمع ہونے لگے حکومت نے اس تحریک کو دبانے کی جو کوشش کی اس سے لوگوں میں اور اشتعال پیدا ہوا جنوب میں کسی قدر اس تحریک کو دبانے میں کامیاب ہوئی مگر مئی ۱۸۸۲ء میں ایک بڑی فوج کی تباہی سے جو یوسف پاشا الہلالی کی سرکردگی میں بھیجی گئی تھی عام بغاوت شروع ہو گئی اور چند بڑے فوجی مقامات کے سوا کہیں مصری حکومت کا تسلط باقی نہ رہا۔

اس وقت مصری حکومت دیوالیہ تھی وہ سوڈان میں اس شورش کو دبانے کے لئے وفادار آدمی کہاں سے لاتی اور فوجی مہمات کے لئے روپیہ کس جگہ سے فراہم کرتی اکتوبر میں مصر کی حالت کچھ بہتر ہوئی تو وہاں کی حکومت نے بھرتی شروع کی اور سال کے اختتام تک کچھ توپیں وغیرہ خرطوم بھیج دی گئیں۔ خرطوم سے وحشتناک خبریں برابر آرہی تھیں اور یہ خیال زور پکڑ گیا تھا کہ مہدی خرطوم کو فتح کرتے ہوئے بہت جلد مصر میں داخل ہو جائیں گے ان حالات کو دیکھ کر سر چارلس ولسن نے حکومت برطانیہ کو لکھا کہ دوبارہ جنرل گورڈن کو گورنر جنرل بنا کر بھیجا جائے بڑی بحث وتمحیص کے بعد کہ "مصر کو امداد دی جائے یا نہیں" یہ طے پایا کہ ایک برطانوی افسر کو حالات کا جائزہ لینے کے لئے بھیجا جائے چنانچہ اس کام کے لئے کرنل ڈی ایچ اسٹیورٹ کا انتخاب عمل میں آیا وہ وہاں پہنچا اور اس نے ۱۸۸۳ء کے اوائل میں اپنی رپورٹ بھیج دی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ "مصری قطعاً نااہل اور ناقابل اعتماد ہیں لہٰذا حکومت برطانیہ کو مدد دینی چاہیئے" اسی دوران میں مہدی نے ال عبید، بینارہ وغیرہ پر بھی قبضہ کر لیا ایسی حالت میں حکومت برطانیہ کو جنرل گورڈن کو بھیجنا پڑا وہ ۱۸ فروری ۱۸۸۳ء کو خرطوم پہنچا۔ مہدی نے خرطوم کا محاصرہ کر لیا گورڈن متواتر امداد کے لئے لکھتا رہا لیکن برطانیہ سے کوئی امدادی فوج نہیں آئی اور گورڈن محصور ہو کر ۲۵ جنوری ۱۸۸۵ء کو مارا گیا اس کے بعد فوج پہنچی مگر بے سود مہدی سوڈانی کی طاقت بڑھتی گئی اور حکومت برطانیہ نے اس کو آزاد چھوڑ دیا۔

اسی سال ۲۲ جون ۱۸۸۵ء کو مہدی سوڈانی کا بھی انتقال ہو گیا اور اسکے جانشین خلیفہ عبداللہ مقرر ہوئے۔[1]

---

[1] یہ حالات سر ہیرلڈ میکائیکل کی کتاب "دی سوڈان" مطبوعہ لندن ۱۹۵۴ء سے ماخوذ ہیں۔

قاضی میاں جان

قاضی میاں جان ولد شیخ وجیہ الدین کمارکھلی ضلع پٹنہ کے رہنے والے تھے تحریک جہاد کے نہایت ممتاز اور معتمد کارکن تھے ان کے کئی عرف تھے عمر ساٹھ سال کے قریب ہو گی ان کے بھائی مراد علی نے ان کے خلاف شہادت دی جائداد ضبط ہوئی انبالہ کی جیل میں وفات پائی [1]

شیخ الکل میاں نذیر حسین

مولوی نذیر حسین ولد جواد علی سورج گڑھ ضلع مونگیر (بہار) میں ۱۲۲۰ھ/۱۸۰۵ء میں پیدا ہوئے ۱۶ سال کے بعد علم کی طرف میلان ہوا ۱۲۳۶ھ/۱۸۲۱ء میں وطن سے پوشیدہ طور پر صادق پور پہنچے وہاں کچھ درسی کتابیں پڑھیں ۱۲۴۳ھ/۱۸۲۹ء میں دہلی میں پہنچے پنجابی کٹڑے کی مسجد اورنگ آبادی میں ٹھہرے مولوی عبدالخالق دہلوی، اخوند شیر محمد قندھاری، مولوی جلال الدین ہروی، مولوی کرامت علی، بنی اسرائیلی، مولوی محمد بخش مولوی عبدالقادر رام پوری [2] المتوفی ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء (تلمیذ مفتی شرف الدین رام پوری) سے جملہ علوم حاصل کئے حدیث کی اجازت شاہ محمد اسحاق دہلوی (ف ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۵-۶ء) سے حاصل کی نواب مولوی حبیب الرحمٰن خاں شروانی۔ عبدالرحمٰن محدث پانی پتی کا بیان لکھتے ہیں کہ [3]

"جس روز شاہ محمد اسحاق صاحب ہجرت کرکے حجاز روانہ ہوئے تو اس روز نذیر حسین ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند کتابوں کی اولیت کی ایک ایک حدیث پڑھی اور کل کتابوں کی اجازت حاصل کی شاہ صاحب نے ایک چھوٹے کاغذ پر یہی واقعہ لکھ کر دیا اس سے پہلے مدرسہ میں کبھی پڑھنے کو نہیں آئے"

---

[1] ملاحظہ ہو سرگذشت مجاہدین ص ۳۸۶ (۲) ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۱۳۳ - ۱۳۴

[2] الحیاۃ بعد المماۃ از فضل حسین ص ۲۲

[3] مقالات شروانی از حبیب الرحمٰن خاں شروانی ص ۲۸۲

مولانا سلیمان ندوی نے اس سلسلہ میں کچھ قلمی مواد کی نشاندہی کی ہے جو انھیں نواب صدیق حسن خاں (ف ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء) کے کاغذات میں ملا تھا[۱] ۱۸۵۶ء میں ایک انگریز خاتون کو پناہ دی ساڑھے تین مہینے گھر میں چھپائے رکھا جس کے بدلے میں ایک ہزار تین سو روپے اور خوشنودی سرکار کا سرٹیفیکٹ ملا[۲] جس زمانے میں (۱۸۶۵ء) وہابیوں پر مہم امبیلا کے نتیجے میں مقدمے چل رہے تھے تو میاں نذیر حسین کو بھی بحیثیت سرگروہ وہابیان احتیاطاً راولپنڈی جیل میں نظر بند رکھا گیا میاں نذیر حسین کے یہاں سے مختلف حضرات مولوی محمد جعفر تھانیسری (تین خط)، مبارک علی ساکن پٹنہ (دو خط) عطاء اللہ (میرٹھ) محمد عثمان (کانپور) امین الدین کلکتہ ابو سعید محمد حسین بٹالوی (امرتسر) محمد سوداگر (المونڈہ) کے خطوط برآمد ہوئے۔ خود میاں صاحب کے خطوط کی نقلیں ملیں جو مختلف حضرات کو لکھے گئے تھے۔ بہادر شاہ ظفر بادشاہ دہلی کے غدر ۱۸۵۶ء کے دوران کے پانچ فرمان ملے[۳] اس تمام مواد کی نہایت غور سے تحقیق کی گئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ میاں صاحب کا جہاد کی تحریک سے کوئی واسطہ نہ تھا اور بقول مؤلف الحیاۃ بعد المماۃ (سوانح عمری میاں نذیر حسین دہلوی) میاں نذیر حسین وفادار گورنمنٹ ٹھہرے اور کوئی الزام ثابت نہ ہو سکا۔ جب میاں صاحب حج کو تشریف لے گئے تو کمشنر دہلی کا خط ساتھ لے گئے۔ گورنمنٹ انگلشیہ کی طرف سے ۱۴ر جون ۱۸۹۷ء کو شمس العلماء کا خطاب ملا[۴]

میاں نذیر حسین دہلوی عامل بالحدیث عالم تھے ۱۸۵۷ء کے بعد دہلی میں میاں صاحب کی شخصیت خاص امتیاز کی مالک رہی ہے ملک کے مختلف حصوں سے لوگ دہلی پہنچے اور میاں صاحب سے تحصیل علم کرتے میاں صاحب کے قیام کی وجہ سے ۱۸۵۷ء کے بعد آمین بالجہر، رفع یدین، آٹھ رکعت تراویح، فاتحہ خلف امام اور حنفی و عامل بالحدیث کے اختلافی مسائل کو خاص طور سے فروغ ہوا۔ میاں صاحب نے اس موضوع

---

[۱] حیات شبلی ص ۴۶

[۲] الحیات بعد المماۃ ص ۱۲۶-۱۳۴

[۳] بنگال گورنمنٹ ریکارڈس ص ۶۵-۷۱

[۴] الحیاۃ بعد المماۃ ص ۱۸۰-۱۸۱

پر ایک مستقل کتاب معیار الحق تصنیف کی لہ ۱۲ر اکتوبر ۱۹۰۲ء کو دہلی میں میاں نذیر حسین کا انتقال ہوا۔

مولوی یحییٰ علی

مولوی یحییٰ علی، مولانا احمد اللہ کے چھوٹے بھائی تھے انھوں نے علوم درسیہ کی تحصیل مولوی فیاض علی اور مولانا احمد اللہ سے حاصل کی حدیث کی سند مولانا ولایت علی صادق پوری سے لی ہمیشہ مولانا ولایت علی کے ساتھ رہے باغستان کی لڑائیوں میں ان کے شریک کار رہے انبالہ کے مقدمہ میں ماخوذ ہوئے اور حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا ہوئی۔ جنوری ۱۸۶۶ء کو انڈمان پہنچے وہاں وہ فرصت کے اوقات میں لوگوں کو قرآن و احادیث پڑھاتے اور نیکو کاری کی تلقین کرتے تقریباً دو سال بعد مولوی یحییٰ علی بیمار ہو گئے حسب

لہ شیخ الکل میاں نذیر حسین کے تلامذہ میں حافظ عبدالجبار عمرپوری (ف ۱۹۱۶ء) نے صمصام التوحید فی رد التقلید، ارشاد السائلین فی مسائل الثلاثین۔ ارشاد الانام فی فریضۃ الفاتح خلف الانام، تبصرۃ الانام فی فریضۃ الجمعہ والفاتحہ خلف الامام، محمد بشیر سہسوانی (ف ۱۹۰۸ء) نے البرہان العجاب فی فریضۃ ام الکتاب، صیانۃ الانسان من وسوسۃ الشیخ الدحلان، کشف العجاب عما فی البرہان العجاب محمد حسین خاں خورجوی (ف ۱۳۰۷ھ ۱۸۸۹ء) نے رد التقلید بالکتاب المجید امیر احمد سہسوانی (ف ۱۸۸۸ء) نے نقص الاباطیل فی الذب عن الشیخ اسمٰعیل خلیل الرحمٰن (ف ۱۸۹۷ء) رسالہ رد تقلید ابو الفیاض عبدالقادر (ف ۱۹۱۲ء) نے حل المغلقات فی بحث الطلقات ابو المکارم محمد علی (ف ۱۹۳۳ء) نے الجواب السدید۔ عن مقالات اہل التقلید، دقائق الاسرار، المجن المحمدیہ، القول المحل، ابو یحییٰ محمد شاہجہاں پوری (ف ۱۹۲۰ء) نے الارشاد وغیرہ کتابیں لکھیں۔

اگر دوسرے اہل حدیث علماء کی اس قسم کی تصنیفات کا جائزہ لیا جائے تو یہ فہرست بہت طویل ہو جائے۔

(یہ فہرست تراجم علمائے اہل حدیث سے ماخوذ ہے)

قاعدہ علاج کے لئے ہسپتال میں داخل ہوئے۔ مولوی عبدالرحیم نے بڑی خدمت اور دیکھ بھال کی ۲۶ر شوال ۱۲۸۴ھ مطابق ۲۰ر فروری ۱۸۶۸ء کو انتقال ہوا مولوی یحییٰ علی کے جنازے میں تقریباً ۴ ہزار سے زیادہ اشخاص شریک تھے۔ مولوی احمد کبیر پھلواردی نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ لکھا[1]

چونکہ یحییٰ علی ستودہ خصال
عالم وزاہد و محدث بود!
روح پاکش گزاشت محبش تن
راہ ملک وصال حق پیمود
گشت راضی خدائے پاک زو
عزتش پیش قدسیاں افزود
ہاتفے سال او از و سے الم
رضی اللہ ربہ فرمود

❊

---

[1] ملاحظہ ہو (۱) سرگزشت مجاہدین ص ۴۷۲ - ۴۳۳ - ۴۳۵
(۲) تذکرۂ صادقہ ص ۶۳ - ۶۹
(۳) ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۱۰۶-۱۰۷-۱۳۷ - ۱۳۸

ضمیمہ (الف)

مساجد سے اخراج کے واقعات کی فہرست

★

یہ فہرست ایک کتاب "مجموعہ مولود شریف اور وعظ شریف اور حالات حضرت غوث الثقلین اور کرامات شریف" کے آخر میں شامل ہے۔ یہ کتاب بیسویں صدی کے بالکل شروع میں مطبع مجتبائی لکھنؤ سے شائع ہوئی ہے۔ اور اس کے مؤلف کوئی صاحب مولوی عبداللہ ہیں۔ انھوں نے اس فہرست کو "مکائد غیر مقلدین" مؤلفہ مولوی وزیرالدین مطبوعہ مطبع حامی الاسلام دھلی سے نقل کیا ہے ہم نے کم و بیش مولوی عبداللہ ہی کے الفاظ میں اس کو یہاں نقل کر دیا ہے۔

★

(۱) قصبہ آنولہ ضلع بریلی میں روز جمعہ ماہ ربیع الآخر ۱۲۹۶ھ کو ایک غیر مقلد سے مذہبی مسائل میں گفتگو ہوئی ساکنانِ آنولہ نے ایک عجیب نحو سے ضرب یضرب کا باب صرف کیا اور یہاں تک شد و مد کی کہ مثل کترہ و نتع ریش کے بال ریزہ ریزہ اور اس غیر مقلد کی پیش نہ گئی اور اپنے روے مصحف کا تبرک آنولہ والوں کو دیکر چل دیا۔

(۲) شہر بریلی میں غیر مقلدوں پر جرمانہ ہوا۔

(۳) شہر پیلی بھیت میں کئی غیر مقلد مباحثہ آمین بالجہر وغیرہ میں مغلوب ہوئے۔

(۴) شہر بدایوں میں بہت خفیف ہوئے اور نوکری چھوڑ کر بھاگ گئے۔

(۵) شہر مدراس میں بھی اپنے بدعقیدوں کی وجہ سے بہت خفیف ہوئے اور جرمانے بھگتے (۱۸۸۲ء)

(۶) شہر جوناگڑھ میں دو غیر مقلدوں نے نواب صاحب والی جوناگڑھ کے سامنے غیر مقلدی اور اپنے برے عقائد سے توبہ کی۔

(۷) حیدرآباد دکن میں غیر مقلدین کا ایک سرغنہ اپنے تابعین کے ساتھ خفیف ہوا۔

(۸) شہر رام پور میں والی رام پور نے کتاب تقویۃ الایمان کے ماننے والوں کو زجر و توبیخ کیا۔ ان میں سے بعض کو قید کیا گیا اور کچھ توبہ کے بعد رام پور سے خارج کئے گئے۔

(۹) ۱۲۹۱ھ میں نواب عظیم آباد نے غیر مقلدین سے توبہ کرائی۔

(۱۰) شہر میرٹھ میں غیر مقلدین جامع مسجد سے نکالے گئے اور ان پر جرمانے ہوئے۔

(۱۱) اوائل ذی قعدہ ۱۳۰۲ھ کو موضع سراوا ضلع میرٹھ میں ایک غیر مقلد سے پانچ سو روپے کا مچلکہ لیا گیا اور جامع مسجد کی امامت اور وہاں وعظ کہنے سے اس کو علیٰحدہ کر دیا گیا۔

(۱۲) بلند شہر کی جامع مسجد سے ایک غیر مقلد اپنے دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ ۲۰ ستمبر ۱۸۸۱ء کو نکالا گیا۔

(۱۳) شہر امرتسر میں غیر مقلدین پر دو سو روپے جرمانہ ہوا۔

(۱۴) اجمیر شریف میں شاہی مسجد سے غیر مقلدین نکالے گئے دو سال تک مقدمہ چلا آخر مقلدین نے فتح پائی اور کمشنر اجمیر نے مسجد پر مقلدین کو قبضہ دلا دیا۔

(۱۵) ۱۱ر فروری ۱۸۸۱ء کو فرید کوٹ میں بہت سے غیر مقلدین نماز جمعہ کے بعد تائب ہوئے۔

(۱۶) فرید پور میں ۱۲۸۳ھ میں مجسٹریٹ ضلع نے ایک غیر مقلد پر دو سو روپے جرمانہ کیا۔

(۱۷) مظفر پور میں ۱۸۸۴ء میں ایک غیر مقلد امامت سے برطرف کیا گیا اور اس کے متبعین مسجد سے خارج کئے گئے۔

(۱۸) سیالکوٹ میں مقلدین اور غیر مقلدین کے ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر کے انتظام سے مناظرہ ہوا۔ غیر مقلدین کو سخت خفت ہوئی۔

(۱۹) ۱۸۷۰ء کو موضع بلیا میں ایک غیر مقلد بہت خفیف ہوا۔

(۲۰) قصبہ فرخ نگر ضلع گوڑگاؤں میں غیر مقلدین نے آمین بالجہر کا شور مچایا اس پر مقلدین نے ۱۳۰۱ھ میں استغاثہ کیا خود صاحب ضلع نے تشریف لاکر امتناع فرمایا جرمانہ کیا اور وہ مسجد سے خارج کئے گئے۔

(۲۱) شہر سورت میں ماہ جمادی الاول ۱۳۰۳ھ میں مولوی عبدالحق دہلوی[۱] نے تین غیر مقلدوں کو گفتگو میں لاجواب کیا۔

(۲۲) کلکتہ میں ۸ر جمادی الثانی ۱۳۰۲ھ کو محمد نظر شاہ ولایتی حافظ محمد حاتم اور عرب صاحب نے ایک ممتاز غیر مقلد کو گفتگو میں بلند کیا۔

(۲۳) ایک لباسلی غیر مقلد کو نواب ٹونک نے پٹوا کر نکلوا دیا اور عام حکم جاری کیا کہ کوئی غیر مقلد ہمارے شہر میں نہ رہنے پائے۔

(۲۴) شہر بنارس میں تین غیر مقلدوں نے ایک مسجد میں آمین بالجہر پکاری مجسٹریٹ چھاؤنی نے ۲۵ر ستمبر ۱۸۸۴ء حسب دفعہ ۲۹۶ تینوں کو پچیس پچیس روپے جرمانہ اور بصورت عدم ادائیگی ایک ایک ماہ کی قید کا حکم سنایا۔

---

[۱] شمس العلماء مولوی عبدالحق حقانی دہلوی المتوفی ۱۹۲۵ء۔

(۲۵) ۱۸۸۴ء میں میرٹھ کی بڑی مسجد سے غیر مقلدین عدالت کے حکم سے خارج کیے گئے۔

(۲۶) جامع مسجد کان پور میں جب دو غیر مقلد علماء نے سر اٹھایا آمین بالجہر پکاری۔ اور وعظ میں اپنے عقائد بیان کئے تو ایک شخص نواب علی نفیس عرف بونے ان کو راستے میں خوب مارا پیٹا دونوں غیر مقلدین نے عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔ ان کی بدقسمتی سے مقدمہ خارج ہو گیا اور بونو بری ہو گیا پھر ڈپٹی راجہ جے کشن داس خود مسجد پہنچے اور کھڑے کھڑے مسجد سے غیر مقلدین کو نکال دیا۔

ضمیمہ (ب)

اکابر صادق پور کی ضبط شدہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ

★

تفصیل

الٰہی بخش (جائداد منقولہ)

	پائی	آنہ	روپیہ
۱۔ مچھرٹہ کی دکان سے جو قیمت داخل ہوئی	—	۰	۲۲۰۲
۲۔ نگرہ تھلنے کے مکان کی تخمینی قیمت	—	—	۲۰۰
۳:۔ اسباب مکان	—	۰	۱۰
۴:۔ د دکان سے نقدی جو ملی	—	۶	۱۴۳
۵۔ ایک ہنڈی ترہٹ کے مجسٹریٹ سے	—	۲	۵۱۶
۶۔ دد کان جو قرق ہوئی	۹	۹	۴۵
۷:۔ مظفر پور کی دکان	۰	۰	۳۶۸
۸۔ قرضے کی تخمینی رقم جو بقایا تھی	—	۰	۱۵۰۰
میزان	۹	۱	۱۸۴۸۵

حسینی عظیم آبادی

	پائی	آنہ	روپیہ
(۱) قیمت مکان واقعہ محلہ کنواں کھوہ	۰	۰	۱۵۰
(۲) کرایہ مکان	۰	۰	۲۱
میزان	۰	۰	۱۷۱

مولوی عبدالرحیم

	پائی	آنہ	روپیہ
(۱) کتابوں وغیرہ کی قیمت جو صادق پور کے دیوان خانہ سے ملیں۔	۰	۰	۱۵
(۲) گھر کا فرنیچر	۰	۰	۲۵
(۳) یکے اور گھوڑے کی قیمت	۰	۰	۵۴
(۴) سونے اور چاندی کے زیورات	۰	۰	۴۸
(۵) نقد		۳	۲۳
(۶) فرخ آبادی اور مرشد آبادی روپے	۰	۰	۲
(۷) گورکھپوری پیسے		۷	۳
(۸) زنانخانے کے اسباب کی قیمت	۰	۰	۱۰
(۹) مولوی فرحت علی کی دوسری بیوی بی بی بخش کے گھر سے	۰	۰	۲۰
(۱۰) شیخ ہدایت اللہ کے گھر سے (چچازاد بھائی)	۰	۰	۱۰
(۱۱) محمد حسین کے گھر سے (چچازاد بھائی)	۰	۰	۱۰
میزان	۰	۱۰	۲۳۱

مولوی محمد یحییٰ علی

	پائی	آنہ	روپیہ
(۱) زنانخانہ کی دوسری منزل سے سامان	۰	۰	۲۵
(۲) زنانے حصے سے (سامان)		۰	۱۰
(۳) ذاتی مکان سے (سامان)	۰	۰	۱۰
(۴) زیورات	۰	۰	۸۰
(۵) چاندی کی گھڑی	۰	۰	۲۰
(۶) رقم بینک	۰	۰	۵۰۰
میزان			۶۴۵

مولوی احمد اللہ

	پائی	آنہ	روپیہ
(۱) کتابیں وغیرہ	۰	۰	۲۵
(۲) فرنیچر	۰	۰	۲۵
(۳) دیوان خانے کا اسباب اور کتابیں	۰	۰	۱۰
(۴) فرنیچر	۰	۰	۲
(۵) پارچہ جات	۰	۰	۲۶
(۶) شال وغیرہ	۰	۰	۲۰۰
(۷) نقدی اور چودہ نوٹ	۰	۰	۱۸۳۵
(۸) ذاتی مکان سے (سامان)	۰	۰	۲۵
(۹) زنانخانے سے (سامان)	۰	۰	۷۰
(۱۰) پالکی، گھوڑی اور گھوڑا	۰	۱۵	۱۵۲
(۱۱) نقدی عدالت فوجداری میں	۰	۱۱	۱۴۶
میزان	۰	۱۰	۲۵۱۷

(جائداد منقولہ)

عبدالرحیم

	پائی	آنہ	روپیہ
(۱) گدھنا، اصلی بھیم پور، جمنی پور ڈھیکلی پرگنہ منیر	۰	۰	۴۵۱۸
(۲) سگرام پور پرگنہ منیر	۰	۰	۳۸۵۰
(۳) دینال پور تربینی و دینال پور بکٹ پور پرگنہ بھیم پور	۰	۰	۱۲۹۰
(۴) سعداللہ پور پرگنہ بھیم پور	۰	۰	۱۲۵
(۵) بہادر چک پرگنہ شاہجہاں پور معہ معافی صادق پور وغیرہ	۰	۰	۲۶۷
(۶) افضل پور سرور وغیرہ	۰	۰	۵۹۲
(۷) زمین صادق پور سگرن اور ملکی ٹولہ پرگنہ عظیم آباد	۰	۰	۲۲۸
(۸) زمین واقعہ محلہ پتھری	۰	۰	۲۳
(۹) زمین واقع ملکی ٹولہ	۰	۰	۵۵
(۱۰) " " بلوچ پور	۰	۰	۱۰
(۱۱) مکانات کا کرایہ واقعہ دودل منڈی			۸
(۱۲) بھگوان پور رائے سین	۰	۰	
(۱۳) رمنلی او چا پرگنہ برال	۰	۰	

مولوی یحییٰ علی

	پائی	آنہ	روپیہ
(۱) رسول پور بجی پرگنہ منیر	۰	۰	۶۲۵۰
(۲) چک عزیز وغیرہ	۰	۰	۱۴۵
(۳) ملکانہ رسول پور	۰	۰	۱۲۵
(۴) کنچن پور	۰	۰	۱۴۵
(۵) اشکری چک	۰	۰	۷۵۶
(۶) آمدنی مزروعہ زمین واقع کھجوریانہ			۴۴
(۷) کوٹھیوں کا کرایہ واقع عالم گنج	۰	۸	۹

	پائی	آنہ	روپیہ
(۸) کرایہ واقع زمین صادق پور	۰	۰	۱۱۶
(۹) کرایہ زمین و مکان واقع صادق پو	۰	۸	۱۲
(۱۰) آمدنی درخت کھجور واقع کھجوریاں کلاں و خورد	۰	۸	۱۲
(۱۱) درخت کھجور	۰	۴	۹
(۱۲) کرایہ خندق واقع کھجوریہ	۰	۰	۲
(۱۳) ملکانہ موضع عسکری چک	۰	۸	۱۳
(۱۴) ذاتی مکان	۰	۰	۰
(۱۵) اصطبل و پالکی خانہ واقع صادق پور	۰	۰	۰
(۱۶) مکا مسکونہ وجیہہ النساء ہمشیرہ (مولوی یحیٰی علی)	۰	۰	۰
(۱۷) مکان مسکونہ مسماۃ جمیل النساء	۰	۰	۰

مولوی احمد اللہ

	پائی	آنہ	روپیہ
(۱) بھوئے پرگنہ لبوک (نصف حصہ)	۰	۰	۵۱۰۱۲
(۲) رسول پور پرگنہ منیر } (۳) ہرشنکر پور لوزینا وغیرہ	۰	۰	۶۲۵
(۴) ملکانہ رسول پور	۰	۰	۱۲۵
(۵) چک عزیز وغیرہ	۰	۰	۱۴۵
(۶) کنچن پور پرگنہ بلیا ـ	۰	۰	۱۴۵
(۷) عسکری چک	۰	۰	۷۵۶
(۸) لگان مزروعہ زمین واقع صادق پور (دو بیگہ)	۰	۰	۴۴
(۹) لگان مزروعہ زمین واقع جمنی باغ	۰	۸	۹
(۱۰) " " " صادق پور	۰	۰	۱۱۶
(۱۱) کرایہ زمین و مکان " "	۰	۸	۱۲
(۱۲) گیارہ درخت (کھجور) کی آمدنی	۰	۸	۱۲
(۱۳) تین درختوں کی آمدنی جو رہن رکھے گئے	۰	۴	۹

	پائی	آنہ	روپیہ
(۱۴) آمدنی تالاب	۰	۰	۹
(۱۵) ملکانہ عسکری چک	۰	۸	۱۲
(۱۶) نذرانہ ریاست	۰	۰	۱۲۵
(۱۷) اصطبل و پالکی خانہ	۰	۰	
(۱۸) مکان مسکونہ	۰	۰	۰
(۱۹) مکان مسکونہ وجیہہ النساء (ہمشیرہ)	۰	۰	۰
(۲۰) مکا مسکونہ جمیل النساء (ہمشیرہ)	۰	۰	۰
(۲۱) آمدنی مسماۃ جمیل النساء	۰	۰	۰
میزان کل (ہر سہ جائداد)	۰	۰	۷۷۹۲۸

★

نوٹ

جائداد کی قیمت کا یہ تخمینہ گورنمنٹ نے لگایا ہے۔ ظاہر ہے کہ اصل قیمت تو کہیں زیادہ ہوگی۔ بعض عنوان کی قیمت اس میں شامل بھی نہیں ہے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کل جائداد کتنے میں نیلام ہوئی صرف مولوی عبدالرحیم کی غیر منقولہ جائداد جو گورنمنٹ کے تخمینے کے مطابق گیارہ ہزار پانچ سو دو روپے (۱۱۵۰۲) کی تھی وہ صرف ایک ہزار تین سو چونسٹھ (۱۳۶۴) میں ٹھکانے لگی اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ لاکھوں کی جائداد کوڑیوں کے مول نیلام کر دی گئی۔ اس سلسلے میں ملاحظہ ہو۔

"بنگال گورنمنٹ ریکارڈس ۳ ۲۰۹ تا ۲۱۸"

وہ کتابیں جن کے بغیر کوئی لائبریری مکمل نہیں کہلا سکتی

تاریخ طبری مکمل گیارہ حصوں میں

حصہ اول سیرت النبی صلعم ولادت رسولؐ سے وفات

رسولؐ ۱۱ھ تک ترجمہ سید محمد ابراہیم ایم اے ندوی سولہ روپے

حصہ دوم خلافت راشدہ حصہ اول ۱۱ھ تا ۱۶ھ پندرہ روپے

حصہ سوم خلافت راشدہ حصہ دوم ۱۶ھ تا ۳۵ھ

ترجمہ: مولانا رشید احمد ارشد ایم اے سولہ روپے

حصہ سوم کا حصہ دوم خلافت راشدہ حصہ سوم ۳۵ھ

تا ۴۰ھ خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ

ترجمہ: مولانا حبیب الرحمٰن صدیقی سولہ روپے

حصہ چہارم امیر معاویہؓ سے شہادت حسینؓ تک

۴۱ھ تا ۶۰ھ ترجمہ: سید حیدر علی طباطبائی پندرہ روپے

حصہ پنجم اموی دور حکومت ۶۰ھ تا ۹۹ھ

ترجمہ: سید محمد ابراہیم ایم اے ندوی سولہ روپے

حصہ ششم حضرت عمر بن عبد العزیز تا مروان ثانی

۹۹ھ تا ۱۳۲ھ سید محمد ابراہیم ایم اے ندوی سولہ روپے

حصہ ہفتم عباسی دور حکومت ۱۳۲ھ تا ۱۷۰ھ

ترجمہ: سید محمد ابراہیم ایم اے ندوی سولہ روپے

حصہ ہشتم ہارون الرشید اور اس کے جانشین

۱۷۰ھ تا ۲۳۱ھ ترجمہ: سید محمد ابراہیم ایم اے ندوی سولہ روپے

حصہ نہم خلافت بغداد کا دور انحطاط حصہ اول

ترجمہ: علامہ عبد اللہ العمادی بارہ روپے

حصہ دہم خلافت بغداد کا دور انحطاط حصہ اول

ترجمہ: علامہ عبد اللہ العمادی بارہ روپے

تاریخ الخلفاء جلال الدین سیوطی بارہ روپے

تاریخ ابن خلدون مکمل نو حصوں میں

اردو ترجمہ حکیم احمد حسین الہ آبادی

تاریخ ابن خلدون قبل از اسلام

تاریخ الانبیاء حصہ اول دس روپے پچاس پیسے

تاریخ الانبیاء حصہ دوم دس روپے پچاس پیسے

پہلا حصہ رسولؐ اور خلفائے رسولؐ پندرہ روپے

دوسرا حصہ خلافت معاویہ اور آل مروان پندرہ روپے

تیسرا حصہ خلافت بنو عباس حصہ اول گیارہ روپے

چوتھا حصہ خلافت بنو عباس حصہ دوم گیارہ روپے

پانچواں حصہ امیران اندلس اور خلفائے مصر پندرہ روپے

چھٹا حصہ غزنوی اور غوری سلاطین پندرہ روپے

ساتواں حصہ سلجوقی اور خوارزم شاہی سلاطین

بارہ روپے

مقدمہ ابن خلدون اردو ترجمہ حصہ اول زیر طبع

مقدمہ ابن خلدون اردو ترجمہ حصہ دوم زیر طبع

سید احمد شہید بریلوی مولانا محمد جعفر تھانیسری بارہ روپے

کالا پانی اور مکتوبات سید احمد شہید

مولانا محمد جعفر تھانیسری بارہ روپے

سیر المتاخرین اردو ترجمہ زوال سلطنت مغلیہ

علامہ حیدر علی طباطبائی بارہ روپے

عبرت کدہ سندھ مصنفہ ایسٹ وک

ترجمہ، ضامن کنتوری بارہ روپے

تاریخ فاطمین مصر حصہ اول

مصنفہ: ڈاکٹر زاہد علی ڈی فل آکسفورڈ دس روپے پچاس پیسے

تاریخ فاطمین مصر حصہ دوم دس روپے پچاس پیسے

تاریخ غرناطہ مصنفہ محمد لسان الدین الخطیب

تاریخ غرناطہ ترجمہ حکیم سید احمد ندوی حصہ اول بارہ روپے

تاریخ غرناطہ حصہ دوم بارہ روپے

تاریخ اسلام مصنفہ علامہ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

تاریخ اسلام حصہ اول پندرہ روپے

تاریخ اسلام حصہ دوم پندرہ روپے

تاریخ اسلام حصہ سوم پندرہ روپے

زاد المعاد (سیرت آنحضرت صلعم) مصنفہ حافظ ابن قیم

زاد المعاد حصہ اول گیارہ روپے

زاد المعاد حصہ دوم نو روپے پچھتر پیسے

زاد المعاد حصہ سوم پندرہ روپے

زاد المعاد حصہ چہارم پندرہ روپے

مغلیہ دور حکومت (منتخب اللباب) خافی خاں نظام الملک

حصہ اول **بابر سے جہانگیر تک** گیارہ روپے

حصہ دوم **دور شاہجہانی** نو روپے

حصہ سوم **دور عالمگیری** پندرہ روپے

حصہ چہارم **شاہ عالم سے ناصر الدین محمد شاہ تک** بارہ روپے

خلافت بنوامیہ (کامل ابن اثیر) ترجمہ مولانا سید ہاشم ندوی

خلافت بنوامیہ حصہ اول ۴۱ھ تا ۸۶ھ بارہ روپے

خلافت بنوامیہ حصہ اول ۸۶ھ تا ۱۳۲ھ بارہ روپے

حضرت عثمانؓ تاریخ وسیاست کی روشنی میں

ڈاکٹر طہٰ حسین دس روپے

حضرت علیؓ تاریخ وسیاست کی روشنی میں

ڈاکٹر طہٰ حسین دس روپے

حضرت امام ابو حنیفہؒ کی سیاسی زندگی

علامہ مناظر احسن گیلانی پندرہ روپے

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ

ڈاکٹر طہٰ حسین چھ روپے پچھتر پیسے

حضرت عمروؓ بن العاص محمد احمد پانی پتی بارہ روپے

علم الکلام اور الکلام علامہ شبلی نعمانی گیارہ روپے

صحابیات نیاز فتحپوری سات روپے پچھتر پیسے

طبقات الاولیاء عبدالوہاب شعرانی سولہ روپے

زبدۃ البخاری حضرت امام بخاریؒ بارہ روپے نوے پیسے

الادب المفرد (کتاب زندگی) امام بخاریؒ نو روپے نوے پیسے

سفینۃ الاولیاء دارا شکوہ سات روپے پچھتر پیسے

سیرت محمدیہ سر سید احمد خاں بارہ روپے

حضرت امام ابن القیم رشید احمد ارشد ایم اے پندرہ روپے

فقہ الاسلام حسن الخطیب پندرہ روپے

دعوت اسلام ڈاکٹر آرنلڈ دس روپے

فلسفہ اسلام ڈی اولیری چھ روپے پچھتر پیسے

تاریخ فلاسفۃ الاسلام ڈاکٹر میر ولی الدین

آٹھ روپے

انسان کامل عبدالکریم الجیلی گیارہ روپے

امیر تیمور ترجمہ: عنایت اللہ دہلوی بارہ روپے

تحقیق الجہاد مولوی چراغ علی مرحوم بارہ روپے

تاریخ فیروز شاہی سراج عفیف آٹھ روپے پچیس پیسے

گلشن بے خار نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ نو روپے

فلسفہ عجم ڈاکٹر علامہ اقبال چار روپے

مآثر عالمگیری محمد ساقی مستعد خاں پندرہ روپے

شاہجہاں کے ایام اسیری حصہ اول ڈاکٹر برنیر
بارہ روپے
شاہجہاں کے ایام اسیری حصہ دوم گیارہ روپے
اقبال نامہ جہانگیری مرزا محمد معتمد خاں
چھ روپے پچھتر پیسے
سفرنامہ ابن بطوطہ حصہ اول تیرہ روپے
سفرنامہ ابن بطوطہ حصہ دوم گیارہ روپے
آئینہ حقیقت نما اکبر شاہ خاں نجیب آبادی پندرہ روپے
عہد لارڈ ماؤنٹ بیٹن کیمبل جانسن بارہ روپے
نظام الملک طوسی عبدالرزاق کانپوری پندرہ روپے
البرامکہ عبدالرزاق کانپوری پندرہ روپے
فتوح البلدان حصہ اول البلاذری چودہ روپے
فتوح البلدان حصہ اول البلاذری دس روپے
کتاب الروح حافظ ابن قیم نو روپے نوے پیسے
تعلیم غوثیہ سید گل حسن قادری سولہ روپے
سیاست نامہ نظام الملک طوسی سات روپے
الاحکام السلطانیہ علامہ ماوردی گیارہ روپے
تاریخ تمدن اسلام حصہ اول جرجی زیدان دس روپے
تاریخ تمدن اسلام حصہ اول جرجی زیدان دس روپے
اسلامی معاشیات مولانا مناظر احسن گیلانی پندرہ روپے
تجدید دین کامل مولانا عبدالباری ندوی نو روپے پچھتر پیسے
تجدید معاشیات " نو روپے پچھتر پیسے
تجدید تصوف وسلوک " آٹھ روپے پچیس پیسے
تجدید تعلیم و تبلیغ " چھ روپے
صنم خانہ عشق امیر مینائی نو روپے نوے پیسے

تذکرہ شاہ ولی اللہ مولانا مناظر احسن گیلانی
چار روپے پچاس پیسے
حضرت ابوذر غفاریؓ " چار روپے پچیس پیسے
الدین القیم " چار روپے پچیس پیسے
ہزار سال پہلے " چار روپے پچاس پیسے
داستان کربلا عبدالرحمن صدیقی چار روپے
مکاتیب امام غزالی عبدالوہاب ظہوری تین روپے پچھتر پیسے
شعور و لاشعور " تین روپے پچھتر پیسے
آپ بھی خوش رہیے برٹرینڈ رسل پانچ روپے

ہمارے ناول

مصنف: رئیس احمد جعفری

طارق نو روپے
حجاج بن یوسف نو روپے
مروان نو روپے
فاتح خیبر نو روپے
غم آرزو چھ روپے
سیما پانچ روپے
چاندنی چار روپے
دام خیال تین روپے پچھتر پیسے
داغ تمنا چھ روپے پچھتر پیسے

مصنف: قیسی رام پوری

دھوپ چار روپے
فردوس چھ روپے پچھتر پیسے
خطا چار روپے
سزا تین روپے پچھتر پیسے

حیات سید احمد شہید

مصنفہ:

محمد جعفر تھانیسری

نفیس اکیڈمی۔ کراچی